عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

مع افادات و ارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرة مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

جدید ایڈیشن

کلید مثنوی

جلد ۵-۶ دفتر-۲

مع افادات وارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ

از

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نام کتاب

کلید مثنوی

تاریخ اشاعت.....................محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

ناشر.............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K

(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض ناشر

الحمدللہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیرِ نظر کتاب ''کلید مثنوی'' بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ''کلید مثنوی'' مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمدللہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتی کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچوے دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف ''کلید مثنوی''، مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہو سکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثالث من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح حبیبی

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

ایک امیر کا اس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار	در دہان خفتۂ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا	ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا
آں سوار آں را بدید و می شتافت	تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت
اس سوار نے اس کو دیکھا اور دوڑا	تاکہ سوتے ہوئے کو بچا لے، موقع نہ ملا
چونکہ از عقلش فراواں بد مدد	چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
چونکہ عقل کی اس کو بہت مدد حاصل تھی	چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے
خفتہ از خواب گراں چوں بر جہید	یک سوار ترک با دبوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اٹھا	ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا
بے محابا ترک دبوس گراں	چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے	چونکہ اس کے بہت مارے وہ بھاگا
خفتہ زاں زخم گراں بر جست زود	گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود
سویا ہوا اس سخت چوٹ سے بہت جلد اٹھا	حیران ہوگیا، بولا یہ کیا تھا؟

برد او را زخم آں دبوس سخت	زو گریزاں تا بزیر یک درخت
اس سخت کوڑے کی چوٹ اس کو لے گئی	اس سے بھاگ کر ایک درخت کے نیچے
سیب بوسیدہ بسے بدریختہ	گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے	بولا، یہ کھا اے دردمند!
سیب چنداں مرد را در خورد داد	کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اس) شخص کو اس قدر سیب کھلائے	کہ اس کے منہ سے باہر نکلنے لگے
بانگ می زد کاے امیر آخر چرا	قصد من کردی تو نادیدہ جفا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟	بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے
گر ترا از اصلست با جانم ستیز	تیغ زن یکبارگی خونم بریز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے	تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہا دے
شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید	اے خنک آں را کہ روئے تو نہ دید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ دیکھا
بے جنایت بے گنہ بے بیش و کم	ملحداں جائز ندارند ایں ستم
بلا زیادتی، بلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے	کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں
می جہد خوں از دہانم با سخن	اے خدا آخر مکافاتش تو کن
بات کے ساتھ میرے منہ سے خون ٹپکتا ہے	اے خدا تو اس کا بدلہ لے!
ہر زماں می گفت او نفرین نو	اوش می زد کاندریں صحرا بدو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا	(اور) وہ اس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ
زخم دبوس و سوار ہمچو باد	می دوید و باز بر روی فتاد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار	وہ دوڑتا تھا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا
ممتلی و خوابناک و سست بد	بر سر و پایش ہزاراں زخم شد
وہ شکم پر اور نیند میں، اور سست تھا	اس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے
تا شبانگہ می کشید و می کشاد	تا ز صفرا قے شدن بروئے فتاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)	یہاں تک کہ اس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو برآمد خورد باز شت و نکو	ماربا آں خوردہ بیروں جست ازو
اس سے اچھا برا کھایا ہوا نکل پڑا	اس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اس سے نکلا
چوں بدید از خود بروں آں مار را	سجدہ آورد آں نکو کردار را
جب اس نے اپنے (پیٹ) سے سانپ نکلتا دیکھا	اس بھلے (انسان) کے سامنے اس نے سجدہ کیا
سہم آں مار سیاہ زشت وزفت	چوں بدید آں دردہا ازوے برفت
اس کالے بھدے موٹے سانپ کا ڈر	جب اسے نظر آیا' وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں
گفت تو خود جبرئیل رحمتی	یا خداوندو ولی نعمتی
بولا' تو تو رحمت کا فرشتہ ہے	یا میرا آقا' اور مربی ہے
اے مبارک ساعتے کہ دیدیم	مردہ بودم جان نو بخشیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا	میں مر چکا تھا' تو نے نئی زندگی بخشی
تو مرا جویاں مثال مادراں	من گریزاں از تو مانند خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنے والا ہے	میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا
خر گریزد از خداوند از خری	صاحبش درپے زنیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے	اس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اس کے درپے ہے
نزپئے سود و زیاں می جویدش	لیک تا گرگش ندرد یا دش
وہ اس کو نفع نقصان کے لئے نہیں ڈھونڈتا ہے	لیکن (اس وجہ سے) کہ اس کو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے
اے خنک آں را کہ بیند روئے تو	یا درافتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے	یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے
اے روان پاک بستودہ ترا	چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے	میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی
اے خداوند و شہنشاہ و امیر	من نگفتم جہل من گفت آں مگیر
اے آقا' اور شہنشاہ اور سردار!	میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اس پر دارو گیر نہ کر
شمۂ زیں حال اگر دانستمے	گفتن بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا	تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال	گر مرا یک رمزی گفتی زحال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا	اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا
لیک خامش کردہ می آشوفتی	خامشانہ برسرم می کوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا	خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا
شد سرم کالیوہ عقل از سر بجست	خاصہ ایں سرا کہ مغزش کمترست
میرا سر دیوانہ ہوگیا عقل سر میں سے بھاگ گئی	خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے
عفو کن اے خوبروئے خوب کار	آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کر دے	پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا، اس سے درگزر کر
گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں	زہرۂ تو آب گشتے در زماں
اس نے کہا اگر میں اس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا	فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا
گر ترا می گفتمے اوصاف مار	ترس از جانت برآوردے دمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا	خوف تیری جان نکال دیتا
مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست	شرح آں دشمن کہ در جان شماست
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہدوں	اس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے
زہر ہائے پردلاں برہم درد	نہ رود رہ نے غم کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے	نہ کوئی راستہ چلے نہ کسی کام کی فکر کرے
نے دلش را تاب ماند در نیاز	نے تنش را قوت صوم و نماز
نہ اس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے	نہ اس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے
ہمچو موشے پیش گربہ لاشود	ہمچو برہ پیش گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلی کے سامنے معدوم ہو جائے	اس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیے کے سامنے سے بھاگے
اندروں نے حیلہ ماند نے روش	پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
اس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال	میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں
ہمچو بوبکر ربابیؒ تن زنم	دست چوں داؤدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابیؒ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں	ہاتھ سے (حضرت) داؤدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تامحال از دست من حالے شود	مرغ پر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے	پر نچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں
چوں یداللہ فوق ایدیہم بود	دست مارا دست خود فرمود احد
جب کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوا	تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا
پس مرا دست دراز آید یقیں	برگذشتہ ز آسمان ہفتمیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ	ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا
دست من بنمود برگردوں ہنر	مقریا برخواں کہ انشق القمر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا	اے قاری انشق القمر پڑھ
ایں صفت ہم بہر ضعف عقلہاست	باضعیفاں شرح قدرت کے رواست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے	کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟
خود بدانی چوں برآری سرزخواب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اٹھائے گا	(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے
گرترا می گفتمے ایں ماجرا	آں دم از تو جان تو گشتے جدا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا	اسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی
مرترا نے قوت خوردن بدے	نے رہ و پروائے قے کردن بدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی	نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی
می شنیدم فحش و خرمی راندم	رب یسر زیر لب می خواندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا	آہستگی سے رب یسر پڑھتا رہا
از سبب گفتن مرا دستور نے	ترک تو گفتن مرا مقدور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے	تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا
ہر زماں می گفتم از درد دروں	اھد قومی انہم لا یعلمون
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا	(اے اللہ) میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں ہیں
سجدہا می کرد آں رستہ زرنج	کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا	کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدایا بی جزا ہائے شریف	قوت شکرت ندارد ایں ضعیف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا	اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے
شکر حق گوید ترا اے پیشوا	آں لب و چانہ ندارم واں نوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا؟	میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں
دشمنی عاقلاں زیںساں بود	زہر ایشاں ابتہاج جاں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے	ان کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے
دوستی ابلہاں رنج و ضلال	ایں حکایت بشنو از بہر مثال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے	مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

اوپر بیان کیا تھا کہ عاقل کی زیادتی اور اسکا ظلم (ظاہری) نادان کی مہر ووفا (ظاہری) سے بہتر ہے لہذا اولاً عاقل کی زیادتی کا سودمند اور بہتر ہونا مثال سے ظاہر کرتے ہیں اس کے بعد نادان کی مہر ووفا کا مضر ہونا واقعہ سے ثابت کریں گے چنانچہ فرماتے ہیں۔ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔اس سوار نے یہ واقعہ دیکھا اور اس شخص کو بچانے کے لئے دوڑا مگر اتنا وقت نہ ملا اور سانپ اندر گھس گیا۔چونکہ حق تعالیٰ نے عقل سے اس کی کافی مدد فرمائی تھی یعنی عقل اس کو بہت دی تھی اس لئے اس نے اس کے بچانے کی یہ تدبیر کی کہ چند سوٹے زورزور سے اس کے مارے وہ سونے والا چوٹ کے صدمہ سے اس گہری نیند سے جاگ اٹھا دیکھا کہ ایک ترکی سوار ہاتھ میں سوٹا لئے ہوئے مار رہا ہے۔جب اس سوار نے وہ زبردست سوٹا زیادہ بجایا تو یہ بھاگا۔ضرب شدید کے سبب خوب تیز دوڑنا شروع کیا وہ اس واقعہ سے حیران تھا اور دل میں کہتا تھا ارے یہ کیا قصہ ہے یہ مجھے کیوں مارتا ہے۔غرض کہ وہ اس ڈنڈے سے پٹتا ہوا ایک درخت کے نیچے پہنچا جہاں گلے سڑے سیب بہت سے پڑے ہوئے تھے اس نے کہا کہ ان کو کھا۔اس غریب نے مجبوراً کھانے شروع کئے۔اس سوار نے اتنے سیب کھلائے کہ گنجائش نہ ہونے کے سبب منہ سے باہر نکلنے لگے۔لیکن وہ اب بھی یہی کہے جاتا تھا کہ اور کھا۔آخر اس نے دق ہوکر یہ کہا کہ اے امیر آخر یہ تو بتا کہ تو بے قصور میری جان کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔اگر سرے سے میری جان ہی سے تجھے دشمنی ہے تو ایک دفعہ ہی تلوار مار کر مجھے مار ڈال سسکا سسکا کر مارنے سے کیا فائدہ۔کیسی منحوس گھڑی تھی کہ میں تجھے نظر پڑا۔ارے بڑا مبارک ہے وہ شخص جس نے تیری منحوس صورت نہ دیکھی۔ارے بے قصور بے جرم اور بلا کسی تعدی یا کوتاہی کے تو یہ ظلم کرتا ہے ایسا ستم تو بے دین لوگ بھی نہیں کرتے بات کہنے میں میرے منہ سے خون نکلتا ہے۔اے خدا تو اس سے میرا انتقام لے۔وہ ہر وقت ایک نئی تشنیع کرتا تھا لیکن وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا اور مارتا تھا کہ دوڑ

عجیب مصیبت تھی سوٹے کی ضربیں پڑ رہی تھیں سوار ہوا کی طرح دوڑ رہا تھا اور اس کو دوڑا رہا تھا۔ یہ بیچارہ دوڑتا تھا اور دوڑ میں گر گر پڑتا تھا کیونکہ اول تو پیٹ بہت بھرا ہوا تھا پھر نیند کا خمار موجود تھا پھر کمزور بھی تھا ان سب کے علاوہ سر میں پاؤں میں مار کے بہت سے زخم ہو گئے تھے۔ وہ سوار شام تک اس کو کھینچتا رہا اور جو مشکل آ کے پڑتی تھی اس کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرتا رہا حتیٰ کہ غلبہ صفرا سے اس کو قے ہونی شروع ہوئی اور اس سے بھلا برا غرض سارا کھایا پیا نکل گیا اور اس کے ساتھ سانپ بھی نکل گیا جبکہ اس نے اندر سے سانپ کو نکلا ہوا دیکھا تو اس محسن شخص کی بے حد تعظیم کی۔ اور اس کالے اور موٹے سانپ کا خطرہ جب پیش نظر ہوا تو سب تکلیفیں بھول گیا اور کہا کہ آپ تو میرے حق میں فرشتہ رحمت ہو گئے یا یوں کہوں کہ آپ تو میرے مالک اور خداوند نعمت ہیں۔ ارے کیسی مبارک گھڑی تھی کہ میں آپ کی نظر پڑ گیا۔ میں تو مر ہی چکا تھا۔ آپ نے مجھے نئے سرے سے زندگی بخشی آپ کی حالت یہ تھی کہ ماں کی طرح مجھے ڈھونڈتے تھے اور میری یہ حالت کہ میں گدھوں کی طرح آپ سے بھاگتا تھا گدھا اپنی حماقت سے اپنے مالک سے بھاگتا ہے اور اپنی خوش اقبالی اور سعادت بخت کے سبب اس کا مالک اس کے درپے ہوتا ہے حالانکہ اس تلاش میں اس کو کوئی اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھیڑیا یا کوئی اور درندہ اس کو نہ کھا جائے۔ اے بڑا مبارک ہے وہ شخص کہ آپ کی صورت دیکھے یا آپ کے کوچہ ہی میں پہنچ جائے۔ اے مقدس اور محمود جان والے شخص میں نے آپ کی شان میں بہت بے ہودگی اور بکواس کی ہے لیکن اے آقا اے شہنشاہ اے امیر یہ میں نے نہیں کیا بلکہ میری نادانی نے کیا ہے آپ کچھ خیال نہ فرمائیے۔ اگر مجھے واقعہ کی ذرا بھی اطلاع ہو جاتی تو میں بے ہودہ بکواس نہ کر سکتا۔ بلکہ جناب میں آپ کی بہت تعریف کرتا اگر مجھ سے اشارۃً بھی آپ واقعہ بیان فرما دیتے مگر آپ زبان سے تو کچھ فرماتے نہ تھے بلکہ چپکے چپکے پریشان کر رہے تھے اور چپکے ہی چپکے میرے سر پر ڈنڈے بجا رہے تھے جس سے دماغ پریشان ہو گیا اور عقل خارج ہو گئی۔ آپ ایسے سر کو معافی دیجئے کہ اس سے جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے بالخصوص اس سر کو جس میں مغز پیشتر ہی سے کم ہو اور میں نے جو کچھ اپنی حماقت سے کہا ہے اس سے درگزر فرمائیے۔ سوار نے جواب دیا کہ اگر میں اشارۃً بھی واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً مارے خوف کے تیرا پتا پانی ہو جاتا۔ اور اگر میں سانپ کے حالات تجھ سے بیان کرتا تو خوف سے تیری جان نکل جاتی یہاں تک پہنچ کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یوں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس دشمن یعنی نفس کی حالت من وعن بیان کر دوں جو تمہارے اندر ہے تو تم میں جو بڑے بہادر ہیں ان کے بھی پتے پھٹ جائیں نہ وہ رستہ چل سکیں اور نہ کوئی کام کر سکیں غلبۂ خوب کے سبب نہ ان کو تضرع وزاری کی تاب رہے اور نہ ان کے جسموں میں روزہ نماز کی قوت رہے ان کی حالت ایسی ہو جائے جیسے چوہے کی بلی کے آگے اور وہ بالکل لاشے محض ہو جائیں اور یوں بے خود ہو جائیں جیسے بھیڑیئے کے سامنے بکری کا بچہ۔ نہ ان میں تدبیر ہی رہے نہ عمل

ہی بلکہ حس وحرکت سب باطل ہو جائے۔ اس لئے میں مفصل بیان نہیں کرتا اور بلا بیان کئے ہی تمہاری پرورش کرتا ہوں میں بوبکر ربابی کی طرح خاموش اور داؤد کی طرح اس لوہے کو نرم کرنے میں مصروف ہوں تا کہ جو بات تمہارے لحاظ سے محال ہے میں اس کو فعلیت میں لے آؤں اور تمہارے نفسوں کو ماردوں اس طرح تمہاری ارواح جو بے بس اور مجبور ہیں اور اس لئے عروج روحانی نہیں کرسکتیں ان کو سامان عروج مل جائے اور وہ عروج کرسکیں۔ چونکہ واقعہ بیعت رضوان میں ید اللہ فوق ایدیھم فرمایا گیا ہے اور میرے ہاتھ کو حق سبحانہ نے مجازاً اپنا ہاتھ فرمایا ہے اس لئے میرا ہاتھ بہت بڑا ہے حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یعنی حق سبحانہ نے میری تائید اپنی قوت سے فرمائی ہے پس جو کام کہ طاقت بشریہ سے باہر ہیں ان کا ظہور اس قدرت الٰہیہ کے سبب میرے ہاتھ سے ہوسکتا ہے چنانچہ میرے ہاتھ نے آسمان پر اپنا کمال دکھایا۔ اے قاری اس کی تصدیق اقتربت الساعۃ وانشق القمر سے کرلے جس میں چاند کے دوٹکڑے ہونے کی خبر دی گئی ہے جس کا ظہور میرے ہاتھ سے اور میری انگلی کے اشارہ سے ہوا ہے یہ صفت تو میں نے ضعف عقول کے سبب بیان کی ہے ورنہ اس میں تو بے انتہا قوت ہے جس کی تفصیل میں نہیں کرنا چاہتا کیونکہ قدرت الٰہیہ کی تشریح ضعیف العقل لوگوں کے سامنے جائز نہیں اس لئے کہ ان کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ جب تم نیند سے بیدار ہو گے اور حقیقت حال سے واقف ہو گے خواہ دنیا میں یا عقبیٰ میں اس وقت تم کو خود معلوم ہو جائے گا یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ختم ہوا واللہ اعلم۔ یہ روایت سند صحیح سے ثابت ہے یا نہیں میں نے بنا بر صحت مضمون نقل کردیا ہے۔ اب مولانا پھر واقعہ سوار کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوار نے کہا کہ اگر میں تجھ سے واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً تیری روح پرواز کر جاتی۔ نہ تو کھا سکتا نہ تیرے لئے قے کرنے کا کوئی ذریعہ یا خیال ہوتا۔ میں تیرا برا بھلا سنتا جاتا تھا اور اپنے کام میں مشغول تھا اور حق سبحانہ سے چپکے چپکے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کام کو آسان کر دے۔ نہ تو مجھے عقل کی اجازت تھی کہ تجھ سے سبب بیان کروں اور نہ غایت شفقت کے باعث مجھ سے یہی ہوسکتا تھا کہ تجھے تیری حالت پر چھوڑ دوں۔ مجبوراً گالیاں سنتا تھا اور درد دل سے کہتا تھا کہ اے اللہ اسے ہدایت کر یہ جانتا نہیں۔ غرض اس نے اس مصیبت سے چھوٹ کر اس کی بے حد تعظیم کی۔ پاؤں پر گر پڑا۔ اور یہ کہا کہ اے میرے سعادت کے باعث اور اے میری خوش اقبالی اور دولت کے سبب میں تیرا شکر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے اس کی بہتر جزا دے میرے جبڑے میرے ہونٹ میری آواز میں طاقت نہیں کہ تیرا شکر کر سکے۔ بس میں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا تجھے اس کی جزا دے۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ عاقلوں کی دشمنی ایسی ہوتی ہے جیسے اس سوار کی وہ اگر زہر بھی دیں تو وہ بھی انبساط روح کا سبب ہوتا ہے اور نادانوں کی دوستی سراپا رنج اور بے راہ روی ہوتی ہے اس کی مثال کے لئے یہ حکایت سن۔

شرح شبّیری

ایک امیر کا اس سونے والے کو مارنا جس کے منہ میں کہ سانپ چلا گیا تھا

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عاقل گھوڑے پر سوار آ رہا تھا اور ایک سونے والے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔

آں سوار الخ۔ یعنی اس سوار نے اس کو (دور سے) دیکھا اور دوڑا تا کہ اس سونے والے کو چھڑائے مگر مہلت نہ پائی (اور وہ سانپ منہ میں گھس ہی گیا)

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ اس کو عقل سے زیادہ مدد تھی (یعنی بہت عاقل تھا) تو چند گرز زور سے سونے والے کے مارے دبوس سے مراد کوڑا ہے۔

خفتہ الخ۔ یعنی جب سونے والا خواب گراں سے اٹھا تو ایک سوار ترک مع کوڑے کے دیکھا۔

بیحبا الخ۔ یعنی جب کہ ترک نے بے دھڑک زیادہ بھاری کوڑے مارے تو یہ شخص دوڑنے لگا یعنی بیچارہ بھاگا۔

برد الخ۔ یعنی اس سخت کوڑے کا زخم ایک درخت کے نیچے تک لے گیا اور وہ اس سے بھاگ رہا تھا۔

مطلب یہ کہ وہ حضرت اس کو پیٹ رہے تھے اور یہ بیچارا بھاگ رہا تھا یہاں تک کہ ایک درخت کے نیچے پہنچے۔

سیب بوسیدہ الخ۔ یعنی وہاں بہت سے سڑے ہوئے سیب پڑے تھے تو اس سوار نے کہا کہ اے دردمندان میں سے کھا۔

سیب چندان الخ۔ یعنی اس آدمی کو اس قدر سیب کھلائے کہ اس کے منہ سے باہر گرنے لگے۔

بانگ میزد الخ۔ یعنی وہ چلا رہا تھا کہ اے امیر آخر تو نے کیوں میرے ستانے کا قصد کیا ہے میں نے تیرا کیا کیا ہے۔

گرترا از الخ۔ یعنی اگر تجھ کو میرے ساتھ کوئی فطرتی دشمنی ہی ہے تو ایک دفعہ تلوار مار کر میرا خون گرادو۔

شوم ساعت الخ۔ یعنی بڑی منحوس گھڑی تھی جب کہ میں تجھ پر ظاہر ہوا تھا اور جس نے تیرا منہ نہیں دیکھا وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

بے خیانت الخ۔ یعنی بے خیانت کے اور بے گناہ اور بغیر کسی کمی بیشی کے (تو مجھے ستا رہا ہے تو) ایسا ستم تو ملحد بھی روا نہیں رکھتے۔

میچکد خون الخ۔ یعنی بات کے ساتھ میرے منہ سے خون گر رہا ہے اے خدا تو ہی اس سے بدلہ لینا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی وہ تو ہر گھڑی نئی نفرین کہہ رہا تھا اور وہ سوار اس کو مارتا تھا (اور کہتا تھا کہ) اس جنگل میں دوڑ۔

زخم دبوس الخ۔ یعنی چابک کا زخم اور ایک سوار ہوا کی طرح (پیچھے تھا) تو یہ شخص دوڑتا تا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا۔

ممتلی الخ۔یعنی (سیبوں سے) بھراہوااور نیند میں اور سست تھااوراس کے سر پراور پاؤں پر ہزاروں زخم ہو گئے تھے۔
تاشبانگہ الخ۔یعنی رات تک یہی کھینچاتانی کرتارہا یہاں تک کہ صفرا کی وجہ سے اس کو قے ہونا شروع ہوئی۔
زو برآمد الخ۔یعنی اس کے اندر سے برا بھلا کھایا ہوا نکلنا شروع ہوا تو اس کھانے کے ساتھ اس میں سے سانپ بھی نکلا۔

چون بدید الخ۔یعنی جب کہ اس سانپ کو اپنے سے باہر دیکھا تو اس نکوکار کے تعظیم کے لئے جھک گیا اور بہت ہی ممنون ہوا۔

سہم آن الخ۔یعنی اس بڑے اور برے سیاہ سانپ کا خوف جب اس نے دیکھا تو ساری تکالیف (کوڑوں وغیرہ کی) اس سے جاتی رہیں۔

گفت تو الخ۔یعنی کہنے لگا کہ تو تو جبرئیل رحمت ہے یا آقا اور ولی نعمت ہے۔

اے مبارک الخ۔یعنی مبارک گھڑی تھی وہ کہ تو نے مجھے دیکھا تھا اور میں تو مردہ تھا تو نے مجھے جان بخشی ہے۔

تو مرا الخ۔یعنی تو تو مجھے ماں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا اور میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔

خرگریزد الخ۔یعنی گدھا تو آقا سے گدھے پن سے بھاگتا ہے اور اس کا آقا نیک خصلتی کی وجہ سے اس کے پیچھے پھرتا ہے۔

کز پئے الخ۔ یعنی اپنے کسی نفع کے واسطے اس کو نہیں ڈھونڈتا بلکہ تاکہ اس کو بھیڑیا یا درندہ پھاڑ نہ ڈالے۔

اے خنک الخ۔یعنی خوش نصیب ہے وہ کہ تیرا منہ دیکھ لے یا ناگہاں تیرے کوچہ ہی میں آجائے۔

اے روان الخ۔یعنی اے جان پاک محمود تجھے کس قدر بے ہودہ اور فضول باتیں کہی ہیں۔

اے خداوند الخ۔یعنی اے آقا اور شہنشاہ اور امیر یہ سب میں نے نہیں کہا بلکہ میرے جہل نے کہا آپ اس کی گرفت نہ کیجئے۔

شمۂ زین الخ۔یعنی اگر اس حال میں سے میں تھوڑا سا بھی جان لیتا تو میں بے ہودہ باتیں ہرگز نہ کہہ سکتا۔

پس ثنایت الخ۔یعنی اے خوش خصال میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوتا اگر اس راز میں سے آپ ایک بات مجھے بتادیتے۔

لیک خامش الخ۔یعنی لیکن آپ تو چپ ہی چپ خفا ہو رہے تھے اور خاموش ہی مجھے پیٹ رہے تھے اس لئے مجھے کیا خبر کہ اس میں آپ کو یہ مصلحت مدنظر ہے۔

شد سرم الخ۔یعنی میرا سر برگشتہ ہو گیا اور عقل سر سے نکل گئی خاص کر یہ سر جس میں کہ مغز بھی کم ہے۔

عفو کن الخ۔یعنی اے خوبرو اور اے اچھے کام والے تو معاف کر دے میں نے جو کچھ کہا وہ جنون کی وجہ سے تھا اس سے درگذر غرضیکہ جب یہ خوب معافی مانگ چکا اور بہت ہی شرمندہ ہوا تو اس مشفق سوار نے جواب دیا کہ

گفت اگر من ۔الخ ۔یعنی اس سوار نے کہا کہ اگر میں اس میں سے ایک راز بھی تجھ سے کہہ دیتا تو تیرا (خوف کی وجہ سے) پتہ پانی ہو جاتا یعنی اگر تجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے اندر سانپ ہے تو فوراً ہول کے مارے مر جاتا۔

گر ترا الخ ۔یعنی میں اگر تجھ سے سانپ کی حالت بیان کر دیتا تو خوف تیری جان میں سے دماغ نکال لیتا یعنی خوف کے مارے فوراً ٹیں ہو جاتے ۔تو چونکہ وہ سوار نیک دل تھا اور محقق تھا اس لئے اس کو اس شخص پر شفقت تھی اور اس نے اس کی حالت کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ اگر اس کو ذرا بھی علم ہو جائے تو جان کھو دے گا اور اس کی جان جاتی رہے گی اس لئے اس نے بے اس کو اطلاع کئے ہوئے اس کی تدبیر شروع کر دی جس سے کہ وہ سانپ نکل گیا اور یہ بچ گیا اب آگے مولانا اس کی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب فرما کر فرماتے ہیں کہ اگر میں ان حالتوں کی جو کہ تمہارے اندر ہیں اور وہ خصائل رذیلہ جو باطن میں بھرے ہوئے ہیں تم لوگوں سے کہوں تو تم پر اس قدر خوف حق غالب ہو کہ نہ کھا سکو اور نہ پی سکو نہ ہنس سکو نہ بول سکو غرضیکہ بالکل دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ اور تھوڑے ہی دنوں میں جان کھو بیٹھو اس لئے میں تم کو بتاتا نہیں ہوں ۔ بلکہ ان کا علاج شروع کر دیتا ہوں (اس لئے کہ مقصود تو ان کا ازالہ ہے نہ ان کا علم تو اگر صحابہ کو علم ہو جاتا اور اس وقت اس قدر خوف مسلط ہو جاتا تو پھر وہ تو اس قابل بھی نہ رہتے کہ ان کو زائل ہی کر سکیں تو اسی طرح اس سوار نے اس کو بتلایا نہیں بلکہ علاج شروع کر دیا۔اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

مصطفیٰ فرمود الخ ۔یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک اس دشمن کی شرح کر دوں جو کہ تمہاری جان میں ہے یعنی اگر ان خصائل و اخلاق ذمیمہ کو جو باطن میں بھر رہے ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور جو ان پر وعیدیں اور عذاب ہیں وہ معلوم ہی ہیں تو

زہرہائے الخ ۔یعنی بڑے قوی دل والوں کے پتے پھٹ جائیں اور نہ وہ راہ چل سکیں اور نہ کسی کام کا فکر کر سکیں یعنی بالکل ہی مجبور ہو جائیں اور ان سے کچھ ہو ہی نہ سکے۔

نے دلش الخ ۔یعنی نہ اس کے دل کو نیاز کی تاب رہے اور نہ اس کے بدن میں روزہ نماز کرنے کی قوت رہے۔

ہمچو موشے الخ ۔ یعنی وہ چوہے کی طرح (ہو جائے) کہ وہ بلی کے سامنے فنا ہو جاتا ہے یا بکری کے بچہ کی طرح کہ بھیڑیئے کے سامنے اپنی جگہ پر (قائم) نہیں رہتا۔

اندرونے الخ ۔یعنی اس کے اندر نہ حیلہ رہے اور نہ روش رہے ۔ پس میں بے کہے ہوئے تمہاری پرورش کر رہا ہوں ۔ مطلب یہ کہ اگر معلوم ہو جائے تو اس قوی دل کی بھی یہ حالت ہو جائے ۔ لہٰذا میں کچھ کہتا نہیں بلکہ اصلاح کی تدابیر کرتا ہوں کہ جس سے مرض زائل ہو جائے اور معلوم بھی نہ ہو۔ آگے مولانا بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

ہمچو بوبکر الخ ۔یعنی مانند بوبکر ربابی کے میں خاموش رہتا ہوں اور داؤد علیہ السلام کی طرح لوہے میں ہاتھ

مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح بوبکر ربابی جو کہ ایک بزرگ ہیں اور سالہا سال تک خاموش رہے ہیں اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہی رہتے تھے لیکن تدابیر ازالۂ رذائل کی فکر ہمیشہ فرماتے تھے۔ آگے پھر حضرت ہی مقولہ فرماتے ہیں کہ

تامحال الخ۔ یعنی تا کہ محال بات میرے ہاتھ سے حال (واقع) ہوجائے اور بال اکھڑے ہوئے جانور کے پر نکل آئیں یعنی اس خاموشی اور تدبیر میں لگے رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ جن اخلاق کا ازالہ محال ہے وہ بھی زائل ہوجائیں گے۔

چون ید اللہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور ہمارے ہاتھ کو حق تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

پس مرادست الخ۔ یعنی پس میرا ہاتھ یقیناً (تصرف میں) دراز ہوگیا اور ساتویں آسمان سے بھی گزر گیا۔

دست من الخ۔ یعنی میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھلایا اور اے قاری انشق القمر کو پڑھ تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ آسمان پر بھی تصرف ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این صفت الخ۔ یعنی یہ صفت بھی عقول کے ضعف کی وجہ سے ہے اور ضعیفوں سے قدرت کی شرح کب جائز ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تو ان ممکنات اور افعال سے پاک ہیں لیکن جب عقول ضعیف ہیں تو ایسی طرح سمجھا جائے گا اور کیا صورت ہوسکتی ہے ورنہ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا۔

خود بدانی الخ یعنی جب تم نیند سے جاگے تو خود جان لو گے (اور ان مثالوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی) اور یہ حدیث ختم ہوگئی واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جب قیامت میں اٹھو گے تو اس وقت حقائق و معارف سب کھل جائیں گے۔ اس حدیث کو مولانا نے روایت بالمعنی کیا ہے اور اس کی شرح اور بیان مطلب کے طور پر کہیں کہیں خود بھی مثال وغیرہ دے دی ہیں آگے پھر اس سوار کا مقولہ بیان فرماتے ہیں کہ

گرترا الخ۔ یعنی اگر میں تجھ سے یہ قصہ (سانپ کے اندر چلے جانے کا) کہہ دیتا تو تیری جان تجھ سے جدا ہوجاتی۔

مرترا الخ۔ یعنی نہ تجھے کھانے کی قوت رہتی اور نہ قے کرنے کی طاقت اور سبیل ہوتی۔ مطلب یہ کہ تو نے جو یہ سیب کھا کر قے کی ہے اگر تجھے معلوم ہوجاتا تو تجھ سے ہرگز نہ ہوسکتا۔

می شنیدم الخ۔ یعنی میں فحش سن رہا تھا اور گدھے کو ہانک رہا تھا اور زیرلب رب یسر پڑھ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ تیری باتوں کو سن رہا تھا اور دعا کررہا تھا کہ اے اللہ اسکی مشکل آسان کر۔

از سبب الخ۔ یعنی سبب بیان کرنے کی عادت نہیں ہے اور تیرے چھوڑنے کی بھی قدرت نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے تم پر شفقت تھی اس لئے نہ تو تم کو چھوڑ ہی سکتا تھا کہ مرنے دوں اور نہ یہ ہوسکتا تھا کہ تم کو حال سے آگاہ کردوں کہ وہ بھی مضر تھا اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر وقت دردِ درونی کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ مجھے

جانتے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ میں اس کہنے میں تیری خطا نہ سمجھتا تھا بلکہ تجھے معذور سمجھ کر دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کی آنکھ کھول دے کہ یہ مجھے دیکھ لے اور مجھے پہچان لے اب تک اس کو میرے مشفق ہونے کی خبر نہیں ہے چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام بے حد شفیق اپنی امت پر ہوتے تھے اس لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللھم اہد قومی فانہم لایعلمون جب اس نے یہ اس کی شفقت دیکھی تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ

سجدہا الخ۔ یعنی وہ تکلیف سے چھوٹا ہوا سجدہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے سعادت اور میرے اقبال اور خزانہ۔ مطلب یہ کہ بے حد تعظیم وتکریم اور شکریہ بجالایا۔

از خدا الخ۔ یعنی تو اس کی جزاء شریف حق سے پائے اس لئے کہ یہ ضعیف (یعنی میں) تیرے شکر کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تجھ کو حق تعالیٰ ہی جزائے خیر دے۔

شکر حق الخ۔ یعنی (بس میری جانب سے) حق تعالیٰ ہی تیرا شکر کریں (یعنی بدلہ دیں) میں تو وہ لب اور جبڑا نہیں رکھتا اور نہ وہ بخشش (کہ جس سے تیرا شکریہ ادا کروں) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

دشمنی الخ۔ یعنی عاقلوں کی دشمنی اس طرح ہوتی ہے اور ان کا زہر بھی جان کے لئے (باعث) تازگی ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کی ظاہری ایذاء دہی اور تکالیف جو کہ اصل میں کسی مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں انجام کار عمدہ اور بار آور ہوتی ہیں جیسا کہ اس سوار کی زدوکوب اور سختی نے انجام کار اس شخص کی جان بچادی ورنہ وہ ضرور مرجاتا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہوتا ہے کہ ان کی بعض باتیں جو کہ بظاہر سخت اور ترش معلوم ہوتی ہیں فی الحقیقت وفی الواقع نافع محض ہوتی ہیں لہٰذا اگر شیخ کی طرف سے کوئی ناگواری بھی پیش آئے تو اس کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنا ضروری ہے چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ آگے ہم دو حکایتیں لاتے ہیں ایک تو عاقل کی دشمنی کی بہتری پر اور دوسری نادان کی دوستی کے ضرر پر۔ یہاں تک تو عاقل کی دشمنی کا بھی نافع ہونا بتادیا آگے دوسری حکایت لاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

دوستی الخ۔ بے وقوف کی دوستی بھی رنج وگمراہی ہوتی ہے تو اس حکایت (ذیل) کو مثال کے واسطے سن۔ آگے حکایت فرماتے ہیں جس کو بہت سے انتقالات کے بعد پورا فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ریچھ کو اژدھا کے منہ سے چھڑایا اور اس کو پال لیا اور خدمت یہ سکھلائی کہ سوتے وقت مکھیاں ہٹایا کرے۔ ایک روز ایک مکھی بار بار آکر بیٹھی تو اس نے اس کو اڑایا لیکن وہ پھر بیٹھ جاتی تھی اس ریچھ کو غصہ آگیا آخر کار حیوان تھا ایک پتھر لایا اور جب وہ مکھی پھر آئی تو اس مکھی کے کھینچ کر مارا وہ مکھی تو مری ہو یا نہ مری ہو لیکن وہ آقا صاحب ٹیں ہو گئے تو دیکھو حالانکہ وہ دوستی کرتا تھا اور خدمت کرتا تھا لیکن چونکہ نادان تھا اس لئے انجام کار اس سے مضرت ہوئی۔ اب سمجھو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اعتماد کردن شخصے بر تملق و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را درمی کشید	شیر مردے رفت وفریادش رسید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا	ایک بہادر گیا اور اس کی مدد کی

ایک اژدہا اپنی نظر سے یا اپنی سانس سے ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا۔ یعنی اژدھے سے اس کو چھڑایا۔ اس شعر میں چونکہ ایک شیر مرد کی غمخواری کا ذکر ہے اسی مناسبت سے آگے مولانا اپنے مقصد کی طرف انتقال فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اس بیوقوف آدمی کی حکایت کہ ریچھ کی خوشامد میں مغرور ہو رہا تھا

اژدہائے الخ۔ یعنی ایک اژدھا ایک ریچھ کو (سانس وغیرہ کے ذریعہ سے) کھینچ رہا تھا تو ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا یعنی اس کو اس اژدہا سے چھڑایا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیر مردانند در عالم مدد	آں زماں کافغان مظلوماں رسد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں	اس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے
بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند	آں طرف چوں رحمت حق می دوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سنتے ہیں	اس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں
آں ستونہائے خللہائے جہاں	آں طبیبان مرضہائے نہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں	وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں
محض مہر و داروی و رحمت اند	ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں	اللہ تعالی کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبار گیش	گوید از بہر غم و بیچار گیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً	وہ کہے گا اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے
مہربانی شد شکار شیر مرد	در جہاں دارو نہ جوید غیر درد
بہادر کا شکارٗ مہربانی ہے	درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے
ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے	جہاں افلاس ہوتا ہے سامان وہاں جاتا ہے
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود	ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے	جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے
آب کم جو تشنگی آورٗ بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کرٗ پانی پیدا کر	تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے
تاسقاھم ربھم آید خطاب	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ ان کے رب نے ان کو سیراب کیا'' کا خطاب آئے	پیاسا رہٗ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
آب رحمت بایدت رو پست شو	وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہئے؟ جا پست بن	پھر رحمت کی شراب پیٗ مست بن
رحمت اندر رحمت آید تا بسر	بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی	اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر
چرخ را در زیر پا آر اے شجاع	بشنو از فوق فلک بانگ سماع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا	آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے
پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال	تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے
پاک کن دو چشم را از موئے عیب	تا بہ بینی باغ و سروستان غیب
عیب کے پڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کرلے	تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے
دفع کن از مغز و از بینی زکام	تا کہ ریح اللہ آید در مشام
سر اور ناک سے زکام رفع کر	تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپ صفرا اثر	تابیابی از جہاں طعم شکر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ	تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے
داروئے مردی کن و عنیں مپو	تا بروں آیند صد گوں خوبرو
مردی کا علاج کر اور عنین بنا ہوا) نہ بھاگا پھر	تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں
کندۂ تن راز پائے جاں بکن	تاکند جولاں بگرد آں چمن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے	تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے
غل بخل از دست وگردوں دور کن	بخت نو دریاب از چرخ کہن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال	پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے
ورنمی تانی بہ کعبہ لطف پر	عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
اگر (خود) نہیں کرسکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر	بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے
زاری وگریہ قوی سرمایہ ایست	رحمت کلی قوی تردایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے	عام رحمت بہت قوی دایہ ہے
دایۂ و مادر بہانہ جو بود	تاکہ کے آں طفل اوگریاں شود
انا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں	تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟
طفل حاجات شمارا آفرید	تا بنالید و شود شیرش پدید
(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا	تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو
گفت ادعوا اللہ زبے زاری مباش	تا بجوشد شیر ہائے مہر ہاش
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ	تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں
ہائے وہوئے بادشیر افشان ابر	درغم ما اندیک ساعت تو صبر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زناٹے	ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کر لے
فی السماء رزقکم نشنیدۂ	اندریں پستی چہ بر چسفیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے تو نے نہیں سنا؟	پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟
ترس ونومیدیت داں آواز غول	می کشد گوش تو تا قعر سفول
اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ	جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں ترا بالا کشد	آں ندائے داں کہ از بالا رسد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے	سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے
ہر ندائے کاں ترا حرص آورد	بانگ گرگے داں کہ او مردم درد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے	بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے
ایں بلندی نیست از روئے مکاں	ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے	یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں
ہر سبب بالاتر آمد از اثر	سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
ہر سبب' نتیجہ سے بلند ہے	پتھر اور لوہا' چنگاری سے بلند ہے
آں فلانے فوق آں سرکش نشست	گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
وہ فلاں اس متکبر سے اونچا بیٹھا ہے	اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے
فوقی آنجاست از روئے شرف	جائے دور از صدر باشد مستخف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے	صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے
سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق است	در عمل فوقی ایں دو لائق ست
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں	عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے
واں شرر از روئے مقصودی خویش	ز آہن و سنگست زیں رو بیش بیش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے	اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں
سنگ و آہن اول و پایاں شرر	لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں	لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں
کاں شرر کاندر زماں واپس تر ست	در صفت از سنگ و آہن برتر ست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں	پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں
در زماں شاخ از ثمر سابق تر ست	در ہنر از شاخ او فائق تر ست
شاخ' زمانہ میں پھل سے پہلے ہے	خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے
چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر	پس ثمر اول بود آخر شجر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے	اس لئے پھل پہلے' درخت پیچھے ہوا

سوئے خرس و اژدہا گردیم باز	زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
ہم پھر ریچھ اور اژدھے کی طرف لوٹتے ہیں	کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

جس طرح اس بہادر نے ریچھ کی مدد کی تھی یوں ہی ان شیر مردوں (اہل اللہ) کا شیوہ ہے کہ جب ان کو مظلوموں کی نالہ وزاری پر اطلاع ہوتی ہے تو یہ ان کے ممد ومعاون بن جاتے ہیں اور جس طرف سے مظلوموں کی چیخ و پکار سنتے ہیں رحمت حق کی طرح بلاتوقع نفع اسی طرف مدد کے لئے دوڑتے ہیں ان کی مدد کچھ کسی خاص قسم کے ضرر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ لوگ مانع ضرر عالم جسمانی بھی ہیں کہ اپنی برکت سے یا اپنی دعا سے یا کسی اور صورت سے عالم یا اجزاء عالم کو حتی الامکان اختلال سے روکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی برکت سے بقاء عالم تو احادیث سے ثابت ہے اور اجزاء عالم کی امداد ... اور تدابیر سے مشاہد ہے اور امراض نہانی روحانی کے لئے بھی طبیب ہیں۔ چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے یہ لوگ سراپا محبت، عدل اور رحمت ہیں۔ حق سبحانہ کی طرح ان کی امداد بھی نفع ذاتی اور رشوت پر مبنی نہیں۔ جب ... کسی کی اعانت کرتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ آپ خواہ مخواہ اس کی مدد کیوں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ محض اس کی تکلیف اور بیچارگی کے سبب۔ پس ان شیر مردوں کا شکار صرف شفقت ہے یعنی ان کے اندر صفت شفقت ہی ہے نہ کہ غرض۔ اس لئے یہ حضرات مشابہ دوا کے ہیں کہ جس طرح دوا کو نفع رسانی کے لئے صرف درد کی ضرورت ہے اور کوئی ذاتی نفع مقصود نہیں یوں ہی ان حضرات کو صرف ازالہ تکلیف مقصود ہے اور کچھ نہیں پس اگر تم کو ان کی شفقت سے متمتع ہونا ہے تو اپنے اندر درد طلب پیدا کرو۔ یہ حضرات خود بخود متوجہ ہونگے کیونکہ دوا اسی طرف متوجہ ہوتی ہے جہاں درد ہو اور سامان وہیں آتا ہے جہاں احتیاج ہو اور پانی نشیب ہی کی طرف دوڑتا ہے اور جواب اشکال ہی کے لئے ہوتا ہے۔ غرض ہر شے کی توجہ کا منشا اس کی ضرورت اور قابلیت ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ پانی کو کم تلاش کرو۔ یعنی ثمرات محمودہ کو مطمح نظر اور اصل مقصود نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے اندر تشنگی اور طلب پیدا کرو جو داعی ہے پانی کا تاکہ تیرے لئے۔ پانی ہر طرف سے جوش مارے اور تو رحمت ... کا مرجع بن کر ان لوگوں میں داخل ہو جائے جن کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ سقاہم ربہم شراباً طہوراً۔ خلاصہ یہ کہ تشنگی اور طلب حاصل کر اور اگر تجھے آب رحمت حق کی ضرورت ہے تو اپنے اندر وہ صفت پیدا کر جس سے تو اس پانی کی توجہ کا محل بن سکے یعنی پستی اور فروتنی عبودیت۔ رضا و تسلیم اختیار کر اور جب تیرے اندر یہ صفت پیدا ہو جائے تو مزہ سے شراب رحمت پی اور مست ہو یہاں ایک بات اور بھی بتا دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر تیری طلب کی پیاس نہ بجھے گی اور پستی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے گی تو بے انتہا رحمتیں تیری طرف متوجہ ہونگی۔ پس تو ایک ہی رحمت پر قانع نہ ہو جانا۔ اور طلب نہ چھوڑ بیٹھنا بلکہ عروج روحانی اس قدر کرنا کہ آسمان بھی تیرے قدموں کے نیچے رہ جائے۔ یعنی فوقیت وعلو حسی میں جو مرتبہ آسمان کو حاصل ہے تو تفوق روحانی میں اس پر بھی قناعت نہ کرنا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھنا۔ بس یہ بات حاصل کر لے اور آسمان کے اوپر سے آواز سماع سن

لے یعنی اسرار و معارف الٰہیہ پر حق سبحانہ کی طرف سے مطلع ہو جا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وساوس اختیاریہ کا ڈر اپنے کان سے نکال ڈال کہ تو اس شور کی آواز سن سکے اور اپنی ہر دو چشم سے عیب کا بال نکال ڈال تا کہ تو غیب کا باغ اور سروستان دیکھ سکے اور مغز اور ناک سے زکام کو دفع کرتا کہ حق سبحانہ کی بو تیرے مشام میں آسکے اور تپ صفراوی کا نام و نشان بھی نہ چھوڑ اور اپنی مزاج روحانی میں اعتدال پیدا کرتا کہ اس جہان میں تجھے شکر کا مزہ آئے اور نامردی کا علاج کر کے مرد بن اور نامردی کی حالت میں تک و دومت کرتا کہ سینکڑوں طرح کے خوبصورت تیرے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑیں اور اپنے جسم کی بیڑی کو اپنی جان کے پاؤں سے علیحدہ کرتا کہ وہ چمنستان غیب میں دوڑ سکے اور بخل کا طوق اپنے ہاتھ اور گردن سے الگ کر غرض کہ یہ سب باتیں کر اور چرخ کہن سے نئی قسمت حاصل کرلے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی روح کے نقائص کو دور کر اس کے مزاج کی اصلاح کر۔ اور فیوض ربانیہ کی توجہ کی قابلیت پیدا کر۔ تن پروری کی فکر چھوڑ اور افنائے تن میں جو تجھ کو بخل ہے اس کو ترک کر جب تو یہ سب باتیں کرے گا تو حق سبحانہ کی طرف سے تجھے ایک قسمت حاصل ہوگی جو موجودہ قسمت سے مختلف ہوگی اور تو مختلف قسم کے فیوض ربانیہ کا مرجع بنے گا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ تو مجاہدات وریاضات پر قادر ہو اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اس چارہ گر حقیقی کے سامنے اپنی بیچارگی کو پیش کر اور اس کی درگاہ میں خوب تضرع وزاری کے ساتھ التجا کر اور طالب رحمت ہو کیونکہ گریہ وزاری بہت بڑی دولت ہے اور رحمت کلی بہت بڑی دایہ اور مربیہ ہے اور دایہ اور ماں کی عادت یہ ہے کہ وہ بہانہ ڈھونڈتی ہیں اور منتظر رہتی ہیں کہ یہ لڑکا کب روئے کہ ہم اس کو دودھ دیں یوں حق سبحانہ نے بھی تمہاری ضرورتوں کو جو مثل لڑکے کے ہیں پیدا کیا ہے کہ وہ روئیں اور اس کی رحمت کا دودھ جوش مارے چنانچہ خود فرماتے ہیں ادعوربکم تضرعا وخفیۃ اور ادعونی استجب لکم۔ پس ضرور گریہ وزاری کرتا کہ اس کی عنایات کا دودھ جوش مارے جب تو ایسا کرے گا تو حق سبحانہ ضرور تیری دستگیری فرمائیں گے خواہ یوں کہ ان کو مرتفع کر دیں یا یوں کہ بدوں مجاہدات کے ہی ثمرات عطا فرمادیں۔ چونکہ غالب احوال مجاہدات وریاضات سے مانع طلب معیشت ہوتی ہے اس لئے آگے توکل کی تعلیم فرماتے ہیں کہ (بڑا مانع غالب احوال میں انہماک فی طلب المعیشۃ ہوتا ہے) مگر تم کو کسی قدر تحمل سے بھی کام لینا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ ہوا کے زناٹے اور ابر کی شیر افشانی یہ سب ہمارے ہی معاش کے لئے ہے آخر تو نے فی السماء رزقکم تو سنا ہی ہوگا تو پھر اس پستی زمین سے کیوں لپٹا ہوا ہے اور کیوں سمجھتا ہے کہ ہمارا جوتنا بونا وغیرہ ہی رزق کا مدار ہے۔ اگر ہم خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں گے تو یہ کام رہ جائیں گے اور ہم کو روٹی نہ ملے گی۔ پس اس انہماک کو چھوڑ اور خدا پر بھروسہ کر اور دل کو اسی طرف لگا ہاتھ پاؤں سے یہ کام بھی کر اور یہ سمجھ کہ اس میں بھی میں حق سبحانہ ہی کے حکم کا امتثال کر رہا ہوں کہ اس نے اختیار اسباب کا حکم دیا ہے ایسا کرنے سے خود یہ ہی مجاہدہ بن جائے گا۔ خوب یاد رکھ کہ تجھے جو توجہ الی الحق میں بھوکوں مرنے کا اندیشہ ہے اور بصورت عدم انہماک فی طلب

المعیشۃ کے رزق کے ملنے سے ناامیدی ہے یہ شیطان کی آواز ہے (چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں الشیطان یعدکم الفقر) جو کہ تیرے کان کو پستی کی طرف مائل کرتی ہے اور جو آواز تجھے عالم بالا کی طرف کھینچے اور جو داعیۃ تیرے قلب میں توجہ الی الحق کا پیدا ہو اس آواز کو اوپر سے سمجھ اور حق سبحانہ کی طرف سے جان۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ جو آواز تیرے اندر حرص پیدا کرے وہ اس بھیڑیئے یعنی شیطان کی آواز ہے۔ جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے پس تجھ کو خوب خبردار رہنا چاہئے۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ وہ اوپر کی آواز ہے۔ اس اوپر سے فوقیت مکانی نہ سمجھنا جو محسوس نجس ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ بلندی عقلی اور معنوی ہے جس کے ادراک کا مرجع عقل و جان ہے اور فوقیت معنویہ و عقلیہ کچھ حق سبحانہ ہی تک محدود نہیں کہ تم کہو کہ فوقیت عقلیہ تو ہمارے سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس قسم کی فوقیت خود اشیائے محسوسہ میں بھی پائی جاتی ہے اور تم کو اس فوقیت کا اعتراف بھی ہے۔ چنانچہ ہر سبب اپنے اثر اور مسبب سے فائق ہوتا ہے اور لوہا اور پتھر شرارہ سے فائق ہیں اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ فلاں شخص جو کہ مسند صدارت پر جلوہ گر ہے اس سرکش سے اوپر بیٹھا ہے اگرچہ صورت اور ظاہر میں اس کے برابر بیٹھا ہوتا ہے یا برابر بھی نہیں ہوتا بلکہ نیچے ہوتا ہے پس یہ فوقیت مکانیہ نہیں ہوتی بلکہ فوقیت شرف ہوتی ہے۔ کیونکہ جائے صدر جائے عالی ہوتی ہے اور جو جگہ صدر سے دور ہو وہ جس قدر دور ہوتی ہے اتنی ہی حقیر اور پست ہوتی ہے اگرچہ دیکھنے میں جائے صدر کے برابر یا اس سے اونچی ہو اور لوہا اور پتھر چونکہ عمل اور تاثیر میں سابق ہیں اس لئے یہ دونوں تفوق کے مستحق ہیں اور اگر دوسری جہت پر نظر کی جائے تو شرر اپنی مقصودیت کے سبب لوہے اور پتھر سے کہیں فائق ہے گو سنگ و آہن مقدم ہیں اور شرر مؤخر لیکن مقصودیت کے لحاظ سے یہ دونوں بمنزلہ تن کے ہیں اور شرر بمنزلہٗ جان کے اور جو تفوق جان کو تن پر ہے وہی شرر کو سنگ و آہن پر کیونکہ شرر جو کہ زمانہ میں مؤخر ہے وصف مقصودیت میں سنگ و آہن سے بڑھ کر ہے دیکھو بلحاظ زمانہ شاخ ثمر پر مقدم ہے لیکن وصف میں شاخ سے ثمر فائق ہے اور چونکہ شجر سے ثمر ہی مقصود ہوتا ہے اس لئے ثمر اول ہوتا ہے اور شجر آخر۔ خیر اب ہم اژدھے اور ریچھ کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں امر معنوی اور مجاز کی بحث میں کب تک مشغول رہیں اور کب تک فوقیت معنویہ و مجازیہ کی تشریح کرتے رہیں۔ یہ بحث تو بڑی لمبی چوڑی ہے۔ جس قدر بیان کر دیا گیا وہی کافی ہے۔

شرح شبّیری

شیر مردانند الخ۔ یعنی بہت سے شیر مرد عالم میں مددگار اس وقت ہوتے ہیں جبکہ مظلوموں کی فغاں پہنچتی ہے۔
بانگ الخ۔ یعنی جس جگہ سے کہ مظلوموں کی آواز سنتے ہیں تو اس طرف حق تعالیٰ کی رحمت کی طرح دوڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے شیر مردان حق ہوتے ہیں کہ جب وہ مظلوموں کی فریاد سنتے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی سن لیں تو اس وقت وہ اس کی مدد کو پہنچتے ہیں لیکن نہ وہ ہر وقت سن سکتے ہیں اور نہ ہر جگہ سے سن

سکتے ہیں بلکہ جب بھی سن لیں تو وہ مدد کرتے ہیں۔

آن ستونہائے الخ۔ یعنی وہ دنیا کے خللوں کے ستون ہوتے ہیں اور وہ امراض باطنی کے طبیب ہوتے ہیں مطلب ہے کہ وہ امور دنیویہ میں بھی بعض دفعہ مدد کرتے ہیں اور امراض باطنیہ کے طبیب ہونا تو ظاہر ہے۔

محض الخ۔ یعنی یہ حضرات خالص مہربانی اور داوری اور رحمت ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرح بے غرض اور بے رشوت ہوتے ہیں یعنی ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ محض نفع رسانی اس مظلوم کی اور فریادرسی ہوتی ہے۔

اینچہ الخ۔ یعنی یہ کیا ایک بار اس کی مدد کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے مطلب یہ کہ اگر کوئی ان سے سوال کرتا ہے کہ تم کیوں اس کی مدد کرتے ہو اور تمہاری اس میں کیا غرض ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کو محض اس کی غمخواری مقصود ہے اور ہماری کوئی غرض نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

مہربانی الخ۔ یعنی اس شیر مرد کا شکار مہربانی ہی ہے اور دنیا میں سوائے درد کے اور کوئی دوا کو تلاش نہیں کرتا چونکہ شکار مطلوب ہوتا ہے تو مقصود یہ ہے کہ شیر مرد کا مطلوب و مقصود صرف مہربانی خلق اللہ پر ہوتی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب درد ہوتا ہے جب ہی دوا بھی پہنچتی ہے اگر درد اور سوز ہے تو اس کی دوا اور علاج تو ہم پہنچ سکتا ہے اور اگر درد ہی نہیں ہے تو پھر دوا اور علاج اور تدبیر بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آگے یہی فرماتے ہیں کہ

ہر کجا دردے الخ۔ یعنی جہاں کہیں درد ہوتا ہے دوا اسی جگہ جاتی ہے اور جہاں کہیں فقر ہوتا ہے عطا اسی جگہ جاتی ہے۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں پستی ہوتی ہے پانی اسی جگہ جاتا ہے اور جہاں کہیں اشکال ہوتا ہے جواب وہیں جاتا ہے اس لئے کہ جب اشکال ہوا ہے تو اس کے حل کی طلب ہوگی اور جب طلب ہوگی تو حق تعالیٰ کی مدد ہوگی اور ثمرات بھی حاصل ہو جائیں گے لہٰذا طلب حاصل کرنا چاہیے اور طلب لگا لینی ضروری ہے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ثمرات خود بخود ہاتھ آ جائیں گے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

آب کم جو الخ۔ یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس لگا لو تا کہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے سب طرف سے پانی ابلنے لگے مطلب یہ کہ طلب نکالو اور کام میں لگے رہو اور ثمرات کے طالب مت ہو تو جب طلب ہوگی پھر یہ ثمرات ان شاء اللہ تعالیٰ خود بخود تم کو حاصل ہو جائیں گے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی نے ایک شخص کو حساب لکھنے پر دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھا تو اس ملازم کے کام پر دس روپیہ ملیں گے اور ان سے اشیاء خانگی آئیں گے تو اصل ثمرات اس ملازمت کے وہ اشیاء خانگی ہوئیں تو اگر یہ شخص کام کرتے وقت اور حساب لکھتے وقت یہی سوچا کرے کہ جب دس روپے ملیں گے تو اتنے کا گھی اور اتنے کی دال وغیرہ وغیرہ لاؤنگا تو سچ بتاؤ کہ اس سے کام ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تعجب نہیں ہے کہ اس حساب میں بھی یہ آٹا اور گھی لکھ جائے اور کاغذ کو خراب کردے تو پھر اس کو وہ دس روپے بھی نہ ملیں گے جو اس پر ثمرات مرتب ہوں اور اگر یہ کام میں لگا رہا اور اس نے ان باتوں کو

بالکل کام کے وقت الگ رکھ دیا اور کام اچھی طرح کرلیا تو مہینے پر دس روپے ملیں گے اور وہ ساری اشیاء موجود ہونگی لہٰذا اگر سالک کام کو چھوڑ کر اس میں لگ جائے کہ مزہ کیوں نہیں آیا اور روشنی کیوں نظر نہیں آتی وغیرہ وغیرہ تو بس نتیجہ یہ ہوگا کہ کام خراب ہوگا اور جو ملنے والا تھا وہ سب بند ہوجائے گا خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

تاسقاہم الخ۔ یعنی تاکہ سقاہم ربہم الخ۔ جواب آئے تو پیاسے ہوجاؤ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کروتا کہ آیت سقاہم ربہم کے مصداق ہوجاؤ اور حق تعالیٰ کی طرف سے تمکو امداد ہو۔

آب رحمت الخ۔ یعنی اگر تجھے رحمت کی ضرورت ہے تو جا اور عاجزی اختیار کر اور اس وقت شراب رحمت پی اور مست ہو تو معلوم ہوا کہ عاجزی اور تضرع سے رحمت حق نازل ہوتی ہے۔

رحمت اندر۔ یعنی اے صاحبزادے از سرتا پا رحمت پر رحمت نازل ہوگی تو ایک ہی رحمت پر رحمت ٹھہر مطلب یہ ہے کہ اگر تو پستی اور تواضع اختیار کرے گا تو یاد رکھ کہ چاروں طرف سے نزول رحمت حق ہوگا اور بے نہایت نعمتیں حاصل ہونگی لیکن تجھ کو لازم ہے کہ ہر وقت اور ہر گھڑی طلب مزید میں رہے اور کسی حد پر پہنچ کر طلب کو ترک نہ کرے اس لئے کہ

اے برادر بے نہایت در گہیست + ہر چہ بروے میرسی بروے مایست + لہٰذا جو درجہ قرب حق کا حاصل ہو اس سے زیادہ کے طالب ہو اور جس قدر اعمال اس کی تکمیل کے لئے تم سے ہوسکیں ان کو کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا کیا نعمتیں اور رحمتیں بے مانگے نازل ہوتی ہیں اس لئے کہ رحمت حق بہانہ میجوید + آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ

چرخ راالخ۔ یعنی اے بہادر آسمان کو بھی پاؤں کے نیچے لا اور (پھر) آسمان کے اوپر آواز سماع سن۔ مطلب یہ کہ تم کو لازم ہے کہ مجاہدات وریاضات سے اس قدر عروج روحانی کرو کہ اس آسمان ظاہری سے بھی بلند مرتبہ ہوجاؤ۔ اس لئے کہ روح تو مجردات سے ہے اور یہ چرخ اجسام سے تو جب عروج کر کے مجردات تک پہنچو گے تو پھر یقیناً مادیات اور اجسام سب نیچے اور اسفل ہوجائیں گے اس کے بعد جب اس قدر بلند مرتبہ ہوجائے تب پھر اسرار حق دیکھو اور اس وقت حقائق کا مشاہدہ کرو کہ کالشمس فی رابعۃ النہار تمہارے سامنے ہونگے اور فرماتے ہیں کہ

پنبۂ وسواس الخ۔ یعنی وسواس (شیطانی) گوش (دل) سے نکال ڈالو تا کہ تمہارے کان میں آسمان سے خروش آئے۔ مطلب یہ کہ شیطانی خطرات کو اور اس کے مقتضیات کو دل میں سے نکال ڈالو اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت ہوگی اور اسرار اور حقائق منکشف ہوجائیں گے اور فرماتے ہیں کہ

پاک کن الخ۔ یعنی دونوں آنکھوں کو عیوب کے بالوں سے صاف کرو تا کہ غیب کے باغ اور سروستان کا مشاہدہ کرسکو۔ مطلب یہ کہ چشم قلب کو شہوات نفسانیہ سے پاک صاف کرو تا کہ تم کو مشاہدہ انوار وتجلیات حق کا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر اس قصد سے کروگے کہ ہم کو انوار وتجلیات حاصل ہوں تو خاک بھی حاصل نہ ہوگا اور ہمیشہ

کورے ہی رہو گے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

دفع کن الخ۔ یعنی مغز سے اور ناک سے زکام کو دور کرو تا کہ حق تعالیٰ کی بو تمہارے مشام میں آئے۔ مطلب یہ کہ اپنے حواس باطنیہ کو پاک صاف کرو تا کہ حق تعالیٰ کے اسرار وحقائق کا مشاہدہ کر سکو۔

ہیچ مگذار الخ۔ یعنی صفراوی بخار میں سے کوئی شے بھی مت چھوڑو تا کہ جہاں غیب سے شکر کا مزہ تم کو حاصل ہو۔ مطلب وہی کہ امراض باطنیہ کو دور کرو تا کہ تم کو عبادت اور ذکر حق میں لطف وذوق حاصل ہو سکیں یہ یادرہے کہ اگر اس ذوق ولطف کے لئے کام کیا جائے گا تو یہ بھی حاصل نہ ہونگے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا خوب یادرکھو۔

داروے الخ۔ یعنی مردانگی کی دوا کر اور نامرد ہو کر مت دوڑ تا کہ سینکڑوں طرح کے خوبرو تیرے سامنے ظاہر ہوں۔ مطلب یہ کہ تحقیق اور کمال حاصل کرو اس طرح غیر محققانہ تگ ودومت کرو۔ اس لئے کہ فضول ہے اور جب محقق ہو گے تو پھر تو اسرار الہیہ خود بخود تم کو حاصل ہوں گے لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل میں تحقیق اور معرفت اور محبت وغیرہ جو مشابہ مردانگی کے ہیں حاصل کرو اس کے بعد اسرار حق جو خوبروؤں کی مثل ہیں خود بخود منکشف ہوں گے۔

کندۂ تن الخ۔ یعنی قید تن کو جان کے پاؤں میں سے نکال ڈال تا کہ وہ اس چمن کے گرد جولانی کرے۔ مطلب یہ کہ روح کو ان قیود وشہوات ولذات سے نکال ڈالو اور ان کے مقتضیات پر عمل مت کرو تا کہ روح کو قرب حاصل ہو اور وہ اسرار الہیہ اور حقائق حق سے آگاہ ہو۔

غل بخل الخ۔ یعنی بخل کے کھوٹ کو گردن اور ہاتھ سے علیحدہ کر دے اور آسمان کہن سے بخت نو حاصل کر۔ مطلب یہ کہ اخلاق رذیلہ کو مجاہدات وریاضات کر کے دور کر دے اور اس کے بعد عالم غیب سے علوم ومعارف جدیدہ حاصل کر یہاں تک ان لوگوں کو خطاب تھا جن کو کہ فرصت ہے اور وہ ریاضات ومجاہدات پر قادر ہیں اور ان کو اس کی فرصت بھی ہے آگے ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جو مجاہدات وریاضات کے لئے خالی نہیں ہیں اور ان کو حقوق شرعیہ کے ادائیگی سے یا کسی اور مباح کام میں مشغولی سے فرصت ہی نہیں ہوتی ان کو تدبیر وصول اور قرب بتاتے ہیں کہ

ورنمی تانی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ کر سکے تو کعبۂ لطف کے پاس اڑ اور اپنی عاجزی کو چارہ گر کے سامنے پیش کر دے۔ مطلب یہ کہ اگر تو ریاضت ومجاہدہ کے لئے خالی نہیں ہے اور تجھ کو اور امور سے فرصت نہیں ملتی تو خیر تو اسی قدر کر کہ حق تعالیٰ سے دعا کر اور اپنے اس عجز سے ان کے سامنے پیش کر دے اور ہر وقت معافی مانگ اور اعمال ضروریہ میں لگا رہ اور معاصی سے اجتناب کر اور اکثر گریہ وزاری کر تو ان شاء اللہ رحمت حق متوجہ ہوگی اور وہ تیری چارہ گری کرے گی اور تو بھی محروم نہ رہے گا بلکہ اگر نیت خالص ہے تو کیا عجب ہے کہ ان پہلوں سے بڑھ جائے آگے فرماتے ہیں کہ

زاری وگریہ الخ۔ یعنی زاری اور گریہ یہ ایک بہت بڑا سرمایہ ہے اور رحمت کلی بہت قوی دایہ ہے لہٰذا اگر اس سرمایہ سے کام لیا جائے تو وہ دایہ ضرور مہربان ہوگی اور تمہاری تربیت کرے گی کہ جس سے تم کو قرب حق حاصل ہو

گا حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے ایسے لوگوں کو جو کم فرصت ہیں صرف یہ بتایا ہے کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کریں اور سچ یہ ہے کہ اگر دوام ہو تو کیا یہ کم ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس سے کافر صد سالہ ایک پل میں پاک صاف اور معصوم نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے یہ وہ باجبروت کلمہ ہے کہ جس میں نام حق ہے اور اس کی وحدانیت کا اقرار ہے پھر کیا اس کا دوام کچھ کم ہے۔ بہت بڑی برکت کی شے ہے لیکن دوام ضروری ہے لہٰذا اگر انسان کو فرصت ہو تب تو وہ درجۂ کمال مجاہدات و ریاضات سے حاصل کرے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی شے ہوگی اور اگر تم کو فرصت ہے تو بس کسی محقق سے اپنی حالت بیان کر کے کچھ مختصر پوچھ لے اور اس پر دوام کرے حق تعالیٰ برکت فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

دایہ الخ۔ یعنی دایہ اور ماں بہانہ ڈھونڈتی ہے کہ اس کا لڑکا کب روتا ہے (پس وہ ذرا رویا اور اس نے دودھ پلایا) اسی طرح رحمت حق بہانہ میجوید۔ جہاں ذرا عاجزی اور تضرع وزاری دیکھی پس اسی طرف توجہ اور مبذول ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اور بھی کچھ نہ ہو سکے تو عجز و نیاز اور تضرع وزاری تو کرتا رہے کہ اسی سے امید رحمت ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

طفل حاجات الخ۔ یعنی تمہاری حاجات کے طفل کو پیدا کیا تاکہ وہ روئے اور اس کا دودھ ظاہر ہو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ تمہاری حاجات لگا دیں تاکہ جب وہ پیش آئیں گی تو اس وقت تم کو حق تعالیٰ یاد آئے گا اور جہاں وہ یاد آیا اور اس کے سامنے ذرا بھی تواضع ہوئی کہ فوراً رحمت حق جوش کرتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو پکارو اور بے زاری کے مت رہو تاکہ اس کی مہربانیوں کا دودھ جوش کرے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ قرآن شریف میں خود فرماتے ہیں کہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ تو معلوم ہوا کہ تضرع اور دعا حق تعالیٰ کو بھی محبوب ہے اور اسی سے دریائے رحمت جوش میں آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی ہوا کی ہائے اور ہوئے اور بادل کا برسنا یہ سب ہمارے ہی غم میں ہے اور ایک ساعت تجھ کو صبر ہے۔ مطلب یہ کہ کل کائنات وموجودات حق تعالیٰ ہی کی یاد میں لگے ہوئے ہیں لیکن انسان غافل بیٹھا ہے تو کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ

فی السماء الخ۔ یعنی کیا آیت وفی السماء رزقکم کو تو نے نہیں سنا ہے تو اس پستی میں کس لئے چپک رہا ہے مطلب یہ کہ جب رزق ظاہری آسمان اور عالم غیب ہی میں ہے تو رزق باطنی اور حقیقی تو لامحالہ عالم غیب ہی میں ہو گا تو پھر اس پست دنیا میں لگے رہنے سے کیا فائدہ ہے بلکہ عالم غیب اور عالم بالا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

ترس الخ۔ یعنی خوف اور تیری ناامیدی اور وہ آواز شیطانی تیرے کان کو قعر اسفل کی طرف لے جاتا ہے مطلب یہ کہ تم کو جو احکام کی بجا آوری سے ان کی سختی کا خوف اور ان کے پورا نہ ہو سکنے کی ناامیدی ان سے باز رکھتی ہے تو یہ ساری باتیں تم کو اسفل کی طرف لے جاتی ہیں اور عالم بالا سے دور کرتی ہیں آگے صاف فرماتے ہیں کہ

ہرندائے الخ۔ یعنی جوندا کہ تجھے اوپر کی طرف کھینچے تو اس کو جان لو کہ وہ اوپر ہی سے آ رہی ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس طرف سے آواز آتی ہے اسی طرف کو وہ جاتا ہے تو جب میلان اوپر کی طرف کو ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آواز بھی اوپر ہی سے آ رہی ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ نیک آئے اس کو عالم غیب سے جانو اور سمجھ لو کہ یہ وسوسہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ہرندائے الخ۔ یعنی جو آواز کہ وہ تیرے اندر حرص کو پیدا کرے تو جان لو کہ یہ ایک بھیڑیے کی آواز ہے کہ جو آدمی کو پھاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ جس وسوسہ کا مقتضا شہوت و غضب و حرص وغیرہ ہو اس کو سمجھ لو کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ایں بلندی الخ۔ یعنی یہ بلندی مکان کی رو سے نہیں ہے بلکہ یہ بلندی عقل و جان کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ وہ آواز اوپر سے آتی ہے تو اس اوپر اور بلندی سے مراد یہ بلندی اور فوقیت ظاہری اور مکانی نہیں ہے بلکہ اس سے بلندی اور فوقیت عقلی مراد ہے کہ جو محسوس اور مدرک حواس ظاہری سے نہیں ہے۔ آگے مثال ہے فرماتے ہیں کہ

ہر سبب الخ۔ یعنی ہر سبب اثر سے اوپر ہوتا ہے دیکھو آگ سے فائق لوہا اور پتھر ہے مطلب یہ کہ ہر سبب مرتبہ میں پہلے ہوتا ہے اور اس کا اثر بعد کو مرتب ہوتا ہے لیکن ظاہر میں سبب کو اثر پر کچھ بھی فوقیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اثر ہی غالب ہو جاتا ہے جیسا کہ لوہے اور پتھر کے ملانے سے آگ پیدا ہوتی ہے تو آگ کے پیدا ہونے کا سبب ان دونوں کا ملنا ہے تو وہ اس سے پہلے اور اس پر فوق ہے لیکن ظاہر میں خود آگ ہی اس سے بلند ہو جاتی ہے اسی طرح ایسی ہی بلندی وہاں بھی مراد ہے اور مثال فرماتے ہیں کہ

آن فلانے الخ۔ یعنی فلاں شخص اس سرکش پر بیٹھ گیا۔ اگرچہ ظاہر میں اس کے پاس بھی نہ بیٹھا ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو بولتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پر چڑھ گیا۔ یعنی غالب ہو گیا حالانکہ ظاہر میں تو وہ اس کے پاس بھی نہیں پھٹکا مگر اس کو اس کے اوپر بولتے ہیں۔

فوقے الخ۔ یعنی اس جگہ کو فوقیت شرف کی وجہ سے ہے اور دور جگہ صدر کم درجہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس جگہ فوقیت سے مراد یہ ہے کہ وہ شے اس پر شرف رکھتی ہے جیسا کہ صدر نشیں دور والی جگہ سے شرف اور مرتبہ میں بلند ہوتی ہے اگرچہ ظاہر میں بلند نہ ہو۔

سنگ و آہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اس سبب سے کہ یہ سابق ہیں تو عمل میں ان دونوں کی فوقیت لائق ہے (اور ان کو فوق کہنا درست اور بجا ہے)

وان شرر الخ۔ یعنی اور وہ شرر اپنی مقصودیت کی حیثیت سے آہن و سنگ سے اس جہت سے کہیں زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ آہن و سنگ سبب ہیں ظہور شرر کے تب تو وہ اول اور فوق

ہیں اور اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اصل مقصود تو شرر ہے اور وہ دونوں اس کے لئے آلہ ہیں تو اس وقت شرر اول اور سابق اور فوق ہوگا۔

سنگ وآہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اول ہیں اور آخر میں شرر ہے لیکن یہ دونوں تن ہیں اور جان شرر ہی ہے مطلب یہ کہ اگر چہ بحیثیت سبب ہونے کے تو سنگ وآہن ہی مقدم اور فوق ہیں لیکن چونکہ مقصود اور مطلوب شرر ہے اس لئے اس کو فوق اور سابق کہا جائے گا۔

کان شرر الخ۔ یعنی کہ وہ شرر زمانہ میں تو بہت بعد میں ہے لیکن وصف میں سنگ وآہن سے بہت برتر ہے لہٰذا معلوم ہوگیا کہ فوقیت صرف مکانی ہی نہیں ہوتی بلکہ فوقیت عقلیہ بھی ہوا کرتی ہے تو اس آواز کا بلندی سے آنے میں بھی فوقیت مکانی نہیں ہے بلکہ فوقیت عقلیہ ہی ہے۔ آگے ایک اور مثال ہے۔

در زمان الخ۔ یعنی زمانہ میں تو شاخ پھل سے بہت پہلے ہے اور ہنر میں وہ پھل شاخ سے بہت فائق ہے تو ایک حیثیت سے ایک شے فوق ہے اور دوسری حیثیت سے دوسری شے۔

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ درخت سے مقصود پھل ہی ہوتا ہے لہٰذا پھل اول ہوا اور آخر میں درخت ہوا حالانکہ ظاہر میں برعکس ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سوے خرس الخ۔ یعنی ہم پھر ریچھ اور اژدھا (کے قصہ) کی طرف واپس ہوتے ہیں (اور اس کو بیان کرتے ہیں) اس لئے کہ یہ اضمار اور مجاز تو بہت طول رکھتا ہے اگر لاکھوں دفتر لکھے جائیں تب بھی کم ہے لوکان البحر مداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اور چونکہ حقائق ومعارف بھی کلمات میں داخل ہیں اس لئے اس حکم میں بھی لامحالہ داخل ہونگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خرس چوں فریاد کرد از اژدھا	شیر مردے کرد از چنگش رہا
ریچھ نے جب اژدھے کی وجہ سے واویلا کی	بہادر مرد نے اس کو اس کے پنجے سے چھڑا دیا
حیلت و مردی بہم دادند پشت	اژدہا را او بدیں حیلہ بکشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی	اس تدبیر سے اس نے اژدھے کو مار ڈالا
اژدہا را او بدیں حیلہ بہ بست	تا کہ آں خرس از ہلاک تن برست
اژدھے کو اس نے اس تدبیر سے باندھ دیا	یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

ریچھ نے جب اژدھے کے ستم سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے پنجہ سے چھڑایا۔ اس طرح کہ تدبیر اور شجاعت نے ایک دوسرے کی مدد کی اور اس مجموعہ سے جو اس کو ایک قوت حاصل ہوئی اس قوت سے

اس نے اژدھے کا کام تمام کر دیا اور تدبیر کے جال میں اس نے اژدھے کو پھانس کر ہلاک کر ڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریچھ ہلاکت جسمانیہ سے بچ گیا۔

شرح شبّیری

خرس چون الخ۔ یعنی جب ریچھ نے اس اژدھا سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے چنگل سے چھڑایا۔

حیلت و مردی الخ۔ یعنی حیلہ اور مردانگی نے مل کر مدد کی تو اس نے اس قوت سے اس اژدھا کو مار ڈالا مطلب یہ کہ اس شخص نے تدبیر اور قوت دونوں سے کام لیا اور اس کے بعد اس اژدھا کو مار کر اس کے منہ سے اس ریچھ کو چھڑایا۔ اس لئے کہ نہ تو صرف تدبیر بغیر مردانگی کے کارآمد ہے اور نہ مردانگی بغیر تدبیر کے کارآمد ہے۔ غرضیکہ اس نے دونوں سے کام لے کر مار ڈالا۔

اژدھا را الخ۔ یعنی اس نے اژدھا کو اس حیلہ سے باندھ لیا یہاں تک کہ وہ ریچھ تن کے ہلاک ہونے سے بچ گیا یعنی وہ بیچارا چھوٹ گیا ورنہ ہلاک ہو جاتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست	لیک فوق حیلۂ تو حیلہ ایست
اژدھے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے	لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے
ماکراں بسیار لیکن در کمیں	ماکر او داں وھو خیر الماکریں
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں	اس تدبیر کرنیوالے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہے
حیلۂ خود را چو دیدی باز رو	کز کجا آمد سوئے آغاز رو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے واپس لوٹ	کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ
ہرچہ در پستی ست آمد از علا	چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے (آیا ہے)	خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ
روشنی بخشد نظر اندر علا	گرچہ اول خیرگی آرد بلا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے	اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کر دیتی ہے
چشم را در روشنائی خوئ کن	گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال	اگرچہ تو چمگادڑ نہیں ہے اس طرف دیکھ

عاقبت بینی نشان نور تست	شہوت حالی حجاب سور تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے	موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے
عاقبت بینے کہ صد بازی بدید	مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں	اس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سنا ہے
زاں یکے بازی چناں مغرور شد	کز تکبر ز اوستاداں دور شد
ایک کھیل کیوجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا	کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا
سامری وار آں ہنر در خود چو دید	اوز موسیٰؑ از تکبر سر کشید
سامری کی طرح جب اس نے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا	اس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی
اوز موسیٰؑ آں ہنر آموختہ	وز معلم چشم را بردوختہ
اس نے وہ ہنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے	اور استاد سے آنکھ بند کر لی
لاجرم موسیٰؑ دگر بازی نمود	تا کہ آں بازی او جانش ربود
لامحالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا	یہاں تک کہ وہ کھیل اس کی جان لے گیا
اے بسا دانش کہ اندر سر دود	تا شود سرور بداں خود سر رود
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں	تا کہ ان کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے
سر نخواہی کہ رود تو پائے باش	در پناہ قطب صاحب رائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (ہمہ تن) پاؤں بن جا	(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آ جا
گرچہ شاہی خویش فوق او مبیں	گرچہ شہدی جز نبات او مچیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اس سے بالا نہ سمجھ	اگرچہ تو شہد ہو اس کی شکر کے علاوہ نہ چن
فکر تو نقش ست و فکر اوست جاں	نقد تو قلب ست نقد او ستکاں
تیرا فکر تصویر ہے اور اس کا فکر جان ہے	تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اس کا نقد کان ہے
او توئی خود را بجو در اوئے او	کو کو گو فاختہ شو سوئے او
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اس کی ہستی میں تلاش کر	اس کے لئے فاختہ بن اور کو کو کہتا رہ
ور نخواہی خدمت ابنائے جنس	در دہان اژدہائی ہمچو خرس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

ور ترش می آیدت قند رضا	ہمچو خرسی در دہان اژدہا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے
بو کہ استادے رہاند مر ترا	وز خطر بیروں کشاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے	اور خطرے سے تجھے نکال لے
زاری میکن چوزورت نیست ہیں	چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
خبردار! اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر	تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر
تو کم از خرسی نمی نالی زدرد	خرس رست از درد چوں فریاد کرد
تو ریچھ سے بھی گیا گزرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے	ریچھ نے درد سے نجات پا لی جب فریاد کی
اے خدا ایں سنگدل را موم کن	نالۂ او را خوش و مرحوم کن
اے خدا! اس سنگدل کو موم کر دے	اس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

اس شخص کے اژدھے سے ریچھ کو چھڑا لینے اور اژدھے کو مار ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں دو قوتیں جمع تھیں اول قوت شجاعت دوسری قوت تدبیر اور اژدھے کے اندر قوت تو ہے مگر تدبیر نہیں۔ اس لئے وہ اس پر غالب نہ آ سکا لیکن آدمی کو اپنی تدبیر پر نازاں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی تدبیر سے بڑھ کر بھی تدبیر ہے اور گو مدبرین علی تفاوت مراتب تدبیر ہم بہت ہیں لیکن قرآن میں دیکھ لے ارشاد ہے کہ واللہ خیر الماکرین کہ حق سبحانہ جملہ مدبرین سے بہتر مدبر ہیں پس جب اپنی تدبیر پر تیری نظر پڑے تو اس سے تجھے اس کے مبدأ کی طرف انتقال کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہ وصف ہم میں کہاں سے آیا کچھ ایک تدبیر ہی پر منحصر نہیں بلکہ جو کچھ پستی اور عالم امکان میں ہے وہ سب اوپر سے یعنی واجب الوجود ہی کی طرف سے آیا ہے اور حقیقی مبدأ فیاض وہی ہے پس دیکھ تو واجب الوجود ہی کو ہر بات میں مطمح نظر بنانا۔ حق سبحانہ کو مطمح نظر بنانے میں بالآخر نور معرفت پیدا ہوتا ہے اگرچہ مصیبت کا واقع ہونا اولاً نظر کو خیرہ کرتا ہے کیونکہ ابتداءً نظر سبب ظاہری ہی پر پڑتی ہے اور اول وہلہ میں وہ اسی کو اسکا منشا اور مبدأ سمجھتا ہے تو اپنی آنکھ کو روشنی کا عادی بنا اور حق سبحانہ ہی کی طرف نظر کر کہ تو خفاش نہیں کہ روشنی سے گریزاں اور متوحش ہو۔ یہ تو مبدأ پر نظر کرنے کی ہدایت تھی۔ آگے مآل پر نظر کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مبدأ پر نظر کرنا ضروری ہے یوں ہی مآل کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مآل پر نظر کرنا تیری نور بصیرت کی علامت ہے اور موجودہ خواہشات نفسانی میں گرفتار ہونا فی الحقیقت تیری نابینائی ہے۔ پس تجھے عاقبت بیں ہونا چاہیے نہ کہ شہوت پرست۔ عاقبت بینی بڑی چیز ہے چنانچہ وہ عاقبت بین اور عارف محقق جس نے حق سبحانہ کے سینکڑوں تصرفات دیکھے ہوں یا خود سینکڑوں پختہ تدابیر رکھتا ہو ہرگز اس ناتجربہ کار اور نادان کے برابر

نہیں ہوسکتا جس نے صرف ایک بازی سنی ہو۔یعنی احیاناً اس سے کوئی تدبیر صادر ہوگئی ہو اور اس ایک بازی پر وہ اتنا مغرور ہوگیا ہو کہ تکبر سے اپنے کو اپنے ماہر استادوں سے مستغنی سمجھ کر دور ہو گیا ہے۔اور جب سامری کی طرح اس نے اپنے اندر ایک ہنر دیکھا ہو تو وہ موسیٰ کی طرح پختہ اور محقق کامل استاد سے اپنے کو بڑا سمجھ کر کھینچ گیا ہو۔ سامری نے یہی کیا تھا کہ اس ہنر کو موسیٰ ہی سے سیکھا تھا اور خاک سم اسپ جبریل کی خاصیت اس کو انہیں سے معلوم ہوئی تھی اور باوجود اس کے اس نے اپنے معلم سے آنکھ بند کر لی تھی اور ان سے اپنے کو مستغنی اور ان سے فائق سمجھ بیٹھا تھا مگر اس کا انجام کیا ہوا یہی کہ موسیٰ علیہ السلام نے دوسری تدبیر کی کہ اس تدبیر نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ پس اگر تو ایسا کرے گا تو تیرا بھی وہی حشر ہوگا جو سامری کا ہوا تھا۔ارے۔بہت سی حکمتیں دماغ میں اس غرض سے چکر کھاتی ہیں کہ ان سے آدمی سردار بن جائے مگر ان سے بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو خودسر بن جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں رہتا جتنا تھا پس اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں بن اور عاجزی وفروتنی اختیار کر اور کسی قطب صاحب رائے کی پناہ میں رہ۔اس کو متبوع بنا اس کی رائے کا اتباع کر تو کتنا ہی بڑا ہو اور دانش کا بادشاہ ہو مگر اپنے کو اس سے بڑھ کر نہ سمجھ۔اور اگر تو شہد بھی ہو تو بھی اس کی مصری سے متنفع ہو۔اپنی شیرینی پر نازاں ہو کر مستغنی مت ہو یاد رکھ کہ تیری اور اس کی فکر میں وہی نسبت ہے جو جسم وجان میں ہے کہ تیرا فکر ارذل واخس ہے اور اس کا فکر اشرف واعلیٰ اور تیرے نقد اور اس کے نقد میں وہی نسبت ہے جو کھوٹے سونے اور کان زر میں ہے کہ تیرا نقد کھوٹا ہے اور اس کا کان زر۔اور سمجھ کہ تو وہی ہے یعنی اس میں مندمج اور مندرج اور سمندر کا قطرہ ہے پس تو اپنے کو اس میں ڈھونڈھ اور اسی کا متبع بن اور فاختہ کی طرح کوکو کرتا ہوا اسی کی طرف جا اور اسی کا طالب اور مشتاق بن اور اگر تو اس کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اس بنا پر تو اپنے ابنائے جنس کی خدمت سے احتراز کرتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح شیطان کے قبضہ میں ہے جو اژدھے کے مانند تیرے ہلاک کے درپے ہے اور بدوں اس شیر مرد کی مدد اور اعانت کے تو ہرگز اس ظالم کے پھندے سے نہیں نکل سکتا اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر قند رضا وتسلیم و اطاعت وانقیاد تجھے ترش معلوم ہوتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے اور عنقریب موت کے منہ میں جانے والا ہے پس جبکہ تو خود نہیں چھوٹ سکتا اور تجھ میں اتنی قوت نہیں تو گریہ وزاری کر اور استعانت و استمداد سے ہرگز استنکاف مت کر ممکن ہے کہ رحم کھا کر کوئی استاد کامل اور عارف محقق تجھے چھڑا لے اور اس خطرہ سے نکال لے اور جبکہ تو خود اندھا ہے تو واقف راہ سے سرتابی مت کر۔تیری رہائی کی صرف یہی صورت ہے ارے تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ تو اپنی مصیبت کے رونا بھی نہیں کہ کسی کو رحم آئے اور تیری اعانت کرے۔دیکھ تو سہی ریچھ اپنی فریاد کی بدولت چھوٹ گیا تجھے اس سے بھی عبرت نہیں ہوتی (ف) بوکہ الخ اور شعر آئندہ میں ترغیب ہے۔اتباع مرشد کامل کی اور تدبیر بتاتے ہیں شیطان کے پھندے سے نجات پانے کی اور تحذیر کرتے ہیں استبداد خودرائی سے جو اشعار بالا میں مذکور ہے چونکہ اتباع وانقیاد کامل دل پر نہایت شاق ہے اس لئے مولانا

مناجات فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خدا اس پتھر کی طرح سخت دل کو موم کردے اور اسکے نالہ کو خوش آئند اور قابل رحم کردے کہ وہ اس مصیبت سے نجات پائے۔

شرح شبّیری

اژدھا را الخ۔ یعنی اژدھا کو قوت تو تھی حیلہ نہ تھا لیکن تیرے حیلہ کے اوپر ایک اور حیلہ ہے مطلب یہ کہ اس شیر مرد نے قوت وتدبیر دونوں سے کام لیا اور اژدھا میں صرف قوت تھی مگر تدبیر کچھ نہ جانتی تھی اس لئے ایک سے کام نہ چلا اور گرفتار ہوگئی اگلے مصرع میں انتقال فرماتے ہیں کہ کہیں اپنی اس تدبیر اور حیلہ پر نازاں مت ہونا اور یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بھی کچھ تدبیر اور حیلہ پر قادر ہیں بلکہ یاد رکھو کہ فوق کل ذی علم علیم تمہارے سے زیادہ ایک اور حیلہ گر اور قادر ہے اور اس کے سامنے تم بالکل مجبور ہو اور وہ حق تعالیٰ جل علی شانہ ہیں لہٰذا ہر وقت اپنے کمالات کے سامنے کمالات حق اور جبروت اور عظمت حق کو پیش نظر رکھو اور متکبر اور مغرور مت ہو۔

ماکران الخ۔ یعنی مکر کرنے والے تو بہت ہیں لیکن قرآن شریف میں واللہ خیر الماکرین کو بھی دیکھو۔ مطلب یہی کہ اپنی تدابیر کے سامنے تصرف حق کو پیش نظر رکھو تو کبھی تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔

حیلۂ خود را الخ۔ یعنی جب اپنے حیلہ کو دیکھو تو واپس ہو (اور یہ دیکھو) کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس آغاز کی طرح جاؤ مطلب یہ کہ اپنے تصرفات اور تدابیر کے مبداء ومنشا کو دیکھو کہ اصل میں کہاں سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام افعال عبد مخلوق حق ہیں اس لئے بس اپنے تصرفات پر نظر پڑتے ہی اور اپنے کمالات کو دیکھتے ہی فوراً کمالات اور تصرفات حق کو دیکھو کہ وہی اصل اور اسی سے یہ سب پیدا ہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ پستی میں ہے وہ بلندی سے آئی ہے تو خبردار نگاہ کو بلندی ہی کی طرف رکھ۔ مطلب یہ کہ جس قدر افعال وتصرفات ہیں سب عالم غیب اور جانب حق ہی سے آئے ہیں اس لئے اس اصل اور مبدا ہی کی طرف نظر رکھو تو اس سے تم کو یہ نفع ہوگا کہ

روشنی الخ۔ یعنی نظر کو بلندی میں روشنی حاصل ہوگی اگر اول بلا تاریکی کو لائی ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بلیات دنیاوی میں پھنس کر قلب تاریک ہوگیا ہو لیکن پھر بھی اگر توجہ اس عالم غیب کی طرف ہوگی تو امید اصلاح کی ہے اور امید ہے کہ رحمت حق نازل ہو جائے گی۔ ہاں عناد نہ ہو۔ جیسا کہ بارہا بیان کیا گیا ہے۔

چشم را الخ۔ یعنی آنکھ کو روشنی کی عادت ڈال اگر تو خفاش نہیں ہے تو اس طرف نظر کر۔ مطلب یہ کہ تجلیات حق وانوار الٰہی کے مشاہدہ کی عادت ڈال اس لئے کہ آخر استعداد تو ہے ہی تو اس کو ظاہر کر اور پھر دیکھ کہ کس قدر انوار وتجلیات طاری ہوتے ہیں۔

عاقبت بینی الخ۔ یعنی عاقبت بینی تیرے نور کی نشانی ہے اور یہ شہوت حالی تیرے قلعہ کا حجاب ہے۔ مطلب یہ کہ

اگر تم دیکھو کہ تمہارے اندر اخلاق حمیدہ ہیں اور عاقبت اندیشی ہے تو سمجھ لو کہ یہ تجلیات اور انوار حق ہیں اور ان ہی کی یہ برکت ہے اور اگر شہوت وغضب اخلاق ذمیمہ تمہارے اندر ہیں تو سمجھو کہ یہ حصار تقویٰ اور قلعہ خوف حق کا حجاب ہے۔

عاقبت بینی الخ۔ یعنی جس عاقبت بین نے کہ سینکڑوں بازیاں دیکھی ہوں وہ اس کی مثل نہیں کہ جس نے ایک ہی بازی سنی ہو۔ مطلب یہ کہ جس عارف اور محقق نے کہ لاکھوں تصرفات حق کا مشاہدہ کیا ہو اور ہر وقت اس کا یہی کام ہو تو وہ بیشک عالم اور محقق ہوگا بخلاف اس کے کہ جس نے صرف اپنے ہی تصرفات کو دیکھا ہو کہ جو ان تصرفات کے سامنے بالکل ہیچ اور کالعدم ہیں اور ایسی مثال ہے کہ گویا صرف ایک ہی سنا ہے اس لئے کہ اسکا دیکھنا بھی جب کہ بے تحقیق ہے تو سننے ہی کے مثل ہے۔

زان یکے الخ۔ یعنی اس ایک ہی تصرف سے اس قدر مغرور ہو گیا کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ حالانکہ تصرفات انسانی تصرفات حق کے سامنے بالکل ہی ہیچ اور کالعدم ہیں لیکن یہ غیر محقق اپنے اسی ایک تصرف اور تدبیر کو دیکھ کر ایسا مغرور ہو جاتا ہے کہ استادوں سے الگ ہو جاتا ہے اور ان کی طرف نسبت کو بھی عار جانتا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی ہے اس استاد ہی کا طفیل ہے لہٰذا یاد رکھو کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اولئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید لہٰذا چاہیے کہ استاد اور شیخ سے ہمیشہ تعلق رکھے اور اس سے ہرگز ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ اس کی بڑی نحوست اور ادبار ہوتا ہے آگے استاد اور شیخ سے نافرمانی اور گستاخی اور بے تعلقی کے ادبار اور نحوست کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

سامری وار الخ۔ یعنی سامری کی طرح کہ اس نے جب وہ ہنر اپنے اندر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی۔

اوز موسےؑ الخ۔ یعنی اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ہی اس ہنر کو سیکھا تھا اور معلم سے آنکھ کوسی لیا۔

لاجرم الخ۔ یعنی آخر کار موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا تصرف دکھایا یہاں تک کہ وہ تصرف اس کی جان لے گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے اس خاک پائے اسپ جبریل علیہ السلام کی تاثیر کو معلوم کیا تھا لیکن کم بخت نے ناشکری کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاند اور مخالف ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بددعا کی اور اس سے وہ تصرف اور وہ بات تو کیا ہی باقی رہتی بلکہ جان بھی جاتی رہی اور پھر جو انجام ہوا تو وہ ظاہر ہے کہ دوزخ ملی۔ تو دیکھو کہ دنیا میں تو اس سے وہ علم اور تصرف سلب ہوا اور ایک مرض سخت میں مبتلا ہوا اور آخرت میں بھی معذب ہوا نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا ہرگز ہرگز شیخ کی ناشکری اور اس کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہ چاہیے کہ بہت سخت بات ہے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ حضرت کی برکت سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا تو فرماتے کہ بھائی میں کیا ہوں میں تو صرف واسطہ ہوں اور میرے ذریعہ سے تمہاری استعداد ظاہر ہو جاتی ہے ورنہ فی الواقع تو جو خود تمہارے اند ہی استعداد ہوتی ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے لیکن چونکہ حضرت محقق اور

شیخ کامل اور مجدد وقت تھے اس لئے یہ فرما کر پھر فرماتے ہیں کہ اصل میں اور فی الواقع تو ایسا ہے جیسا کہ میں نے کہا لیکن تم کو ضروری ہے کہ تم یہی سمجھو جیسا کہ تم نے کہا تمہارے لئے یہ سمجھنا کہ جو ہوا ہے ہماری استعداد کی وجہ سے ہوا ہے۔ مضر ہے لہٰذا خوب یاد رکھو کہ اگر کسی وقت مرید شیخ سے مرتبہ میں عنداللہ بھی بڑھ جائے لیکن پھر بھی اسی کو واسطہ اور اسی کو وسیلۂ وصول سمجھے ورنہ بالکل ہی محروم رہ جائے گا نعوذ باللہ منہ۔ آگے فرماتے ہیں کہ

اے بسا دانش الخ۔ یعنی بہت سی عقلیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ سر کے اندر دوڑتی ہیں تا کہ ان کے ذریعہ سے سردار ہو جائیں تو خود سر ہی جاتا رہتا ہے مطلب یہ کہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عقل کے ذریعہ سے انسان بلند اور سردار بننا چاہتا ہے لیکن پھر بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو اور بلند مرتبہ ہو خود یہ حضرت ہی فنا ہو جاتے ہیں جیسا کہ سامری کے قصہ میں ہے کہ اس نے چاہا تھا کہ اس ذریعہ سے میں مشہور ہونگا مجھ کو لوگ مانیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی جان ہی کھو بیٹھا جیسا کہ معلوم ہوا۔ آگے تعلیم فرماتے ہیں کہ

گرنخواہی الخ۔ یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں ہو جا۔ اور کسی قطب صحیح الرائے والعقل کی پناہ میں جا۔ مطلب یہ کہ اگر چاہتے ہو کہ طریق حق میں ہلاک اور غارت نہ ہو تو تواضع اور خشوع وخضوع اختیار کرو اور کسی شیخ کامل اور مربی مشفق کے پاس تفویض محض اختیار کرو۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔

گرچہ شاہی الخ۔ یعنی اگر چہ بادشاہ ہے تو اپنے کو اس سے زیادہ مت دیکھ اور اگر چہ تو شہد ہے مگر اس کی شکر کے سوا اور کچھ مت چن۔ مطلب یہ کہ اگر چہ تو مرتبہ میں شیخ سے بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بھی ہو جائے لیکن یہ یاد رکھ کہ کبھی اپنے کو اس سے زیادہ مت سمجھنا بلکہ اس کو اصل اور اپنے کو تابع ہی جاننا ورنہ تباہ اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ آگے شیخ کی ور مرید کی عقل کی مثال فرماتے ہیں کہ

فکر تو الخ۔ یعنی تیرا فکر تو نقش ہے اور اس کی فکر جان ہے اور تیرا نقد تو کھوٹا ہے اور اس کا نقد معدنی ہے۔ مطلب یہ کہ تیری سمجھ اور عقل اکہ مثل قشر اور پوست کے تابع ہے اور اس کی عقل جان اور مغز کی طرح اصل ہے تو اگر قشر مغز سے علیحدہ ہو جائے گا تو انجام کار یہ ہوگا کہ اس کے ساتھ تو کچھ قیمت اس کی بھی ملتی تھی لیکن اب بالکل بیکار اور بے قیمت اور فضول ہو جائے گا کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ حضرت کون ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے لگا ہی رہے کہ اسی میں سلامتی ہے اور فرماتے ہیں کہ

او توئی خود را الخ۔ یعنی وہ تو تو ہی ہے اپنے کو اس کے وجود میں تلاش کر اور کو کو کہو اور اس کی طرف فاختہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ اپنے کو اس طرح سپرد کر دو اور سونپ دو کہ پھر تمہاری رائے اور عقل شیخ کے سامنے لاشے اور کالعدم ہو جائیں اور تم بالکل اپنی رائے وغیرہ کو فنا ہی کر دو۔ اور ہر وقت اس کی رضا جوئی میں لگے رہو اور اگر ایسا نہ کرو گے اور شیخ کی خدمت سے اور اس کی اطاعت سے عار کرو گے اور اس سے علیحدہ رہو گے تو یاد رہے کہ کورے کے کورے ہی رہو گے ایک دوسری جگہ خود مولانا فرماتے ہیں کہ چون بہر زخمے تو پر کینہ شوی + پس کجا

صیقل چو آئینہ شوی + اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

درنخواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہ چاہے گا تو اژدھا کے منہ میں ریچھ کی طرح رہے گا۔ مطلب یہ کہ اگر شیخ سے جو کہ تمہاری ہی طرح انسان ہے اور کھاتا پیتا ہے علیحدہ ہو گے اور اس کی خدمت کو عار سمجھو گے تو پھر تو نفس وشیطان کے پنجہ سے چھٹکارا بہت ہی مشکل ہے لہٰذا چاہئے کہ خدمت کرو کہ ایک وہ دن ہو گا کہ تم خود مخدوم ہو جاؤ گے اس لئے کہ ہر کہ خدمت کرداو مخدوم شد۔ لیکن ہاں یہ یاد رکھو کہ اگر اس خدمت سے مخدومیت کی نیت ہوگی تو پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوگا پس اس سے تو صرف خدمت شیخ ہی مقصود ہو اور مطلوب اصلی رضائے حق ہو اب اس پر جو مل رہے وہ عنایت ہے اپنی طرف سے فرمائش مت کرو۔ اپنی جانب سے تو بس کام میں لگے رہو کہ جو کچھ ہے وہ اس میں ہے فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب + کہ حیف باشد از وغیر اوتمنائے + جو عاشق ہوتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری + غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری + لہٰذا یاد رکھو کہ شیخ اور استاد سے علیحدہ ہو کر اور ان سے قطع تعلق کر کے ہرگز فلاح حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ جو کچھ موجود بھی ہے وہ بھی شاید سلب ہو جائے۔ اللہم احفظنا ورزقنا برکات شیخنا و استادنا سلمہم اللہ تعالیٰ بزرگوں کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو مولانا ذوالفقار علی صاحب کے مکان پر قیام تھا اور بہت ہی ضعیف ہو گئے تھے لیکن جب مولانا ذوالفقار علی صاحب تشریف لاتے تو آپ اٹھ بیٹھتے اگر چہ اس میں بہت ہی تکلف ہوتا تھا اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں تو نیازمندانہ اور خادمانہ حاضر ہوتا ہوں اور آپ ایسا برتاؤ فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ کس طرح نہ کروں آپ میرے استاد ہیں۔ اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت بھلا میں کب استاد ہوا تھا فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحب کو کوئی کام تھا اس لئے وہ تشریف لے جا رہے تھے اور اس زمانہ میں کافیہ اور آپ بڑی کتابیں پڑھتے تھے تو مولانا مملوک علی صاحب نے آپ سے فرمایا کہ ذرا ان کو سبق کہلوا دو اس وقت آپ نے مجھے ایک سبق پڑھایا تھا اس لئے آپ میرے استاد ہوئے اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مجھے تو یاد بھی نہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت آپ کی تو یہی خوبی ہے کہ آپ احسان کر کے بھول جائیں اور اس کو یاد نہ رکھیں لیکن اگر میں اس کو بھول جاؤں تو میری نالائقی ہے اس لئے آپ کو تو بیشک یاد نہ ہوگا مگر مجھے یاد ہے اور اس لئے مجھے اس کا حق بھی حتی المقدور ادا کرنا ضروری ہے اللہ اکبر کیا تو اضع اور کیسی حق شناسی اور کیا ادب تھا کہ صرف ایک سبق پڑھ کر بھی مدۃ العمر ادب دل میں رہا اور اخیر عمر تک بالکل استادوں جیسا ادب اور لحاظ رہا۔ اسی لئے جب ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی تو اتنی ہی کتابیں پڑھی ہیں جتنی کہ ہم نے بلکہ شاید بعض کتابیں ہم نے ہی زیادہ پڑھی ہونگی تو منجملہ ایک لمبی تقریر کے یہ بھی فرمایا کہ مولانا نے ہمیشہ اساتذہ کا بے حد

ادب کیا ہے اس لئے اس کی برکت ہے کہ مولانا کو علوم وہبی عطا ہوئے ہیں۔ تو دیکھئے کہ ادب شیخ اور استاد کی کیا برکت ہے لہٰذا اگر بے ادبی اور گستاخی کرے گا تو اسی قدر اس کا وبال ہوگا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

در ترش الخ۔ یعنی اور اگر تجھ کو رضا کی قند ترش معلوم ہوتی ہے تو تو اژدھا کے منہ میں ریچھ کی طرح سے ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ طریق رضا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اطاعت نہیں ہوسکتی تو سمجھ لو کہ ہمیشہ اسی طرح مقید نفس و شہوت وہوا رہوگے اور کبھی بھی اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

بو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ کوئی استاد تجھ کو چھڑا دے اور خطرہ سے تجھے باہر کھینچ دے تو تو زاری کر جب تجھ میں زور نہیں ہے اور جب تو اندھا ہے تو راستہ دیکھنے والے سے سرکشی مت کر۔ دونوں شعر بالا میں مصرعہ مقدم مؤخر ہیں اور اصل عبارت یوں ہے کہ زاری کن چو زورت نیست ہین + بو کہ استادے رہاند مرترا + وز خطر بیرون کشاند مرترا + چونکہ کوری سرکش از را ہ بین + مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر زور نہیں ہے اور تمہارے اندر خود قدرت دفع بلیات کی نہیں ہے تو خیر تواضع وزاری ہی کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شاید رحمت حق جوش میں آئے اور کسی استاد کو تیرے لئے مقرر کردے۔ وہ تیری ہدایت کردے۔ اگر چہ کسی درجہ ضلالت وگمراہی کو پہنچ چکا ہو اس لئے کہ وہ قادر مطلق ہیں وہ جو چاہیں کریں ان کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک کافر گبر صد سالہ کو ایک لمحہ میں ولی اور قطب کردیں جیسا کہ حضرت غوث اعظمؒ کے تذکرہ میں ان کے ایک شاگرد راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت تہجد کو حسب معمول اٹھے تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا کہ اگر کسی کام وغیرہ کی ضرورت ہوگی تو حاضر ہونگا لیکن حضرت کے سامنے نہیں آئے بلکہ ایک طرف کو آڑ میں رہے تو دیکھا کہ حضرت نے مصلے کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ دروازہ کی طرف چلے اور خانقاہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لے گئے تو یہ بھی پیچھے ذرا فاصلہ سے چلے حتیٰ کہ حضرت شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت کی کرامت سے جس قدر قفل کہ لگ رہے تھے ٹوٹ کر گر پڑے اور پھاٹک کھل گیا۔ حضرت باہر تشریف لے گئے اور یہ برابر ساتھ ہیں مگر ذرا فاصلہ سے حتیٰ کہ شہر پناہ سے ذرا دور آگے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہر ہے حضرت اور یہ اس میں داخل ہوئے اس کے بعد ایک مکان میں گئے حضرت جب اندر گئے تو یہ بھی چلے گئے اور ایک کونے میں کھڑے ہو گئے دیکھا کہ چند آدمی بہت ہی پاکیزہ صورت بیٹھے ہیں اور حضرت کو دیکھتے ہی وہ سب کھڑے ہو گئے تھے اور پھر حضرت کے سامنے مؤدب بیٹھے ہوئے تھے اور ایک صاحب بہت ہی ضعیف اور نہایت نورانی شکل ایک حجرہ سے نکلے اور اس حجرہ میں سے کراہنے کی آواز آرہی تھی تو وہ شخص معمر اس مریض کی تیمارداری میں مشغول ہوئے تھوڑی دیر میں وہ آواز تو منقطع ہوگئی اور پانی گرنے کی آواز آئی اس کے بعد وہی معمر ایک جنازہ لے کر نکلے تو حضرت نے اس کی نماز پڑھائی اور وہ اس کو لے کر چلے گئے اس کے بعد ان حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت اب کیا حکم ہے تو حضرت نے کچھ دیر سوچا کہ ایک دم سے دروازہ سے ایک نصرانی زنار پہنے داخل ہوا حضرت نے اپنے ہاتھ سے اس کی زنار توڑ دی اور کلمہ تلقین کیا اور فرمایا

کہ یہ ہے اس کے بعد وہاں سے تشریف لے چلے تو یہ بھی پیچھے ہوئے حتیٰ کہ اسی طرح خانقاہ میں داخل ہو گئے اور حضرت نے نوافل ادا فرمائیں ۔ جب صبح ہوئی تو ان پر اس قدر حیرت غالب تھی کہ سبق نہ پڑھا گیا حضرت نے فرمایا کہ پڑھو۔ تو عرض کیا کہ حضرت رات کے واقعہ کی حیرت اس قدر غالب ہے کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تب حضرت نے فرمایا کہ کیا تم ساتھ تھے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ہمراہ تھا تو فرمایا کہ وہ شہر جو کہ تم نے دیکھا تھا وہ موصل تھا (جو کہ بغداد سے سینکڑوں کوس پر ہے) اور وہ سب اقطاب تھے اور وہ معمر شخص حضرت خضر تھے اور وہ مریض ایک قطب تھے وہ چونکہ انتقال فرما رہے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کو مقرر فرمایا اور سب اقطاب کو ایک جگہ جمع کیا حتیٰ کہ وہ انتقال فرما گئے اور حضرت خضر علیہ السلام ان کو دفن کرنے کے لئے لے گئے اور چونکہ میں قطب الاقطاب ہوں اس لئے ان سب نے پوچھا کہ ان کی جگہ پر اب کس کے لئے حکم ہے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ارشاد ہوا کہ قسطنطنیہ میں ایک نصرانی صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو بنایا جائے لہٰذا طے الارض کے ذریعہ سے اس کو حاضر کیا گیا اور پھر میں نے تمہارے سامنے اسکا زنار توڑ کر کلمہ تلقین کیا۔ بس کلمہ کا تلقین کرنا تھا کہ وہ ابدال اور قطب ہو گیا۔ تو دیکھو ایک کافر کو ایک دم میں قطبیت عطا ہو گئی لیکن عادت اللہ یوں جاری نہیں ہے بلکہ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ اول کام کرے پھر کچھ ملتا ہے لہٰذا اس بھروسہ پر کہ فلاں کو اس طرح دولت مل گئی تھی ہم کو بھی ملے گی کام کو نہ چھوڑ بیٹھے کہ مضر ہے اور اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کے خون کیا تھا اور ڈاکہ ڈالا تھا لیکن جب اس کو عدالت میں حاضر کیا گیا اور مقدمہ پیش ہوا تو اس پر گورنمنٹ کی طرف سے مراحم خسروانہ ہوئے اور ان کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ اب کوئی نادان اس کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ بس ڈاکہ ڈالنے سے تو رہا ہو جاتے ہیں اور خوب مال ملتا ہے اور خوب رہزنی اور قتل و غارت شروع کر دے اور کوئی کام احکام گورنمنٹ میں سے نہ مانے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز پھانسی ہوگی اور ان حضرت کا گلا ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ ہمیشہ کام میں لگے رہو اور شیخ اور استاد کے دامن کو مت چھوڑو اور اس سے علیحدگی اختیار مت کرو اور اس کی شان میں گستاخی مت کرو کہ باعث محرومی اور بہت بڑی نمک حرامی ہے اللھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

تو کم از خرسی الخ۔ یعنی تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ درد کی وجہ سے آہ و نالہ بھی نہیں کرتا اور دیکھو کہ ریچھ نے فریاد کی تو وہ چھوٹ گیا اسی طرح اگر تم تضرع و زاری کرو گے تو ان قیود نفسانی اور شیطانی سے رستگاری پاؤ گے اب چونکہ نافرمانی اور گستاخی شیخ اور محسن ایک بڑی بلا تھی اور مولانا کی عادت ہے کہ جب کسی ایسی شے کا ذکر فرماتے ہیں تو فوراً مناجات فرمانے لگتے ہیں۔ لہٰذا آگے بھی مناجات فرماتے ہیں کہ

اے خدا الخ۔ یعنی اے الٰہی اس پتھر دل کو موم کر دے اور اس کے نالہ کو اچھا اور مرحوم کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اے الٰہی ہمارے قلوب کو جو بہت ہی سخت ہو رہے ہیں نرم فرما دے اور ان کے نالوں میں ایسا تضرع و زاری بخش کہ جس سے تجھے رحم آئے اس لئے کہ اگر تضرع و زاری نہ ہوگی تو اس پر آپ کو بھی رحم نہ ہوگا۔ تو صرف زبان

سے استغفار کرنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اندھا یہ صدا لگاتا تھا کہ اے مسلمانو میں دو کوریوں میں مبتلا ہوں اس لئے مجھ پر دہرا رحم کرو۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ دو کوریوں میں مبتلا ہے تو بولا کہ ایک تو میں اندھا ہوں اور دوسری میری آواز بہت ہی بری ہے تو جب کسی سے مانگتا ہوں تو وہ میری آواز کو سن کر دھتکار دیتا ہے اس لئے ایک یہ بھی باعث محرومی ہے تو دو کوریاں میرے اندر ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ ایک تو ہمارے قلوب اندھے ہی ہیں اور پھر اگر آواز میں بھی تضرع وزاری نہ ہوگا تب تو بس بالکل گئے گزرے ہونگے اور ایک کی جگہ دو بلکہ تین کوریاں ہو جائیں گی تو پھر رحمت حق ہو ہی نہیں سکتی۔ والعیاذ باللہ۔ اب سمجھو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفتن نابینائے سائل با مردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاماں	من دو کوری دارم اے اہل زماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا	میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں، اے دنیا والو؟
پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں	چوں دو کوری دارم و من درمیاں
مجھ پر ضرور دو گنا رحم کرو	چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں
از تعجب مرد ماں گفتند لیک	ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن	اس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا
زانکہ یک کوریت می بینیم ما	آں دگر کوری چہ باشد وانما
اس لئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں	وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر
گفت زشت آوازم و ناخوش نوا	زشت آوازی و کوری شد دوتا
بولا، میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں	آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہوگیا
بانگ زشتم مایۂ غم می شود	مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری بری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے	میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے
زشت آوازم بہر جا کہ رود	مایۂ خشم و غم و کیں می شود
میری بری آواز جہاں بھی جاتی ہے	غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

بر دو کوری رحم را دو تا کنید	ایں چنیں نا گنج را گنجا کنید
دہرے اندھے پن پر دو گنا رحم کرو	ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانے والا بنا دو
زشتی آواز کم شد زیں گلہ	خلق شد بروے برحمت یکدلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا	لوگ اس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے
کرد نیکو چوں بگفت او راز را	لطف آواز دلش آواز را
جب اس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا	اس کے دل کی آواز نے (اس کی) آواز کو
وانکہ آواز دلش ہم بدبود	آں سہ کوری زشتی سرمد بود
جس کے دل کی آواز بھی بری ہو	وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی برائی ہو گی
لیک وہاباں کہ بے علت دہند	بوکہ دستے بر سرزشتش نہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں	ہو سکتا ہے کہ اس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں
چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد	زو دل سنگیں دلاں چوں موم شد
چونکہ اس کی آواز اچھی اور قابل رحم بن گئی	اس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے
نالۂ کافر چو زشت است و شہیق	زاں نمیگردد اجابت را رفیق
کافر کا نالہ چونکہ برا اور گدھے کی آواز (جیسا) ہوتا ہے	اس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے
اخسوا برزشت آواز آمدست	کوزخون خلق چوں سگ بود مست
دور ہٹو بھدی آواز پر آیا ہے	کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا
چونکہ نالہ خرس رحمت کش بود	نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو	تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے
دانکہ بایوسفؑ تو گرگی کردۂ	یاز خون بیگناہے خوردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے	یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے
توبہ کن وزخوردہ استفراغ کن	ور جراحت کہنہ شد رو داغ کن
توبہ کر اور کھایا ہوا اگل دے	اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے
بازگرد از گرگی اے روباہ پیر	نصرت از حق می طلب نعم النصیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے	اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

یہاں سے مولانا فریاد و گریۂ وزاری کے ساتھ دردِ دل کی ضرورت بتانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک اندھا کہہ رہا تھا کہ الٰہی توبہ اور اندھوں میں تو ایک ہی اندھا پن ہوتا ہے مجھ میں دو ہیں۔ اس لئے اگر ان پر ایک شفقت کی ضرورت ہے تو مجھ پر دو شفقتوں کی۔ کیونکہ لوگو مجھ میں دو اندھے پن ہیں۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ ان اندھے پنوں کو مفصل بیان کر ہم کو ایک ہی اندھا پن دکھلائی دیتا ہے تم بیان کرو کہ دو اندھے پن کون سے ہیں تو اس نے کہا کہ میں بدآواز ہوں ایک میری بدآوازی دوسرے اندھا پن یوں دو اندھے پن ہو گئے۔ میری بدآوازی باعث رنج ہو جاتی ہے اور جس قدر میرے اندھے پن سے ان کو رحم آتا ہے وہ بھی میری آواز سے جاتا رہتا ہے غرضیکہ جہاں میری آواز بد جاتی ہے غم وغصہ اور مخالفت کا سبب ہو جاتی ہے۔ پس تم میرے ان دو اندھے پنوں پر رحم کرو اور اسے کہیں نہ سمانے والے کو سمائی کے قابل کردو۔ جب اس نے یہ کہا تو اس کی اس درد بھرے دل کی آواز کے لطف نے اس کی آواز کو خوش آئندہ کر دیا اور اس کی اس شکایت نے اس کی آواز کی برائی کو مٹا دیا اور لوگوں نے متفق ہو کر اس پر رحم کیا۔ اب تم غور کرو کہ جس کے دل کی آواز بھی بری ہو اور دل میں درد بھی نہ ہو۔ تب تو تین اندھے پن جمع ہو جائیں گے جو کہ اغلب احوال ہیں اس کے لئے دائم ہونگے۔ اغلب احوال میں ہم نے اس لئے کہا کہ یہ اہل اللہ جو بے علت وتوقع نفع سخاوت کرتے ہیں ممکن ہے اس کے سر بد پر دست شفقت رکھیں اور اس کی اس نابینائی کو دور کر کے بینا اور عارف کر دیں۔ اس لئے چاہیے کہ ایسے لوگوں کی بھی تحقیر نہ کی جائے کیونکہ ان کا اہتداء ممکن ہے گو بعید ہے۔ غرض جب اس کی آواز دردِ دل سے خوش آئند اور قابل رحم ہو گئی تو اس سے سخت دلوں کا دل موم کی طرح نرم ہو گیا اور انہوں نے اس پر رحم کیا یہاں تک تو دردِ دل کی فضیلت معلوم ہو گئی اب کچھ بے دردی کا بیان بھی سن لینا چاہیے نالۂ کافر چونکہ برا اور مکروہ ہے اس لئے اجابت سے قرین نہیں ہوتا۔ اور اس زشت آواز کے لئے حکم ہوتا ہے **اخسئوا فیھا ولا تکلمون** اور اس کی آواز میں زشتی کیوں پیدا ہوئی اس لئے کہ وہ خونخوار تھا اور خلق خدا کے خون سے کتے کی طرح یا گدھے کے مانند مست تھا۔ کم از کم یہ کہ خود اپنے ہی اوپر ظلم کرتا تھا اور اپنے اوپر بھی اس کو درد نہ آتا تھا جبکہ ریچھ کا نالہ تو رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہو اور تیرا نالہ رحمت کو اپنی طرف مائل نہ کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنی جان پر جو کہ یوسف کے مانند عزیز ہے زیادتی کی ہے اور اس کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے یا ایک بے گناہ کا خون کھایا ہے یعنی کسی دوسرے کو یعنی اولاد وغیرہ کو گمراہ کیا ہے۔ پس تو توبہ کر اور جو کھایا ہے اس کو نکال اور مجاہدہ کر اور اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو اس کو داغ کر۔ یعنی مجاہدہ میں انتہائی کوشش کر اور اے پرانے حیلہ گر تو آئندہ کے لئے اس بھیڑیے پن اور اپنے نفس پر اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز آ اور خدا سے مدد چاہ وہ بہتر مدد کرنے والا ہے۔

شرح شبّیری

ایک اندھے سائل کا لوگوں سے یہ کہنا کہ میں دو کوری رکھتا ہوں مجھ پر رحم کرو

آن یکے الخ۔ یعنی ایک اندھا کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے اے لوگوں میں دو کوری رکھتا ہوں۔

پس دوبارہ الخ۔ یعنی پس رحم (بھی) دوبار کرو جبکہ میں دوکوری رکھتا ہوں اور میں بیچ میں ہوں۔ تو رحم بھی دو ہونے چاہئیں۔

ازتعجب الخ۔ یعنی لوگوں نے تعجب سے کہا لیکن ان دونوں کوریوں کو تو ذرا اچھی طرح بیان کر (کہ اس سے کیا مراد ہے) یعنی اس لئے کہ تیری ایک کوری تو ہم دیکھ رہے ہیں وہ دوسری کوری کیا ہے ذرا دکھلا تو سہی۔

گفت زشت الخ۔ یعنی بولا کہ میں بری آواز والا ہوں اور بری صدا والا تو زشت آوازی اور کوری دہری ہوگئی۔

بانگ زشتم الخ۔ یعنی میری بری آواز سبب تکلیف (خلق) ہوتی ہے اور میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے۔

زشت آوازم الخ۔ یعنی میری بری آواز جہاں جاتی ہے غصہ اور غم اور کینہ کا سبب ہو جاتی ہے (اور لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگتے ہیں)

بردوکوری الخ۔ یعنی دوکوری پر رحم بھی دہرا کرو اور ایسے نہ سمانے والے کو بھی کہیں جگہ دے دو۔

زشتی آواز۔ یعنی اس گلہ کرنے سے اس کی زشت آوازی کم ہوگئی اور مخلوق نے اس پر ایک دل ہوکر رحم کیا یعنی اس کی اس نالہ وفریاد اور اپنی کمی کے اعتراف کا یہ اثر ہوا کہ سب لوگ اس پر مہربان ہو گئے۔

کردنیکو الخ۔ یعنی اس کے دل کی آواز کی خوبی نے اس کی آواز ظاہر کو بھی اچھا کر دیا جبکہ اس نے راز کو کہا۔ یہاں عبارت میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے اور کرد کا مفعول اول تو لطف دل ہے اور مفعول ثانی آواز ہے اور عبارت یوں ہے کہ کرد لطف آواز دلش آواز رانیکو چون گفت اوراز را اسی لئے معنی بھی اسی اعتبار سے لئے گئے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس تضرع وزاری سے لوگوں کی وہ نفرت جو اس کی آواز سے تھی جاتی رہی اور اس پر سب نے رحم کیا۔ اسی طرح اگر دعا اور سوال عن الحق میں ہماری آواز میں بھی تضرع ہوگا تو ضرور ہے کہ رحمت حق متوجہ ہوگی ورنہ عادت اللہ یوں ہے کہ ایسے موقعہ پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

دانکہ آواز الخ۔ یعنی اور وہ شخص کہ جس کی آواز قلب بھی بری ہو اس کو تو یہ تین کوریاں ہمیشہ کے لئے برائی ہو جائیں اور اس کے اندر تو دو ہی کوریاں تھیں لیکن اس میں پھر تین کوریاں ہو جائیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک کوری چشم اور دوسری آواز اور تیسری قلب کی۔

لیک وہابان الخ۔ یعنی لیکن عطا فرمانے والے جو کہ بے سبب بھی عطا فرماتے ہیں شاید کہ اس کی زشتی پر کوئی ہاتھ رکھ دیں۔ مطلب یہ کہ عادت اللہ تو یوں ہی جاری ہے لیکن ممکن یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے عناد اور مخالفت اور تین کوریوں کے جمع ہو جانے کے کوئی بندہ خدا اس پر مہربان ہو اور اس کی ساری خرابیاں دور ہو جائیں اور ساری گندکٹ جائے اس لئے کہ ان حضرات کی عطا کے لئے کسی علت اور سبب کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ حضرات بے کسی اپنی حاجت کے بھی عطا فرما دیتے ہیں لیکن اس پر بھروسہ نہ کرے کہ یہ اتفاقی ہے۔ عادی نہیں

ہے جیسا کہ اوپر بتایا بھی گیا ہے آگے پھر اس سائل کو فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ آواز اچھی اور مرحوم ہوگئی تو اس سے سنگین دلوں کا دل بھی موم کی طرح ہو گیا۔ یعنی بڑے بڑے سنگ دلوں کو بھی اس کی بے کسی اور بے بسی پر رحم آ ہی گیا تو جو حضرات کہ رحم دل اور نرم دل ہوتے ہیں وہ تو کیوں رحم نہ فرمائیں گے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

نالۂ کافر الخ۔ یعنی کافر کا نالہ جب برا ہے اور منکر ہے اسی لئے اجابت کا قرین نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ تضرع کا تو وہ اثر ہوتا ہے کہ سنگدل بھی موم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں ۔ سختی اور تکبر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کو سب نفرت سے دیکھتے ہیں اور اسی لئے چونکہ دعا کافر اور فریاد منکر تھی قبول نہیں ہوتی بلکہ رد ہوتی ہے۔

اخسئوا الخ۔ یعنی زشت آوازی پر ہی اخسئوا کا جواب آیا ہے اس لئے کہ وہ آزار ہی مخلوق کی وجہ سے کتے کی مثل ہو رہا تھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ کفار کی ذات سے اکثر اہل ایمان کو کلفت ہی ہوتی ہے اور پھر خاص کر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی ہوتی ہے کیونکہ آپ کی خدمت میں ہر ہفتہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ کو کفار کی دعا اور ان کی پکار بہت ہی منکر معلوم ہوتی ہے اور ان کی دعا پر اسی لئے قیامت میں اخسئوا فیھا ولا تکلمون ارشاد ہوگا تو دیکھو تضرع نہ ہونے سے کس قدر بڑی مضرت ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ریچھ کی فریاد رحمت کی جاذب ہے تو اگر تیرا نالہ ایسا نہیں ہے تو وہ برا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب اس ریچھ نے فریاد کی تو اس کی فریاد پر تو ایک نیک انسان کو رحم آ گیا لیکن تیری فریاد پر جو حق تعالیٰ کو رحم نہیں آتا حالانکہ وہ رحیم وکریم ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیرا نالہ دل سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک آواز منکر ہے کہ جس سے سب کو نفرت ہے اور صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے دل بالکل کورا پڑا ہے ورنہ ع رحمت حق بہانہ میجوید + اگر تیرے اندر ذرا سا بھی تضرع ہوتا تو ضرور حق تعالیٰ کو توجہ ہوتی اور ضرور رحمت نازل ہوتی۔ لہٰذا توبہ کرو اور تضرع و زاری اور تواضع اختیار کرو۔ آگے خود فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی تو نے جو یوسف (جیسوں) کی ساتھ گرگی کی ہے اور پھر کسی بے گناہ کا خون کھایا ہے۔

توبہ کن الخ۔ یعنی توبہ کر اور کھائے ہوئے کی قے کر اور اگر زخم پرانا ہوگیا ہے تو داغ لگوا (کہ حدیث میں ہے کہ آخر دوا داغ لگوانا ہے) مطلب یہ ہے کہ تم نے جو اس نافرمانی اور عصیان سے اہل اللہ اور بندگان خدا اور انبیاء کو تکلیف پہنچائی ہے اور ویسے بھی ان کو ستایا ہے اور بہت سے حقوق العباد کھائے بیٹھے ہو تو اب اس سے نجات ملنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس کو ستایا ہے اس سے معاف کراؤ اور حقوق العباد جو کھا چکے ہو ان کو ادا کرو اور اگلو اس کے بعد پھر تضرع وزاری کام دے سکتی ہے ورنہ اگر حقوق العباد گردن پر باقی رہیں اور زبانی توبہ کی جائے تو اس تضرع و زاری سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ بعد ان مجاہدوں کے جن کو ستایا ہے ان سے بہ منت معافی مانگی جائے اور حقوق العباد ادا کئے جائیں تب یہ تضرع وزاری کارآمد ہو سکتی ہے اور اگر قلب بالکل ہی مسخ ہو چکا ہو اور کسی طرح درست ہی نہ ہوتا

ہوتو اب اس کا یہ علاج ہے کہ اس کو خوب اچھی طرح ذلیل وخوار کرو اور مجاہدات وریاضات کاملہ کرو اور اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر دو اس کے بعد پھر ان شاء اللہ تم پر رحمت نازل ہوگی۔ آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

باز گرد الخ۔ یعنی ارے بوڑھی لومڑی (کی طرح) گرگی سے باز آ جا اور حق تعالیٰ سے مدد چاہ کہ وہ بہت اچھا مدد کرنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ اے مکار اور اے نفس وشیطان کے جال میں پھنسنے والے ذرا تو اپنے دل میں شرما اور اس مردم آزاری سے باز آ اور اس میں حق تعالیٰ سے مدد مانگ کہ وہ تیری مدد فرمائیں گے اور تو مقصود کو پہنچ جائے گا۔ اب آگے اس ریچھ کی اور اس شخص کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

تتمۂ حکایت خرس وآں ابلہ کہ بروفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید	واں کرم زاں مرد مردانہ پدید
ریچھ جب اژدھے سے نجات پا گیا	اور اس نے اس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا
چوں سگ اصحاب کہف آں خرس زار	شد ملازم درپئے آں یار غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کتے کی طرح	اس یار غار کا ساتھی بن گیا
آں مسلماں سر نہاد از خستگی	خرس حارس گشت از دلبستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا	تعلق خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا
آں یکے بگذشت وگفتش حال چیست	اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گزرا اور اس نے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟	اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟
قصہ وا گفت و حدیث اژدہا	گفت بر خر سے منہ دل ابلہا
اس نے وہ قصہ اور اژدھے کی بات سب سنائی	اس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا
دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست	او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے	ایسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے
گفت واللہ از حسودی گفت ایں	ورنہ خرس چہ انگری ایں مہر بیں
اس نے کہا خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے	ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے اس محبت کو دیکھ

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است	ایں حسودی من از مہرش بہ است
اس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے	میرا یہ حسد کرنا اس کی محبت سے بہتر ہے
ہی بیابا من براں ایں خرس را	خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
خبردار، میرے ساتھ آ جا، اس ریچھ کو بھگا دے	ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ
گفت رو رو کار خود کن اے حسود	گفت کارم ایں بد و بخت نبود
اس نے کہا، اے حاسد جا جا اپنا کام کر	اس نے کہا میرا کام یہی تھا، اور تیرے نصیب میں نہ تھا
من کم از خرسے نباشم اے شریف	ترک او کن تا منت باشم حریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہوں گا	اس کو چھوڑ دے، تاکہ میں تیرا دوست ہوجاؤں
برتو دل می لرزدم ز اندیشۂ	باچنیں خر سے مرو در بیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے	ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا
ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف	نور حق ست ایں نہ دعویٰ و نہ لاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا	یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کی وجہ) سے ہے اور نہ ادعا ہے نہ بکواس
مومنم ینظر بنور اللہ شدہ	ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے	خبردار خبردار، اس آگ کی بھٹی سے بھاگ
ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت	بدگمانی مرد را سدیست زفت
اس نے یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں نہ گیا	انسان کے لئے بدگمانی بڑا بندھ ہے
دست وے بگرفت و دست از وے کشید	گفت رفتم چوں نۂ یار رشید
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا، اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا	اس نے کہا، جبکہ سیدھا ہونے والا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں
گفت رو بر من تو غمخوارہ مباش	بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا	اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر
باز گفتش من عدوے تو نیم	لطف بینی گر بیائی در پیم
اس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں	اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائے گا لطف (محبت) دیکھے گا
گفت خوابستم مرا بگذار رو	گفت آخر یار را منقاد شو
اس نے کہا، مجھے نیند آ رہی ہے، مجھے چھوڑ اور جا	اس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہ عاقلے	در جوار دوستے صاحبدلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے	ایک صاحب دل دوست کے قریب
در خیال افتاد مرد از جد او	خشمگیں شدز و بگردانید رو
اس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا	غضبناک ہو گیا' اس سے منہ پھیر لیا
کیں مگر قصد من آمد خونی ست	یا طمع دارد گدائی و تونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے	یا لالچ کرتا ہے' بھک منگا اور چور ہے
یا گرو بست ست با یاراں بدیں	کہ بترساند مرا از ہمنشیں
یا اس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے	کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا
یا حسد دارد ز مہر یار من	کانچنیں جد میکند درکار من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے	کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے
خود نیامد ہیچ از خبث سرش	یک گمان نیک اندر خاطرش
اس کی بددماغی سے نہ آیا	کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں
ظن نیکش جملگی بر خرس بود	اومگر آں خرس راہم جنس بود
اس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا	شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا
بدگمان و ابلہ و نااہل بود	وز شقاوت او مطیع جہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نااہل تھا	بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا
بدرگ و خود رای و بدبخت ابد	گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد
بدسرشت اور خود سر اور ہمیشہ کا بدبخت	گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود
خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال	روسیہ حاصل تبہ فاسد خیال
ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی	روسیاہ' بدانجام' گندے خیال والا
عاقلے را از سگی تہمت نہاد	خرس را دانست اہل مہر و داد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری	ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

جب ریچھ نے اژدھے کے پنجہ سے رہائی پائی اور اس بہادر شخص کی یہ شفقت مشاہدہ کی تو وہ بیچارہ ریچھ

سگ اصحاب کہف کی طرح اس شخص کے پیچھے لگ لیا اور اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ مسلمان کہیں ماندگی کے سبب لیٹ رہا تو ریچھ اس تعلق کے سبب جو اس کو اس شخص کے ساتھ پیدا ہو گیا تھا پہرہ دینے لگا۔ اتفاقاً ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ بھائی یہ کیا بات ہے اور اس ریچھ کو تجھ سے کیا تعلق ہے اس نے وہ تمام واقعہ اور اژدھے کی کہانی بیان کی اس نے کہا کہ ارے احمق ریچھ سے دل نہ لگا نادان کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے لہٰذا جس تدبیر سے بھی ممکن ہو اس کو نکال دینا چاہیے۔

اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ اس نے میرے اس امتیاز پر حسد کیا اور حسد سے ایسا کہتا ہے ورنہ اس کے ریچھ پن کو کیا دیکھتے ہو اس کی محبت کو دیکھنا چاہیے۔ گو صورتاً ریچھ ہے مگر اس کی محبت آدمیوں سے زیادہ ہے لہٰذا یہ ہرگز نکالنے کے قابل نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ یہ محبت کرتا ہے مگر احمقوں کی دوستی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میرا یہ حسد (یعنی میری نصیحت جس کو تو حسد سمجھتا ہے) اس کی محبت سے اچھا ہے دیکھ تو میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو چھوڑ دے اور ریچھ کو اپنی ہم جنس کے مقابلہ میں مت اختیار کر اور اپنے ہم جنس کو مت چھوڑ۔ اس نے کہا چل چل اپنا کام کر زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو حاسد ہے اس نے کہا خیر میرا جو کام تھا کر چکا تمہاری قسمت میں کیا کرو۔ ارے بھلے مانس میں ریچھ سے تو کم نہیں اسے چھوڑ دکہنا مان اور میرا ساتھی ہو جا۔ مجھے تیرے متعلق کھٹکا ہے اور اس سے میرا دل کانپ رہا ہے معلوم نہیں کہ اس ریچھ کے سبب تجھ پر کیا مصیبت نازل ہو تو ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا یہ میرا کلیجہ فضول دھک دھک نہیں کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ یہ ڈینگ اور شیخی نہیں بلکہ نور حق اور اس فراست کے سبب ہے جو حق سبحانہ مومنین کو عطا فرماتے ہیں چونکہ میں مومن ہوں اور حق سبحانہ کے نور سے دیکھتا ہوں اس لئے میرا گمان غلط نہیں دیکھ دیکھ کہنا مان اور اس آتش کدہ سے بھاگ اس نے یہ سب کچھ کہا مگر اس نے ایک بھی نہ سنی اور بدگمانی اس کے لئے ایک زبردست حاجب ہوگئی کیونکہ بدگمانی آدمی کے لئے ایک مضبوط روک ہے بالآخر اس نے یہ کیا اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچا مگر اس نے ہاتھ بھی چھڑا لیا جب اس نے دیکھا کہ کسی طرح نہیں مانتا تو مجبور ہو کر کہا کہ خیر جبکہ تو ٹھیک ساتھی نہیں ہے تو میں جاتا ہوں اس نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جایئے اور میری ہمدردی نہ کیجئے اور یہ بزرگی کی باتیں نہ بنایئے۔ پھر بھی اس ناصح سے نہ رہا گیا اور کہا کہ دیکھ میں تیرا دشمن نہیں ہوں تیری بڑی مہربانی ہوگی اگر تو میری بات مان لے اس نے کہا مجھے نیند آ رہی ہے للہ مجھے معاف کیجئے اور آپ تشریف لے جایئے اس نے پھر کہا کہ ارے نادان اپنے دوست کی بات مان لے تا کہ تو ایک خوش نصیب دوست صاحب دل کی پناہ میں اور اس کے پاس سوئے اس اصرار سے وہ شخص بے ہودہ خیال میں پھنس گیا کہ یہ کوئی خونی ہے جو مجھے مارنے آیا ہے یا کوئی لالچی فقیر اور کمینہ ہے کہ مجھ پر احسان رکھ کر کچھ اینٹھنا چاہتا ہے یا اس نے اپنے دوستوں سے اس کی شرط باندھی ہے کہ مجھ کو میرے اس ہم نشین سے ڈرا دے اور بدظن کر کے چھڑا دے۔ یا میرے اس

یار کی دوستی سے حسد کرتا ہے کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کرتا ہے یہ خیال کر کے غصہ ہو کر منہ پھیر لیا اور بجز خیالات فاسدہ کے اس کے خبث باطن سے ایک خیال بھی اچھا اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اچھا گمان بالکل اس کو ریچھ پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ طینت کے وہ ریچھ کا ہمجنس تھا۔ بدگمان تھا' احمق تھا' نااہل تھا اور اپنی بدبختی سے نادانی کا مطیع تھا۔ بدذات تھا۔ بدرائے تھا بدبخت ابدی تھا گمراہ تھا دھوکہ میں مبتلا تھا اندھا اور ذلیل و مردود تھا کہ اس روسیاہ تباہ حاصل اور فاسد خیال نے ایک صاحب کمال کے مقابلہ میں ریچھ کو ترجیح دی اور اپنے گدھے پن سے ایک عاقل پر حسد وغیرہ کی تہمت رکھی اور ریچھ کو دوست سمجھا۔

شرح شبّیری

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا تتمہ جسکے کہ ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس الخ۔ یعنی ریچھ بھی جب اژدھا سے چھوٹ گیا اور اس مرد مردانہ سے یہ کرم دیکھے۔

چون الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح وہ ضعیف ریچھ اس یار غار کے پیچھے ہو لیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ مسلمان تو خستگی کی وجہ سے لیٹ گیا اور وہ ریچھ خوب دل لگا کر اس کا محافظ بنا یعنی یہ شخص تو سو گیا اور ریچھ صاحب نے پہرا دینا شروع کیا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص گذرا تو اس نے کہا کہ کیا حالت ہے ارے بھائی یہ ریچھ تیرا کون ہے (آیا بھائی یا باوا ہے) جو اس طرح آرام سے آپ اس کی نگہبانی میں سو رہے ہیں۔

قصہ الخ۔ یعنی اس شخص نے قصہ کہا اور اژدھا کی بات کہی تو اس نے کہا کہ اے بیوقوف ایک ریچھ پر دل مت رکھ یعنی اس سونے والے نے سب قصہ سنایا کہ اس طرح سے یہ میرے ساتھ ہوا ہے تو اس ناصح نے کہا کہ ارے بیوقوف اس پر بھروسہ مت کر اور اس کو دوست مت سمجھ اس لئے کہ

دوستی الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہے اور یہ تو جس حیلہ سے کہ تو جانے نکالنے کے قابل ہے مطلب یہ کہ چونکہ دشمن سے تو انسان بچاؤ کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے پرہیز کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص دوستی کے پیرایہ میں دشمنی کرے تو وہ بہت ہی خطرناک ہے تو چونکہ بیوقوف کو عقل تو ہے نہیں اس لئے بجائے نفع کے ضرر ہی پہنچا دے گا اور چونکہ اس کو دوست سمجھے ہوئے ہے اس لئے بچاؤ بھی نہ کرے گا لہٰذا اس کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہوئی اور چونکہ یہ ریچھ حیوان اور بیوقوف ہے اس لئے اس کو بھی جس طرح ہو سکے اپنے سے الگ کر دے ان ساری نصیحتوں کو سن کر وہ حضرت ریچھ والے فرماتے ہیں کہ

گفت واللہ الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا کہنے لگا کہ خدا کی قسم حسد کی وجہ سے یہ کہا ہے ورنہ ریچھ پن کیا دیکھتے ہو اس مہربانی کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب اس پند گو نے یہ باتیں کہیں اور کہا کہ بھائی اس کو اپنے پاس سے ہٹا دے تو آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھے اس قدر امتیاز حاصل ہے کہ میرا نگہبان ایک درندہ ہے اس لئے آپ کو حسد پیدا ہوا ہے اور چاہتے ہو کہ یہ امتیاز مجھے حاصل نہ ہو ورنہ اس کے اندر تو خرسی کا کہیں پتا بھی نہیں بلکہ یہ اس کی ملاطفت اور مہربانی قابل دید ہے کہ یہ ایک انسان کی کس طرح حفاظت کر رہا ہے (عجب کوڑ مغز آدمی ہے) یہ سن کر وہ پند گو کہتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی اس پند گو نے کہا کہ بیوقوفوں کی مہربانی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میری یہ حسودی اس کی مہربانی سے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں تو تیرا کوئی فائدہ بجز ایک حصول امتیاز موہوم کے کچھ بھی نہیں ہے اور میری اس نصیحت میں جس کو کہ تو اپنی کج فہمی سے حسد سمجھ رہا ہے تیرا فائدہ ہے اس لئے چاہیے کہ نصیحت کو سن اور اس کو الگ کر دے اور کہا کہ

ہے بیابا من الخ۔ یعنی ارے میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو بھگا دے خرس کو قبول مت کر اور ہمجنس کو چھوڑ مت

گفت الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا بولا کہ ارے حاسد جا جا اپنا کام کر۔ تو وہ ناصح بولا کہ میرا کام تو یہی تھا اور تیری قسمت میں نہ تھا مطلب یہ کہ اب ان ریچھ والے صاحب کو جوش آیا اور بولے کہ اے چل کہاں کی نصیحت لئے پھرتا ہے وہ چونکہ بہت ہی مشفق تھا اس لئے کہنے لگا کہ بھائی میرا تو کام ہی نصیحت کرنا تھا اب تیری قسمت ہی میں نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں یہ کہہ کر پھر جوش شفقت سے سمجھانے لگا کہ

من کم از الخ۔ یعنی اے بھلے آدمی میں ریچھ سے تو کم نہیں ہوں تو اس کو چھوڑتا کہ میں (اس سے اچھا) تیرا ساتھی ہو جاؤں۔

بر تو دل الخ۔ یعنی میرا دل تیرے اوپر اندیشہ کی وجہ سے کانپ رہا ہے ارے تو ایک ریچھ کے ساتھ جنگل میں مت جا۔ مبادا تجھے کوئی گزند پہنچا دے کہ آخر تو حیوان لایعقل ہے۔ جب غصہ آئے تو بھلے برے کی کچھ بھی تمیز نہ رہے گی خدا کے لئے میرے کہنے کو مان لے اور اس کو چھوڑ دے اور کہتا ہے کہ

این دلم الخ۔ یعنی یہ میرا دل فضول نہیں کانپ رہا ہے بلکہ یہ نور حق ہے کوئی دعوے یا شیخی نہیں ہے مطلب یہ کہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا کہیں تجھ کو یہ گزند نہ پہنچا دے تو یہ میرا خیال ہی نہیں ہے بلکہ یہ میں الہام سے کہہ رہا ہوں صرف شیخی اور دعوے ہی نہیں ہے بلکہ جو کہہ رہا ہوں ضرور ہوگا اس لئے خدا کے لئے میرا کہا مان اور اس کو چھوڑ اور وہ کہنے لگا

مومنم الخ۔ یعنی میں مومن ہوں وہ کہ ینظر بنور اللہ ہو چکا ہو تو ضرور اس آتشکدہ سے بھاگ۔ مطلب یہ کہ دیکھ میرا کہنا کوئی ایسا کہنا نہیں ہے کہ صرف ایک گمان اور وہم سے کہا ہو بلکہ میری وہ حالت ہے کہ میں الحمد للہ نور حق سے دیکھتا ہوں اور مجھے بصیرت کاملہ حاصل ہے اس لئے مجھے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے اور الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجھے گزند پہنچا دے گا اس لئے خدا کے لئے اس سے الگ رہ اور اس سے دوستی مت کر آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ایں ہمہ گفت الخ۔ یعنی یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں کچھ نہ گیا۔ اس لئے کہ بدگمانی انسان کے لئے ایک سخت روک ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص کو اس مرد خدا پر بدگمانی ہوگئی تھی کہ اس کی کوئی غرض اس سمجھانے میں ہے لہٰذا یہ بدگمانی قبول حق سے اس کو بہت بڑی رکاوٹ اور آڑ ہوگئی اور اس نے ہرگز حق قبول نہ کیا اب جبکہ زبانی سمجھانے سے اس کی سمجھ میں نہ آیا تو اس نے پھر ایک کوشش کی اور وہ یہ کہ

دست الخ۔ یعنی اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تب وہ ناصح بولا کہ جب تو یار رشید نہیں ہے تو میں جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھایا تو ان حضرت نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کھڑے نہیں ہوئے جب اس میں بھی وہ ناکام رہا تو بولا کہ اچھا بھائی میں تو جاتا ہوں جب کسی طرح مانتا ہی نہیں اس بیچارہ نے تو یہاں تک خیر خواہی کی اور اس قدر سمجھایا اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی ریچھ والا بولا کہ اچھا جا تو میرا غمخوار مت ہو ارے بوالفضول ذرا معرفت کم تراشو۔ مطلب یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں بہتر ہے آپ تشریف لے جایئے مجھے آپ کی غمخواری کی ضرورت نہیں ہے اور ذرا کھڑے ہوکر بہت بزرگی مت بگھارو کہ مجھے الہام سے معلوم ہوا ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں صحیح ہی کہہ رہا ہوں لیکن چونکہ اس کی تو کوئی ذاتی غرض نہ تھی بلکہ اس کے بھلے ہی کے واسطے کہہ رہا تھا اس لئے پھر جوش شفقت میں سمجھانے لگا کہ

باز گفتش الخ۔ یعنی اس سے کہا کہ ارے میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اگر تو میرے پیچھے آئے گا تو لطف دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ارے کمبخت میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اس لئے میرے کہنے کو مان اور میرے ہمراہ چلا آ پھر دیکھ تو کیسے کیسے لطف و کرم دیکھے گا۔ وہ تو نصیحتیں کر رہا تھا اور اس کے دماغ میں اس امتیاز کی قدر تھی اور یوں سمجھ رہا تھا کہ اس ریچھ کی پاسبانی میں میری بہت بڑی عزت ہے اور یہ شخص اس میں حارج تھا تو آپ یہ سن کر جواب فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی اس ریچھ والے نے کہا کہ میں تو سوتا ہوں جا اور مجھے چھوڑ۔ تو اس ناصح نے کہا کہ پچھلے یار کا مطیع ہو یعنی میرا مطیع ہو جا اور کہنا مان لے۔

تا بہ حسپی الخ۔ یعنی تاکہ تو ایک مقبل کی پناہ میں سووے اور ایک دوست صاحب دل کے پڑوس میں۔ مطلب یہ کہ میرا کہنا مان لے اور میری ہمراہ چلا آ اور اس کو چھوڑ دے اور اس کی حفاظت میں مت سو تاکہ تجھے مجھ جیسے دوست کے اور صاحب دل اور مقبل کے سایہ اور حفاظت اور پناہ میں سونا ملے۔ جب اس ناصح نے سمجھانے میں اس قدر کاوش کی اور کوشش کی تو اس شخص کو یہ شبہ ہوگیا کہ اس میں اس ناصح کی کوئی ذاتی غرض ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو اس قدر کوشش ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

درخیال الخ۔ یعنی اس ناصح کی کوشش کی وجہ سے یہ آدمی بدگمانی میں پڑ گیا اور غصہ ور ہوگیا اور اس ناصح سے

سے منہ پھیر لیا اور وہ یہ بدگمانی ہوئی کہ

کین الخ۔ یعنی یہ کہ شاید میرا قصد کر کے آیا ہے اور خونی ہے یا طمع رکھتا ہے کوئی فقیر ہے اور کمینہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ مجھے مارنا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ اس ریچھ کی حفاظت میں تو میرا قابو چل نہیں سکتا لہٰذا اس کو بہکا کر ریچھ کو تو الگ کر دوں پھر میرا قابو چل جائے گا اور یا کوئی فقیر اور طامع ہے کہ جس کو یہ لالچ ہے کہ اس ریچھ کو ہٹا کر خود خدمت کرے اور اس کی عوض میں اس کو میں کچھ دیدوں۔ اس لئے اس کو اس قدر کوشش ہے (سبحان اللہ ان نصائح کی کیا قدر کی ہے) اور یہ گمان ہوا کہ

یا گرو بست الخ۔ یعنی یا دوستوں سے اس بات کی شرط باندھ کر آیا ہے کہ مجھے اس ہم نشین سے ڈرائے گا یعنی اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید کہیں لوگوں میں یہ چرچا ہوگا کہ اس کا تو ریچھ بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اور وہ اس سے الگ ہو ہی نہیں سکتا تو اس شخص نے ان سے شرط کی ہو کہ میں ضرور اس کو بہکا کر اس سے الگ کرادونگا اس لئے اس قدر کوشش کرتا ہو۔

یا حسد الخ۔ یعنی یا میرے دوست کی مہربانی کی وجہ سے حسد کرتا ہے کہ میرے کام میں اس قدر کوشش کر رہا ہے مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ چونکہ یہ ریچھ میرا بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اس لئے اس کو حسد ہے اور چاہتا ہے کہ ان دونوں کی دوستی نہ رہے (ارے واہ ری عقل خوب سمجھے قربان جایئے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

خود نیامد الخ۔ یعنی اس کے خبث سر کی وجہ سے کوئی گمان نیک اس کے دل میں نہ آیا اور فرماتے ہیں کہ

ظن نیکش الخ۔ یعنی اس کا نیک گمان تو سارا کا سارا ریچھ پر تھا۔ ہاں شاید وہ ریچھ کا ہم جنس ہوگا اسی لئے اس کو اچھا جانتا تھا اور آدمیوں سے نفرت کرتا تھا۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا اور فرماتے ہیں کہ

بدگمان الخ۔ یعنی بدگمان اور بیوقوف اور نااہل تھا اور بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا مطیع تھا۔

بدرگ الخ۔ یعنی بدرگ اور خودرائے بدبخت ابدی گمراہ مغرور اندھا ذلیل اور مردود تھا۔

خرس الخ۔ یعنی ریچھ کو ایک صاحب کمال پر ترجیح دی۔ روسیہ حاصل تباہ فاسد خیال۔

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عقلمند آدمی کو تو کتے پن کی وجہ سے تہمت لگائی اور ریچھ کو مہر و داد والا سمجھا۔ (گدھا کہیں کا) آگے مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گوسالہ پرست سے پوچھا کہ ارے کمبخت تو یہ تو بتا کہ تو نے میرے اندر تو بہت سے معجزات دیکھے اور بہت سی نشانیاں میرے صدق پر تو نے دیکھیں۔ تو میری پیغمبری میں تو تجھے شبہ رہا اور اس گوسالہ کی ذراسی بھاں بھاں پر ریچھ گیا اس کی کیا وجہ ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کی عقل سالم نہ تھی اور اس کو بدگمانی تھی اس لئے اس کو طریق ہدایت نظر نہ آیا اسی طرح چونکہ اس شخص کو بھی بدگمانی اور فاسد خیالی نے آ کر گھیرا تھا لہٰذا اس نے بھی ہدایت کو نہ مانا۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

گفتنِ موسیٰ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی وحزم تو کجا رفت

(حضرت) موسیٰ علیہ اسلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰ با یکے مست خیال	کائے بداندیش از شقاوت در ضلال
(حضرت) موسیٰ نے ایک وہمی سے فرمایا	کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!
صد گمانت بود در پیغمبریم	با چنیں برہان و ایں خلق کریم
تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے	ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے
صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن	صد خیالت می فزود و شک وظن
تونے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے	(لیکن) تیرے اندر سینکڑوں وہم، شک اور بدگمانیاں بڑھیں
از خیال و وسولہ تنگ آمدی	طعن بر پیغمبریم می زدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا	میری پیغمبری پر تونے طعنہ زنی کی
گرد از دریا بر آوردم عیاں	تا رہیدید از شر فرعونیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اڑا دی	یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے
زآسماں چل سالہ کاسہ وخواں رسید	وز دعایم جوئے از سنگے دوید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا	میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی
چوب شد در دست من نر اژدہا	آب خوں شد بر عدوے ناسزا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی	نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا
شد عصا مار و کفم شد آفتاب	آفتاب از عکس رویم شد شہاب
لاٹھی سانپ بنی اور میری ہتھیلی سورج بنی	سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بن گیا
این وصد چندین وچندیں گرم وسرد	از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
اس نے اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے	اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا
بانگ زد گوسالۂ از جادوئی	سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
جادوگری سے بچھڑا بولا	تونے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں توہمات را سیلاب برد	زیرکی باردت را خواب برد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا	تیری لایعنی ذہانت سو گئی
چوں نبودی بدگماں در حق او	چوں نہادی سر چناں اے زشت رو
تو اس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟	اے بدصورت! تونے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟
چوں خیالت نامد از تزویر او	وز فساد سحر احمق گیر او
تجھے اس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟	اور اس کے احمقوں کو پھنسانے والے جادو کا
سامری خود کہ باشد اے مہاں	کہ خدائے برتر اشد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟	کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے
چوں دریں تزویر او یک دل شدی	وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
تو جب تو اس کی اس مکاری سے مطمئن ہو گیا	اور تمام اشکلات سے خالی ہو گیا
گاؤمی شاید خدائی را بلاف	در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
بکواس سے بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟	میرے رسول ہونے میں تونے کیوں خلاف کیا؟
پیش گاوے سجدہ کردی از خری	گشت عقلت صید سحر سامری
گدھے پن سے تونے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا	تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہو گئی
چشم دزدیدی زنور ذوالجلال	اینت جہل و افروعین ضلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں	عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے
شہ براں عقل وگزینش کہ تراست	چوں تو کان جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اوراس کے انتخاب پر جو تونے کیا' تف ہے	تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے
گاوزریں بانگ کرد آخر چہ گفت	کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
سونے کا بچھڑا بولا' آخر کیا کہا؟	کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے
زاں عجب تر دیدۂ از من بسے	لیک حق را کہ پذیرد ہر خسے
مجھ سے تونے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے	لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟
باطلاں راچہ رباید باطلے	عاطلاں راچہ خوش آید عاطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات	لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رباید جنس خود	گاؤ سوئے شیر نر کے رونہد
کیوں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے	گائے نر شیر کیسامنے کب آتی ہے؟
گرگ بر یوسفؑ کجا عشق آورد	جز مگر از مکرتا او را خورد
بھیڑیا یوسفؑ سے کب عشق کرتا ہے؟	مکر کے سوا؟ تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے
چوں زگرگی وارہد محرم شود	چوں سگ کہف از بنی آدم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کرلیتا ہے محرم ہوجاتا ہے	اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے
چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو	دید صدقش گفت ھذا صادق
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے
چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بو	گفت ھذا لیس وجہ کاذب
جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی	کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے
چوں نہ بد بوجہل از اصحاب درد	دید صد شق القمر باور نہ کرد
چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا	سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا
دردمندے کش زبام افتاد طشت	زونہاں کردیم حق پنہاں نگشت
وہ درد مند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا	ہم نے اس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا
وانکہ او جاہل بد از دردش بعید	چند بنمودیم و او آں را ندید
وہ جو کہ جاہل تھا (اور) اس کے درد سے دور تھا	ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا
آئینہ دل صاف باید تا درو	واشناسی صورت زشت از نکو
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں	بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

اوپر تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ احمق واقعہ کو خلاف واقع اور دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا تھا آگے فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اس گوسالہ پرست شخص کی جس سے موسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک فاسد الخیال شخص سے کہا کہ اے غلط فہم اور اپنی بدبختی کے باعث مبتلائے گمراہی یہ کیا بات ہے کہ باوجود میرے نبوت کی دلیل واضح وبرہان یقینی اور اس خلق کریم کے جو انبیاءؑ کے ساتھ مختص ہے تجھے میری رسالت میں سینکڑوں شبہات تھے اور تو نے مجھ سے بکثرت معجزے دیکھے مگر بایں ہمہ ان سے سینکڑوں خیالات باطلہ اور شکوک اور ظنون باطلہ ہی بڑھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ تو نے اپنے خیالات اور وساوس

سے تنگ آ کر اور مغلوب ہو کر میری پیغمبری پر اعتراض کیا میں نے کھلم کھلا دریا کو پھاڑ کر خشک مٹی نکال دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم فرعونیوں کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ نیز آسمان سے چالیس برس تک تم کو پیالے اور خوان پہنچے۔ یعنی وادی تیہ میں چالیس برس تم کو بلا مشقت کھانا ملا اور میری دعا سے پتھر سے چشمے نکلے۔ لاٹھی میری ہاتھ میں زبردست اژدھا بن گئی اور نالائق دشمن کے لئے پانی خون بن گیا۔ لاٹھی سانپ بن گئی اور میری ہتھیلی آفتاب کی طرح چمکنے لگی اور میرے نور کف کے عکس کے مقابلہ میں آفتاب ٹوٹنے والے ستارہ کی طرح بے قدر ہو گیا غرض کہ اے جامد طبع ان معجزات اور اتنے ہی بڑے اور سو معجزات اور اتنے ہی عظیم الشان مختلف احوال نے تیرے توہمات کو کم نہ کیا لیکن جادو سے گوسالہ سامری بولنے لگا تو تو نے اس کو سجدہ کیا اور کہا کہ میرا خدا تو ہی ہے اور وہ توہمات سب رو میں بہہ گئے اور تیری اس جامد اور بے محل زیرکی کو نیند آ گئی کہ بالکل معطل ہو گئی اور کچھ بھی کام نہ دیا۔ اے بدخصلت تو اس کے حق میں بدگمان کیوں نہ ہوا اور اس کے سامنے تو نے سر کیوں جھکا دیا اور تجھے اس کی دھوکہ دہی کا خیال کیوں نہ آیا اور اس کے احمقوں کے پھنسانے والے جادو کے فساد کا احساس کیوں نہ ہوا اور اے ذلیل تو نے اتنا نہ سمجھا کہ سامری کیا چیز ہے کہ عالم میں ایک خدا بنا کر کھڑا کر دے اور بچھڑے کی خدائی پر تجھے کیونکر اطمینان ہو گیا اور تو تمام اشکالات سے کیونکر خالی ہو گیا۔ پس تو نے میری پیغمبری میں کیوں مخالفت کی سمجھ تو سہی کہیں لغو دعووں سے بچھڑا بھی خدائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جب ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ امر نہایت ہی واضح ہے کہ موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے تو کیسے غضب کی بات ہے کہ تو نے ایک بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا اور تیری عقل سامری کے جادو کے جال میں پھنس گئی اور نور حق سبحانہ سے تو نے آنکھ بند کر لی۔ یہ کیسی عجیب جہالت تامہ اور خالص گمراہی ہے تیری اس عقل اور تیرے اس انتخاب پر پھٹکار تو جہالت کی کان تو مار ڈالنے ہی کے قابل ہے۔ اچھا یہ تو بتا کہ سونے کا بچھڑا بولا تو آخر اس نے کیا کہا کہ احمقوں کو اس درجہ رغبت ہو گئی۔ مجھ سے تو تو نے اس سے بہت عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں لیکن تو میرا معتقد نہیں ہوا وجہ یہ کہ حق کو ہر ذلیل قبول نہیں کرتا کیونکہ ہر شے کا میلان اپنی مناسب کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ باطل پرستوں کو کیا چیز اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی مناسب یعنی باطل اور کمالات سے بے بہرہ کو کیا چیز پسند آتی ہے وہی ان کے مناسب یعنی کمال سے بے بہرہ اور وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے بھلا دیکھو گائے بھی کہیں شیر کی طرف جاتی ہے ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب نہیں اور دیکھو بھیڑیا بھی کہیں یوسف پر عاشق ہوتا ہے ہرگز نہیں بس اگر متوجہ بھی ہوتا ہے تو صرف اس لئے کہ مخالفت کے سبب مکر سے اسے کھا جائے۔ یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں بھیڑیا پن باقی رہے لیکن جب کہ اس کے اندر سے بھیڑیے پن کی صفت جاتی رہتی ہے تب وہ مناسب اور موافق ہو جاتا ہے اور سگ اصحاب کہف کی طرح آدمی ہو جاتا ہے پس اگر تم کوئی اس قسم کی نظیر دیکھو تو دھوکہ نہ کھانا۔ اب مناسبت اور عدم مناسبت کے آثار کے بعض نظائر اور سن لو۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ

کا وصف صدیقیت بزبان حال بول اٹھا کہ یہ سچا نبی ہے اور چونکہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت تھی اس لئے آپ نے تصدیق کی اور گویا کہ یہ فرمایا کہ جھوٹے کی صورت ایسی نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا اور اس لئے اس کو مناسبت نہ تھی اس لئے شق القمر کی مثل سو عظیم الشان معجزات دیکھے مگر یقین نہیں کیا جس طرح انبیاء کے زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے یوں ان کے جانشین حضرات کے وقت میں بھی ہیں۔ چنانچہ جو دردمند کہ آج شہرۂ آفاق ہیں ان سے ہم نے حق کو چھپایا بھی اور اپنی حالت کو ان پر ظاہر بھی نہیں کیا لیکن تب بھی حق ان پر پوشیدہ نہیں ہوا اور وہ سمجھ گئے اور جو جاہل اور درد سے دور تھا اس کو بہت سی کرامات وغیرہ کے ذریعہ سے حق دکھلانا چاہا مگر اس کو دکھلائی نہیں دیا اور وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا لہٰذا آئینۂ دل صاف ہونا چاہیے تاکہ اس کے سبب سے تم کو اچھی اور بری صورت معلوم ہو جائے اور صالح الاستعداد اور فاسد الاستعداد کا پتہ چل جائے یا کامل اور ناقص میں اور سچی اور جھوٹی میں امتیاز ہو جائے۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کا ایک گوسالہ پرست سے کہنا کہ گوسالہ سے تجھ کو کیوں اعتقاد ہے

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک مست وہم سے کہا کہ اے بداندیش شقاوت کی وجہ سے گمراہی میں۔

صد گمانت الخ۔ یعنی میری پیغمبری میں تجھے سینکڑوں گمان تھے باوجود اتنی دلیلوں کے اور اس خلق کریم کے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے اور تیرے خیالات اور شک اور گمان بڑھتے ہی چلے گئے

از خیال الخ۔ یعنی خیالوں اور وسوسوں کی وجہ سے تو تنگ آتا تھا اور میری پیغمبری پر طعنہ مارتا تھا آگے اور معجزات کا بیان فرماتے ہیں کہ

گرد از الخ۔ یعنی میں نے دریا میں سے گرد نکالی یہاں تک کہ تم فرعونیوں کے شر سے چھوٹے۔

زآسمان الخ۔ یعنی چالیس برس تک (وادی میں) پیالہ اور خوان پہنچا اور میری ہی دعا سے پتھر میں سے ندی نکلی یہاں ایک تاریخی اشکال یہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا وادی میں ہونا تو اس عبادت گوسالہ کے بہت بعد ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات وادی ہی میں ہو چکی تھی تو پھر اس گوسالہ پرست سے یہ کہنا کہ تو نے میرا یہ معجزہ دیکھ کر بھی مجھے نہیں مانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ سو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وجود گوسالہ سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قید کی اطلاع دی ہو اور چونکہ آپ نبی تھے اس لئے وہ خبر ایسی یقینی ہو گئی گویا کہ وقوع ہو گیا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قید بھی کالمعاینہ ہو گئی تھی پھر بھی تو نے نہ مانا اگرچہ ایک بعید تاویل

ہے لیکن اس کے علاوہ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اگر کسی اور صاحب کے خیال میں اس سے اچھی تاویل آئے تو طبع ثانی یا نظر ثانی میں اصلاح فرمائیں۔

چوب شد الخ۔ یعنی میرے ہاتھ میں لکڑی ایک اژدھا ہوگئی اور دشمن نالائق پر پانی خون ہوگیا۔

شد عصا الخ۔ یعنی عصا تو سانپ ہوگیا اور میرا ہاتھ آفتاب (کی طرح چمکدار) ہوگیا کہ میرے نور کے سامنے آفتاب (ظاہری) بھی ایک شہاب (کی مانند) ہوگیا۔

این الخ۔ یعنی یہ (مذکور) اور سینکڑوں ایسے ہی اور ایسے گرم وسر دلے اے سرد موبسے اس تو ہم کو دور نہ کیا اور باوجود ان ساری نشانیوں کے تجھے شک ہی رہا۔

بانگ زد الخ۔ یعنی کہ ایک گوسالہ نے جادو کی وجہ سے آواز کی تو تو نے سجدہ کرلیا کہ تو ہی میرا خدا ہے۔

آن توہمات الخ۔ یعنی ان توہمات کو (جو کہ میرے صدق میں تھے) سیلاب (بہا) لے گیا اور تیری عقل سرد کو خواب غفلت لے گئی اور اس گوسالہ میں تجھے کچھ نہ سوجھا کہ شبہات نکالتا۔

چون نبودی الخ۔ یعنی اس کے حق میں تو بدگمان کیوں نہ ہوا اور اے زشت خواس کے سامنے تو نے کس طرح سر رکھ دیا۔

چون الخ۔ یعنی تجھے اس کی تزویر کا کیوں خیال نہ آیا اور اس کے احمق گیر فساد سے کیوں گمان نہ ہوا۔

سامرئے الخ۔ یعنی اے کمبخت ایک سامری کیا ہوگا کہ وہ دنیا میں خدا کو تراشے گا نعوذ باللہ۔ یعنی بھلا سامری کا بنایا ہوا جو ہو وہ خدا بھی ہوسکتا ہے ہرگز نہیں۔

درخدائی الخ۔ یعنی ایک بیل کی خدائی میں تو کس طرح یکدل ہوگیا اور تمام اشکالات سے عاطل ہوگیا کہ کوئی شبہ ہی واقع نہ ہوا۔

گاؤ الخ۔ کیا ایک بیل خدائی کے لائق ہوسکتا ہے اور تو نے میری رسولی میں کس طرح خلاف کیا (عجب حیرت ہے)۔

پیش الخ۔ یعنی تو نے گدھے پن کی وجہ سے ایک بیل کے سامنے سجدہ کرلیا۔ تیری عقل سحر سامری کی شکار بن گئی۔

چشم الخ۔ یعنی تو نے نور حق تعالیٰ سے تو آنکھ سی لی یہ عجیب جہل ہے اور عین گمراہی ہے۔

شہ بران الخ۔ یعنی تیری عقل اور سمجھ پر لعنت ہے اور جبکہ تو کان جہل ہے تو تیرا مار ڈالنا درست ہے۔

گاو زرین الخ۔ یعنی ایک سونے کے بیل نے آواز کی آخر کیا کہا کہ احمقوں کو یہ ساری رغبت ہوئی۔

زان الخ۔ یعنی اس سے بہت عجب تو نے مجھ سے اکثر دیکھا ہے لیکن (بات یہ ہے کہ) حق راہ ہر کمینہ کب قبول کرتا ہے۔ تو دیکھو کہ اس شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک رہا اور اس کی ذرا سی بات دیکھ کر فوراً مان لیا یہ ساری کج فہمی ہی ہے اور کیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطلان را الخ۔ یعنی باطلوں کو کیا شے بھاتی ہے؟ کوئی باطل شے۔ اور عاطلوں کو کیا پسند آتا ہے کوئی عاطل۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر جنس اپنی جنس کو لبھاتی ہے اور گائے شیر نر کی طرف (ہرگز) منہ نہیں کرتی۔اس لئے کہ وہ اس کی جنس سے نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ شیر تو اس کی طرف آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی جنس سے ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جو آتا ہے تو اس کی محبت کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ اُسے معدوم کرنے کے لئے آتا ہے۔جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکی جنس نہیں ہے آگے بھی مولانا اس جنس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں کہ

گرگ الخ۔ یعنی بھیڑیا یوسف پر کب عاشق ہوگا سوائے اس کے کہ مکر سے اس کو کھالے۔ مطلب یہ کہ چونکہ گرگ انسان کی جنس نہیں ہے اس لئے اس سے ہرگز موانست پیدا نہ کرے گا اور اگر بظاہر اس کی طرف آئے گا جس سے کہ شبہ موانست کا ہوتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اس حیلہ سے اس کو کھانے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ درندوں کے ہمراہ رہتے ہیں بلکہ درندوں سے کھیل کرتے ہیں حالانکہ یقیناً وہ دونوں آپس میں ہم جنس نہیں ہیں اس لئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

چون محمد الخ۔ یعنی جبکہ وہ گرگی سے چھوٹ جائے تو محرم ہو جائے اصحاب کہف کے کتے کی طرح بنی آدم میں سے ہو جائے مطلب یہ کہ اگر کہیں دیکھا گیا ہے کہ درندہ انسان سے ملتا ہے تو وہاں اس کی وہ صفت درندگی کی ہی موجود نہیں ہے لہٰذا درندہ ہی نہیں رہا۔اس لئے کہ اب تو اس کے اندر صفت موانست کی آگئی ہے پھر وہ درندہ کیوں ہوگا آگے مناسبت ہی کی ایک اور نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صدق کو دیکھا تو کہہ دیا کہ یہ صادق ہے تو بے کسی دلیل وغیرہ کے اور بغیر مشاہدہ معجزات کے صادق کہہ دینا دلیل اس کی ہے کہ ان میں پہلے سے کوئی مناسبت تھی کہ جس کا یہ اثر ہوا۔

چون ابوبکرؓ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بو پائی تو کہہ دیا کہ یہ چہرہ کاذب نہیں ہے۔ یہ قصہ حضرت عبداللہ بن سلام کا ہے کہ انہوں نے چہرۂ انور کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہذا الیس بوجہ الکذاب تو مولانا کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بابت اس امر کو کہنا یا تو اس اعتبار سے کہ ان کا اعتقاد تو یہی تھا اور یا کسی جگہ ان کی بابت بھی ایسا آیا ہو۔غرض کہ چونکہ آپس میں مناسبت تھی اس لئے انہوں نے تصدیق کی۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا تو اس نے سینکڑوں شق القمر دیکھے مگر یقین نہ کیا مطلب یہ کہ چونکہ ابوجہل میں درد نہ تھا کہ جس کی وجہ سے طلب ہوتی اس لئے اس نے سینکڑوں معجزے دیکھے مگر کسی کا بھی یقین نہ کیا یہ اثر ہے غیر مناسبت اور مجانست کا آگے مولانا اپنے الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ارشاد حق کو فرماتے ہیں گویا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

دردمندے الخ۔ یعنی وہ دردمند کہ ان کا در دطشت از بام ہو گیا ان سے ہم نے حق کو پوشیدہ کیا مگر نہ رہا۔ مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وہ دردمند اور عاشق ہیں کہ ان کا یہ عشق اور محبت طشت از بام ہو

گیا ہے اور ہم نے تو اول ان سے معجزات کو پوشیدہ ہی رکھا مگر وہ بے معجزات کے بھی ایمان لے آئے اور پھر سب ان پر منکشف اور ظاہر ہو گیا اور انہوں نے حق کو قبول ہی کر لیا اور فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی وہ شخص کہ جاہل تھا اور ان کے درد سے بعید تھا ہم نے اس کو بہت سے معجزے دکھلائے لیکن اس نے ان کو نہ دیکھا یعنی حضرت صدیقؓ کو چونکہ طلب تھی اور اس طلب سے مناسبت ہو گئی تھی اس لئے وہ تو بے کسی معجزہ وغیرہ کے دیکھے ایمان لے آئے اور جو کہ جاہل تھا اور اس کو طلب نہ تھی اس کو باوجود معجزات کے دیکھنے کے بھی اثر نہ ہوا۔ اب آگے فرماتے ہیں کہ

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ دل صاف ہونا چاہیے تا کہ اس میں برے بھلے کی صورت نظر آ جائے۔ اگر کفار کا قلب صاف ہوتا تو ضرور وہ قبول حق کرتے۔ مگر یہ ساری خرابی اسی کی تھی اور ان کے قلوب میں کھوٹ بھرا ہوا تھا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ جب تک آپس میں مناسبت نہیں ہوتی اس وقت تک ایک کو دوسری کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں خرس اور صاحب خرس میں بھی کوئی مناسبت خاص تھی جس کی وجہ سے اس آدمی نے اس ناصح کی ہمراہی کو قبول نہ کیا بلکہ اسی کے ساتھ رہنے پر راضی رہا۔ آگے پھر اسی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترک کردن آں مرد ناصح بعد از مبالغہ پند مغرور خرس را

اس نصیحت کرنیوالے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکے میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت ترک کرنا

آں مسلماں ترک آں ابلہ گرفت	زیر لب لاحول گویاں باز رفت
اس مسلمان نے اس بے وقوف کو چھوڑ دیا	خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا
گفت چوں از جد و پند و از جدال	در دل او بیش می زاید خیال
بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے	اس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے
پس رہ پند و نصیحت بستہ شد	امر اعرض عنہم پیوستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے	"ان سے اعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے
چوں دوایت می فزاید درد پس	قصہ بر طالب بگو بر خواں عبس
جب تیری دوا درد بڑھائے تو	طلبگار سے بات کر (سورۃ) عبس پڑھ لے
چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدست	بہر فقر او رانشاید سینہ خست
جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے	اس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہیے

تو حریصی بر رشاد مہتراں	تابیا موزند عام از سروراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے	تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں
احمدا دیدی کہ قومے از ملوک	مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک
اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت	سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید
ایں رئیساں یار دیں گردند خوش	بر عرب اینہا سر اندو بر حبش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے	یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں
بگذرد ایں صیت از بصرہ وتبوک	زانکہ الناس علیٰ دین الملوک
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائے گی	کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے
زیں سبب تو از ضریر مہتدی	رو بگردانیدی و تنگ آمدی
اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے	رو گردانی کی اور تنگ ہوئے
کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ	تو زیارانی و وقت تو فراغ
کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے	تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے
مزدحم می کردیم در وقت تنگ	ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ
تنگ وقت میں تونے مجھ پر ہجوم کیا	یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی
احمدا نزد خدا ایں یک ضریر	بہتر از صد قیصر ست وصد وزیر
اے احمد! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا	سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے
یاد الناس معادن ہیں بیار	معدنے باشد فزوں از صد ہزار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ	ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے
معدن لعل و عقیق مکتنس	بہتر ست از صد ہزاراں کان مس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان	تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے
احمدا اینجا ندارد مال سود	سینہ باید پر ز عشق و درد و دود
اے احمد! یہاں مال مفید نہیں ہے	ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھویں سے بھرا ہو
اعمی روشندل آمد درد مند	پند او را دہ کہ حق اوست پند
ایک اندھا، روشن دل، دردمند آیا	اس کو نصیحت کر، نصیحت اس کا حق ہے

گردو سہ ابلہ ترا منکر شوند	تلخ کے گردی چو ہستی کان قند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں	تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں
گردو سہ احمق ترا تہمت نہد	حق برائے تو گواہی می دہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں	اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے
گفت از اقرار عالم فارغم	آنکہ حق باشد گواہ او راچہ غم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں	جس کا خدا گواہ ہو اس کو کیا غم ہے
گرخفاشے راز خورشیدے خوریست	ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے	یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے
نفرت خفاشگاں باشد دلیل	کہ منم خورشید تابان جلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی	کہ میں (رب) جلیل کا روشن سورج ہوں
گر گلابے راجعل راغب شود	آں دلیل ناگلابی می بود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کی طرف گبروٹذار غبت کرے	وہ اس کے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی
گر شود قلبے خریدار محک	در محکی اش درآید نقص و شک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے	اس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا
دزد شب خواہد نہ روز ایں رابداں	شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن	میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں
فارقم فاروقیم غربیل وار	تا کہ کاہ از من نمی یابد گزار
میں فرق کرنے والا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں	حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے
آرد را پیدا کنم من از سبوس	تانمایم کیں نقوش ست وآں نفوس
میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں	تا کہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں
من چو میزان خدایم در جہاں	وانمایم ہر سبک را از گراں
میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں	ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں
گاؤ را داند خدا گئو سالۂ	خر خریدارے و در خور کالۂ
بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے	گدھا خریدار، اور اس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تا گوسالہ خرد	من نہ خارم کاشترے از من چرد
میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے	میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے
او گماں دارد کہ با من جور کرد	بلکہ از آئینۂ من روفت گرد
وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا	بلکہ اس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

خیر جب اس احمق نے کسی طرح اس مسلمان کی نصیحت نہ مانی تو اس نے اس احمق کو چھوڑ دیا اور چپکے چپکے لاحول پڑھتے ہوئے اپنا راستہ لیا اور کہا کہ جب میرے اصرار اور نصیحت اور جھگڑے سے اس کے دل میں خیالات فاسد ہی بڑھتے ہیں تو اب پند ونصیحت کی راہ بالکل بند ہوگئی اور اعرض عنہم کا حکم پہنچ گیا کہ جب یہ کسی طرح نہیں مانتے اور ماننے کی امید منقطع ہوگئی تو اب آپ بھی ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب تمہاری دوا سے درد میں اضافہ ہو تو ان کو چھوڑ کر طالب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس کو پند ونصیحت کرنا چاہیے۔ اس میں اگر تم کو کچھ تردد ہو تو سورۂ عبس کی تلاوت کرو تم کو تصدیق ہو جائے گی۔ تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جبکہ ایک نابینا (عبداللہ بن ام مکتوم) تمہارے پاس طالب حق ہوکر آیا ہے تو آپ کو زیبا نہیں کہ اس سبب سے کہ وہ ایک غریب آدمی ہے اس لئے اس کو ہدایت کرنے کا نفع صرف اسی کی ذات تک محدود ہے اور متعدی نہیں اور سرداران قریش کی ہدایت کا نفع متعدی ہے نیز یہ مقصد دوسرے وقت میں بھی حاصل ہوسکتا ہے بخلاف ہدایت قریش کے ایک فعل کریں جو فی نفسہ اس کی دل شکنی کا باعث ہے گو آپکا قصد یہ نہیں اور نہ اس کو ہی بوجہ کمال عقیدت کے ناگوار ہوگا آپ سرداران قریش کی ہدایت پر اس لئے گرویدہ ہیں کہ عوام ان سرداروں سے دین سیکھیں اور آپ کو یہ خیال ہوا کہ سرداروں کی ایک جماعت نصیحت سننے پر آمادہ ہوئی ہے ممکن ہے کہ یہ رؤسا دین کے بہتر مددگار بن جائیں اور چونکہ ان کا عرب پر بھی تفوق ہے اور حبش پر بھی اس لئے آوازۂ دین بصرہ اور تبوک سے گزر جائے کیونکہ عوام سرداروں اور بادشاہوں کی روش پر چلتے ہیں اس سبب سے آپ نے ایک نابینا طالب کی ہدایت سے اعراض فرمایا اور ان کے آنے سے بمصلحت خیالی نہ کہ از روئے تحقیر منقبض ہوئے اور فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ یہ لوگ دین کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اس قدر نشست کم نصیب ہوتی ہے کہ یہ کچھ سننے کے لئے راغب ہوں تم تو اپنے ہی آدمی ہو۔ تمہارے لئے تو کافی وقت ہے ایسی حالت میں اور اس قدر تنگ وقت میں تم بھی آ گئے اور مجھے پریشان کیا۔ تم کو ایسا نہ چاہیے تھا میں نے یہ تم سے بطور نصیحت کے کہا ہے غصہ اور مخالفت سے نہیں کہا۔ سوائے ہمارے رسول آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک اندھا ہمارے نزدیک سو قیصر اور وزیروں سے بہتر ہے آپ کو واضح ہونا چاہیے کہ الناس معادن کہ لوگ مختلف استعدادیں اور متفاوت قابلیتیں رکھتے ہیں۔ بعض اعلیٰ استعداد اور عمدہ قابلیت رکھتے

ہیں وہ بمنزلہ سونے کی کان کے ہیں انہی میں سے یہ نابینا بھی ہے اور بعض استعداد ناقص رکھتے ہیں وہ بمنزلہ تانبے کی کان کے ہیں اور ایسے لوگوں میں یہ سرداران قریش ہیں اور ایک کان سونے کی لاکھوں تانبے کی کانوں سے بہتر ہوسکتی ہے یا یوں کہو کہ بعض لعل وعقیق کی کانیں ہیں ان میں تو یہ اندھا ہے اور بعض تانبے کی اور ان میں سرداران قریش ہیں اور ایک لعل وعقیق کی کان تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے پس اس معمولی شخص کی ان سرداروں پر فوقیت کی وجہ ظاہر ہوگئی اور اگر کسی کو شبہ اور خلجان واقع ہوتا تو وہ مندفع ہوگیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے ہمارے رسول ہمارے یہاں مال کچھ مفید نہیں ہم کو تو اس سینہ کی قدر ہے کہ جو عشق اور درد آہ سے پر ہو۔ پس چونکہ یہ نابینا درد عشق سے مالا مال ہے اس لئے تم اس کو نصیحت کرو کہ نصیحت اس کا حق ہے اور اس کی کچھ پرواہ مت کرو کہ چند احمق ہم کو نہ مانیں گے اگر یہ نہ مانیں اور آپ کو کڑوا اور نا قابل رغبت سمجھیں تو ان کے ایسے سمجھنے سے جبکہ آپ فی الواقع کان قند اور مرغوب ومحبوب ہیں کڑوے اور مکروہ نہیں ہو سکتے اور اگر چند احمق آپ پر کذب وجنون کی تہمت لگائیں تو آپ کو کچھ ضرر نہیں جبکہ حق سبحانہ آپ کے سچ اور کمال عقل کے شاہد ہیں گو آپ کا مقصد یہ نہیں بلکہ ترویج دین ہی آپ کا مقصود ہے مگر ہم آپ کے مزید اطمینان کے لئے امر واقع کا اظہار کرتے ہیں۔ حق سبحانہ کی یہ نصیحت سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ واقعی بات ہے مجھے اقرار عالم کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ حق سبحانہ میری صدق عقل اور ادائے فرض منصبی کی گواہی دیں تو اب مجھے کیا فکر ہے۔

رہی شفقت اور خلق خدا کے ضرر سے متاثر ہونا یہ دوسری بات ہے جو کہ ایک طبعی امر ہے بلکہ ان ناقصین کا میری مخالفت کرنا ہی میرے کمال کی دلیل ہے۔ چنانچہ اگر خفاش آفتاب سے متنفع ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ صورۃً آفتاب ہے حقیقۃً نہیں۔ کیونکہ آفتاب کی مخالفت خفاش کے لئے بمنزلہ لوازم ذات کے ہے۔ پس ان ناحق بین خفاشوں کا ہم سے متنفر ہونا دلیل ہے اس کی کہ میں حق سبحانہ کا روشن آفتاب ہوں۔ یوں ہی اگر گوہ کا کیڑا گلاب کی طرف راغب ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ خالص گلاب نہیں۔ نیز اگر کوئی کھوٹا سونا چاندی چلانے والا کسوٹی خریدے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اصل کسوٹی نہیں بلکہ نقلی ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ نیز ہر عیب دار اپنے عیب کو چھپانا چاہتا ہے اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ذریعہ اختیار کرے جس میں اس کی رسوائی ہو۔ اسی لئے چور رات چاہتا ہے۔ پس تم کو سمجھنا چاہیے کہ میں رات تو ہوں نہیں کہ یہ دین کے چور مجھے پسند کریں میں عالم میں روز تاباں ہوں اور ان چوروں کی قلعی کھولتا ہوں تو یہ مجھے کیوں پسند کرنے لگے۔ میں فارق بین الحق و الباطل ہوں بلکہ اعلیٰ درجہ کا فارق ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چھلنی کہ جس طرح چھلنی بھوسی کو الگ کر دیتی ہے اور آٹے کے ساتھ جانے سے روک دیتی ہے یوں ہی میں حق کو باطل کی آمیزش سے روکتا ہوں اور بھوسی اور آٹے اور حق اور باطل کو بالکل جدا جدا کرتا ہوں تا کہ دکھلا دوں کہ یہ جسم اور صورت ہے اور یہ روح اور حقیقت اور میری مثال ہے جیسے ترازو کہ میں محقر اور سبک عند اللہ کو گراں قدر اور موقر عند اللہ سے ممتاز کرتا ہوں

پس چونکہ ہر چیز کو اپنی موافق کی طرف میل ہوتا ہے اور مخالف سے نفرت چنانچہ بچھڑے کو وہی خدا سمجھتا ہے جو خود بھی بچھڑے کی طرح حیوان اور بے عقل ہو اور گدھے کو اس کا خریدار ہی خوب سمجھتا ہے یوں ہی ہر سامان کو وہی خوب پہچانتا ہے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو اور جس کے وہ لائق ہو اس لئے ان کا مجھ سے متنفر ہونا لازم ہے کیونکہ میں تو گائے نہیں کہ بچھڑا میرا طالب ہو اور میں خار نہیں کہ مجھے اونٹ چرے یعنی میں معاندین کفار کا مناسب نہیں کہ وہ میری طرف راغب ہوں وہ نااہل سمجھتا ہے کہ میں نے اس سے کشیدہ ہو کر اسے نقصان پہنچایا مگر یہ غلط ہے اس سے میرا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ ایک قسم کا فائدہ یہ ہوا کہ اس نے میرے آئینہ کمال کو جو کسی قدر مکدر اور مخفی تھا اور جلا دیدی اور اس کو اور روشن کر دیا چنانچہ پیشتر بھی اس کی وجہ گزر چکی ہے اور حکایت آئندہ سے بھی معلوم ہوگی۔

شرح شبّیری

ناصح کا نصیحت سے باز رہنا

آن الخ۔ یعنی اس مسلمان شخص نے اس بیوقوف کو چھوڑ دیا اور زیر لب لاحول کہتے ہوئے اپنا راستہ لیا۔

گفت چون الخ۔ یعنی ناصح بولا کہ جب کوشش سے اور نصیحت سے اور لڑائی سے اس کے دل میں بدگمانی زیادہ ہوتی ہے۔

پس الخ۔ یعنی پس راستہ پند و نصیحت کا بند ہو گیا اور اعرض عنہم کا حکم پیوستہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ میری اس قدر کوشش سے اس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص غرض اس میں ہے تو اب چاہیے کہ نصیحت و پند کو بند کر لیں اور اعراض کریں کہ بالکل بے سود ہے بلکہ مضر ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ دوا سے تیرا مرض بڑھتا ہے پس قصہ کو طالب سے کہو اور سورۂ عبس پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو جائے کہ پند و نصیحت سے اور ضرر ہوتا ہے تو چاہیے کہ ایسے شخص کو نصیحت ہی نہ کرے بلکہ ایسے کو نصیحت کرنا چاہیے جو کہ اس کے لائق اور اس کا اہل ہو اور جس کو نافع ہو اور دیکھو سورۂ عبس پڑھو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں بھی یہی حکم ہے کہ طالب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اب آگے سورۂ عبس کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ اعمیٰ حق کا طالب (ہوکر) آیا ہے تو اس کے فقر کی وجہ سے اس کو سینہ زخمی نہ کرنا چاہیے۔

تو حریصی الخ۔ یعنی آپ بڑے لوگوں کی ہدایت کے حریص ہیں تاکہ لوگ سرداروں سے علم سیکھیں۔

احمد ادیدی الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے یہ دیکھا کہ بڑے لوگوں میں سے ایک قوم (حق کو) سننے والی ہو گئی تو آپ خوش ہو گئے کہ شاید کہ

این الخ۔ یعنی یہ رئیس خوب دین کے یار ہو جائیں کہ یہ لوگ عرب کے اور حبشہ کے سردار ہیں تو

بگذرد الخ۔ یعنی یہ آوازہ دین کا بصرہ اور تبوک سے بھی بڑھ جائے گا اس لئے کہ لوگ بڑے آدمیوں کے دین پر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دیکھا کہ کچھ رئیس لوگ دین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ مہتدی ہو جائیں تو ان سے دین کو ترقی ہوگی اس لئے کہ **الناس علیٰ دین الملوک مسلم** ہے لہٰذا اگر یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پھر اور لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ شاید کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہے۔

زین الخ۔ یعنی اسی سبب سے آپ نے ایک اندھے ہدایت پانے والے سے روگردانی کی اور آپ تنگ آئے۔

کاندرین الخ۔ یعنی اس موقعہ کا تو اس فرصت میں کم اتفاق پڑتا ہے اور تو تو یاروں میں سے تھا اور تیرا وقت تو فراخ ہے۔

مزدحم الخ۔ یعنی تنگ وقت میں مجھ پر تو نے اژدھام کیا اور میں یہ نصیحت کی وجہ سے کہہ رہا ہوں غصہ اور لڑائی کی وجہ سے نہیں کہتا۔ مطلب یہ کہ آپ کو چونکہ وہ خیال ہوا ہے اس لئے آپ نے اس اندھے سے روگردانی کی اور آپ نے فرمایا کہ یہ موقعہ کہ یہ لوگ حق کو سنیں بہت ہی کم ملتا ہے اور وہ تو ہر وقت کے پاس کے رہنے والے تھے اور وقت بھی فراخ ملتا تھا اس لئے اور کسی وقت میں پوچھ لیتے۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ روسا مکہ نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم حق بات کے سننے کو تو حاضر ہیں مگر ان غربا و مساکین میں ہم نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ یہ لوگ سر پر چڑھ جائیں گے اگر آپ کوئی وقت تنہائی کا نکال کر ہم کو نصائح فرمائیں تو ہم راضی ہیں چونکہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا بہت ہی شوق تھا کہ لوگوں کو ہدایت ہو جس طرح بھی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو قبول فرمالیا حتیٰ کہ ایک روز کچھ شرفاء اور روسا اسی طرح تنہائی میں بیٹھے تھے اور اس وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک صحابی حضرت ابن ام مکتوم نابینا تھے ان کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس وقت کس قسم کی مجلس ہے اس لئے وہ کچھ دریافت کرتے ہوئے حاضر ہو گئے تو حضور کو ناگوار ہوا اور اس پر سورہ عبس نازل ہوئی تھی جس کا یہی مضمون تھا کہ آپ کو کیا خبر ہے ممکن ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ اندھے ہی بہتر ہوں اور انہی کی قسمت میں ہدایت لکھی ہو۔ اسی کو مولانا اپنے الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں۔

احمد انزد الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نزدیک یہ ایک اندھے سینکڑوں بادشاہوں اور وزیروں سے بہتر ہے۔

یاد الخ۔ یعنی الناس معادن کمعادن الذہب والفضۃ خیرہن خیر وشرہن شر کو یاد کرو کہ ایک معدن لاکھوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ اگرچہ روپیہ ویسے کتنا ہی ہو مگر پھر بھی ایک روز ختم ہو جائے گا اور معدن تو ختم ہی نہ ہوگا اس لئے کہ جو کم ہوا وہی پھر پیدا ہو گیا تو یہ حضرت ابن ام مکتوم تو معدن ہدایت ہیں اس لئے ان کو الگ نہ کرنا چاہیے۔

معدن الخ۔ یعنی ایک معدن لعل و عقیق کا پوشیدہ تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے اسی طرح یہ ایک بھی ان سب سے بہترین ہے۔

احمدا اینجا الخ۔ یعنی اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ مال کچھ فائدہ مند نہیں ہے سینۂ عشق اور درد اور دھوئیں سے پر ہونا چاہیے جس کو یہ حاصل ہے اس کو سب کچھ حاصل ہے اور جس کو یہ حاصل نہیں اس کو اس درگاہ میں پوچھ بھی نہیں۔

اعمے الخ۔ یعنی روشن دل اندھا دردمند آیا ہے تو اس کو نصیحت کر کہ جس کا حق نصیحت ہے۔

گر دو سہ الخ۔ یعنی اگر دو تین بے وقوف آپ کے صدق کے منکر بھی ہو گئے تو آپ کب تلخ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آپ قند کی کان ہیں۔ مطلب یہ کہ ان بیوقوفوں کے انکار سے اور تکذیب سے خدا نہ کردہ آپ کو کیا ضرر ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں مانتے تو مارے جھاڑو جو حق کو قبول کرے آپ اسی کو ہدایت فرمائیے۔

گر دو سہ احمق الخ۔ یعنی اگر دو تین احمقوں نے تجھ پر تہمت رکھ بھی دی تو تمہارے لئے تو حق تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے ہیں پھر آپ کو کیا غم ہے جب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا تو اب حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت بالمعنی کے طور پر نقل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام عالم کے اقرار سے فارغ ہوں اور جس کا کہ حق گواہ ہو اس کو کیا غم ہے لہٰذا اگر اب میری تصدیق تمام دنیا میں کوئی بھی نہ کرے تب بھی مجھے غم نہیں اس لئے کہ میلان تو مناسبت سے ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ **الجنس یمیل الی الجنس** تو اگر میلان ناقصین کا ہو گا تو اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی نقص ہے تب تو ناقصین کا میلان ہے ورنہ کامل کو ان لوگوں سے کیا واسطہ اور اسی لئے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی بزرگ کے یہاں امراء کا جمگھٹ زیادہ ہو تو سمجھ لو کہ پیر صاحب کے اندر بھی دنیا بھری ہوئی ہے ورنہ پھر امراء کا میلان کیوں ہے اور جس کی طرف غرباء زیادہ مائل ہوں اس کو سمجھ لو کہ کامل ہے اور نائب رسول ہے آگے اس کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

گر خفاشے الخ۔ یعنی اگر کوئی خفاش خورشید سے غذا (یعنی نور) حاصل کرے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ خورشید نہیں ہے اس لئے کہ

نفرت الخ۔ یعنی خفاشوں کی نفرت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ میں خورشید تاباں حضرت حق کا ہوں۔ مطلب یہ کہ کاملوں کی طرف ناقصین کا میلان دلیل ہے اس امر کی کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اس کے کمال کی دلیل یہی ہے کہ جو ناقص ہیں وہ اس سے متنفر ہوں۔

گر گلابے الخ۔ یعنی اگر گلاب کی طرف گوہ کا کیڑا رغبت کرے تو یہ اس کے گلاب نہ ہونے کی دلیل ہے۔

در شود الخ۔ یعنی اگر کوئی کھوٹ والا خریدار کسوٹی کا ہو تو اس کے کسوٹی ہونے میں نقصان اور شک آ گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ کھوٹی چیز کو فروخت کرتا ہے اگر وہ کسی کسوٹی کو خریدنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ کسوٹی ہی خالص نہیں ہے ورنہ اگر خالص ہوتی تو یہ شخص تو اس سے کوسوں دور بھاگتا۔ کہ اس کا عیب ظاہر کر دیتی۔ اسی طرح کسی بزرگ پر دنیاداروں کا جمگھٹ ہو تو یہ اس کے کمال میں کمی کی دلیل ہے۔

روز و شب الخ۔ یعنی جان لو کہ چور رات کو چاہتا ہے دن کو تو میں تو رات نہیں ہوں بلکہ دن ہوں کہ جہاں میں چمکتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جو ناقص ہیں وہ ظلمت ہی کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ نور کے اس لئے کہ نور میں تو ان کے عیوب معلوم ہو جائیں گے۔ اگلے مصرعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ میں تو نور ہوں یہاں ظلمت کا کیا کام میرے پاس تو ناقصین الرئے بھی نہیں پھٹکتے۔ آگے بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ

فارقم الخ۔ یعنی میں حق و باطل کو جدا کر دینے والا ہوں اور فاروق ہوں چھلنی کی طرح تا کہ کوڑا مجھ سے گزر نہیں سکتا۔

آردرا الخ۔ یعنی میں آٹے کو بھوسی سے الگ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ دکھلا دیتا ہوں کہ یہ نقوش ہیں اور یہ جانیں ہیں۔ مطلب یہ کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھاتا ہوں اور کسی قسم کا التباس باقی نہیں رہتا۔

من الخ۔ یعنی میں جہان میں حق تعالیٰ کی ترازو کی طرح ہوں کہ ہر ہلکے کو گراں سے متمیز کر دیتا ہوں۔

گاؤ الخ۔ یعنی بیل کو کوئی بچھڑا ہی خدا جانے گا کہ ایک گدھا خریدار ہے اور اس کے مناسب ہی سودا ہے۔

من نہ گاوم الخ۔ یعنی میں بیل تو ہوں نہیں جو کوئی گوسالہ مجھے خریدے اور میں کانٹا تو نہیں ہوں کہ کوئی اونٹ مجھے چرے مطلب یہ کہ میں ناقص تو نہیں ہوں کہ جو ان ناقصین کا میلان میری طرف ہو۔

او گمان الخ۔ یعنی وہ (ناقص) تو گمان رکھتا ہے کہ مجھ پر اس نے ظلم کیا بلکہ میرے آئینہ سے گرد کو صاف کر دیا۔ مطلب یہ کہ تکذیب سے لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم نے ان کو خوب دق کیا اور ان کی خوب تکذیب کی اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس سے اور بھی صفائی قلب ہوئی اور درجات میں اور بھی ترقی ہوگئی تو معلوم ہو گیا کہ ہر چیز کا میلان دوسری طرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس دوسری میں بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جو اس پہلی کے مناسب ہو اگر وہ پہلی سے ناقص ہے تو اس دوسری میں بھی نقص کا گمان ہے اور اگر وہ کامل ہے تو اس میں بھی گمان کمال ہے آگے اسی کے متعلق ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک مرتبہ جالینوس جا رہا تھا تو ایک دیوانہ نے آ کر ان سے خوب ہی چاپلوسی کی باتیں کیں اور بہت ہی محبت سے پیش آیا تو جالینوس راستہ ہی سے واپس ہوا اور ایک شاگرد سے بولا کہ فلاں معجون لے آؤ کہ میں کھاؤں گا اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو جنون کے لئے ہے تو فرمایا کہ مجھ سے فلاں مجنوں نے محبت کا برتاؤ کیا جس سے شبہ مجھے بھی یہ ہوا کہ شاید میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا ہے ورنہ اس کو مجھ سے کیا تعلق اور یہ کیوں میرے پاس آتا۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

تملق کردن دیوانہ جالینوس را و ترسیدن جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب خود	مر مرا تا آں فلاں دارو دہد
جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی)	مجھے فلاں دوا لا دے

پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنوں	ایں دوا خواہند از بہر جنوں
اس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات!	یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں
دور از عقلت مگو ایں گفتگو	گفت درمن کرد یک دیوانہ رو
خدا کرے جنون! تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر	اس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا
ساعتے در روئے من خوش بنگرید	چشمکم زد آستین من درید
تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا	مجھے آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی
گرنہ جنسیت بدے درمن ازو	کے رخ آوردے بمن آں زشت رو
اگر مجھ میں اس کی جنسیت نہ ہوتی	وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟
گرنہ دیدے جنس خود کے آمدے	کے بغیر جنس خود را برزدے
اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا!	اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟
چوں دوکس برہمزند بے ہیچ شک	درمیاں شاں ہست قدر مشترک
جب دو شخص آپس میں ملیں، بلاشک	ان میں کوئی قدر مشترک ہے
کے پرد مرغے مگر با جنس خود	صحبت ناجنس گورست و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے	ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن و چریدن مرغے با مرغ دیگر کہ جنس او نبود

ایک پرند کے غیر جنس پرند کے ساتھ اڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے	در بیاباں زاغ را با لکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا	جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ
در عجب ماندم بجستم حال شاں	تاچہ قدر مشترک یا بم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا، میں نے ان کے حال کی جستجو کی	تاکہ قدر مشترک کا پتہ لگاؤں
چوں شدم نزدیک من حیران ودنگ	خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
میں جب حیران اور دنگ، قریب پہنچا	میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

اب تم ایک حکایت سنو جس سے تائید ہو اس امر کی کہ ہر شئے کا میلان اپنے مناسب ہی کی طرف ہوتا ہے۔ جالینوس نے اپنے کسی آدمی سے کہا کہ مجھے فلاں دوا دیدو اس نے عرض کیا کہ آپ تو ہر فن میں کامل ہیں یہ دوا تو جنون کے لئے ہے خدا آپ کی عقل کو اس مرض سے محفوظ رکھے آپ ایسی بات پھر نہ فرمائیے۔ اس میں علاوہ بدفالی کے لوگوں کے لئے غلط فہمی بھی ہے اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ایک دیوانہ میری طرف متوجہ ہوا اور تھوڑی دیر تک مجھے خوب دیکھا اور میری طرف آنکھیں مٹکا تا رہا اور لپٹ کر میری آستین پھاڑ ڈالی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ میں بھی کچھ شائبہ جنون ضرور ہے اگر مجھ میں اس سے مجانست نہ ہوتی تو وہ منحوس میری طرف کیوں متوجہ ہوتا اور اگر مجھے اپنا سا ندی دیکھتا تو میری طرف کب آتا۔ اور اپنے غیر جنس سے کیسے بھڑتا اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے سے میل کریں تو ضرور ان میں کوئی قدر مشترک محسوس ہوگی جو ان میں اور اوروں میں نہیں ہے جن سے وہ میل نہیں کرتے کیونکہ ہر جانور اپنی ہی جنس کے ساتھ اڑتا ہے غیر جنس کے ساتھ نہیں اڑتا اور وجہ یہ ہے کہ ناجنس کی صحبت سخت ناگوار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا مثل قبر میں رہنے کے سمجھا جاتا ہے اسی اصول کی بناء پر ایک حکیم نے کہا کہ میں نے جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ چلتے دیکھا یہ دیکھ کر مجھے نہایت حیرت ہوئی اور میں نے ان کی حالت دریافت کرنی چاہی کہ ان دونوں میں کیا چیز قدر مشترک ہے جس کے باعث ان دونوں میں میل ہے جب میں اس تحیر کی حالت میں اور پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ دونوں لنگڑے ہیں۔

شرح شبّیری

ایک پاگل کا جالینوس سے تملق کرنا اور جالینوس کا اس سے ڈرنا

گفت الخ۔ یعنی جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مجھے وہ فلاں دوا دو۔

پس الخ۔ یعنی پس ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ اے ذوفنون اس دوا کو تو جنون کے واسطے لیا کرتے ہیں۔

دور از الخ۔ یعنی آپ کی عقل سے دور آپ ایسی بات مت کہیے تو جالینوس نے کہا کہ مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی مجھے خوب دیکھا اور میری طرف چشمک ماری اور میری آستین (کھینچ کر) پھاڑ دی۔ غرضیکہ بہت ہی دوستانہ تعلقات معلوم ہوتے تھے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر میرے اندر اس کی جنسیت نہ ہوتی تو وہ زشت رو میری طرف رخ کیوں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا آ گیا ہے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر وہ اپنی جنس کو نہ دیکھتا تو کب آتا اور بغیر جنس کے اپنے کو کب مارتا۔ یعنی اگر میں اس کا ہم جنس نہ ہوتا تو وہ میری طرف کیوں توجہ کرتا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ میرے اندر بھی ایک شائبہ جنون ہے اس لئے

جنون کی دوا کھاتا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب دو شخص آپس میں ملیں تو بے کسی قسم کے شک کے جان لو کہ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک ہے کہ جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف میلان ہے۔

کے پرد الخ۔ یعنی کوئی جانور بجز اپنے ہم جنس کے کب اڑے گا (اس لئے کہ) صحبت ناجنس کی تو گور اور لحد ہے۔ لہٰذا اگر کسی جگہ ایسا دیکھا جائے کہ دو غیر جنس آپس میں مل رہے تو سمجھ لو کہ ان دونوں میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ضرور ہے جیسا کہ حکایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ دیکھا تو تعجب ہوا کہ یہ دونوں غیر جنس ہو کر کس طرح ساتھ ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں ان دونوں میں یہ ایک ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے وہ دونوں قریب الجنس ہو کر آپس میں مل رہے تھے۔ اب حکایت سنو۔

ایک جانور کا اپنے غیر جنس کے ساتھ اڑنے اور چگنے کا سبب

آن الخ۔ یعنی ایک حکیم نے کہا کہ میں نے بیابان میں ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ پھرتے دیکھا۔

در عجب الخ۔ یعنی میں تعجب میں رہ گیا اور ان کے حال کی جستجو کی تاکہ میں کسی قدر مشترک کو نشانی پاؤں۔

چون الخ۔ یعنی جب میں حیران اور دنگ ان کے قریب پہنچا تو میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں یہ قدر مشترک ہے اور اس وجہ سے آپس میں مجاذبت ہے اب آگے رجوع ہے مضمون بالا کی طرف اوپر فرمایا تھا کہ ہر شئے اپنے ہم جنس کی طرف منجذب ہوتی ہے اور اگر کسی جگہ کسی ناقص کو کامل کی طرف میلان دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اور اس کی بہت سی مثالیں دی تھیں اب اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود	باکیے چغدے کہ او فرشی بود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو	ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)
آں یکے خورشید علییں بود	ویں دگر خفاش کز سجیں بود
ایک وہ جو علییں کا سورج ہو	اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو
آں یکے نورے ز ہر عیبے بری	واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے	اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے
واں یکے ماہے کہ بر پروین زند	واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے	ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسفؑ رخے عیسیٰؑ نفس	ویں دگر گرگے ویا خریا خرس
ایک یوسفؑ جیسے چہرے والا' عیسیٰؑ جیسے سانس والا	دوسرا بھیڑیا' یا گدھا' یا ریچھ
آں یکے پراں شدہ در لامکاں	ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اڑتا ہے	اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح
آں یکے سلطان عالی مرتبت	ویں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک ' بلند مرتبہ بادشاہ	اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں
آں یکے خلقے ز اکرامش خجل	ویں دگر از بینوائی منفعل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ	اور یہ دوسرا' بے سروسامانی سے شرمندہ
آں یکے سرور شدہ ز اہل زماں	ویں دگر در خاک خواری بس نہاں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا	اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا
بلبلاں را جائے می زیبد چمن	مر جعل را در چمیں خوشتر وطن
بلبلوں کی جگہ' چمن میں مناسب ہے	گبرونڈے کا گندگی بہترین وطن ہے
با زبان معنوی گل با جعل	ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
پھول' گبرونڈے کو زبان حال سے	یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!
گر گریزانی ز گلشن بیگماں	ہست آں نفرت کمال گلستاں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے' یقیناً	وہ نفرت' چمن کا کمال ہے
غیرت من برسر تو دور باش	می زند کاے خس ازیں در دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ	(پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ
ور بیا میزی تو با من اے دنی	ایں گماں آید کہ از کان منی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا	یہ خیال ہو گا کہ تو میری جنس کا ہے
گر در آمیزد ز نقصان من ست	زاں کہ پندارند کوزان من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے	کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے
حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت	چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے	تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

یک رگم زایشاں بدو آں را برید	در من آں بدرگ کجا خواہد رسید
میری ایک رگ ان میں کی تھی اس کو کاٹ دیا	وہ بری رگ مجھ میں کہاں آ سکتی ہے؟
یک نشان آدمؑ آں بد از ازل	کہ ملائک سر نہندش از محل
(حضرت) آدم کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی	کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے ان کو سجدہ کریں
یک نشان دیگر آں کہ آں بلیس	نہندش سر کہ منم شاہ و رئیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان	ان کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں
پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے	او نہ بودے آدمؑ او غیرے بدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا	تو وہ آدم نہ ہوتا کوئی اور ہوتا
ہم سجود ہر ملک میزان اوست	ہم جحود آں عدو برہان اوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اس کا معیار ہے	اس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے
ہم گواہ اوست اقرار ملک	ہم گواہ اوست کفران سگک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے	ذلیل کتے کا انکار بھی اس کا گواہ ہے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد
اس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل	کہ اس ریچھ نے اس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

پس جب ایک کو تعلق کے ساتھ بدون امر مشترک کے نہیں چل سکتا تو ایک شہباز جو کہ عرش کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ذوالعرش المجید کے مخصوصین میں سے ہے (یعنی نبی) ایک اتو (مجوب) کے ساتھ کیونکر تعلق رکھے گا جو سراسر عالم ناسوت میں منہمک ہے کیونکہ ان دونوں میں بعد المشر قین ہے۔ ایک جنت کے درجات عالیہ کا آفتاب ہے دوسرا دوزخ کے طبقہ سفلی کا خفاش ہے اور ایک تو سراپا نور ہے جو کہ ہر عیب سے منزہ ہے اور دوسرا بالکل اندھا اور ہر گھر کا گدا ہے۔ ایک ماہتاب ہے جو کہ پروین پر غالب ہے اور دوسرا کیڑا ہے جو کہ گوبر سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک تو جمال معنوی سے یوسف رخ ہے اور امراض روحانیہ کے لئے عیسے نفس ہے دوسرا ایک کیڑا یا گدھا یا گونگا ہے ایک تو عروج روحانی کے لحاظ سے اس قدر بلند پرواز ہے کہ لامکان تک اڑتا ہے اور حق سبحانہ سے ایک خاص تعلق پیدا کرتا ہے۔ دوسرا کتوں کی طرح دنیا کی نجاسات میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک عالی مرتبہ بادشاہ ہے اور شاداں و فرحاں ہے دوسرا گلخن دنیا میں پڑا ہوا اپنی جان کو رو رہا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی تعزیت کی جائے۔ ایک کی تو یہ حالت ہے کہ اس کے انعام و اکرام سے مخلوق شرمندہ ہے اور دوسرے کی یہ کہ اپنی بے

سروسامانی سے خود شرمندہ ہے ایک تو ایسا ہے کہ سردار دو عالم ہے اور ایک ایسا کہ خاک مذلت میں سراسر وبا ہوا ہے پس یہ دونوں ایک ساتھ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو بلبل ہے اور بلبلوں کے لئے چمن شایان ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا اس کے لئے بہتر مکان گھورا ہے ایک ان میں گل ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا گل گوہ کے کیڑے سے بزبان حال کہتا ہے کہ بدبودار کیڑے اگر تو گلشن سے بھاگتا ہے تو کچھ حرج نہیں بلکہ یہ تیرا بھاگنا ہی گلستان کے کمال کی دلیل ہے میری غیرت تیرے سر پر نعرۂ دور باش لگاتی ہے اور کہتی ہے کہ ارے ذلیل دور ہوا گر تو مجھ سے ملے گا تو اس سے خود مجھ پر دھبہ لگے گا اور لوگ مجھے بھی تیری ہی جنس سے سمجھیں گے غرض کہ تیرے ملنے میں میرا کوئی فائدہ نہیں بلکہ گونہ نقصان ہے کہ لوگوں کو میرے کمال میں شبہ ہوگا کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ تو میرا ہم جنس ہے۔ پس اس گوہ کے کیڑے کا مجھ سے ملنا ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے چوہا اور دریا۔ یا مچھلی اور خشکی۔ پس جس طرح چوہا دریا کی طرف مائل نہیں ہوسکتا اور مچھلی خشکی کی طرف راغب نہیں ہو سکتی یوں ہی وہ گوہ کا کیڑا محجوب بھی مجھ نبی کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے۔ کیونکہ جب حق سبحانہ نے مجھے نجاسات دنیویہ سے پاک رکھا ہے تو کیسے مناسب ہے کہ وہ ایک ناپاک گوہ کے کیڑے اور سگ دنیا کو مجھ پر مسلط کر دے کیونکہ اس کا میلان تو نجاسات کی طرف ہے اور یہاں نجاست کا نام نہیں تو وہ مجھ پر مسلط کیونکر ہو سکتا ہے مجھ میں اگر ان کی مناسبت کا کچھ حصہ تھا بھی تو حق سبحانہ نے میرے سینہ کو شق کر کے اس کو بھی نکال پھینکا اور میرے سینہ کو نجاست دنیویہ سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ پس اب وہ دنیا کا کتا گوہ کا کیڑا مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور میری طرف کیسے راغب ہو سکتا ہے۔ اچھے لوگوں اور کاملین کے کمال کی دو علامتیں ہیں۔ ایک اچھے لوگوں کا میلان اور دوسرے بدوں کا تنفر۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے کمال کی ایک تو یہ علامت تھی ہی کہ فرشتے ان کے علو مرتبت کے سبب ان کے آگے سر جھکاتے تھے اور دوسری علامت یہ تھی کہ ابلیس نے انا خیر منہ کہہ کر سجدہ سے انکار کیا۔ پس اگر ابلیس بھی سجدہ کر لیتا تو آدمؑ آدمؑ نہ ہوتے بلکہ کچھ اور ہوتے۔ کیونکہ ایک نشانی کمال کی مفقود ہو جاتی۔ پس جس طرح فرشتوں کا سجدہ کرنا ان کے کمال کا معیار ہے یوں ہی اس دشمن انسان ابلیس کا انکار بھی ان کی کمال کی ایک دلیل قطعی ہے اور جس طرح فرشتوں کا اقرار ان کے کمال کا شاہد ہے یوں ہی اس کتے کا انکار بھی ایک گواہ ہے پس خوب ثابت ہو گیا کہ اس نااہل کی مجھ سے نفرت میرے آئینۂ کمال سے زنگ کو دور کرتی ہے یہاں تک بیان تھا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آپ بزبان حال فرما رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اچھا اس کو ختم کر کے اب لوٹنا چاہیے کہ ریچھ نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔

شرح شبّیری

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ شہباز جو کہ عرشی ہو اس چغد کے ساتھ کہ جو فرشی ہو۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی کامل

جس کا تعلق کہ عالم غیب اور عالم بالا سے ہو ناقصین سے ملے کہ جن کا تعلق دنیا سے ہے تو یہ اور بھی تعجب کی بات ہے۔ آگے ناقصین و کاملین کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو عالم بالا کا خورشید ہو اور یہ دوسرا خفاش سجین سے ہو۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو نور ہے اور ہر عیب سے بری ہے اور وہ دوسرا اندھا اور ہر دروازہ کا فقیر ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ پروین پر غالب ہوتا ہے اور وہ ایک کیڑا ہے جو کہ گوبر میں تنتا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو یوسف رخ اور عیسے نفس ہے اور یہ دوسرا گرگ ہے یا گدھا ہے یا گونگا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو لامکاں میں اڑ رہا ہے اور وہ ایک کوڑی میں کتوں کی طرح (ذلیل) ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو بادشاہ عالی مرتبہ ہے اور وہ ایک بھاڑ میں غم میں مبتلا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو کہ اس کی بخشش کی ایک خلق شرمندہ ہے اور یہ دوسرا بے نوائی کی وجہ سے منفعل ہو رہا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو اہل زمان میں سے سردار ہے اور یہ دوسرا خاک وخواری میں نہاں ہے۔

بلبلا نرا الخ۔ یعنی بلبلوں کی جگہ تو چمن زیب دیتی ہے اور گوہ کے کیڑے کا گوہ ہی میں عمدہ وطن ہے۔

باز بان الخ۔ یعنی پھول گوہ کے کیڑے سے زبان حال سے کہتا ہے کہ اے گندہ بغل۔

گر گریزانی الخ۔ یعنی اگر تو گلشن سے گریزاں ہے تو بے شک یہ نفرت گلستان کا کمال ہے۔

غیرت من الخ۔ یعنی میری غیرت تیرے سر پر دورباش (کاڈنکا) بجارہی ہے کہ اے کمینہ اس دروازہ سے دور ہو۔

ور بیامیز ے الخ۔ یعنی اے کمینے اگر تو میرے ساتھ ملے تو یہ گمان ہو کہ تو میری جنس سے ہو۔ (حالانکہ ایسا نہیں ہے)

گر درا الخ۔ یعنی اگر وہ ملے تو یہ میرا نقصان ہے اس لئے کہ لوگ جانیں گے کہ یہ میری جنس سے ہے۔

گر درآمیزد الخ۔ یعنی اگر وہ زہرناگ مجھ میں ملے تو چوہا اور دریا اور مچھلی اور خشکی (کی طرح بے جوڑ) ہو۔

حق مرا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جب مجھے پلیدی سے پاک رکھا تو کس طرح لائق ہے مجھ سے کسی پلیدی کو مقرر کرنا۔ مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ناقص اور کامل میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی جگہ پر کوئی ناقص کامل کی طرف جائے تو اس سے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کامل ہی نہیں جب تو اس کی طرف ناقص کا میلان ہو رہا ہے اور اس کی یہ سب مثالیں دی ہیں کہ کامل کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شہباز ہو یا خورشید یا نور یا چاند یا یوسف رُخ وغیرہ اور ناقص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے چغد یا خفاش یا اندھا یا کرم سرگیں یا گدھا وغیرہ اور جیسے کہ کامل کی شناخت اس کے کمالات ہیں اسی طرح کامل کے کمال کی ایک یہ بھی شناخت ہے کہ اس سے معاندین اور ناقصین کو نفرت ہو اور اس کی صورت سے بیزار ہوں۔

تو دیکھو کہ ان اشیاء میں مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے باہم تجاذب نہیں ہوتا اسی طرح کاملین و ناقصین میں بھی بہ سبب عدم تناسب کے تجاذب مابین نہیں ہوتا۔ آگے مقولہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرماتے ہیں کہ

یک رگم الخ۔ یعنی میرے اندران کی ایک رگ تھی حق تعالیٰ نے اس کو بھی کاٹ دیا تو اب میرے اندر وہ بد رگ کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان ناقصین کا ایک اثر مجھ میں تھا لیکن حق تعالیٰ نے اس کو بھی میرے اندر سے نکال دیا ہے تو اب مجھ پر کسی بدرگ کا قابو نہیں چل سکتا۔ اس میں یا تو اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کفار وغیرہ میں اور مجھ میں ایک قدر مشترک یہ تھی کہ ان کا بھی ایک شیطان تھا اور ایک میرا بھی لیکن حق تعالیٰ کی مدد سے وہ بھی مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ بات بھی نہ رہی اور اب تو کسی قسم کی بھی مناسبت مابین باقی نہیں رہی اور یا اس حدیث کی طرف اشارہ ہو جس میں کہ ارشاد ہے کہ جب شق صدر ہوا ہے تو فرشتوں نے ایک پھٹکی خون کی نکالی اور کہا کہ آپ کے اندر اتنا حصہ شیطان کا تھا یعنی اتنا اثر آپ میں بشریت کا تھا تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ان امور بشریہ میں جو اس خون کی پھٹکی کے متعلق تھے ان لوگوں سے مناسبت تھی اور آپس میں یہ قدر مشترک تھی لہٰذا اب اس کو بھی حق تعالیٰ نے نکال دیا لہٰذا اب کوئی کسی قسم کی مناسبت باقی نہیں ہے اس لئے کفار کا انکار کرنا بھی دلیل کمال ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

یک نشان الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے (کمال) کی ازل سے ایک نشانی تو یہ تھی کہ ان کے مرتبہ کی وجہ سے ملائکہ سجدہ کریں گے۔

یک نشان الخ۔ یعنی ایک نشانی دوسری وہ کہ وہ ابلیس لعین ان کے آگے سر نہ رکھے گا کہ میں تو شاہ اور رئیس ہوں۔ مطلب یہ کہ ایک نشانی ان کے کمال کی مسجود ملائکہ ہونا تو ہے ہی ایک دوسری نشانی یہ ہے کہ ابلیس ان کا انکار کرے گا اور وہ ان کے سجدہ سے باز رہے گا تو یہ بھی ان کے کامل ہونے کی دلیل ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

پس اگر الخ۔ یعنی پس اگر ابلیس ساجد ہو جاتا تو وہ آدم نہ ہوتے کوئی اور ہوتے اس لئے کہ اگر وہ بھی سجدہ کر لیتا تو معلوم ہوتا کہ آپس میں کوئی مناسبت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ان کی طرف جھکا اور اب معلوم ہو گیا کہ چونکہ انتہا کمال کو پہنچے ہوئے تھے اس لئے اس مردود ازلی نے ان کو سجدہ کرنے سے کنارہ کشی کی کہ آپس میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

ہم سجود الخ۔ یعنی ہر فرشتہ کا سجدہ کرنا بھی ان (کے کمال) کا معیار ہے اور اس دشمن کا انکار کرنا بھی (ان کے کمال کی) دلیل ہے۔

ہم گواہ الخ۔ یعنی فرشتوں کا اقرار کرنا بھی ان کا گواہ ہے اور اس پلے کا کفران بھی ان کا گواہ ہے غرضیکہ معلوم ہو گیا کہ کوئی شئے غیر جنس سے نہیں ملتی بلکہ جب دو چیزوں میں تجاذب ہوگا تو ضرور ہے کہ ان میں کوئی قدر مشترک ہوگی لہٰذا اس شخص نے جو ریچھ کو نہ چھوڑا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں آپس میں کوئی ضرور مناسبت تھی کہ اس شخص میں بھی بہیمیت اور سبعیت آ گئی تھی ورنہ اس انجذاب کے کیا معنی آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن الخ۔ یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہٰذا لوٹو کہ اس ریچھ نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔ اب یہاں سے پھر اس ریچھ کے قصہ کی طرف رجوع ہے

شرح حبیبی

تتمۂ قصۂ اعتماد آں مغرور بر تملق خرس

اس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی حصہ

او بخفت و خرس میراندش مگس	وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑاتا تھا	اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آ جاتی تھیں
چند بارش راند از روئے جواں	واں مگس زو باز می آمد دواں
اس نے کئی بار ان کو جوان کے منہ پر سے اڑایا	وہ مکھیاں تیزی سے واپس آ جاتیں
خشمگیں شد با مگس خرس و برفت	برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا	پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اٹھا لیا
سنگ آورد و مگس را دید باز	بر رخ خفتہ گرفتہ جائے ساز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا	سوئے ہوئے کے منہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے
برگرفت آں آسیا سنگ و بزد	بر مگس تا آں مگس واپس خزد
اس نے چکی (جیسا) پتھر اٹھایا اور مارا	مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں
سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد	ایں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے منہ کو خشخاش (جیسا) کر دیا	یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی
مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں	کین او مہر ست و مہر اوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے	اس کا کینہ محبت ہے اور اس کی محبت کینہ ہے
عہد او سست ست و ویران و ضعیف	گفت او زفت و وفائے او نحیف
اس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد اور ضعیف ہے	اس کی باتیں گھٹی ہیں اور اس کی وفاداری کمزور ہے
گر خورد سوگند ہم باور مکن	بشکند سوگند مرد کژ سخن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر	الٹی باتیں کرنے والا قسم توڑ ڈالتا ہے
چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ	تو میفت از مکر و سوگندش بدوغ
چونکہ اس کی بغیر قسم کے بات جھوٹ تھی	تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفس او میر ست و عقل او اسیر	صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
اس کا نفس حاکم ہے اور اس کی عقل قیدی ہے	لاکھوں قرآن اس کے کھائے ہوئے سمجھ
چونکہ بے سوگند پیماں بشکند	گر خورد سوگند ہم آں بشکند
جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے	اگر قسم بھی کھا لے گا اس کو توڑ ڈالے گا
زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں	کہ کند بندش بسوگند گراں
کیونکہ اس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہو گا	کہ اس کو بھاری قسم میں قید کرے
چوں اسیرے بند بر حاکم نہد	حاکم آں را بر درد بیروں جہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے	حاکم اس کو توڑ دے گا' باہر نکل آئے گا
برسرش کوبد زخشم آں بند را	می زند بر روئے او سوگند را
اس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا	قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا
توز اوفوا العقودش دست شو	احفظوا ایمانکم با او مگو
تو ''عہدوں کو پورا کرو'' سے اس سے ہاتھ دھو لے	''اپنی قسموں کی حفاظت کرو'' اس سے نہ کہہ
وانکہ داند عہد با کہ می کند	تن کند چوں تارو گرد او تند
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے	جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اس کے گرد تنتا ہے

الغرض وہ شخص سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑانے لگا۔ جوں جوں وہ اڑاتا تھا اسی طرح مکھیاں ضد سے لوٹ لوٹ آتی تھیں کئی دفعہ اس نے اس جوان کے منہ پر سے مکھیاں اڑائیں لیکن ہر بار وہ مکھیاں لوٹ لوٹ آئیں ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا لہٰذا گیا اور پہاڑ میں سے ایک بڑا پتھر لیا جب پتھر لایا پھر مکھیوں کو دیکھا کہ سونے والے کے منہ پر بیٹھی ہوئی ہیں تو اس نے اس چکی کے پاٹ جیسے پتھر کو لیا اور مکھیوں کو مارا کہ یہ واپس لوٹ جائیں اور پھر نہ آئیں اس پتھر نے سونے والے کے سر کو چکنا چور کر دیا اور یہ مثل عالم میں مشہور ہوگئی کہ نادان کی دوستی ریچھ کی دوستی ہے اس سے تم کو سمجھنا چاہیے کہ نادان کی دوستی جو نادانی سے ہوتی الحقیقت دشمنی ہے اور دشمنی جو نادانی سے ہو دوستی ہے اور یادرکھ کہ وہ جو عہد کرتا ہے وہ کمزور اور تباہ وضعیف ہے۔ باتیں اسکی بہت بڑی بڑی ہیں مگر وفا کمزور ہے۔ پس اگر وہ قسم بھی کھائے تو اعتبار نہ کرنا اس لئے کہ جو آدمی اینڈی بینڈی باتیں کرتا ہے اس کو قسم کا توڑ دینا کچھ دشوار نہیں جبکہ بلا قسم کے جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کے مکر اور قسم سے فریب میں نہ آنا بات یہ ہے کہ وہ تابع نفس ہے اور نفس اس کا حاکم اور اس کی عقل اس کی مقید ہے وہ سینکڑوں قرآن کھا کر بھی ڈکار نہیں لیتا۔ پس جو

شخص بلا قسم کے عہد کو توڑ ڈالتا ہے وہ بہت برا کرتا ہے جو قسم کھاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ نفس کو جکڑنا چاہتا ہے اور نفس کو اس سے اور ہیجان ہوگا کہ وہ اس کو بھاری زنجیروں میں باندھتا ہے کیونکہ وہ اس کا حاکم ہے اور یہ اس کا مقید اور جب کوئی قیدی حاکم کو باندھنا اور اس کو پابند کرنا چاہتا ہے تو حاکم اس بند کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور خود باہر نکل آتا ہے اور غصہ سے اس بند کو اس کے منہ پر مارتا ہے پس وہ نفس بھی اس قسم کو اس کے منہ پر مارے گا اور یہ اس کو بوجہ اپنی مغلوبی کے روک نہ سکے گا لہٰذا جب نفس غالب ہو تو ایسے اسباب پیدا نہ کرنے چاہئیں جن سے اس کو ہیجان ہو بلکہ تدبیر اور ملاطفت سے اس کو قابو میں لانا چاہیے جب یہ معلوم ہو گیا کہ ایسے شخص کی قسم سے نفس کی ضد بڑھتی ہے اور وہ قسم کو ضرور توڑ ڈالتا ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اس کی پیمان مؤکد بقسم کو سادے پیمان سے بھی زیادہ کمزور سمجھو۔ القصد تم کو اس کے وفائے عہد سادہ و مؤکد بقسم ہر دو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے۔ اور اس سے بتوقع وفا احفظوا ایمانکم نہ کہنا چاہیے کیونکہ اس سے وفائے عہد کی امید نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کا عادی ہے اس کی قسم سے اس کی بات کو کوئی تفوق حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص جانتا ہے کہ وہ فی الحقیقت کسی کے ساتھ عہد کرتا ہے وہ حفاظت میں اپنے جسم کو تار کر دیتا ہے اور ہر طرح کی مشقتیں اور روحانی کوفتیں جھیلتا ہے مگر اپنے عہد کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اپنے عہد میں حق سبحانہ کو وثیقہ و دستاویز بتاتا ہے اور اس کے نام سے اپنے پیمان کو مضبوط کرتا ہے وہ اپنے جسم کو اس پیمان کے چاروں طرف روک بنا دیتا ہے اور ہمہ تن اس کی حفاظت کرتا ہے کہ مبادا جاتا نہ رہے اور کوئی بات خلاف عہد نہ ہو جائے شاید تم کو استبعاد ہو کہ عہد تو اس نے انسان کے ساتھ کیا تھا یہ خدا کے ساتھ عہد کیونکر ہو گیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ جب اس نے خدا کے نام کو وثیقہ بنایا تو گویا کہ خدا کو اس نے وفائے عہد کا ضامن بنایا اور خدا کے ساتھ معاہدہ کیا کہ ہم خلاف ورزی نہ کریں گے۔ دوسرے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ **اوفوا بالعقود** اور **احفظو ایمانکم** اور یہ ان احکام کو مانتا ہے تو یہ عہد ہے حق سبحانہ سے ایفاء کا پس جس طرح وہ بندے سے عہد کرتا ہے یوں ہی خدا سے بھی عہد کرتا ہے کہ میں حسب الحکم اس کی پابندی کروں گا۔ ان دونوں صورتوں میں تو بندہ کے عہد کے ساتھ خدا کے ساتھ ایک جداگانہ عہد ہوگا اور یہ عہد اس کو متضمن ہوگا یا مستلزم مگر یہ بھی ممکن ہے کہ بعض جگہ وہی عہد جو بندہ کے ساتھ کیا گیا ہے اس بندہ کے حق سبحانہ کے ساتھ عرفی اتحاد کی بنا پر حق سبحانہ کے ساتھ ہو جیسے کہ عبادت بندۂ خاص کو حق سبحانہ خود اپنی عبادت فرماتے ہیں جس کی تفصیل مع فوائد زائدہ حوالۂ قلم کی جاتی ہے سنو۔

شرح شبّیری

اس آدمی کی حکایت کا تتمہ جو کہ ریچھ کی وفاداری پر مغرور تھا

شخص خفت الخ۔ یعنی وہ شخص تو سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں جھل رہا تھا اور ضد کی وجہ سے مکھی جلدی ہی پھر

واپس آ جاتی تھی (جیسا کہ مکھی کا قاعدہ ہے کہ جتنا ہٹاؤ اتنا ہی آتی ہے)

چند بارش الخ۔ یعنی اس ریچھ نے کئی مرتبہ جوان کے منہ سے اس کو ہٹادیا مگر وہ مکھی پھر دوڑتی ہوئی واپس آتی تھی۔

خشمگین شد الخ۔ یعنی ریچھ مکھی سے غصہ میں ہوا اور گیا اور پہاڑ سے ایک بڑا بھاری پتھر لایا۔

سنگ الخ۔ یعنی پتھر لایا اور مکھی کو پھر سونے والے کے منہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

برگرفت الخ۔ یعنی وہ چکی کا پتھر لے کر مکھی کے مارا تا کہ وہ مکھی واپس لوٹے تو نتیجہ یہ ہوا کہ۔

سنگ روئے الخ۔ یعنی پتھر نے سونے والے کے منہ کو چور چور کر دیا اور یہ مثل (ذیل کی) تمام عالم پر ظاہر کر دی۔

مہر ابلہ الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے اس کا کینہ مہربانی ہے اور اس کی مہربانی کینہ ہے۔ مطلب یہ کہ اب یہ مثل ہوگئی کہ بیوقوف کی دوستی کو خرس کی دوستی کہتے ہیں۔ پس اگر بے وقوف دشمن ہو تو سمجھو کہ حقیقت میں یہ اس کی مہربانی ہے اس لئے کہ وہ اب کوئی گزند نہ پہنچائے گا اور اگر کہیں اس نے دوستی کر لی تو یہ حقیقت میں دشمنی ہے کہ خوب اچھی طرح ضرر ہونگے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

عہد او سست الخ۔ یعنی اس بیوقوف کا عہد سست ہے اور ویران اور ضعیف ہے اور قول اس کا فضول ہے اور وفا اسکی کمزور

گر خورد الخ۔ یعنی اگر وہ قسم کھائے تب بھی یقین مت کر کیونکہ اوندھی بات والا آدمی قسم کو بھی توڑ دے گا۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ بے قسم کے اس کا قول کاذب ہے تو تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں مت پڑ۔ دوغ بمعنی چھاچھ دھوکہ کو اس لئے کہتے ہیں کہ چھاچھ بھی صورۃً دودھ ہوتی ہے لیکن واقع میں نہیں ہوتی اسی طرح دھوکہ بھی واقع میں نافع اور اصل میں مضر ہوتا ہے۔

نفس او الخ۔ یعنی اس کا نفس تو حاکم ہے اور عقل اس کی قیدی ہے لاکھوں قرآن اس کو کھائے ہوئے فرض کر۔ مطلب یہ کہ قرآن کی قسم کھانا تو درکنار اس کو اگر خود قرآن مل جائیں تو وہ ان کو بھی کھا جائے۔ لہٰذا ایسے آدمی کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جب کہ بے قسم کے عہد شکنی کرتا ہے تو اگر قسم کھائے اس کو بھی توڑ دے گا (اس سے مشکل ہی کیا ہے)

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ نفس اس سے زیادہ برانگیختہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خوب بھاری قسم سے بند کر دے۔ مطلب یہ کہ یہ قاعدہ مسلم ہے النفس حریص علی ما منع اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر سخت ممانعت ہوگی اسی قدر زیادہ حرص بھی ہوگی تو اگر کوئی نفس کو عہد شکنی سے صرف عہد کر کے روکتا ہے تو یہ تو اتنا سخت نہیں ہے لیکن اگر اس کو عہد شکنی سے قسم کھا کر روکتا ہے تو اس میں ممانعت عہد شکنی زیادہ ہے اس لئے نفس کو زیادہ حرص ہوگی کہ وہ عہد شکنی کرے لہٰذا وہ قسم سے اور بھی آشفتہ ہوگا اور خوب عہد شکنی کرے گا ہاں اگر طبیعت سلیمہ ہے تو وہ ممانعت سے باز رہے گی۔ وہی شاذ۔ اکثر طبائع سلیم نہیں ہوتیں اور فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ حاکم گواہ کو قسم نہ دے۔ ہاں اگر ضرورت سمجھے کہ زاجر ہوگی اور مانع عن الکذب ہوگی تو مضائقہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ابلہ قسم بھی کھائے تو اس کا بھی

اعتبار نہیں ہے سبحان اللہ عجیب مضمون ہے للہ درہ ثم للہ درہ آ گے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون اسیرے الخ۔ یعنی جب کوئی قیدی بیڑی حاکم پر مارے تو حاکم اس کو توڑ دے گا اور باہر نکل جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قیدی کسی حاکم کو قید کرنا چاہے تو وہ حاکم ہرگز قید نہ ہوگا بلکہ اس قید سے نکل کر خود اس قیدی ہی کو ٹھیک کرے گا تو اسی طرح جب کہ بیوقوف کا نفس حاکم ہے اور عقل قیدی ہے اس لئے اگر عقل نفس کو قسم وغیرہ سے مقید کرنا چاہے گی اور وہ یہ چاہے گی کہ اس کو عہد شکنی نہ کرنے دے تو یاد رہے کہ وہ نفس حاکم اس عقل پر غالب آئے گا اور خود اس کو ہی قید کرلے گا لہٰذا ایسے آدمی کا ہرگز اعتبار نہیں ہے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

برسرش الخ۔ (یعنی (وہ حاکم) اس (قیدی) کے سر پر غصہ سے اس قید کو مارے گا تو اسی طرح نفس اس (عقل) کے منہ پر اس قسم کو مارے گا اور ہرگز اس پر عامل نہ ہوگا۔

تو زاوفوا الخ۔ یعنی تم اس کے وفائے عہد سے ہاتھ دھولو اور اس سے احفظوا ایمانکم (اپنی قسموں کی حفاظت کرو) مت کہو کیونکہ بالکل بے سود ہے۔

ہر کہ او الخ۔ یعنی جو کہ وہ ہمارے سامنے جھوٹ بولے تو اس کا قول اس کی قسم سے رونق نہ پائے گا۔ مطلب یہ کہ جس نے ویسے جھوٹ بول دیا تو اگر اس نے قسم بھی کھالی وہ بھی بے سود ہے اس لئے کہ اس سے اس کے قول میں کسی قسم کی پختگی نہیں ہوسکتی۔

وانکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ جان لے کہ کس سے عہد کرتا ہے تو بدن کو تار کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ عہد کر رہا ہے اگر وہ سمجھے کہ یہ عہد حقیقۃً کس سے کر رہا ہے تو وہ اس کو وفا کرنے میں حتی الامکان کوشش کرے اگرچہ وہ سوکچھ کر اس کے فکر میں کانٹا بھی ہوجائے مگر پھر بھی وہ اس کو پورا کرے اس لئے جو عہد کسی سے کرتا ہے وہ اصل اور حقیقت میں حق تعالیٰ سے عہد کر رہا ہے اب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ سے عہد شکنی کس قدر سخت امر ہے۔

وانکہ الخ۔ یعنی اور وہ کہ حق کو پوشیدگی میں سند بنائے اور وہ بدن کو قید کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے حق تعالیٰ کو سند بنا رکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب عہد وغیرہ حق تعالیٰ سے ہیں تو وہ بدن کو قید کی طرح ایک جگہ رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہتا ہے آگے ایک حکایت فرماتے ہیں اور وہ شعر وانکہ داند عہد باکہ می کند۔ الخ کے ساتھ مربوط ہے تقریر ربط اس طرح ہے کہ وہاں کہا ہے کہ جب عہد کرو تو سمجھو کہ حقیقت میں اور واقع میں کس سے عہد کر رہے ہو تو چونکہ اصل میں وہ عہد حق تعالیٰ سے ہے اس لئے عہد شکنی بہت بری بات ہے اب آگے عیادت کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ عیادت اس لئے افضل ہے کہ تم جس کی عیادت کر رہے ہو شاید وہ کوئی قطب ہو اور اس کی عیادت سے رضاء حق میسر ہو تو گویا کہ حق تعالیٰ کی عیادت کی اور یہ مضمون حدیث میں بھی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں ایک شخص سے ارشاد فرمائیں گے کہ میں مریض ہوا تھا تم نے میری عیادت نہیں کی تو وہ عرض کرے گا کہ یاالٰہی آپ تو عیوب سے بری ہیں آپ کب بیمار ہوسکتے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ میرا فلاں مقبول بندہ

بیمار ہوا تو گویا کہ میں مریض ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی تو گویا میری عیادت نہ کی تو جس طرح وہاں عیادت عبد گویا کہ عیادت حق ہے اس طرح عہد باعبد گویا کہ عہد باحق ہے لہٰذا اس کو ہرگز نہ توڑنا چاہیے اس سے زیادہ صاف ربط شاید اور کوئی نہ ہو اور کانپوری مثنوی شریف کے حاشیہ میں حضرت حاجی صاحب نے بھی اسی ربط کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آگے مولانا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان فرمانا بھی اسکا موید ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

بعیادت رفتن حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برصحابی رنجور و فائدہ عیادت

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد	واندراں بیماریش چوں تار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے	اور اس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے
مصطفیٰ آمد عیادت سوئے او	چوں ہمہ لطف و کرم بدخوئے او
(حضرت) مصطفیٰ ان کے پاس بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے	چونکہ آپ کی عادت مجسم لطف و کرم تھی
در عیادت رفتن تو فائدہ است	فائدہ آں باز برتو عائدہ است
بیمار پرسی کیلئے تیرا فائدہ ہے	اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے
فائدہ اول کہ آں شخص علیل	بو کہ قطبے باشد و شاہ جلیل
پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص	ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو
چوں دو چشم دل نداری اے عنود	وانمی دانی تو ہیزم را زعود
اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے	تو "اگر" کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے
چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج	ہیچ ویراں رامداں خالی زگنج
جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو	کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ
قصد ہر درویش می کن از گزاف	چوں نشاں یابی بجدمی کن طواف
ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر	جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ
چوں ترا آں چشم باطن بیں نہ بود	گنج می پندار اندر ہر وجود
جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے	ہر وجود میں خزانہ سمجھ

در نباشد قطب یار رہ بود	شہ نباشد فارس اسپہ بود
اگر قطب نہ ہو گا، راستہ کا یار ہو گا	شاہ نہ ہو گا، گھوڑا سوار ہو گا
پس صلہ یاران رہ لازم شمار	ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار
یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ	کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار
ورعدو باشد ہم ایں احساں نکوست	کہ باحساں دوست گردد گرعدوست
اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے	اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائے گا
ور نگردد دوست کینش کم شود	زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
اگر دوست نہ بنا تو اس کی دشمنی کم ہو جائے گی	اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے
پس فوائد ہست غیر ایں ولیک	از درازی خائفم اے یار نیک
اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں لیکن	اے بھلے یار! میں طوالت سے خائف ہوں
حاصل ایں آمد کہ یار جمع باش	ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن	بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے
زانکہ انبوہی و جمع کارواں	رہزناں را بشکند پشت و سناں
اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اس کی کثرت	ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب	کاے طلوع ماہ دیدہ تو زجیب
موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی	اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے
مشرقت کردم بنور ایزدی	من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا	میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا
گفت سبحانا تو پاکی از زیاں	اینچہ رمزست ایں بکن یارب عیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے	یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اس کو ظاہر کر دے
باز فرمودش کہ در رنجوریم	چوں نہ پرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اس سے کہا کہ میں مریض ہوں	تو نے از روئے کرم میری پرسش کیوں نہ کی

گفت یارب نیست نقصانے ترا	عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انہوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے	عقل گم ہوگئی ہے، یہ گرہ کھول دے
گفت آرے بندۂ خاص گزیں	گشت رنجور او منم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ	بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں، خوب سمجھ لے
ہست رنجوریش رنجوری من	ہست معذوریش معذوری من
اس کی بیماری، میری بیماری ہے	اس کی معذوری میری معذوری ہے
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیند در حضور اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے	کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے
از حضور اولیا گر بگسلی	تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہے گا	تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے
ہر کرا دیو از کریماں وا برد	بیکسش یابد سرش را وا خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے	اس کو بے سہارا پا لیتا ہے اس کا سر چبا لیتا ہے
یک بدست از جمع رفتن یک زماں	مکر شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا	شیطان کا مکر ہو گا، خوب سمجھ لے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور اتنے بیمار ہوئے کہ سوکھ کر کانٹا ہوگئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت چونکہ سراپا لطف و کرم تھی لہٰذا عیادت کے لئے تشریف لائے اس سے تم کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور مریضوں کی عیادت کرنی چاہیے اس میں بڑا فائدہ خود تمہارا ہے اور اس کا بہت بڑا نفع خود تمہاری طرف عائد ہوتا ہے چنانچہ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ بیمار کوئی قطب اور عنداللہ نہایت عالی مرتبہ شخص ہو اور تم کو معلوم نہ ہونا اور اس کو دیگر عوام سے ممتاز نہ سمجھنا کوئی چیز نہیں کیونکہ تمہاری چشم باطن روشن نہیں جس سے تم امتیاز کر سکو جب تمہاری حالت یہ ہے اور تم یہ بھی اجمالاً جانتے ہو کہ عالم اہل اللہ سے خالی نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو تم کو طلب سے ملول نہ ہونا چاہیے اور کسی ایسے شخص کو جس کا ظاہر خراب ہو قطعی طور پر دولت معرفت سے خالی نہ جاننا چاہیے گو یہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ ظاہر کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازمی ہے اگر کسی وجہ سے اس کی معذوری ظاہر نہ ہو جائے اور ہر ایسے درویش کی طرف اٹکل پچو بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ جس میں احتمال معرفت قریب ہو اور جبکہ تم کو کوئی کامل مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا چاہیے۔ چونکہ

تیرے لئے چشم باطن نہیں ہے اس لئے تم کو ہر شخص میں گنج معرفت کا احتمال ہونا چاہیے اور بنا بر احتمال تحقیق حال کے درپے ہونا چاہیے لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کے افعال واقوال سیئہ کو حسن سمجھ لیا جائے بلکہ ان کو تو برا ہی سمجھنا چاہیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص ان افعال واقوال میں معذور ہے اور حقیقت میں عارف ہے یا معذور نہیں اور حقیقت بھی اس کی ویسی ہی ہے جیسا اسکا ظاہر۔ یہاں تک تو ہم نے بیان کیا تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مریض کوئی خاصان الٰہی میں سے ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ قطب اور خاصان الٰہی میں سے بھی نہ ہوگا تو آخر راہ خداوندی کا رفیق تو ہے یعنی مسلمان تو ہے اور اگر بادشاہ اور اعلیٰ رتبہ کا نہیں تو سپاہی تو ہے۔ جب یہ صورت ہے تو یاروں اور رفیقوں کے ساتھ اچھا برتاؤ لازم ہے خواہ پیادہ اور عاصی ہو یا سوار اور نیک اور فرض کرو کہ دشمن ہی ہے تب بھی یہ تمہارا احسان ہوگا اور احسان فی نفسہ اچھی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے احسان ہی سے تمہارا دوست ہو جائے اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ احسان سے بہت سے دشمن دوست ہو گئے ہیں۔ اچھا یہ بھی مانا کہ وہ دوست بھی نہ ہوگا لیکن اس سے بھی فائدہ ہوگا کہ اس کی دشمنی کم ہو جائے گی کیونکہ احسان کا قاعدہ ہے کہ وہ زخم کینہ کے لئے مرہم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں لیکن سب کے بیان کرنے میں طوالت کا اندیشہ ہے اس لئے صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ تم کو دوسروں کا یار ہونا چاہیے اور ان کو اپنا یار بنانا چاہیے اور بت گر کی طرح پتھر کا بھی یار بنانا چاہیے۔ مبالغہ ہے یار بنانے میں اور مقصود یہ ہے کہ مرافقت اچھی چیز ہو خواہ یار کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ بشرطیکہ اس کے یار بنانے کی شرعاً ممانعت نہ ہو اور مرافقت کی اس لئے ضرورت ہے کہ ایک گروہ اور قافلہ کی جماعت رہزنوں کی کمر اور ان کے ہتھیاروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے یعنی اتحاد و اتفاق سے شیطانوں کا پورے طور پر مقابلہ ہوسکتا ہے اور تنہا پر شیطان کا داؤ بہت جلد چل جاتا ہے اور مرافقت کے لئے سب سے مقدم اولیاء اللہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد توافق ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کو عتاب ہوا کہ اے وہ موسیٰ جس پر ہم نے یہ اکرام کیا کہ اس کے ہاتھ کو ماہتاب کی طرح کر دیا اور جب اس نے اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گریبان میں سے چاند نکلا۔ ہم نے تم کو اپنے نور سے منور کیا۔ لیکن تم نے ہمارے ساتھ یہ کیا کہ ہم بیمار ہوئے تم ہماری عیادت کو نہ آئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اے قدوس سبحان تو تو نقصان مرض وغیرہ سے منزہ ہے اس کا مطلب کیا ہے اس کو واضح کر دیجئے پھر یہی حکم ہوا کہ ہماری بیماری میں تم نے ہماری عیادت نہیں کی۔ پھر حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الہ العٰلمین تو تو نقصان سے مبرا ہے میری عقل گم ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس عقدہ کو حل کرنے حکم ہوا اچھا سن۔ میرا فلاں خاص اور مقبول بندہ بیمار ہوا غایت توافق کی بنا پر گویا کہ وہ میں ہی ہوں اور اس کی معذوری گویا کہ میری ہی معذوری ہے اور اس کی بیماری گویا کہ میری ہی بیماری ہے اس بیان سے تم کو معلوم ہو گیا کہ بندگان خاص حق سبحانہ کے لئے عینیت حق سبحانہ کا مجازاً حکم ہے اور ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پس جس کو مرافقت حق سبحانہ

درکار ہو وہ ان کی مرافقت اختیار کرے کہ ان کی صحبت گویا کہ حق سبحانہ کی صحبت ہے۔ پس تم کو ان کی مرافقت لازم ہے اگر تم ان سے مرافقت چھوڑ دو گے اور ان سے تعلق قطع کردو گے تو تمہارے لئے ہلاکی ضروری ہے کیونکہ نہ تو تم خود کل یعنی عارف ہو اور نہ جز یعنی ان کے ساتھ مرتبط۔ پس ہلاکت لازم کیونکہ جس شخص کو شیطان ان کریموں اہل اللہ سے علیحدہ کر دیتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی طرف سے کشش نہیں ہوتی کیونکہ ان کی طرف سے کشش ہونے کی صورت میں یہ امر ناممکن ہے تو اس کا مقصد اس کا سر اڑانا اور ہلاک کرنا ہوتا ہے پس تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ جماعت سے بالخصوص جماعت اہل اللہ سے ایک بالشت دور ہونا مکر شیطان ہے کہ اس طرح وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اچھا اب تم ایک قصہ سنو جس سے تم کو تنہائی اور مرافقت کو چھوڑنے کا ضرر معلوم ہو۔

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مریض صحابی کی عیادت کو جانا اور عیادت کے فوائد

ازصحابہ الخ۔ یعنی صحابہؓ میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور وہ اس بیماری میں مثل تار کے (دبلے) ہو گئے۔

مصطفیٰؐ آمد الخ۔ یعنی حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے ان کے پاس آئے اس لئے کہ ان کی خصلت تو لطف و کرم تام تھی۔ یعنی چونکہ آپ نہایت رحیم و کریم تھے اس لئے آپ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

درعیادت الخ۔ یعنی اے طالب تیری عیادت کے لئے جانے میں فائدے ہیں اور اس کا فائدہ پھر تیری طرف لوٹتا ہے۔ آگے فوائد کو بیان فرماتے ہیں کہ

فائدہ الخ۔ یعنی اول فائدہ تو یہ ہے کہ وہ مریض آدمی شاید کہ کوئی قطب ہو اور جلیل القدر بادشاہ ہو۔

چون الخ۔ یعنی اے معاند جب تو دل کی آنکھیں نہیں رکھتا تو تو لکڑی اور عود کو متمیز نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے بصیرت حاصل نہیں ہے تو پھر تو کامل اور ناقص میں کس طرح تمیز کر سکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ عالم میں ایک خزانہ ہے تو تو (جستجو میں) رنجیدہ مت ہو اور کسی ویرانہ کو خزانہ سے خالی مت جان۔ مطلب یہ کہ یہ تو یقینی ہے کہ عالم میں اقطاب و ابدال ضرور موجود ہیں تو تم ان کی جستجو کرو اور اس جستجو سے اکتاؤ مت بلکہ کسی جگہ کو خالی از قطب مت سمجھو جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی قریہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں قطب نہ ہو۔ لہٰذا کسی جگہ کو خالی مت سمجھو بلکہ اس جگہ تحقیق سے کام لو۔

قصد ہر درویش الخ۔ یعنی ہر درویش کا خوب کوشش سے قصد کرو اور جبکہ نشانی پالو تو کوشش سے اس کا طواف

کرو۔ مطلب یہ کہ جس درویش میں احتمال خلاف نہ ہو اگر چہ بظاہر اس میں علامت قبولیت کی بھی نہ ہو لیکن خلاف نہ ہونا چاہیے تو چاہیے کہ اس کی تحقیق کرے اور اس کے بعد پھر اسکی طلب میں کوشش کرے اور طواف سے مراد طواف متعارف نہیں ہے کہ عوام اس سے طواف بزرگوں کا اور قبروں کا نکالیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان کا کمال محقق اور معلوم ہو جائے تو پھر ان کا پیچھا پکڑ لو اور ان کو چھوڑو مت ہاں جب تک کہ تحقیق نہ ہو اس وقت تک رہنا ضروری ہے اور جہاں غالب گمان یا یقین جانب مخالف یعنی عدم کمال کا ہو وہاں تو پھر کسی طرح اس کا اتباع جائز ہی نہیں ہے جیسے کہ کسی کو بت کے آگے سجدہ کرتے دیکھیں تو وہ یقیناً کافر اور مردود ہے اس کو ہرگز کامل نہ کہیں گے ہاں بعض بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل تھے اور لوگوں نے ان کو شراب پیتے دیکھا حالانکہ وہ اصل میں شراب نہ تھی بلکہ خود اس دیکھنے والے کے اخلاق رذیلہ اس شکل میں متشکل ہو کر دکھائی دیئے تو وہاں تو معلوم ہونا بہت ہی مشکل ہے مگر چونکہ بہت شاذ و نادر ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں اور اگر ایسی جگہ کسی سے بے ادبی بھی ہو جائے تب بھی اس پر ملامت نہیں ہے اور نہ ایسے حضرات کی تحقیق کرنے کے ہم مکلّف ہیں خوب سمجھ لو سو اگر ایسے حضرات کی شان میں کوئی گستاخی بھی ہو جائے تب بھی ملامت نہیں ہے لہٰذا جس کو خلاف شرع دیکھو اس کو تو یقیناً مردود سمجھو اور جو خلاف شرع نہ ہو اس کی اگر ضرورت ہو تو تحقیق کر لو لیکن اگر کسی ایک کو تحقیق کر کے اس کا دامن ایک مرتبہ پکڑ لیا ہے تو اب ہرگز دوسرے کی تلاش نہ چاہیے کہ بعض اوقات مضر ہوتا ہے بلکہ چاہیے کہ تعلیم کا تو اسی سے تعلق رکھے ہاں دوسروں کی شان میں بھی گستاخی نہ کرے کہ فضول اور بعض مرتبہ مضر ہے بس اپنے کام میں لگا رہے اور ایک کا دامن پکڑے رہے آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے وہ چشم باطن بیں (حاصل) نہیں ہے تو ہر وجود میں ایک خزانہ جان (اور ہر مسلمان کی عیادت کر کہ اور کچھ نہیں تو مسلمان بھائی تو ہے) اسی کو فرماتے ہیں کہ

ورنبا شد الخ۔ یعنی اور اگر قطب نہ ہو تو کوئی یار راہ ہو بادشاہ نہ ہو کوئی فوج کا سپاہی ہی ہو۔

پس صلہ الخ۔ یعنی پس یاران راہ کے ساتھ صلہ کرنے کو لازم جان خواہ کوئی ہو پیادہ ہو یا سوار۔ یعنی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی ضروری ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

درعدو الخ۔ یعنی اور اگر دشمن ہو تب بھی احسان اچھا ہے اس لئے کہ احسان سے دوست ہو جاتا ہے اگر چہ دشمن ہو۔

ورنہ گردد الخ۔ یعنی اور اگر دوست بھی نہ ہوگا تو اس کا کینہ ہی کم ہو جائے گا اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو کوئی بھی ہو اس کے ساتھ احسان کرنا چاہیے احسان ہر حال میں بہتر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

بس فوائد ہست الخ۔ یعنی اس کے سوا (عیادت کے) بہت سے فائدے ہیں لیکن ارے بھائی کتاب کی درازی سے ڈرتا ہوں (ورنہ اور بیان کرتا)

حاصل الخ۔ یعنی حاصل یہ ہوا کہ جماعت کے ساتھ رہ اور بت گر کی طرح پتھر ہی سے کوئی یار تراش لے۔

مطلب یہ کہ ہمیشہ جماعت کے ہمراہ ہو کر مفید ہے اور چونکہ عیادت سے محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق بڑھتا ہے اس لئے عیادت کرو اور ضرور کسی نہ کسی کو دوست بنالو اور پتھر کا دوست بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بت ہی بنا لو بلکہ مراد یہ ہے کہ دوست ضروری ہے اگر چہ وہ بالکل بیکار اور نکما ہی ہو جیسے کہ ہماری طرف بولتے ہیں کہ آدمی چون کا بھی ہو تو اس کی بھی قدر کرنا چاہیے۔ آگے اس کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ گروہ اور جماعت قافلہ کی ڈاکوؤں کی پشت اور بھال کو توڑ دیتی ہے۔ لہٰذا عیادت کرو اس سے محبت زیادہ ہوگی اور اتفاق بڑھے گا اور اگر ان مریضوں میں کوئی کامل ہوا تو اس کو تجھ سے محبت ہو جائے گی اور وہ تمہارے ساتھ نفس وشیطان کو جو کہ جانی دشمن ہیں دفع کر دے گا اب چونکہ اوپر کہا تھا کہ عیادت کرو کہ شاید ان میں کوئی قطب بھی ہو آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی جانب سے وحی آنا کہ تم میری عیادت کو کیوں نہیں آئے

آمدازحق الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ عتاب آیا کہ اے وہ کہ تم نے طلوع ماہ گریباں کو دیکھا۔ مطلب یہ کہ تم پر ہماری اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس قدر بڑا معجزہ تم کو ملا۔

مشرقت الخ۔ یعنی میں نے تم کو نور ایزدی کا مشرق کیا میں حق ہوں اور میں بیمار ہوا تو تم آئے نہیں۔ مطلب یہ کہ تم پر اس قدر تو انعامات تھے اور پھر میں حق تھا اور میں مریض ہوا لیکن تم میری عیادت کو نہ آئے۔

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یاالٰہی آپ کے لئے تو نقصان نہیں ہے اس میں عقل گم ہے اس گرہ کو کھولئے مطلب یہ کہ یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مریض ہوئے ہوں اس لئے کہ آپ تو تمام نقائص سے بری ہیں پھر آپ پر اور مرض کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

گفت آرے الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ ہاں میرا ایک بندۂ خاص اور مقبول بیمار ہوا تو وہ میں ہی تھا اس کو خوب سمجھ لے مطلب یہ میرا ایک نیک اور مقبول بندہ بیمار ہوا تھا اور اس میں اور مجھ میں وحدت مصطلحہ تھی اور تم اس کی عیادت کو نہ آئے تو گویا خود میری ہی عیادت نہ کی۔

ہست الخ۔ یعنی اس کی بیماری میری ہی بیماری ہے اور اس کی معذوری گویا میری معذوری ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہرکہ خواہد الخ۔ یعنی جو شخص کہ خدا کے ساتھ ہمنشینی کا طالب ہو تو اس سے کہہ دو کہ وہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھے کہ وہیں وہ حق تعالیٰ کو بھی پائے گا۔

از حضور الخ۔ یعنی اگر اولیاء اللہ کی صحبت سے تو قطع تعلق کرے تو تو ہلاک ہونے والا ہے اس لئے کہ تو ناقص ہے کامل نہیں ہے۔

ہر کرا الخ۔ یعنی جس کسی کو دیو کریموں سے قطع اور علیحدہ کردے اس کو بے کس پاکر اس کا سر کھائے۔

یک بدست الخ۔ یعنی جماعت سے ایک گھڑی کو ایک بالشت علیحدہ ہونا مکر شیطان کا ہے خوب جان لو۔ لہٰذا چاہیے کہ آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں کہ اس سے شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اگر تنہا ہو گے تو شیطان کا قابو چل جائے گا۔ آگے اس پر حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک باغ میں تین شخص زبردستی سے میوہ کھانے گئے ایک صوفی صاحب دوسرے سید صاحب تیسرے مولوی صاحب جب اس باغبان نے دیکھا کہ یہ تو تین ہیں اور میں تنہا تو اس نے ہر ایک کو بہانہ سے الگ الگ کر کے ہر ایک کی خوب مرمت کی تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ دیکھو اگر ان میں سے ہر شخص جماعت کے ساتھ رہتا تو کیوں پٹتے یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ اب حکایت سنو کہ فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جدا کردن باغباں صوفی وفقیہ وعلوی را از یکدگر وادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد	دید چوں دزداں بباغ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا	اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے
یک فقیہ و یک شریف و صوفیے	ہر یکے شوخے فضولی یوفیئے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی	(جن میں سے) ہر ایک بے حیا' بکواسی' لغو گو
گفت با اینہا مرا صد حجت ست	لیک جمع اند و جماعت رحمت ست
اس نے (دل میں) کہا ان کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں	لیکن اکٹھے ہیں اور جماعت رحمت ہے
بر نیایم یک تنہ باسہ نفر	پس ببرم شاں نخست از یکدگر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا	پہلے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں
ہر یکے را من بسوئے افگنم	چونکہ تنہا شاں کنم سر بر کنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں	جب ان کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ	تا کند یارانش را بے اوتباہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا	تاکہ اس کے دوستوں کو اس کے بغیر تباہ کرے
گفت صوفی را برو سوئے وثاق	یک گلیم آور برائے ایں رفاق
اس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا	ان ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ
رفت صوفی گفت خلوت بادو یار	تو فقیہی ویں شریف نامدار
صوفی چلا گیا اس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا	آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں
ما بفتوائے تو نانے می خوریم	ما بہ پردانش تو می پریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں	ہم آپ کی عقل کے پر سے پرواز کرتے ہیں
ویں دگر شہزادہ و سلطان ماست	سیدست از خاندان مصطفیٰؐ ست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں	سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں
کیست آں صوفی شکم خوار خسیس	تابود با چوں شماشاہاں جلیس
وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟	کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشیں بنے
چوں بیاید مرو را پنبہ کنید	ہفتۂ برباغ و راغ من زنید
جب آئے اس کی روئی دھن دو	تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو
باغ چہ بود جان من آں شماست	اے شمابودہ مرا چوں چشم راست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے	تم تو میری داہنی آنکھ ہو
وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت	آں کز یاراں نمی باید شکیفت
اس نے (ان میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور ان کو دھوکا دیا	افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے
چوں برہ کردند صوفی را و رفت	خصم شد اندر پیش با چوب رفت
جب انہوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا	دشمن اس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا
گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز	اندر آئی باغ ما تو از ستیز
بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے	تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے
ایں جنیدتؒ رہ نمود و بایزیدؒ	از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے	کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی راچو تنہا یافتش	نیم کشتش کرد و سر بشگافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اس کو پیٹ ڈالا	اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا
گفت صوفی آن من بگذشت لیک	اے رفیقاں پاس خود دارید نیک
صوفی بولا، میرا وقت تو گزر گیا لیکن	اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو
مر مرا اغیار دانستید ہاں	نیستم اغیار تر زیں قلتباں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا	اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں
آنچہ من خوردم شمارا خوردنی ست	وانچنیں ضربت جزائے ہر دنی ست
جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے	اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے
رفت برمن برشما ہم رفتنی ست	اینچنیں شربت شمارا خوردنی ست
مجھ پر جو گزری، تم پر بھی گزرنی ہے	اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے
ایں جہاں کوہست گفت وگوئے تو	چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو	گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے
چوں زصوفی گشت فارغ باغباں	یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا	اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا
کاے شریف من بروسوئے وثاق	کہ ز بہر چاشت پختم من رقاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا	اس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں
از در خانہ بگو قیماز را	تا بیارد آں رقاق و قاز را
دروازے میں نوکر سے کہنا	تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے
چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں	تو فقیہی ظاہرست این و یقیں
جب اس کو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!	تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے
او شریفے می کند دعوی سرد	مادر او را کہ داند تاچہ کرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعوی کرتا ہے	اس کی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے؟
برزن و بر فعل زن دل می نہید	عقل ناقص وانگہائے اعتمید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو	ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ	بستہ است اندر زمانہ بس غبی
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے	وابستہ کر دیا ہے دنیا میں سے بہت سے بیوقوفوں نے
ہر کہ باشد از زنا وز زانیاں	ایں برد ظن در حق ربانیاں
جو شخص زنا اور زانیوں کی اولاد ہو	وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے
ہر کہ پر گردد سرش از چرخہا	ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے	وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے
آنچہ گفت آں باغبان بوالفضول	حال او بد دور ز اولاد رسولؐ
اس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا	خود اس کا حال تھا، رسول کی اولاد سے دور
گر نہ بودے او نتیجہ مرتداں	کے چنیں گفتے برائے خانداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا	خاندان (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟
خواند افسونہا شنید آں را فقیہ	در پئش رفت آں ستمگار سفیہ
اس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سنے	وہ احمق ظالم اس کے تابع بن گیا
گفت اے خر اندریں باغت کہ خواند	از پیغمبر دزدیت میراث ماند
بولا اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے	پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی
شیر را بچہ ہمی ماند بدو	تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو
شیر کا بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے	بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟
با شریف آں کرد آں دوں از کجی	کہ کند با آل یٰسیںؐ خارجی
کجی سے اس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا	جو خاندان نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے
تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول	چوں یزید و شمر با آل رسولؐ
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں	یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کے ساتھ
شد شریف از زخم آں ظالم خراب	با فقیہ او گفت با چشم پر آب
سید اس ظالم کی مار سے برباد ہوا	آنسو بھری آنکھوں سے اس نے مولوی سے کہا
پائیدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم	چوں دہل شو زخم می خور بر شکم
ٹھہر، اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا	ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

گر شریف ولایق و ہمدم نیم	از چنیں ظالم ترا من کم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں	تیرے لئے اس ظالم سے کم نہیں ہوں
مرمرادادی بدیں صاحب غرض	احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے مجھے اس خود غرض کے سپرد کر دیا	تونے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے
شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ	چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
وہ اس سے نبٹا آیا کہ او مولوی!	تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے
فتویت اینست اے بریدہ دست	کاندر آئی و نگوئی امر ہست
اے ہتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے	"کہ اندر آ جائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے
ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط	یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
اس طرح کا جواز تونے وسیط میں پڑھا ہے	یا یہ مسئلہ محیط میں ہے
ایں بگفت ودست بروئے برکشاد	دست او کین دلش را داد داد
یہ کہا اور اس پر ہاتھ چھوڑ دیا	اس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی
گفت حقستت بزن دستت رسید	ایں سزائے آنکہ از یاراں برید
اس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا	یہی اس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا
من سزاوارم باین وصد چنیں	تاچرا ببریدم از یاراں بکیں
میں اس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں	کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟
گوش کردم آں ہمہ افسوس تو	میزنم برسر کہ شد ناموس تو
تیری سب ملامت میں نے سنی	سر پر (دھتو) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی
زد ورا القصہ بسیار وبخست	کرد بیرونش زباغ ودر بہ بست
قصہ مختصر، اس کو بہت مارا اور چورا کر دیا	اس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا
ہر کہ تنہا ماند از یاران خود	ایں چنیں آید مراو را جملہ بد
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا	اس طرح کی سب خرابیاں اس پر آتی ہیں
ایں عیادت ازبرائے ایں صلہ ست	ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کیلئے ہے	اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں نظر ڈالی۔ تو باغ کے اندر دیکھا کہ تین آدمی چوروں کی طرح پھر رہے ہیں ان میں ایک فقیہ تھا' ایک سید ایک صوفی۔ ان میں سے ہر ایک شوخ اور ناخواندہ مہمان اور یاوہ گو تھا۔ باغبان نے کہا کہ گو میرے پاس سو دلیلیں ان کو قائل کرنے کی ہیں مگر یہ مجتمع ہیں اور جماعت رحمت ہے اس وجہ سے ان کو تو کچھ نقصان نہیں ہو سکتا ہاں خود مجھے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ میں تنہا ان تینوں پر غالب نہیں آ سکتا۔ لہٰذا پہلا فرض میرا یہ ہے کہ ان تینوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں اور ایک ایک کو ایک ایک جانب چلتا کر دوں اور جب ہر ایک تنہا ہو جائے تو اس وقت ان کی مونچھیں اکھیڑوں یہ سوچ کر اس نے تدبیر سے اول صوفی کو چلتا کیا تا کہ اس کے دوستوں کے خیالات اس کی طرف سے فاسد کر دے اور کہا کہ صوفی صاحب ذرا آپ مکان چلے جائیے اور ان دوستوں کے لئے کمبل لے آیئے۔ پس صوفی صاحب تو کمبل لینے روانہ ہو گئے ادھر اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ معزز سید ہیں ہم تو آپ ہی کے فتوے کی بنا پر روٹی کھاتے ہیں اور آپ ہی کے علم کے سہارے کام کرتے ہیں اور یہ شہزادے اور ہمارے بادشاہ ہیں یہ سید ہیں اور خاندان نبوت سے ہیں لیکن یہ پیٹو اور کمینہ صوفی کون ہوتا ہے کہ ایسے بزرگوں کا ندیم ہو۔ جب وہ واپس آئے تو اس کو خوب دھنا چاہیے اور آپ دونوں صاحب چاہے ہفتہ بھر میرے باغ اور جنگل پر قبضہ رکھیے۔ ایک باغ کیا چیز ہے میری تو جان بھی آپ ہی کی ہے ارے آپ صاحبان تو میری دائیں آنکھ ہیں یہ وسوسہ ڈالا اور ان کو دھوکا دے لیا (ہائے افسوس ان دونوں نے کیا غضب کیا کہ یار کو چھوڑ دیا یار کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے اور اس کے بغیر صبر کرنا نہیں چاہیے) جب انہوں نے صوفی کو چلتا کر دیا اور چھوڑ دیا تو وہ باغبان اس کے پیچھے ایک موٹا ڈنڈا لے کر چلا اور کہا کہ کتے تو وہی صوفی ہے جو مخالفانہ لوگوں کے باغ میں گھس جاتا ہے اور ذرا نہیں جھجکتا تا بتا تو سہی یہ روش تجھے جنیدؒ نے سکھائی ہے یا بایزید نے ارے بتا تو یہ تجھے کس شیخ اور کس سے پہنچا ہے غرض صوفی کو تنہا پا کر خوب کوٹا اور مارتے مارتے ادھ موا کر دیا اور سر بھی پھاڑ ڈالا اس وقت صوفی نے کہا کہ خیر میرا وقت تو گزر ہی گیا اور جتنا پٹنا تھا پٹ لیا لیکن دوستو تم اپنا خیال رکھنا مبادا تم پر بھی یہی گزرے تم نے مجھے غیر جانا لیکن میں اس بھڑوے سے زیادہ غیر نہ تھا کہ تم نے اس کو مجھ پر ترجیح دی جو کچھ میں نے کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہوگا اور اسی قسم کی مار ہر کمینہ کی سزا ہے۔ خیر ہم پر تو گزر گئی تم پر بھی یہی وقت آنا ہے اور یوں ہی لہو کے گھونٹ تم کو بھی پینے ہوں گے۔ یہ جہان گویا کہ تمہاری گفتگو ہے کہ جیسی کہو ویسی سنو۔ یعنی جیسا تم نے میرے ساتھ کیا تم کو بھی وہی پیش آئے گا۔ خیر جب باغبان صوفی سے فارغ ہو گیا تو اسی قسم کی اس نے ایک اور چال کی اور کہا کہ میر صاحب ذرا آپ مکان تشریف لے جائیں کہ میں نے دو پہر کا کھانا پکوایا ہے دروازہ سے قیماز نام غلام آواز دے لینا تا کہ وہ روٹیاں اور قاز کا گوشت لے آئے جب ان کو بھی چلتا کر دیا تو فقیہ سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ ظاہر اور یقینی امر ہے جس میں شبہ کی کوئی بات ہی نہیں مگر یہ جو اپنے سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کون جانتا ہے کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے عورت اور اس کے فعل پر کبھی اعتماد نہ کرو یہ ناقص العقل ہوتی ہیں ان کا کچھ بھروسہ نہیں ان کا اپنے کو سید کہنا کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے لوگ اپنے کو علی رضی اللہ عنہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

غلط منسوب کرتے چلے آئے ہیں پس ممکن ہے کہ ان کے باپ دادا کا دعویٰ سیادت بھی ایسا ہی ہو۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ یہ نبی زادہ کی شان میں کس قسم کی گستاخی کر رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ جو خود ولد الزنا اور زانیوں کی اولاد ہوتا ہے وہ اللہ والوں کی نسبت ایسا ہی گمان کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس کسی کو دوران سر کا مرض ہوتا ہے وہ اپنی طرح مکان کو بھی گھومتا ہوا دیکھتا ہے پس جو کچھ اس بے ہودہ باغبان نے نبی زادہ کی شان میں بکا ہے وہ خود اسی کی حالت تھی خدا نہ کرے کہ نبی زادے ایسے ہوں اگر وہ مرتدوں کا بچہ نہ ہوتا تو خاندان عالیشان نبوت کی نسبت ایسا نہ کہتا غرض کہ اسی قسم کے منتر پڑھ کر اس فقیہ کو تو رام کر لیا اور خود وہ ظالم اور احمق اس کے پیچھے چل دیا اور کہا کہ گدھے اس باغ میں تجھے کس نے بلایا تھا کیا پیغمبرؐ سے میراث میں تجھے چوری ملی ہے۔ شیر کا بچہ تو شیر کے مشابہ ہوتا ہے بتا تجھ میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مشابہت ہے یہ کہہ کر سید کیساتھ اس کج طبع کے وہ کیا جو آل یٰسین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ خارجی کرتا ہے معلوم نہیں ان شیطانوں کو شمر اور یزید کی طرح خاندان نبوت کے ساتھ کیا عداوت ہے القصہ جب میر صاحب اس ظالم کی مار سے ہلکان ہو گئے تو اس فقیہ سے رو کر کہا کہ آپ اب تنہا رہ گئے ہیں ذرا ٹھہریئے! آپ کے ڈھول سے پیٹ پر کیسے ڈنکے پڑتے ہیں مانا کہ میں سید نہیں میں نالائق دوست بھی نہیں لیکن آپ کے لئے اس ظالم سے تو کم نہیں کہ مجھے تم نے اس صاحب غرض کے حوالہ کر دیا اور حماقت کی اس کا تم کو برابدلا ملے گا۔ باغبان اس سے نپٹ کر آیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ کیسے مولوی ہیں آپ تو ہر احمق کے لئے موجب ننگ ہیں یعنی اتنے احمق ہیں کہ ہر احمق کو آپ سے عار آئے۔ ارے چور کیا تیرا یہ فتویٰ ہے کہ تو بے محابا اندر چلا آئے اور بدلیل یہ نہ کہے کہ اس کی اجازت ہے۔ کیا ابوحنیفہ نے تجھے یہ فتویٰ دیا ہے یا نالائق تجھ سے شافعی نے یہ کہا ہے کیا اسکی اجازت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں مذکور ہے۔ یہ کہہ کر اس پر اس طرح ہاتھ کھولا کہ اس کے ہاتھ نے اس کی عداوت کی داد دی۔ فقیہ نے کہا کہ مار لے تیرا حق اور تیرا قابو ہے لو گو یہی سزا ہے اس کی جو اپنے دوستوں سے قطع تعلق کر لے واقعی میں اسی قسم کی بلکہ اسی قسم کی سو گونہ سزا کا مستحق ہوں کہ میں نے کیوں مخالفت کر کے اپنے یاروں سے قطع تعلق کیا اور میں نے تیرا حیلہ بسماع قبول سنا اب میں اپنا سر پیٹتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے سر تیری عزت تو رخصت ہوئی غرض اس نے اس فقیہ کو خوب ہی مارا اور خوب زخمی کیا اور مار کوٹ کر باغ سے نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے یاروں سے الگ رہ جاتا ہے اسی قسم کی تمام برائیاں اس پر واقع ہوتی ہیں اور عبادت اسی مواصلت کے لئے ہے جس کی ضرورت ہے اور اسی مواصلت میں سینکڑوں محبتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شرح شبّیری

باغبان کا مولوی صاحب اور سید صاحب اور صوفی صاحب کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کی حکایت

باغبانے چون الخ۔ یعنی ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں دیکھا تو تین آدمیوں کو چوروں کی طرح باغ میں پایا۔

یک فقیہ الخ۔ یعنی ایک تو مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی اور ہر ایک شوخ فضول گو اور مکار۔

گفت با اینہا الخ۔ یعنی اس نے (دل میں) کہا کہ ان کے ساتھ مجھے سینکڑوں حجتیں ہیں لیکن جماعت ہیں اور جماعت رحمت ہے۔ یعنی ویسے تو میں ان سے سو طرح کہہ سکتا ہوں کہ تم کیوں آئے مگر یہ تین اور میں ایک ان سے جیتنا مشکل ہے۔

بر نیایم الخ۔ یعنی میں اکیلا تین آدمیوں پر غالب نہیں آ سکتا لہٰذا پہلے ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہوں۔

ہر یکے را من الخ۔ یعنی ہر ایک کو ایک طرف ڈال دوں اور جبکہ ان کو تنہا کر دوں تو سر توڑوں۔

حیلہ کرد الخ۔ یعنی حیلہ کیا اور صوفی کو ایک راستہ سے لگا دیا تاکہ اس کے یاروں کو بے اس کے تباہ کرے۔

گفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی سے کہا کہ ذرا گھر جا کر ان رفیقوں کے لئے ایک کمبل لے آؤ۔

رفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی تو چلا گیا اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو مولوی صاحب ہیں اور آپ سید نامدار ہیں۔

ما بفتوائے الخ۔ یعنی ہم آپ کے فتوئی ہی کی بدولت روٹی کھاتے ہیں اور ہم آپ کی عقل کے پر سے ہی اڑتے ہیں مطلب یہ کہ جس کو آپ نے جائز کیا وہ جائز ہے اور جس کو ناجائز کیا وہ ناجائز لہٰذا آپ ہی کے فتوے سے روٹی ملتی ہے۔

دین دگر الخ۔ اور یہ دوسرے شہزادے اور بادشاہ ہمارے ہیں سید ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں لہٰذا یہ بھی ہمارے سردار اور سرتاج ہیں۔

کیست الخ۔ یعنی یہ صوفی کمینہ کھاؤ کون ہے تاکہ آپ جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہم جلیس ہو۔

چون بیاید الخ۔ یعنی وہ جب آئے اس کی خوب مرمت کرو اور تم ایک ہفتہ میرے باغ وغیرہ میں اقامت کرو یعنی آپ دونوں صاحبان کی تو ایک ہفتہ تک دعوت ہے مگر یہ نالائق کون ہے اس کو الگ کرو۔

باغ چہ الخ۔ یعنی باغ کیا ہے میری جان آپ کی ملک ہے آپ تو مثل میری سیدھی آنکھ کے ہیں۔

وسوسہ کرد الخ۔ یعنی اس نے وسوسہ ڈال کر ان کو اس سے دھوکا دیدیا (آگے مولانا فرماتے ہیں) کہ افسوس دوست سے ان کو صبر نہ کرنا چاہیے تھا مگر یہ ایک ہفتہ کی دعوت کے لالچ میں آ گئے۔

چون برہ الخ۔ یعنی جب کہ صوفی کو راستہ سے لگا دیا اور وہ چلا گیا تو یہ دشمن اس کے پیچھے ایک مضبوط لکڑی لے کر چلا۔

گفت اے الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ ارے کتے صوفیت کیا ہے کہ لڑائی کی وجہ سے تو لوگوں کے باغ میں جلدی جلدی آتا ہے۔

این الخ۔ یعنی راستہ تجھے جنیدؒ نے دکھلایا ہے بایزید نے تجھے یہ کس شیخ اور پیر سے پہنچا ہے (بتا تو)

کوفت الخ۔ یعنی جب اس صوفی کو تنہا پایا تو خوب پیٹا اور اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا۔

گفت الخ ۔یعنی صوفی نے کہا کہ میرا وقت تو گزر گیا لیکن اے رفیقو ذرا اچھی طرح اپنی خبر رکھنا۔
مر مرا الخ ۔یعنی ہاں تم نے مجھے غیر سمجھا لیکن میں اس نالائق سے زیادہ تو غیر نہ تھا (آخر کچھ تو ساتھ رہا ہی تھا)
انچہ من الخ ۔یعنی میں نے جو کچھ کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہے اور ایسی مار ہر کمینہ کا بدلا ہے یعنی مجھے تو پٹوایا ہی ہے مگر بچہ یاد رکھو کہ تم بھی بچنے والے نہیں ہو بے پٹے نہ رہو گے۔
رفت برمن الخ ۔یعنی مجھ پر تو گزر گیا مگر تم پر بھی گزرنے والا ہے اور شربت تم کو بھی پینا ہے۔
اینجہان الخ ۔یعنی یہ جہان کیا ہے اور کسی کی گفتگو ہے صدا کی طرح ہماری ہی طرف واپس آتا ہے۔
مطلب یہ کہ اس جہان میں تو جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے تم نے مجھے پٹوایا ہے تو تم بھی نہ بچو گے۔
چون الخ ۔یعنی جبکہ صوفی سے وہ باغبان فارغ ہوا تو ویسا ہی ایک بہانہ اور کیا۔
کائے شریف الخ ۔یعنی کہ اے سید صاحب آپ ذرا گھر ہو آئیے کہ میں نے چاشت کے لئے کچھ چپاتیاں پکائی تھیں۔
بر در خانہ الخ ۔یعنی گھر کے دروازہ پر خادم سے کہو کہ ان چپاتیوں کو اور کباب قاز کو لائے۔
چون برہ الخ ۔یعنی جب اس کو چلتا کر دیا تو بولا کہ اے مولانا آپ تو عالم ہیں یہ تو ظاہر ہے اور یقینی ہے۔
اوشریفے الخ ۔یعنی وہ سید پنے کا دعویٰ سرد کرتا ہے اور اسکی ماں کو کون جانے کہ اس نے کیا کیا۔ مطلب یہ کہ کیا خبر کس کا نطفہ ہے فضول سید بنتا ہے۔
برزن الخ ۔یعنی عورت پھر اور عورت کے فعل پر دل رکھتے ہو عقل ناقص اور پھر بھروسہ (استغفر اللہ)
خویشتن الخ ۔یعنی اپنے کو علیؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ میں ہر ہی باندھتا ہے مطلب یہ کہ زمانہ میں سینکڑوں آدمی علوی اور سید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو سب سچے تھوڑا ہی ہوتے ہیں لہٰذا انہیں معلوم یہ بھی کون ہے آگے مولانا کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور آل رسول کی بابت یہ کلمات سن کر رہا نہ گیا اس لئے فرماتے ہیں کہ
ہر کہ الخ ۔یعنی جو شخص کہ زنا سے ہو اور زانیوں میں سے ہو وہ اللہ والوں کے حق میں ایسے گمان لے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ باغبان خود ہی حرامی تھا اس لئے آل رسول پر بھی اس کو ایسے ہی گمان تھے اس لئے کہ المرء القیس علی نفسہ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ
ہر کہ برا الخ ۔یعنی جس کا سر چکر کی وجہ سے پھر رہا ہو تو وہ اپنی طرح سارے گھر کو پھرتا ہوا دیکھے گا۔ تو اسی طرح اس شخص کو جو وہ سید ولد الزنا معلوم ہوا تو وہ اصل میں خود ہی ولد الزنا تھا اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی جانتا تھا آگے خود فرماتے ہیں کہ
ہر چہ گفت الخ ۔یعنی اس باغبان بوالفضول نے جو کچھ کہا وہ اسی کا حال تھا اولاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات دور ہے آگے اس کے باپ دادا کو فرماتے ہیں۔
گر نبودے الخ ۔یعنی اگر یہ مردودوں کی اولاد سے نہ ہوتا تو خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کب

ایسا کہتا۔بس یہاں تک تو غصہ میں اس کو خوب برا بھلا کہہ لیا آگے پھر ان تینوں کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔
خواند افسونہا الخ۔یعنی اس نے خوب افسون پڑھے اوران کو ان مولوی صاحب نے سنا تو اس سید کے پیچھے وہ نالائق گیا۔
گفت الخ۔یعنی اس باغبان نے (سید صاحب سے) کہا کہ ارے گدھے تجھ کو اس باغ میں کس نے بلایا کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تجھے میراث میں چوری کرنا پہنچی ہے۔
شیر را بچہ الخ۔یعنی شیر کا بچہ تو اس سے مشابہ ہوتا ہے تو بتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر میں مشابہ ہے۔
با شریف الخ۔یعنی اس سید کے ساتھ اس کمینہ نے کجی کی وجہ سے وہ کیا جو کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خارجی کرتے
نا نچہ کین الخ۔یعنی نہ معلوم یہ دیو اور غول یزید اور شمر کی طرح آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کینہ رکھتے ہیں۔
شد شریف الخ۔یعنی وہ سید جب اس ظالم کے زخم کی وجہ سے خراب ہو گئے تو انہوں نے مولوی صاحب سے باچشم پرنم یہ کہا کہ
پائندار الخ۔یعنی ٹھہر کہ اب تو تنہا اور اکیلا رہ گیا ہے ڈھول کی طرح ہو اور پیٹ پر زخم کھا۔مطلب یہ کہ ذرا ٹھہریئے اب تو ند بجائی جاتی ہے خوب لاتیں لگیں گی۔
کر شریف الخ۔یعنی اگرچہ میں شریف اور لائق اور ہمدم نہیں ہوں مگر تیرے لئے ایسے ظالم سے بھی کم نہیں ہوں۔
شد از و الخ۔یعنی اس سید سے فارغ ہوا تو آیا کہ اجی مولانا آپ مولوی صاحب ہیں ارے تو تو بیوقوفوں کا بھی سبب ننگ ہے اور تجھ سے جاہلوں کو بھی شرم آتی ہے۔
فتویت الخ۔یعنی اے چوٹے یہ تیرا فتویٰ ہے کہ باغ کے اندر آتا ہے اور تو یہ بھی نہیں کہتا کہ یہ حکم ہے یعنی جائز ناجائز کی بھی خبر ہے کہ بس گھسے ہی چلے آئے۔
بوحنیفہؒ داد الخ۔یعنی ارے نالائق یہ فتویٰ ابوحنیفہؒ نے دیا ہے یا شافعیؒ نے کہا ہے (بتا تو)
آنچنین الخ۔یعنی ایسی رخصت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں ہے (کہ جس کی چیز میں چاہو تصرف بے اجازت کرو)
این الخ۔یعنی یہ کہا اور مولوی صاحب پر دست درازی کی اور اس کے ہاتھ نے اس کے دل کی خوب داد دی۔مطلب یہ کہ اس نے خوب دل کھول کر مارا۔
گفت الخ۔یعنی مولوی صاحب بولے کہ تجھے حق ہے مارلے تیرا قابو چل گیا ہے اور یہ اس شخص کی سزا ہے جو دوستوں سے قطع کرے۔مطلب یہ کہ چونکہ میں نے دوستوں سے قطع کیا ہے لہٰذا میری یہی سزا ہے جو تیرا جی چاہے کر مار لے تیرا قابو چل گیا ہے۔آخر تو مولوی صاحب ہیں باتیں بنانا شروع کر دیں۔

من سزا الخ ۔ یعنی میں اس سزا کے لائق ہوں اور ایسی ہی اور سینکڑوں کے کہ میں نے دوستوں سے کینہ کی وجہ سے کیوں قطع کیا لہٰذا اب تو مجھے خوب سزا دے لے ہاں بھائی مار لے۔

گوش الخ ۔ یعنی میں نے تیری وہ ساری باتیں کان لگا کر سن لیں تو اب اپنے کو مار رہا ہوں کہ (اے نفس) تیری عزت جاتی رہی اور ساری مولویت کرکری ہوگئی۔

رو الخ ۔ یعنی آخر کار اس کو بہت مارا اور زخمی کر دیا اور اس کو باغ سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ تنہا الخ ۔ یعنی جو شخص کہ اپنے دوستوں سے تنہا رہتا ہے تو اس کو ایسی ہی برائیاں حاصل ہوتی ہیں جیسے کہ ان لوگوں کو ملیں آگے فرماتے ہیں کہ

این الخ ۔ یعنی یہ عیادت اس صلہ رحمی ہی کے واسطے ہے اور یہ صلہ رحمی سینکڑوں محبت کی حاملہ ہے مطلب یہ کہ جب عیادت کرو گے تو اس طرح صلہ رحمی ہوگی اور اس صلہ رحمی میں آپس میں محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق ہوتا ہے اور اتفاق سے مضرتوں سے انسان بچتا ہے لہٰذا چاہیے کہ انسان اپنے یاروں سے ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ بہت ہی حرمان اور مضرت کا باعث ہے آگے پھر اس عیادت مریض کی طرف رجوع ہے۔

شرح حبیبی

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

در عیادت شد رسول بے ندید	آں صحابی را بحال نزع دید
بے نظیر رسول (ﷺ) بیمار پرسی کے لئے روانہ ہوئے	ان صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا
چوں شدی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتۂ دور از خدا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دور ہوگیا	حقیقتاً تو خدا سے دور ہو گیا ہے
چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست	کے فراق روئے شاہاں زاں کمست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے	شاہوں کے حضور سے جدائی اس سے کب کم ہے؟
سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب	تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ	تاکہ تو اس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رو بخسپ اندر پناہے مقبلے	بوکہ آزادت کند صاحبدلے
کسی بااقبال کی پناہ میں جا پڑ	شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دے دے!
گر سفر داری بدیں نیت برو	ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرنا ہے اس نیت سے جا	اگر اقامت ہو (تو بھی) اس سے غافل نہ ہو
در بدرمی گرد و میرو کوبکو	جستجو کن جستجو کن جستجو
در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا	تلاش کر، تلاش کر، تلاش
تاتوانی ز اولیاء برمتاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب
جب تک ہو سکے اولیا سے منہ نہ موڑ	کوشش کر، اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

وہ بے مثل رسول عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ مولانا قصہ عیادت کو بمناسبت شعر ماقبل بیان کرنا چاہتے تھے لیکن ترغیب صحبت اولیاء کے غلبہ نے اس کو تمام نہ کرنے دیا اور مولانا نے پھر ترغیب صحبت اولیاء کی طرف عود فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں جبکہ تو حضور اولیاء اللہ سے دور ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں خدا سے دور ہوا اول تو ان کی مفارقت خود خدا سے جدائی ہے لیکن اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی کیا کم مصیبت ہے سمجھو تو سہی کہ جب رفقا کی مفارقت موجب غم ہے جیسا کہ قصہ مذکورۂ بالا سے تم کو معلوم ہو گیا تو ان بادشاہوں کی مفارقت رفقا کی مفارقت سے تو لامحالہ کم نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کیوں موجب غم نہ ہو گی پس تو بہت جلد ان بادشاہوں کا سایہ طلب کر کہ جو تجھ پر ہر دم رہے۔ یا ہر دم سایۂ شاہاں طلب کرتا کہ تو اس سایہ کی برکت سے مستیز القلب والروح ہو کر آفتاب سے بہتر ہو جائے۔ ان ریچھوں (نااہلوں) کو چھوڑ اور کسی بااقبال بادشاہ کی پناہ میں آرام کر اگر تیرا یہ قصد ہو گا اور تو ایسا کرے گا تو ممکن ہے کہ کوئی صاحب دل تجھے شیطان کے پنجہ سے رہائی دے اگر تو سفر کرے تو سفر بھی اسی نیت سے کر کہ کوئی اہل اللہ مل جائے اور اگر حضر میں رہے تو وہاں بھی یہی خیال رکھ اور فاختہ کی طرح رات دن کو کو کہتا رہ یعنی طالب اہل اللہ رہ اور خزانۂ مخفیہ معرفت الٰہی کسی ایک ہی فقیر سے مت ڈھونڈ یعنی تعلیم تو ایک ہی سے حاصل کر کہ تعلیم میں ہرجائی پن مضر ہے لیکن برکات سے ہر درویش کی مستفید ہو اور در در اور گلی گلی پھر اور بجد و جہد اہل اللہ کو تلاش کر اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اہل اللہ کی صحبت سے منہ نہ موڑ بلکہ ان کی تحصیل صحبت میں امکانی کوشش کر اس کے مناسب ہم تجھ کو ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تجھ کو معلوم ہو کہ اہل اللہ کا کیا طریقہ تھا اور تجھ کو عبرت ہو۔

شرح شبّیری

مریض کے قصہ کی طرف رجعت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کرنا

درعیادت الخ۔ یعنی عیادت کے لئے رسول بے نظیر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ آگے پھر مضمون ماقبل کی طرف انتقال ہے اوپر فرمایا تھا کہ ہر کہ تنہا ماند از یاران خود الخ آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں۔

چون الخ۔ یعنی جب کہ تو صحبت اولیاء اللہ سے دور ہو گیا ہے تو حقیقت میں تو خدا سے دور ہو گیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں خدا یاد آتا ہے جب ان سے بعد ہو گا تو ذکر سے بھی بعد ہو گا اور یہی بعد عن الحق ہے۔

چون نتیجہ الخ۔ یعنی جب کہ ساتھیوں کا چھوڑ دینا موجب غم ہے اور بادشاہوں کے سامنے سے جدا ہونا کب کم ہے مطلب یہ کہ دیکھو اوپر کی حکایت میں ہمراہی آپس میں جدا ہو گئے تھے تو کس طرح مصیبت پڑی پھر جو شخص کہ اولیاء اللہ سے دور ہو گا اس کو تو کیوں مصیبت نہ پیش آئے گی۔

سایۂ الخ۔ یعنی شاہان (معنوی) کا سایہ ڈھونڈو اور ہر دم دوڑو تا کہ ان کے سایہ کی بدولت آفتاب (ظاہری) سے بھی بہتر ہو جاؤ۔ اس لئے کہ ان کے سایہ میں تو انوار معنوی کا حصول ہوگا اور اس آفتاب میں صرف نور ظاہری ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ان حضرات کے سایہ میں رہ کر اس سے فوقیت حاصل ہوگی۔

رو بخسپ الخ۔ یعنی جا اور کسی مقبول بندہ کی پناہ میں سو شاید کہ کوئی صاحب دل تجھ کو آزاد کر دے مطلب یا تو یہ کہ کسی مقبول بندہ کے سایہ میں آرام سے رہو کہ وہاں اطمینان قلب حاصل ہو گا اور پھر تم کو وہاں رہنے سے شاید کہ کوئی صاحب دل نظر کر دے اور واصل ہو جاؤ اور جو سونے سے مراد بیکار رہنا ہے تب یہ مطلب ہوگا کہ اگر بیکار ہی رہنا ہے اور کچھ کام کرنا ہی نہیں تب بھی کسی مقبول بندہ کے پاس ہی رہو کہ اس کی صحبت کے برکات اور فیوض تم کو حاصل ہونگے اور اس سے تم ایک روز کامیاب ہو جاؤ گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر سفر داری الخ۔ یعنی اگر سفر کرو تو اسی نیت سے کرو اور اگر حضر ہو تو اس سے غافل مت ہو۔ مطلب یہ کہ حضر ہو یا سفر کی حالت میں تلاش مقبولان حق سے غافل مت رہو۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو جس کو کل کے سبق میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ جو تلاش مقبولان حق کی تعلیم فرمارہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہو تب تو وہ شیخ کی تلاش تعلیم کے لئے کرے اور اس میں خوب سرگرمی سے کام لے اور جبکہ تعلیم کے لئے کوئی شیخ مل گیا ہے تو اب تعلیم کے لئے کسی دوسرے کے پاس جانا موجب حرمان ہے اور یہ شخص ہمیشہ یوں ہی رہے گا۔ اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ لاالیٰ ھؤلاء و لاالیٰ ھوء لاء۔ بلکہ اب جبکہ ایک شیخ کا دامن تعلیم کے لئے تھام لیا ہے دوسرے اس کے ہم مقرب بزرگوں کے پاس حصول برکت صحبت کے لئے جانا مضائقہ نہیں ہے بلکہ مفید ہے لہٰذا جب تک کہ تعلیم کے لئے شیخ نہ ملے اس وقت تک تو تعلیم کے لئے تلاش کر اور جب اس کے لئے ایک پر دل ٹھن جائے اب دوسروں کے پاس صرف حصول برکت کے لئے جانا مفید ہے ہاں بھنگڑوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیے کہ ان کی صحبت مضر ہوتی ہے اس لئے کہ اول تو یہ لوگ بالکل مکار اور فریبی ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان میں سے خدا رسیدہ ہوا بھی جیسے کہ بعض مجذوب ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے افعال ظاہری خلاف شریعت ہوتے ہیں تب بھی اس شخص کے کام کے تو نہیں ہیں خود تو وہ مقرب ہیں مگر دوسرے کو پہنچا نہیں سکتے۔ ان کی مثال گود کے بچہ جیسی ہوتی ہے کہ وہ خود تو ماں کی گود میں بیٹھا ہے مگر اس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی اور اپنے بھائی کو بھی لاکر کنار مادر میں بٹھائے اسی طرح مجاذیب خود تو مقرب حق ہوتے ہیں مگر دوسرے کے کام کے نہیں ہوتے۔ یہ تو کچھ ان ہی لوگوں میں ہے کہ جو خالی معلوم ہوتے ہیں یعنی شیوخ سالکین

کاملین کہ جو ظاہر نظر میں تو مثل عوام کے معلوم ہوتے ہیں مگرے کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں + کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ ع چھیڑ نا مت کہ بھرے بیٹھے ہیں + بلکہ قرب اصلی اور واقعی بھی ان ہی حضرات کو ہوتا ہے اس لئے کہ ان کی مثال مثل بڑے بیٹے کے ہے کہ جو ظاہر میں تو ماں باپ سے الگ ہے لیکن جب مشورہ طلب ہوتا ہے اس کا ہی کام پڑتا ہے اور اسی کی پکار ہوتی ہے اور وہی بلایا جاتا ہے اس کو یہ قدرت بھی ہے کہ دوسرے کی سفارش کر کے یا چھوٹے بھائی کو گود اٹھا کر ماں باپ تک پہنچا دے مگر یہاں سے جہلاء یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ اللہ میاں کے رشتہ دار یا مشیر کار ہوتے ہیں نعوذ باللہ بلکہ ان کو طریقے وصول کے معلوم ہوتے ہیں وہ ہر ایک کو بتا دیتے ہیں آگے جو ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے جیسا کہ بارہا لکھا گیا ہے لہٰذا خواہ سفر میں رہو یا حضر میں تعلیم کے لئے تو ایک کو جو متبع شریعت ہو اور تمہارا دل گواہی دے کہ مجھے اس سے نفع ہوگا تلاش کر لو۔ پھر فیض صحبت کے لئے دوسروں کے پاس حاضر ہونا بھی مضر نہیں ہے بلکہ اگر شیخ سے اجازت لے کر ان کے پاس بھی جاؤ تو یہ اور بھی اسلم طریق ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

فاختہ سان الخ۔ یعنی فاختہ کی طرح رات دن کو کو کہو اور پوشیدہ خزانہ کو ایک ہی درویش سے مت تلاش کرو مطلب یہ کہ ہر وقت تلاش میں لگے رہو اس خزانہ معانی کو ایک ہی کے پاس مت تلاش کرو بلکہ جو ملے اس سے حاصل کر و لیکن یہاں بھی وہی تقریر بالا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیم کے لئے تو ایک ہی کا دامن پکڑ لو ہاں فیض صحبت کے لئے اگر کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

دریدر الخ۔ یعنی (تلاش میں) دربدر پھرو اور کوچہ درکوچہ میں جاؤ جستجو کرو جستجو کرو جستجو۔

تا توانی الخ۔ یعنی جب تک ہو سکے اولیاء اللہ سے روگردانی مت کرو اور (تلاش میں) کوشش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غرضیکہ اولیاء اللہ کی تلاش کی ہر وقت ضرورت ہے خواہ کسی کا شیخ معین ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر شیخ معین نہیں ہے تب تو خود اسی کی ضرورت ہے اور اگر وہ موجود ہے تو فیض صحبت کے حصول کی ضرورت ہے اس لئے تلاش ضروری ہے۔ آگے حضرت بایزید بسطامیؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ وہ سفر میں چلے تو اولیاء اللہ کی تلاش میں لگے رہے یہاں تک کہ ایک بہت بڑے بزرگ مل گئے۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ و در راہ بخدمت بزرگے رسیدن و گفتن آن بزرگ کہ کعبہ منم مرا طواف کن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کر لے

سوئے مکہ شیخ امت بایزیدؒ	از برائے حج و عمرہ می دوید
امت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب	حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

او بہر شہر یکہ رفتے از نخست	مر عزیزاں را بکردے باز جست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداء	خاصان خدا کی تلاش کرتے
گردمی گشتے کہ اندر شہر کیست	کو برارکان بصیرت متکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے	جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟
گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اول طالب مردے شوی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے	یہ چاہیے کہ ابتداء تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے
قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں	در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کرُ کیونکہ یہ نفع و نقصان	تبعاً حاصل ہو جائے گا اس کو تو فرع سمجھ
ہر کہ کارد قصد گندم باشدش	کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے	بھوسا تبعاً اس کو حاصل ہو جاتا ہے
گر بکاری جو نیاید گندمے	مردمے جو مردمے جو مردمے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اگے گا	کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی
قصد کعبہ کن چو وقت حج بود	چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہٗ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر	جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا
قصد در معراج دید دوست بود	در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا	تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دے گئے
سید الاعمال بالنیات گفت	نیت خیرت بسے گلہا شگفت
سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں	تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں
نیت مومن بود بہ از عمل	ایں چنیں فرمود سلطان دول
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے	سلطنتوں کے بادشاہ نے اسی طرح فرمایا ہے

حکایت خانہ ساختن مریدے وامتحان پیر مرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مرید	پیر آمد خانۂ او را بدید
ایک مرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا	پیر آیا اس نے اس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مرید خویش را	امتحاں کرد آں نکو اندیش را
شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے فرمایا	اس خیراندیش کا امتحان لیا
روزن از بہر چہ کردی اے رفیق	گفت تا نور اندر آید زیں طریق
اے دوست! تونے روشندان کس لئے بنایا ہے	اس نے کہا تاکہ اس راستہ سے روشنی اندر آئے
گفت آں فرع ست ایں باید نیاز	تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کے لئے ہونا چاہئے	تاکہ تو اس راستہ سے اذان سنے
نور خود اندر تبع می آیدت	نیت آں را کن کہ آں می بایدت
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی	اس کی نیت کر جس کی نیت کرنی چاہیے

شیخ امت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ بقصد حج وعمرہ کعبہ تشریف لے جارہے تھے مگر وہ جس شہر میں جاتے سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرتے اور چاروں طرف چکر لگاتے کہ دیکھیں اس شہر میں کون ہے جو بصیرت کو اپنا تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہے یعنی صاحب بصیرت ومعرفت کون ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حق سبحانہ نے بذریعہ الہام ان سے فرمایا تھا کہ تم سفر میں جہاں کہیں جاؤ تم کو چاہیے کہ سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرو اور واقع میں ہونا بھی یہی چاہیے کہ مقصود خزانہ ہو رہا۔ نفع ونقصان جو سفر سے ایک درجہ میں مقصود ہے وہ فرع ہے مقصود اصلی کی جو کہ تبعاً حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ جو شخص کھیتی کرتا ہے اس کو گیہوں مقصود ہوتے ہیں اور بھس تبعاً حاصل ہو جاتا ہے لیکن اگر تم جو بوؤ گے یعنی غرض دنیاوی کو مطمح نظر اور مقصد اولیٰ بناؤ گے تو اس سے گیہوں یعنی ثمرات محمودہ اخرویہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مقصد اعلیٰ وہم تلاش اہل اللہ ہونا چاہیے اس کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے سفر کعبہ کہ جب حج کا وقت ہو تو سفر کعبہ سے زیارت کعبہ وافعال حج مقصود ہونے چاہئیں۔ رہی سیر مکہ سو وہ خود بخود تبعاً حاصل ہو جائے گی۔ اس کو مطمح نظر نہ بنانا چاہیے ورنہ یا توحج ہی نہ ہو سکے گا یا ثواب سے محروم رہو گے اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج سے مقصود اعلیٰ حق سبحانہ کا دیکھنا تھا۔ رہی سیر عرش وملائک سو وہ بھی بالتبع حاصل ہوگئی اور راز اس کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات پس اگر نیت اچھی ہو تو وہ عمل طاعت ہے اور اگر نیت بری ہے تو عمل برا۔ لہٰذا اگر تم کو سفر سے مقصود طلب اہل اللہ ہوگی تو یہ سارا سفر تمہارا اطاعت اور مثمر برکات ہوگا اور تیری نیت خیر سے بہت سے عمدہ نتائج پیدا ہونگے ورنہ علی حسب النیت معاملہ کیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ نیت خیر بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی صرف نیت خیر اس کے محض عمل سے بہتر ہے کیونکہ اول طاعت ہے اور ثانی طاعت نہیں اب ہم اس کے مناسب ایک حکایت بیان کرتے ہیں ایک شخص نیا مرید ہوا تھا اس نے ایک گھر بنایا اس کے پیر صاحب تشریف لائے اور مکان کو دیکھا۔ دیکھ کر شیخ نے اپنے اس نئے

مرید سے امتحاناً پوچھا کہ بھائی یہ روزن دیوار یا چھت میں کیوں رکھا گیا ہے اس نے عرض کیا اس لئے رکھا گیا ہے تا کہ روشنی مکان میں آسکے شیخ نے فرمایا کہ تم کو اس سے طاعت کی نیت چاہئے تھی کہ اذان کی آواز آسکے روشنی تو فرع تھی وہ بھی آسکتی تھی اصل مقصد ہونا چاہیے جو اصل مقصود ہے رہی روشنی وہ خود بخود آ جائے گی۔

شرح شبّیری

حضرت بایزید بسطامیؒ کا حج کے لئے جانا راستہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچنا اور ان بزرگ کا ان سے یہ کہنا کہ میں کعبہ ہوں میرا طواف کر

سوئے کعبہ الخ۔ یعنی شیخ امت حضرت بایزیدؒ کعبہ کی طرف حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے تو ان کی یہ حالت تھی کہ

او بہر شہر الخ۔ یعنی جس شہر میں وہ تشریف لے جاتے اول اولیاء اللہ کو تلاش فرماتے۔

گرد میگشے الخ۔ یعنی گرد شہر کے پھرتے کہ شہر میں ایسا کون ہے جو کہ ارکان بصیرت پر متقی ہو۔ مطلب یہ کہ اہل بصیرت کی تلاش فرماتے کہ کون ہیں۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سفر میں جہاں جاؤ چاہیے کہ اول کسی مرد حق کے طالب ہو۔ قرآن شریف میں اس کے متعلق کوئی آیت صریح تو ہے نہیں لیکن آیت ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا و کلوا من رزقہ سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے اس لئے کہ بعض مفسرین نے ینفقون اموالھم کی تفسیر میں یہ کہا ہے اے یفیضون المعانی تو اس سے معلوم ہوا کہ جیسا مولانا کا اور صوفیہ کا قاعدہ ہے کہ بعض امور بطن قرآن شریف سے نکالتے ہیں اسی طرح یہاں معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ سفر کرو اور رزق ظاہری کو حاصل کرو اور بطن آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب سفر کرو تو رزق معنوی یعنی انوار اور فیوض اولیاء حاصل کرو۔ اس سے ایک تاویل بعید سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاش اولیاء بھی اس میں داخل ہے لہٰذا ممکن ہے کہ مولانا کا اشارہ اسی طرف ہو واللہ اعلم بالصواب۔ آگے فرماتے ہیں کہ

قصد گنجے الخ۔ یعنی ایک خزانہ کا قصد کر کہ دنیا کا نفع نقصان تو تبعاً خود آ جائے گا تم اس کو فرع سمجھو مطلب یہ کہ ہر کام میں رضا حق مطلوب ہونا چاہیے اور اس سے جو نفع یا نقصان ظاہری وابستہ ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا جیسے کہ مثلاً روٹی کھانے بیٹھے تو اس سے اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے پیٹ بھرے گا تب تو صرف پیٹ بھرنا ہی نفع حاصل ہوا اور اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے قوت عبادت ہوگی تو پیٹ اب بھی بھرے گا مگر ثواب بھی مل گیا۔ لہٰذا اصل مقصود تو رضا حق اور طاعت کو سمجھو اور اس کے تابع ہو کر امور دنیا و یہ بھی حاصل ہو جائیں گے آگے اپنی عادت کے موافق مثالیں دیتے ہیں کہ

ہر کہ کار الخ۔ یعنی جو کوئی بوتا ہے اس کا مقصود تو گیہوں ہوتا اور بھوسہ تبعاً آ ہی جاتا ہے۔

گر بکاری الخ۔ یعنی اگر تم جو بوؤ تو گیہوں حاصل نہ نہ ہونگے کسی آدمی کو تلاش کرو آدمی کو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے نیت اچھی نہ کی تو یقیناً اس سے عمدہ پھل حاصل نہ ہونگے لہٰذا جب سفر کرو تو اس سے مقصود اگر تلاش اولیاء ہو تو جہاں کا قصد ہے ہاں تو پہنچ ہی جاؤ گے مگر اس کا ثواب بھی مل رہے گا۔

قصد کعبہ کن الخ۔ یعنی جب وقت حج کا ہو تو قصد کعبہ کا کرو جب تم پہنچ جاؤ گے تو شہر مکہ بھی دیکھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب حج کو جاؤ تو نیت زیارت بیت اللہ کی کرو جس سے ثواب ہوگا پھر جب وہاں پہنچو گے تو تم کو مکہ شہر کی بھی سیر ہو جائے گی لیکن اگر گھر ہی سے مکہ یا بمبئی کی سیر کا قصد کیا تو سیر تو ہو گئی مگر دوسرا مقصود یعنی ثواب حاصل نہیں ہوا۔

قصد الخ۔ یعنی معراج میں مقصود تو حق تعالیٰ کی تجلی کا دیدار تھا اور تبعاً عرش و ملائک کو بھی دیکھ لیا۔

سید الاعمال الخ۔ یعنی سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے **الاعمال بالنیات** فرمایا ہے اور تیری نیت خیر نے بہت سے غنچے کھلائے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ **الاعمال بالنیات لکل امر مانوی رواہ البخاری** تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر اعمال میں نیت درست ہو تو پھر دیکھو کس قدر غنچۂ معنی کھلتے ہیں اور اس عمل میں کس قدر فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اور اگر نیت درست نہیں ہے تو وہ عمل ہی بے کار ہے جیسا کہ ظاہر ہے

نیت مومن الخ۔ یعنی مومن کی نیت عمل سے بہتر ہے اسی طرح سلطان ودل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث میں ہے کہ **نیت المومن خیر من عملہ رواہ المواھب و ضقفہ ورواہ الطبرانی و سکت عنہ** اس سے معلوم ہو گیا کہ یہ حدیث موضوع تو نہیں ہے اگرچہ ضعیف ہے اور مولانا ضعیف سے بھی استدلال فرما لیتے ہیں لہٰذا اسی طرح یہاں بھی مولانا استدلال فرما رہے ہیں کہ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے لہٰذا نیت کو درست رکھنا چاہیے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مکان بنایا تو اپنے شیخ کو اول اس کے اندر لایا اس میں ایک جگہ روزن بھی رکھا تھا شیخ نے پوچھا کہ یہ روشندان کس لئے رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ تاکہ روشنی آئے فرمایا کہ اگر یہ نیت ہوتی کہ اس میں سے اذان کی آواز آئے گی تو تجھے روشنی تو حاصل ہو ہی جاتی مگر ثواب بھی ملتا۔ لہٰذا نیت کی درستی تمام اعمال میں ضروری ہے اب حکایت سنو۔

ایک مرید کے گھر بنانے اور شیخ کے مرید کا امتحان کرنیکی حکایت

خانۂ الخ۔ یعنی ایک مرید نے ایک نیا گھر بنایا تو پیر صاحب آئے اور اس کے گھر کو ملاحظہ کیا۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے کہا اور اس نکو اندیش کا امتحان کیا یہ کہا کہ

روزن الخ۔ یعنی اے رفیق تو نے یہ روشندان کس لئے رکھا ہے تو بولا کہ تاکہ اس راستہ سے نور آئے۔

گفت آن الخ۔ یعنی اس شیخ نے کہا کہ یہ تو فرع ہے یہ نیت چاہیے تھی کہ اس راستہ سے اذان کی آواز آئے گی۔

نور خود الخ۔ یعنی نور تو تبعاً تیرے پاس آ ہی جاتا تجھے وہ نیت کرنی چاہیے تھی جس کی تجھے ضرورت تھی۔ بس اب اس حکایت کو تو ختم کر دیا آگے پھر حضرت بایزیدؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بایزیدؒ اندر سفر جستے بسے	تا بیابد خضر وقت خود کسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا	تا کہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے
دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال	یافت دروے فر و گفتار رجال
ایک بوڑھے ہلال جیسے قد والے کو دیکھا	اس میں مردان (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی
دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب	ہمچو فیلے دیدہ ہندوستاں بخواب
آنکھوں سے نابینا اور دل سورج کی طرح	اس ہاتھی کی طرح جس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو
چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب	چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے	جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا
بس عجب در خواب روشن می شود	دل درون خواب روزن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے	نیند میں دل روشندان بن جاتا ہے
آنکہ بیدارست و بیند خواب خوش	عارفست او خاک او در دیدہ کش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے	وہ عارف (باللہ) ہے اس کی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا
بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت	مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
ان کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا	انکساری دکھائی اور ان کی خدمت میں دوڑے
پیش او بنشست و می پرسید حال	یافتش درویش و ہم صاحب عیال
ان کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کئے	ان کو نادار اور عیال دار پایا
گفت عزم تو کجا اے بایزیدؒ	رخت غربت را کجا خواہی کشید
انہوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟	سامان سفر کہاں لے جائے گا؟
گفت عزم کعبہ دارم از ولہ	گفت ہیں با خود چہ داری زادرہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے	فرمایا اچھا، راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟
گفت دارم از درم نقرہ دویست	نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں	یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار	ویں نکوتر از طواف حج شمار
انہوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کر لے	اور اس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ
داں درمہا پیش من نہ اے جواد	داں کہ حج کردی وشد حاصل مراد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے	سمجھ لے کہ تونے حج کر لیا اور مقصد پورا ہو گیا
عمرہ کردی عمر باقی یافتی	صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی	تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا
حق آں حقے کہ جانت دیدہ است	کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
اس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے	کہ اس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے
کعبہ ہر چند یکہ خانہ براوست	خلقت من نیز خانہ سر اوست
ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے	میرا وجود بھی اس کے اسرار کا گھر ہے
تا بکرد آں خانہ را دروے نرفت	واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
جب سے اس نے وہ گھر بنایا ہے اس میں نہیں گیا ہے	اور اس گھر میں اس حی (وقیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے
چوں مرا دیدی خدارا دیدۂ	گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے	سچائی کے کعبہ کے گرد تونے طواف کیا ہے
خدمت من طاعت وحمد خداست	تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے	خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے
چشم نیکو باز کن درمن نگر	تا بہ بینی نور حق اندر بشر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ	تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے
بایزیدا کعبہ را دریافتی	صد بہاء و عز و صد فریافتی
اے بایزیدؒ! تونے کعبہ پا لیا	سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان وشوکت پائی ہیں
کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار	گفت "یا عبدی" مرا ہفتاد بار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایک بار "میرا گھر" کہا ہے	مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے
بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت	ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے ان نکتوں کو یاد کر لیا	سونے کے بالے کی طرح ان کو کان میں پہنا

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید	منتہی در منتہیٰ آخر رسید
ان سے بایزیدؒ بڑھوتری میں پہنچے	کامل (مرید) مرتبہ کمال میں پہنچے

بایزید اپنے سفر میں بہت تلاش کرتے تھے کہ کوئی صاحب اپنے وقت کے خضر مل جائیں بالآخر انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑے میاں ہیں جن کی کمر ہلال کی طرح خمیدہ ہے ان میں ایک شان وشوکت شاہانہ ہے اور ان کی گفتگو مردانہ ہے گو آنکھیں بے نور ہیں مگر دل آفتاب کی طرح روشن ہے اور یاد وطن اصلی میں یوں مست ہیں جیسے ہاتھی اپنے وطن اصلی ہندوستان کو خواب میں دیکھ کر مست ہوتا ہے (کما ہوالمشہور) تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند ہونے کی حالت میں تو مزہ کی باتیں سینکڑوں دیکھتا ہے کیونکہ اس کو اس حالت میں عالم غیب سے ایک گونہ تعلق ہو جاتا ہے اور جب آنکھیں کھولتا ہے تو وہ باتیں نہیں دیکھ سکتا منشا تعجب یہ ہے (کہ آنکھ بند ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے اور آنکھ کھلنے پر نہیں دیکھ سکتا حالانکہ مناسب عکس تھا یہ شخص خواب میں بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے اور دل کو خواب میں عالم غیب سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ عجائبات کے لئے دل میں ایک راستہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو شخص جاگتا ہو اور جو جاگنے میں اچھے اچھے خواب دیکھے یعنی عجائبات عالم کا مشاہدہ کرے وہ عارف ہے اس کی خاک بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگانا چاہیے۔ القصہ بایزید نے جب ان کو قطب وقت پایا تو ان کے سامنے عجز وانکسار اختیار کیا اور خدمت میں دوڑے ان کے سامنے باادب بیٹھے حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بیچارے نادار ہیں اور اس کے ساتھ عیالدار بھی ہیں۔ شیخ نے پوچھا بایزید کہاں کا قصد ہے اور آپکا سامان سفر کہاں جائے گا انہوں نے کہا کہ صبح سے خانۂ کعبہ کا ارادہ ہوا ہے آپ نے فرمایا دیکھو تو تمہارے پاس زادراہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوسو درہم ہیں جو میری چادر کے پلہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سات بار میرے گرد گھوم لو اور اس کو طواف حج سے بہتر سمجھو اور یہ درہم میرے حوالہ کر دو اور سمجھو کہ گویا کہ تم نے حج ہی کر لیا اور تمہارا مقصد حاصل ہو گیا اور تم کو عمر باقی مل گئی تو گویا عمرہ کر لیا اور صاف ہو گئے تو گویا صفا ہی پر دوڑ لئے اس ذات حقہ کی قسم جس کا نور معرفت تم کو حاصل ہے مجھے اس نے بیت اللہ پر فضیلت دی ہے کیونکہ میں بحمداللہ مومن کامل ہوں اور مومن کامل کا خانۂ کعبہ سے افضل ہونا بنص نبوی ثابت ہے یہ ضرور ہے کہ ان کی طاعت کا گھر ہے لیکن میری خلقت اس کے اسرار کا گھر ہے ایک فرق مجھ میں اور خانۂ کعبہ میں یہ ہے کہ جب سے حق سبحانہ نے خانۂ کعبہ کو پیدا کیا ایک مرتبہ بھی اس میں ان تجلیات کا ورود نہیں ہوا جن کا مجھ میں ہوا ہے اور مجھ میں ان کا ورود سینکڑوں مرتبہ ہوا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ میرا دل صرف انہیں تجلیات سے معمور ہے۔ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو گویا خدا کو دیکھ لیا کیونکہ جو معاملہ بندگان خاص حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جب تم میرے گرد گھوم لئے تو گویا تم ایک کعبۂ صدق کے گرد گھوم لئے۔ میری خدمت حق سبحانہ کی طاعت اور اس کی حمد ہے تم کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حق سبحانہ مجھ سے جدا ہیں لہٰذا ان

کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ خود حق سبحانہ کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ واقعی بات وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ چشم باطن سے بنظر غور مجھے دیکھنا چاہیے تا کہ تم کو نور حق سبحانہ آدمی کے اندر دکھلائی دے مجھ میں اور خانۂ کعبہ میں ایک فرق یہ ہے کہ حق سبحانہ نے خانۂ کعبہ کو ایک مرتبہ اپنا مکان کہا یعنی بہت کم کہا اور مجھے یا عبدی ستر بار یعنی بکثرت کہا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ حق سبحانہ کو پکارتا ہے اور ایک مرتبہ یا اللہ کہتا ہے تو وہاں سے ستر مرتبہ یا عبدی جواب ملتا ہے (یا یوں کہو کہ عالم معاملہ میں یہ خطاب ہوا ہے) اس لئے اے بایزید جب تم نے مجھے پالیا تو گویا خانۂ کعبہ ہی کو پالیا اور سینکڑوں رونق، عزتیں اور سینکڑوں شوکت عند اللہ تم کو حاصل ہوگئیں۔ بایزید نے ان تمام نکتوں کو بہت غور سے سنا اور سونے کی بالی کی طرح ان کو آویزۂ گوش بنایا اور اس سے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مراتب طے ہوگئے اور گو اضافی منتہی تھے مگر اب اس سے اعلیٰ انتہاء پر پہنچ گئے۔

ف: اس حکایت میں بعض امور تشریح طلب ہیں تا کہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑ جائیں۔ اول یہ کہ ان بزرگ نے ان کو حج سے کیوں روکا اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو بایزید علیہ الرحمۃ پر حج فرض ہی نہ ہوا ہوگا کیونکہ دوسو درہم حج کے لئے کافی نہ ہونگے۔ یا فرض ہو چکا ہوگا اور اس کو وہ ادا بھی کر چکے ہوں گے۔ بہر حال یہ حج نفل ہوگا۔ جناب شیخ نے دیکھا کہ میری خدمت میں بہ نسبت حج نفل کے انکا زیادہ فائدہ ہے اس لئے روک دیا۔ گو اس وقت ان کو وہ برکات نہ حاصل ہوسکیں جو مخصوص ہیں خانۂ کعبہ کے ساتھ مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہوئیں جو انکی حالت کے لحاظ سے شیخ کے اجتہاد میں زیادہ مناسب تھیں دوم یہ کہ ان بزرگ نے اپنے گرد طواف کیسے کرایا اور اس کو قائم مقام طواف کعبہ کیونکر قرار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طواف تعظیمی وتعبدی نہ تھا بلکہ جوش شوق ومحبت سے گرد گھومنا تھا اور شیخ نے اس کو حقیقۃً مغنی عن طواف کعبہ نہیں قرار دیا بلکہ مقصد یہ تھا کہ جو برکات تم کو طواف سے حاصل ہوتیں گو وہ برکات حاصل نہ ہوں مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہونگی جو تمہاری حالت کے زیادہ مناسب ہیں اور منشا ان برکات کا صورت طواف نہ تھی بلکہ صحبت ومحبت تھی جو گرد گھومنے میں حاصل تھی رہا اس صورت کا اختیار کرنا سو وہ بنا بر مشاکلت اور تطییب قلب کے لئے تھا۔

اس مقام پر تتمیما لفائدۃ وہ مضمون بھی نقل کیا جاتا ہے جو حضرت مجدد الملۃ والدین دامت معالیہ نے خود قلمبند فرمایا ہے وہو ہذا۔

توجیہ حکایت بایزید باشیخ کہ بطواف خود امر فرمود

توجیہش چنانچہ بخاطر فاتر می رسد آنست کہ مقصود شیخ بایزیدؒ ازین سفر تحصیل برکات وانوار یکہ خاصۂ بیت معظم ست نبود۔ خواہ فریضہ ادا کردہ باشند یا فریضۃ نشدہ بود زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگر چہ فرضاً بوجہ کلی یا جزئی افضل ازان

ازان باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند وہذا خلف ۔ بلکہ مقصودش بطریق منع الخلو یکے از امور سگانہ بور علے اختلاف نیتہ الطالب واحوالتہ یا مطلق ثواب عظیم کما یقصدہ اہل الشریعتہ ودر ینجا بسبب معیل بودن آن کامل اتفاق و تصدق موجب زیادت اجر وثواب بود کما حقق فی محلّہ ویا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر کما یرذمہ اہل الطریقتہ ۔ ودر بعضے احیان صحبت مکمل سبب زیادۂ اصلاح می باشد ۔ ویا مطلق مشاہدۂ تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقتہ پس آن شیخ کامل بتصرف قوی تجلیات رابر قلب او وارد نمودہ ورنہ یقینی ومتفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگرچہ تجلیات کعبہ راہم جامع باشد تغنی از طواف کعبہ نتوان شد وکیف کہ در کعبہ انچہ مفصل است در انسان مجمل ست والتفصیل مالیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبۂ حال ست ۔ واسرار وحدۃ ومعیتہ فمحلہ لیس ہنا لک ۔

شرح شبّیری

بایزید الخ ۔ یعنی بایزید رحمۃ اللہ سفر میں بہت تلاش کرتے تھے تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالیں ۔

دید پیرے الخ ۔ یعنی انہوں نے ایک بوڑھے کو جن کا قد کہ ہلال کی طرح خمیدہ تھا دیکھا اور ان بڑے میاں میں مردوں کی سی باتیں تھیں مطلب یہ کہ ان کی باتوں سے مرد راہ حق معلوم ہوتے تھے اور محقق اور مبصر معلوم ہوتے تھے ۔

دیدہ الخ ۔ یعنی آنکھیں تو نابینا تھیں اور دل آفتاب کی طرح روشن مثل ہاتھی کے کہ اس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو ۔ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے اس لئے اگر کبھی باہر چلا جاتا ہے اور پھر خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ نہایت مسرور ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ہاتھی کی طرح آنکھیں تو بند تھیں مگر خوش وخرم تھے آگے فرماتے ہیں کہ

چشم بستہ الخ ۔ یعنی یہ تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند کر کے تو سینکڑوں عمدہ باتیں دیکھتا ہے اور جب آنکھ کھول دے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ عکس موافق قیاس کے ہے ۔

بس عجب در خواب الخ ۔ یعنی بہت سی عجائبات خواب میں روشن ہوجاتی ہیں اور دل خواب میں ایک روشندان ہو جاتا ہے کہ اس میں مختلف قسم کے انوار نظر آتے ہیں یہ حالت تو عوام کی بھی ہے اور اس کو اطبا نے بھی لکھا ہے کہ جب انسان سورہتا ہے تو اس کا نفس ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے ۔ آگے اولیاء اللہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں ۔

وانکہ الخ ۔ یعنی اور وہ کہ بیدار ہے اور عمدہ خواب دیکھ رہا ہے وہ عارف ہے اس کے خاک قدم کو آنکھ میں لگا ۔ مطلب یہ کہ جس کی یہ حالت ہو کہ بیداری میں بھی اس کو انوار حق اور عجائبات کا مشاہدہ ہوتا ہو اس کے تو غلام ہوجاؤ اور اس کی اطاعت میں مرمٹو ۔ آگے پھر قصہ حضرت بایزید کا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ ۔ یعنی حضرت بایزید رحمۃ اللہ نے جب ان کو اقطاب میں سے پایا تو ان کے سامنے عاجزی کی اور ان کی خدمت میں جلدی کی ۔

پیش الخ۔ یعنی حضرت ان کے سامنے بیٹھے اور حال بھی پوچھا تو ان کو غریب اور عیالدار پایا۔

گفت عزم الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ اے بایزید کہاں کا سفر ہے اور اس سامان کو کہاں کھینچو گے۔

گفت قصد الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں شوق کی وجہ سے قصد کعبہ کا رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا تو اپنے ساتھ زادراہ کیا رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے پاس کیا زادراہ ہے۔

گفت دارم الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں دوسو درہم رکھتا ہوں اور وہ یہ چادر کے کونہ میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں۔

گفت طوفے الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ تو تم میرے گرد سات مرتبہ طواف کرو اور اس کو طواف حج سے اچھا جانو۔

وان الخ۔ یعنی اور اے سخی ان درہموں کو میرے آگے رکھ دو اور جان لو کہ تم نے حج کر لیا اور مراد حاصل ہو گئی۔ یہاں بزرگ کے کلام سے اول تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا طواف کرایا اور اس کو طواف حج سے بہتر بتایا۔ دوسری یہ کہ درہم مانگے جو کہ حرص کی بین دلیل ہے اور حضرت بایزیدؒ کے اوپر دباؤ ڈالنا ہے تو جیہ ان کی یہ ہے کہ اصل میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ پر حج فرض نہ تھا یا تو اس لئے کہ پہلے کر چکے ہوں اور یا اس لئے کہ ان کے پاس زاد راہ کافی نہ ہو بلکہ صرف شوق میں نکل کھڑے ہوئے ہوں تو یہ حج تو نفل ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ یہ شخص غریب اور عیالدار تھے ان کی خدمت کرنا بھی عبادت تھی پھر حج کا ثواب تو لازم صرف حضرت بایزید ہی تک تھا اور ان کی خدمت کا ثواب متعدی تھا اور نوافل میں نفع لازم سے نفع متعدی افضل ہے اس لئے انہوں نے یہ کہا کہ تم حج مت کرو کہ تم کو ثواب مقصود ہے وہ میری خدمت کرنے سے حاصل ہو جائے گا بلکہ اس سے افضل ثواب ملے گا جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ نفع متعدی ہے اس لئے اس کو حج سے افضل فرما دیا۔ رہا طواف کا حکم دینا تو یہ غلبہ حال میں ہو گیا ہے اصل میں تو ان کا مقصود یہ ہے کہ میری اطاعت کرو غلبۂ حال میں اس کی یہ صورت نکالی جس میں کہ کوئی ملامت نہیں ہے اور درہموں کا مانگنا حرص تو اس لئے نہیں ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت بایزید سمجھ دار اور صاحب بصیرت ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں حرص کی وجہ سے نہیں مانگتا بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں واقع ہے اور اسی لئے ان پر بوجھ بھی نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ جب میرا مقصود حاصل ہے اور وہ ان کو دینے ہی سے ہو سکتا ہے لہٰذا دے دینا چاہیے اب بالکل صاف ہو گیا کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ اس کے متعلق خود حضرت مولانا دام ظلہم نے ایک تقریر ۱۳۷۱ے میں لکھی تھی اس کو انشاءاللہ آخر حکایت میں نقل کر دیا جائے گا۔ آگے بھی ان بزرگ ہی کا قول ہے کہ

عمرہ کردی الخ۔ یعنی جان لے کہ تو نے عمرہ کر لیا اور عمر باقی کو پا لیا اور تو صاف ہو گیا اور صفا پر دوڑ گیا۔ اس لئے کہ جب یہ روپیہ دیا تو اس سے قلب دکھا اور اس سے صفائی قلب حاصل ہوئی اور حیات ابدی کا حاصل ہونا ظاہر ہے۔

حق آن الخ۔ یعنی قسم ہے اس حق کی کہ جس کو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر برگزیدہ

کیا ہے۔حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کعبہ کو خطاب کر کے کہا تھا کہ بے شک تجھے حق تعالیٰ نے شرف دیا ہے مگر مومن تجھ سے زیادہ اشرف ہے حق تعالیٰ کے نزدیک۔لہٰذا یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے بیت اللہ پر مجھے شرف دیا ہے کسی قسم کی بے ادبی وغیرہ نہیں ہے۔

کعبہ ہر چندے الخ۔یعنی ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے مگر میری خلقت بھی اس کے اسرار کا گھر ہے۔لہٰذا میں کہ مومن ہوں اس سے کم نہیں بلکہ افضل ہوں۔

تا بگرد الخ۔یعنی جب اس گھر کو بنایا ہے اس میں کبھی تشریف نہ لے گئے اور اس گھر میں (یعنی قلب مومن میں) سوائے اس حی کے اور کوئی نہیں گیا ہے۔یہاں بظاہر ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کعبہ میں جانے سے مراد تحیز و تمکن ہے اور مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ چونکہ اس سے پاک ہیں لہٰذا وہاں تشریف لے جانا صادق نہیں ہوسکتا اور کعبہ مکان محیط حق نہیں ہوسکتا تو یہ بات تو قلب میں بھی ہے کہ یہاں بھی تمکن اور تحیز کے طور پر حق تعالیٰ کبھی بھی تشریف نہیں لائے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد تعلق ہے تو کعبہ اور دل دونوں سے تعلق ہے پھر قلب میں آنے کی ہی کیا تخصیص ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مراد تعلق ہے ہی لیکن چونکہ حق تعالیٰ کو قلب مومن سے جو تعلق ہوتا ہے وہ اس درجہ کا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے تعلق مع بیت اللہ کالعدم سمجھا گیا ہے اس لئے فرمادیا کہ اس میرے قلب سے تو حق تعالیٰ کو وہ تعلق ہے کہ جس کے سامنے اس کا تعلق بالکل کالعدم ہے فلا اشکال۔

چون مرادیدی الخ۔یعنی جب کہ تو نے مجھے دیکھ لیا تو (گویا کہ) خدا کو دیکھ لیا اور کعبہ صدق کے گرد پھر لیا۔مطلب یہ کہ چونکہ مجھ میں اور خدا میں عینیت مصطلحہ ہے (جو اکثر بیان کی گئی ہے) اس لئے میرا دیکھ لینا گویا کہ خدا کا دیکھ لینا ہے۔

خدمت من الخ۔یعنی میری خدمت کرنا حق تعالیٰ کی طاعت وحمد کرنا ہے تو ہرگز یہ مت سمجھنا کہ حق مجھ سے جدا ہے مطلب یہ کہ چونکہ میرا یہ مرتبہ ہوگیا کہ مجھے عینیت مصطلحہ ذات باری کے ساتھ ہوگئی ہے اور بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق بن گیا ہوں تو میری خدمت کرنا گویا کہ خدمت حق ہے۔

چشم نیکو الخ۔یعنی آنکھ کو اچھی طرح کھول اور میرے اندر دیکھ تا کہ تو حق تعالیٰ کا نور بشر میں دیکھے مطلب وہی کہ چونکہ عینیت مصطلحہ مجھے حاصل ہے اس لئے میرے اندر بھی نور حق متجلی ہے۔

بایزید الخ۔یعنی اے بایزیدؒ آپ نے کعبہ کو پالیا اور آپ نے سینکڑوں رونقیں اور سینکڑوں عزتیں اور سینکڑوں دبدبہ پائے۔مطلب یہ کہ تمہارے لئے چونکہ حج نفل ہے اس لئے میری خدمت کرنا اور میری صحبت میں رہنا حج سے بھی افضل ہے لہٰذا اب گویا کہ تم نے حج ہی کرلیا اور اس کی تمام برکات کو حاصل کرلیا۔

کعبہ را یکبار الخ۔یعنی کعبہ کو تو حق تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ بیتی کہا ہے اور مجھے تو یا عبدی ستر بار کہا ہے مطلب یہ کہ چونکہ کعبہ تو مکلّف احکام نہیں ہے اس لئے اس کو تو ایک مرتبہ اپنی طرف منسوب کرنے کے لئے بیتی کہہ دیا اور چونکہ بندہ سے احکام متعلق ہیں اس لئے اس کو ہر حکم کے ساتھ خطاب یاعبدی موجود ہے لہٰذا معلوم ہوا

کہ بندہ سے بہ نسبت کعبہ کے زیادہ تعلق ہے اور میں بندہ ہوں لہٰذا مجھ سے بھی کعبہ سے زیادہ تعلق ہوا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید نے ان نکتوں کو یاد رکھا اور سونے کے بالی کی طرح کان میں رکھا مطلب یہ کہ ان بزرگ کی باتیں خوب غور سے سن کر ان کو یاد رکھا کہ کام کی باتیں تھیں۔

آمد الخ۔ یعنی ان سے حضرت بایزیدؒ زیادتی میں آئے اور منتہی منتہیٰ کے آخر (مرتبہ) کو پہنچ گیا مطلب یہ کہ ان کی صحبت سے حضرت بایزیدؒ کو بہت ہی نفع ہوا اور ان کے مراتب میں بے انتہا ترقی ہوئی اور وہ پہلے سے منتہی اور کامل تو تھے ہی مگر اب اکمل ہو گئے اب اس حکایت کی توجیہ کے متعلق حضرت والا دام ظلہم کی تقریر سنو۔

توجیہ حکایت بالا از حضرت والا دام ظلہم العالی بالفاظہم

دو توجیہش چنانچہ بخاطر فاترمی رسد آنست کہ مقصود و شیخ بایزیدؒ ازین سفر تحصیل برکات وانوار یکہ خاصۂ بیت معظم است نبود خواہ فریضہ ادا کردہ باشد یا فرضیہ نشدہ باشد زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگر چہ فرضاً بوجہ کلی یا جزئی افضل ازان باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند وہذا خلف بلکہ مقصودشؒ بطریق منع الخلو یکے از امور سہ گانہ بود علی اختلاف نیۃ الطالب واحوالہ۔ یا مطلق ثواب عظیم کما یقصدہ اہل الشریعۃ ودرینجا بسبب معیل بودن آن کامل انفاق وتصدق موجب زیادت اجر وثواب بود کما حقق فی محلہ ویا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر مبارک کما یرومہ اہل الطریقۃ ودر بعضے احیان صحبت کمل لسبب زیادت اصلاح می باشد ویا مشاہدہ مطلق تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقۃ پس آن شیخ کامل بہ تصرف قوی تجلیات را بر قلب او وارد نمود ورنہ بقلبی ومتفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگر چہ تجلیات را ہم جامع باشد مغنی از طواف کعبہ نتوان شد وکیف کہ در کعبہ انچہ مفصل ست در انسان مجمل است وللتفصیل مالیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبۂ حال ست اما اسرار وحدت ومعیۃ فمحلہ لیس ہہُنا لک ۲۰ رمضان ۱۳۱۷ ہجری۔

الحمد للہ کہ اب کوئی اشکال اس حکایت کے متعلق نہیں رہا وللہ درہ ثم للہ درہ۔

آگے پھر عیادت کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دانستن پیغمبر کہ سبب رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را	خوش نوازش کرد یار غار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار کو دیکھا	سچے دوست پر اچھی نوازش کی

زندہ شد چوں او پیمبر را بدید	گوئی آں دم حق مراورا آفرید
جب اس نے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اس میں جان پڑگئی	تو کہے گا اللہ نے اسی وقت اس کو پیدا فرمایا ہے
گفت بیماری مرا ایں بخت داد	کامد ایں سلطان بر من بامداد
اس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا	کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے
تا مرا صحت رسید وعافیت	از قدوم ایں شہ پر خاصیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا	اس پرخاصیت شاہ کی تشریف آوری سے
اے خجستہ رنج و بیماری و تب	اے مبارک درد و بیداری شب
مبارک ہے مرض اور بیماری اور بخار	مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا
نک مرا در پیری از لطف و کرم	حق چنیں رنجوری داد و سقم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں	اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا
درد پشتم داد تا من ہم زخواب	بر جہنم بر نیم شب لابد شتاب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے	لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اٹھ بیٹھوں
تا نخسپم جملہ شب چوں گاؤمیش	دردہا بخشید حق از لطف خویش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں	اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے
زیں شکست آں رحم شاہاں جوش کرد	دوزخ از تہدید من خاموش کرد
اس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آ گیا	کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چپ کر دیا

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اپنے مخلص دوست پر بے حد کرم فرمایا جب ان صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ حالت ہوئی کہ گویا خدا نے اس کو ابھی پیدا کیا ہے یعنی سب تکالیف ورنج بھول گیا اور کہا کہ بیماری ہی کی برکت سے مجھے یہ بات نصیب ہوئی ہے کہ سلطان دو عالم آج صبح میرے پاس تشریف لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس بادشاہ پرخاصیت کی برکت سے بالکل صحیح و سالم ہوگیا۔ ارے یہ تکلیف و بیماری اور بخار اور درد اور رات کا جاگنا بڑے مبارک ہیں۔ ایک وجہ تو یہ کہ خدا نے یہ بیماری اور درد کمر وغیرہ اپنی مہربانی سے مجھے ایسے وقت میں عطا کئے جس میں بوجہ کاہلی وسستی کے اعمال صالحہ نہیں کرسکتا تھا یعنی بڑھاپے میں تاکہ ان تکالیف کے سبب آدھی رات کے وقت ضرور اٹھ جایا کروں اور چونکہ حق سبحانہ کو منظور یہ تھا کہ میں رات بھر بھینس کی طرح نہ سوتا رہوں اس لئے مجھے حق سبحانہ نے یہ تکلیفیں اپنی مہربانی سے عطا

کیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میری اس شکستگی سے مرحمت خسروانہ کو جوش ہوا کہ میرے گھر تشریف لائے اور دوزخ کو مجھے دھمکی دینے سے خاموش کر دیا یعنی جناب والا کی تشریف آوری میری نجات کا ذریعہ ہو گئی۔

شرح شبّیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا کہ یہ شخص دعا میں گستاخی کرنے کی وجہ سے بیمار ہے

چون الخ۔ یعنی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اس یار غار پر خوب نوازش کی۔

زندہ شد الخ۔ یعنی وہ شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر زندہ ہو گئے گویا کہ حق تعالیٰ نے اسی وقت انکو پیدا کیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص کہنے لگے کہ بیماری نے مجھے یہ حصہ دیا کہ ایسے بادشاہ میرے پاس صبح ہی تشریف لائے۔

یہ کہاں تھی مری قسمت کہ رکھیں دل پہ وہ ہاتھ آ کلیجے سے لگا لوں تجھے بیماری دل

تا مراصحت الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مجھے صحت حاصل ہو گئی اور عافیت اس بادشاہ پر خاصیت کی تشریف آوری سے۔

اے خجستہ الخ۔ یعنی یہ تکلیف اور بیماری اور بخار مبارک ہے اور یہ درد اور راتوں کا جاگنا مبارک ہے کہ جس کی بدولت قدوم میمنت لزوم سے میں اور میرا گھر مشرف ہوا۔ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے + کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

نک مرا در الخ۔ یعنی اس بڑھاپے میں لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی تکلیف اور بیماری دی۔

درد پشتم الخ۔ یعنی مجھے درد پشت دیا یہاں تک کہ میں نیند سے ہر آدھی رات کو جلدی سے ضرور اٹھ بیٹھتا ہوں اور جب آنکھ کھل جاتی ہے تو لامحالہ مسلمان آدمی تو ذکر ہی میں مشغول ہوگا تو دیکھئے اس ذکر وغیر کا سبب وہ درد ہی ہے لہٰذا وہ بھی نعمت ہوا۔

تانہ خسپم الخ۔ یعنی تا کہ میں بھینسے کی طرح رات بھر نہ سو سکوں مجھے حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے درد بخشے تو دیکھو ان دردوں سے یہ فائدہ ہوا کہ رات بھر نیند نہ آئے گی تو ذکر اللہ میں مشغول رہیں گے اور ایک فائدہ یہ ہوا کہ

زین شکست الخ۔ یعنی اس شکستگی کی وجہ سے اس بادشاہ (یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کے رحم نے جوش کیا اور دوزخ کو میرے عذاب دینے سے خاموش کیا۔ مطلب یہ کہ میری اس بیماری ہی کی خبر سن کر تو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجھ پر رحم آیا اور آپ تشریف لائے تو ایک تو آپ کی تشریف آوری کی برکت سے دوسرے آپ نے دعائے مغفرت فرمائی اس سے میرے گناہ معاف ہوئے اور دوزخ سے بالکل ہی بچاؤ ہو گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رنج گنج آمد کہ رحمتہا در وست	مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اس میں رحمتیں ہیں	جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضع تاریک و سرد	صبر کردن بر غم و سستی و درد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں	غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا
چشمۂ حیوان و جام مستی است	کاں بلندیہا ہمہ در پستی است
آب حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے	اس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مضمر) ہیں
آں بہاراں مضمرست اندر خزاں	پر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں	یہ خزاں پر بہار ہے اس سے گریز نہ کر
ہمرہ غم باش و با وحشت بساز	می طلب در مرگ خود عمر دراز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ	اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

یہاں سے مولانا بمناسبت قصۂ مذکورہ مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تکلیف کے اندر بہت سی رحمتیں ہیں اس لئے یہ رحمت الٰہی کا خزانہ ہے اس سے اخلاق ذمیمہ دور ہوتے ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں اور آدمی ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کی نظیر حسیات میں بھی موجود ہے دیکھو جب کسی پھل کو چھیلا جاتا ہے جس سے کہ اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اندر سے صاف ستھرا اور تازہ تازہ مغز نکل آتا ہے پس خوب سمجھ لو کہ اس بے وفا اور تیرۂ و تار مقام دنیا میں غم اور سستی اور تکلیف پر صبر کرنا حیات تازہ بخشنے والا اور مثل آب حیوان ہے اور گویا کہ شراب محبت الٰہی کا ایک جام ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ صبر مقتضائے کے عبودیت ہے اور عبودیت تمام مراتب عالیہ کا منشاء ہے در یہ بہاریں اسی خزاں میں مضمر ہیں لہٰذا یہ خزاں بہاروں سے پر ہیں یعنی ان مشقتوں میں بڑی راحتیں ہیں تم کو ان سے بھاگنا نہ چاہیے بلکہ بشوق و رغبت برداشت کرنا چاہیے۔ غم کا رفیق ہونا چاہیے وحشت سے میل کرنا چاہیے اور اپنی موت میں عمر دراز کو ڈھونڈنا چاہیے یعنی انہیں ریاضات و مجاہدات میں مرجانا چاہیے اس سے تم کو حیات روحانی عطا ہوگی جو ابدی ہے اور جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔

شرح شبّیری

رنج گنج الخ۔ یعنی رنج تو ایک خزانہ ہے کہ اس کے اندر بہت ہی رحمتیں ہیں۔ مغز تازہ ہو جاتا ہے جبکہ پوست کو چھیل ڈالا جائے مطلب یہ کہ چونکہ مرض اور تکلیف کی حالت میں رحمت حق نازل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس مریض کی حالت شکستگی پر رحم فرماتے ہیں تو یہ مرض وغیرہ ہی سبب اس رحمت کا ہوا۔ لہٰذا تکلیف اور مرض میں بھی رحمت حق پوشیدہ ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے زخم کے اوپر جو خراب کھال آجاتی ہے اگر اس کو اسی

طرح رہنے دیا جائے تو زخم گل جاتا ہے سڑ جاتا ہے اور اگر جراح نشتر سے اس کو کاٹ کر الگ کر دے تو پھر اندر سے اور عمدہ کھال نکلتی ہے تو دیکھو اگر چہ جراح کے کاٹنے میں کلفت ہوئی مگر اس میں ایک راحت اور آرام مستتر ہے کہ وہ زخم اچھا ہو جائے گا اور عمدہ اور نئی کھال نکل آئے گی اسی طرح مرض کے بعد راحت ہوتی ہے۔

اے برادر الخ۔ یعنی اے بھائی تاریک و سرد جگہ میں غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا (یہ شعر مبتدا ہے اور شعر آئندہ اس کی خبر ہے)

چشمہ الخ۔ یعنی چشمۂ حیوان اور جام مستی ہے کہ وہ بلندیاں ساری پستی میں ہیں۔ مطلب یہ کہ تکالیف پر صبر کرنا ہی موجب حیات ابدی کا ہے اور یہی شے ہے کہ جو موصل الی المطلوب ہوتی ہے اور یہ عاجزی اور تواضع ہی ایسی شے ہے کہ جو سبب علو مراتب کا ہوتی ہے۔

آن بہاران الخ۔ یعنی ان خزاں میں بہار پوشیدہ ہے اور یہ خزاں پر بہار ہے اس سے بھاگو مت اس لئے کہ جب خزاں کے بعد بہار آئے گی تو گویا کہ خزاں تو طیہ وتمہید ہے بہار کی اس لئے خزاں میں بہار پوشید ہے لہٰذا ایسی خزاں سے بھی گریز نہ کرنا چاہیے کہ اس کے بعد تجلی محبوب ہی ہے۔

ہمرۂ غم الخ۔ یعنی غم کی ہمراہ رہو اور وحشت کے ساتھ موافقت کرو اور اپنی موت میں عمر دراز کے طالب رہو۔ مطلب یہ کہ غموں اور تکالیف سے گھبراؤ مت بلکہ ان میں صبر کرو اس لئے کہ اگر انتہا ہی کو پہنچیں تو یہ ہوگا کہ مر جاؤ گے تو اس موت میں بھی تم کو عمر باقی اور حیات ابدی حاصل ہوگی تو اس حیات مستعار سے تو وہ حیات ابدی لامحالہ بہتر ہی ہے ہاں ان تکالیف اور مصیبتوں پر تیرا نفس بیشک صبر نہ کرے گا بلکہ وہ تم کو اس کے خلاف تعلیم دے گا اس لئے کہ اس کو تو اس میں کلفت ہی کلفت ہے لہٰذا تو اس کا کہا مت ماننا اور وہ جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست	مشنوش چوں کار او ضد آمدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے	اس کی نہ سن کیونکہ اس کا کام بالعکس ہے
تو خلافش کن کہ از پیغمبراں	ایں چنیں آمد وصیت در جہاں
تو اس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے	دنیا میں وصیت اسی طرح آئی ہے
مشورت درکارہا واجب شود	تا پشیمانی در آخر کم بود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے	تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو
حیلہا کردند بسیار انبیاء	تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں	تب اس پاٹ پر چکی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تا ویراں کند	خلق را گمراہ و سرگرداں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے	مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے
گفت امت مشورت با کہ کنیم	انبیاء گفتند باعقل امیم
امت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟	انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے
گفت اگر کودک درآید یا زنے	کو ندارد عقل ورای روشنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے	جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے
گفت با او مشورت کن وانچہ گفت	تو خلاف آں کن و در راہ افت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے	تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ
نفس خود را زن شناس از زن بتر	زانکہ زن جزوست نفست کل شر
اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر	اس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے
مشورت با نفس خودگر می کنی	ہرچہ گوید کن خلاف آں دنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے	جو وہ کہے اس کمینہ کے خلاف کر
گرنماز و روزہ می فرمایدت	نفس مکارست مکرے زایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے	نفس مکار ہے تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے
مشورت با نفس خویش اندر فعال	ہرچہ گوید عکس آں باشد کمال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو)	وہ جو کچھ کہے اس کے بالعکس (کرنا) کمال ہے
برنیائی باوے و استیز او	روبر یارے بگیر آمیز او
(اگر) اس سے اور اس کی لڑائی میں نہ جیتے	کسی یار کے پاس جا اس سے میل جول کر
عقل قوت گیرد از عقل دگر	نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے	نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے
من ز مکر نفس دیدم چیزہا	کو برد از مکر خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں	وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے برے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے
وعدہا بدہد ترا تازہ بدست	کو ہزاراں بار آنہارا شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے	جن کو اس نے ہزاروں بار توڑا ہے

عمر اگر صد سال خود مہلت دہد	اوت ہر روزے بہانہ نو نہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے	وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا
گرم گوید وعدہائے سرد را	جادوے مردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو درست بتائے گا	قوت مردی کا جادو مردی کو ختم کر دیتا ہے

یہ ضرور ہے کہ ایسا کرنا تمہارے نفس کو ناگوار ہوگا۔ اور وہ کبھی تمہیں ایسا کرنے کی رائے نہ دے گا لیکن تم اس کی بات نہ سننا۔ کیونکہ اس کا کام تو مخالفت کرنا ہی ہے۔ پس تم کو اس کی مخالفت کرنا چاہیے کہ عالم میں پیغمبروں کی یہی وصیت ہے چونکہ اول تو عقلاً بھی مشورہ ضروری ہے تاکہ آخر میں پشیمانی نہ ہو دوسرے پیغمبروں نے اصلاح عالم میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کی چکی اس روش پر چل رہی ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو اور وجہ یہ تھی کہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ وہ عالم کو ویران کردے اور مخلوق کو گمراہ کرے اور اسی گمراہی میں ان کو چکر دیتا رہے لہٰذا اس کی مزاحمت ضروری تھی پس انہوں نے اس کی مزاحمت کے لئے بڑی بڑی کوششیں کیں اور انہیں مساعی جمیلہ میں مشورہ کا حکم بھی دیا اس لئے نقلاً بھی مشورہ ضروری ہوا پس جبکہ مشورہ عقلاً بھی ضروری ہوا اور نقلاً بھی تو لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ مقتدایان دین کی عقول سے مشورہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اگر اس وقت کامل العقل لوگ نہ ہوں بلکہ ناقص العقل یعنی لڑکے اور عورتیں ہی ہوں تو پھر کس سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے جو موجود ہو اسی سے مشورہ کرو اور وہ جو کچھ رائے دے اس کے خلاف کرو اور خلاف راستہ پر پڑلو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دلالت نص سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ نفس کے مشورہ کے خلاف پر عمل ہونا چاہیے کیونکہ نفس تو عورت سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ وہ تو تابع نفس ہے اس لئے بمنزلۂ جزو کے ہے۔ اصل اور ہر فساد کی جڑ اور بمنزلہ کل کے تو یہ نفس ہی ہے پھر اس کی موافقت کیسے جائز ہوگی۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اگر نفس سے مشورہ کرو تو جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو اور یاد رکھو کہ اگر وہ نماز وروزہ کا بھی تم کو حکم دے گا تو اس میں بھی اس کی کوئی چال ہے تم کو متنبہ رہنا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز روزہ چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ تو فی الحقیقت نفس کے خلاف ہے ہی اور وہ جو ان کا حکم کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ تم کو اپنے مطمئنہ ہونے کا اطمینان دلا دے اور اس طرح دوسرے موقعہ پر تم کو دھوکا دے کر معاصی میں مبتلا کردے۔ پس تم کاموں میں نفس سے مشورہ کرو اور جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو کمال اور خوبی یہ ہے۔ لیکن اگر تم میں خود اس پر غالب اور اس کی مخالفت کو دبانے کی قابلیت نہ ہو تو کسی اہل اللہ کو تلاش کرو اور اس سے میل کرو اور اس کی عقل سے مدد لو کہ ایک عقل کو دوسری عقل سے قوت حاصل ہوتی ہے جس طرح ایک گنے کو دوسرے گنوں سے مدد ملتی ہے کہ جو گنا گنوں کے بیچ میں ہوتا ہے وہ ادھر ادھر دونوں سے زیادہ شیریں ہوتا ہے کیونکہ وہ شہ سے شیرینی حاصل کرتا ہے (کما ہو المشہور) میں جو تم سے یہ کہتا ہوں تو محض عقلاً نہیں کہتا بلکہ میرا تجربہ ہے۔ میں نے نفس کے

عجیب عجیب مکر دیکھے ہیں جو کہ اپنے جادو سے عقل وتمیز کو سلب کر لینے والے ہیں۔ مثلاً دیکھو تم کو اس کی مکاری اس سے واضح ہو جائے گی کہ تم سے بار بار وہی وعدہ کرتا ہے جن کو وہ بارہا توڑ چکا ہے پس تم کو اس کے وعدوں اور اس کی باتوں پر ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر سو برس کی بھی عمر ہو تب بھی یہ تم سے ہر روز ایک نیا بہانہ کرے گا۔ یہ اپنے جھوٹے وعدوں کو سچا بناتا ہے اور ان سے آدمی کو پست ہمت کر دیتا ہے اس لئے یہ منتر اس کا ایسا ہے جیسا کہ قوت مردی کو باندھ دینے والا جادو کہ وہ مرد کو باندھ کر نامرد بنا دیتا ہے۔

شرح شبّیری

انچہ گوید الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تیرا نفس کہے کہ یہ برا ہے تو اس کو مت سن جبکہ اس کا کام الٹا آتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ ہمیشہ اوندھی ہی سمجھاتا ہے تو تم اس کے پھندے میں ہرگز مت آنا اور جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا۔

تو خلافش الخ۔ یعنی تو اس کے خلاف کر کہ پیغمبروں سے یہی وصیت منقول ہے جہان میں مطلب یہ کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اصول میں تو سب موافق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ سب انبیاء علیہم السلام نے مخالفت نفس ہی کی تعلیم دی ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرنا اب آگے بھی مولانا کو مخالفت نفس کی تعلیم اور اس کے مکائد سے احتراز کے ضروری ہونے کو بتانا مقصود ہے لیکن اس کے لئے ایک تمہید اول لاتے ہیں اس کے بعد اس مضمون کو بیان فرمادیں گے اس تمہید اور مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہے کہ مشورہ کرنا اچھی بات ہے اور حدیث میں بھی اور خود قرآن میں بھی مشورہ کی فضیلت آئی ہے مگر جب حضور کے مشورہ کرنے کی تعلیم فرمائی تو ایک صحابی نے پوچھا کہ ہم کو مشورہ کس سے کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی مقتداء اور بڑے آدمی سے انہوں نے عرض کیا کہ اگر ایسا کوئی موجود نہ ہو بلکہ کوئی بچہ یا عورت ہو تو اس وقت کیا حکم ہے ارشاد ہوا کہ اس وقت اس بچہ یا عورت ہی سے مشورہ کر لو اور وہ جو مشورہ دیں اس کے خلاف کرو۔ چونکہ یہ لوگ ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت اور ان کے خلاف کرنے میں ہی بہتری ہے اس تمہید کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ اسی طرح چونکہ نفس بھی عورت اور بچہ ہی کی طرح ہے لہٰذا اس کی بھی مخالفت ہی کرو اور یہ جو کچھ کہے اس کے خلاف کرو کہ اسی میں فلاح ہے۔ اب اس کا ربط ماقبل سے بالکل صاف ہے چونکہ اوپر بھی نفس کی مخالفت کا ذکر تھا لہٰذا یہاں بھی بعد ایک تمہید کے مخالفت نفس ہی کا ذکر ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔

مشورت الخ۔ یعنی (دیکھو) مشورہ کاموں میں واجب ہوتا ہے تا کہ آخر میں پشیمانی کم ہو (یہ تو سب کو معلوم ہے ہی)

سعیہا الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام نے بہت سی کوششیں کی ہیں یہاں تک کہ اس پتھر پر یہ چکی پھرنے لگی۔ مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام نے بھی کس قدر کوششیں کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں مشورے بھی کئے ہیں تب کہیں یہ دین اس دنیا میں ہر چہار طرف پھیلا ہے۔

نفس میخواہد الخ۔ یعنی نفس چاہتا ہے کہ ویران کردے اور مخلوق کو گمراہ اور سرگرداں کردے۔ مطلب یہ کہ نفس اس دین کو ویران کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلق گمراہ ہوجائے لہٰذا اس کا کہنا نہ ماننا چاہیے۔

گفت امت الخ۔ یعنی امتیوں نے کہا کہ ہم مشورہ کس سے کریں تو انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ عقل امام کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ مشورہ ضروری ہے اور انبیاء علیہم السلام نے خود بھی کیا ہے۔ جس میں تعلیم فعلی ہے اور قرآن میں ہونا مستغنی عن البیان ہے تو اب لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ کس سے کیا کریں تو ارشاد فرمایا کہ کسی امام اور مقتدی عقل سے مشورہ کیا کرو کہ وہ نافع اور مفید ہوگا۔

گفت اگر الخ۔ یعنی اس امتی نے عرض کیا کہ اگر کوئی بچہ یا عورت ہو کہ وہ عقل اور رائے روشن نہیں رکھتا (تو کیا کرنا چاہیے)

گفت با او مشورت الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ اس ہی سے مشورہ کرلو اور وہ جو کچھ کہے تم اس کے خلاف کرو اور کام شروع کردو (درراہ افتادن کنایہ ہے کام شروع کرنے سے) لہٰذا معلوم ہوا کہ چونکہ بچہ اور عورت ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا مشورہ تو ان سے بھی کرنا چاہیے مگر ان کے مشورہ پر عمل نہ ہو۔ بلکہ جو یہ کہیں اس کے الٹے پر عمل کرو کہ اسی میں خیر ہے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نفس خود را زن الخ۔ یعنی تم اپنے نفس کو عورت جانو بلکہ عورت سے بھی بدتر اس لئے کہ عورت تو (شہ۔ کماندر) جزو ہے اور تیرا نفس تو شر مجسم ہے لہٰذا یہ عورت اور بچہ سے بھی زیادہ ناقص العقل اور کم سمجھ ہے۔

مشورت الخ۔ یعنی اگر تم اپنے نفس سے مشورہ کرتے ہی ہو تو وہ جو کچھ کہے اس کمینہ کے خلاف ہی کرو۔ اب چونکہ یہ ایک قاعدہ کلی بتایا تھا کہ جب نفس سے مشورہ کرو تو اس کے خلاف ہی کرنا تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نفس نماز روزہ اور طاعات کی تعلیم کرتا ہے اگرچہ اس میں بھی اسکا کید ہی ہوتا ہے مگر پھر بھی آخر تعلیم تو خیر کی ہے اور اس قاعدہ کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے خلاف کیا جائے لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نماز الخ۔ یعنی اگر نماز روزہ کی تجھے تعلیم کرے تو (سمجھ لے) کہ نفس مکار ہے تیرے لئے کوئی مکر پیدا کیا ہے مطلب یہ کہ جب وہ نفس نماز روزہ کا حکم کرتا ہے تو دیکھو کہ اس کا اصل مقصود کیا ہے تو اصل مقصود اس کا نماز روزہ کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ تم کو ایک مکر سے طریق سے جدا کر رہا ہے لہٰذا اس کا جو مکر ہے اس کے خلاف کرو اور اس میں مکر یہ ہے کہ کچھ روز کے لئے وہ تعلیم صوم وصلوٰۃ کرتا ہے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ اب تو نفس مطمئنہ ہوگیا ہے یہ سمجھ کر سالک مجاہدات وریاضات کو ترک کردیتا ہے اور اس سے غافل ہوجاتا ہے۔ بس جب اس نے اس شخص کو غافل دیکھا فوراً اس کی گردن دبائی اور پھر اچھی طرح تباہ اور برباد کرتا ہے تو اس کے کہنے پر عمل نہ کرنا یہ ہے کہ اس خبیث سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیے خواہ کتنا ہی انسان اپنے کو طاعات کی طرف راغب دیکھے مگر اس کے مکائد سے بے فکر نہ ہو تو یہی غضب ہے۔ بلکہ جبکہ انسان خود اپنے نفس کو مطمئنہ جانتا ہے تو وہ مطمئنہ ہے کہاں اس لئے کہ اگر مطمئنہ ہوتا تو اس کو تو اپنے لئے یہ خیال بھی نہ ہوتا خوب سمجھ لو جو نفس کہ مطمئنہ ہوتا ہے وہ خود کو ایسا نہیں سمجھتا ہاں فی

الواقع ایسا ہوتا ہے مگر وہ خود یہی سمجھتا ہے کہ میں اب تک امارہ ہی ہوں جیسا کہ ظاہر ہے اور فرماتے ہیں کہ

مشورت الخ۔ یعنی کاموں میں نفس سے مشورہ کرنا جو کچھ کہ وہ کہے اس کا عکس کمال ہوگا۔ مطلب یہ کہ نفس سے مشورہ کرو مگر یاد رکھو کہ اس کے قول کے عکس میں کمال ہے اور خیر ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرو آگے فرماتے ہیں کہ

بر نیائی الخ۔ یعنی تو اس سے اس کی لڑائی میں غالب نہیں آسکتا تو جا کسی یار کے پاس اور اس کا اتباع اختیار کرلے۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو خود قدرت اس کے خلاف کرنے کی نہ ہو تو یہ کرو کہ کسی محقق کامل کو تلاش کر کے اس کا اتباع شروع کرو کہ وہ اس کے مکروں کو خوب جانتا ہے وہ اس کے کیدوں کو ظاہر کر کے تم کو ان سے بچالے گا آگے فرماتے ہیں کہ

عقل قوت الخ۔ یعنی ایک عقل دوسری عقل سے مل کر قوت حاصل کرتی ہے گنا گنے سے کامل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی محقق کامل عارف کا اتباع شروع کرو گے تو اس کے ساتھ مل کر تمہاری عقل بھی کامل اور درست ہو جائے گی۔ دوسرے مصرعہ میں مثال فرماتے ہیں کہ جس طرح بیچ کا گنا دوسروں کی نسبت شیریں ہوتا ہے اسی طرح اس محقق کے ساتھ مل کر تم بھی کامل ہو جاؤ گے۔ یہ مشہور ہے کہ جس گنے کو کہ چاروں طرف سے اور گنے گھیرے ہوئے ہوں وہ میٹھا بہت ہوتا ہے اس لئے کہ چاروں طرف گنوں کی شیرینی کا اثر بھی اس کے اندر ہوتا ہے۔ اور جو گنا کہ کنارہ کا ہوتا ہے وہ پھیکا ہوتا ہے اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اگر دوسری عقل شیخ کی تمہارے ساتھ مل جائے گی تو پھر دونوں مل کر کامل ہو جائیں گے اور تمہارے اندر بھی کمال آ جائے گا لہٰذا اگر خود ہمت نہ ہو تو کسی شیخ کا دامن پکڑ لو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ وہ نفس و شیطان کے مکائد سے خوب واقف ہوتا ہے وہ تم کو اس سے بچالے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

من زمکر الخ۔ یعنی میں نے نفس کے مکروں میں سے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں کہ وہ جادو کی وجہ سے خود تمیز کو لے جاتا ہے مطلب یہ کہ یہ نفس وہ بلا ہے اور اس کے کید اس قدر سخت ہیں کہ یہ حق و باطل میں تمیز کو کھو دیتا ہے اور انسان کے اندر سے مادۂ تمیز بین الحق والباطل جاتی رہتی ہے اور یہ کسی کی کہی ہوئی اور سنی سنائی نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو خود دیکھا ہے اس سے بہت بچنا ضروری ہے۔ آگے اس کا ایک مکر بتاتے ہیں جو کہ اوروں سے سخت ہے کہ پیرایہ میں دین کے ہے اور پھر ہلاک کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

وعدہا الخ۔ یعنی وہ تازے وعدے تیرے ہاتھ میں دیتا ہے کہ اس نے ان کو ہزاروں بار توڑ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اسکی یہ خاصیت ہے کہ وعدہ تو دیتا ہے کہ بس ایک مرتبہ اس گناہ کو دل بھر کے کروں پھر عمر بھر نام بھی نہ لونگا۔ یا اور اسی قسم کے وعدے کرتا ہے جس سے انسان دھوکے میں آ کر اس فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے نتیجہ ہلاکت اور بربادی ہوتی ہے کہ نہ اس نے کبھی وعدہ کو پورا کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا۔ لہٰذا بجز اس کے کہ پھر توڑ دے اور کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اس کے وعدوں پر ہرگز اعتماد نہ چاہیے اس لئے کہ

عمر گر صد سال الخ۔ یعنی اگر عمر سو برس کی بھی ہو تو تجھے ہر روز نیا بہانہ دے گا۔

گرم الخ۔ یعنی پرانے وعدوں کو تازہ بتازہ کر کے کہتا ہے اور مردانگی کا جادو آدمی کو باندھ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ خبیث ہے کہ اگر سینکڑوں برس کی بھی عمر ہو جب بھی یہ بہکانے سے اور اپنے مکروں سے ہرگز باز نہ

آئے اور جو وعدے بارہا کر چکا ہے اور ان کو توڑ چکا ہے آج پھر ان وعدوں کو تلبیس کر کے ملمع سازی سے سامنے پیش کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ نیا ہے اور اس کو ضرور پورا کرے گا مگر وہ تو اپنی اسی عادت مستمرہ پر رہتا ہے لہٰذا خدا کے لئے کبھی اس کا اعتبار مت کرنا۔ اب چونکہ مولانا نے یہاں مکاید نفس کو بیان کیا ہے اور اس سے اجتناب کو ضروری فرمایا ہے لہٰذا آگے گھبرا کر مولانا حسام الدینؒ کو پکارنے لگے کہ دستگیری فرمایئے توجہ فرما کر اس نفس کے ہاتھوں سے بچایئے اس لئے کہ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا حسام الدینؒ مولانا رومیؒ کے پیر بھائی ہیں مگر مولانا ان کا بہت ہی ادب کرتے ہیں اور ان کو اس طرح رکھتے ہیں کہ ظاہر نظر میں وہ شیخ معلوم ہوتے ہیں مگر اصل میں پیر بھائی ہیں اور سچ یہ ہے کہ بھائی تو ہے ہی وہ شے کہ خواہ چھوٹا ہی ہو لیکن ایک نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے اور مصیبت میں وہی کام آتا ہے اسی لئے مولانا بھی ان کو متوجہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جا	کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی
از فلک آویختہ شد پردۂ	از پئے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے	درد مند دل کی ملامت کے لئے
ایں قضا را ہم قضا داند علاج	عقل خلقاں در قضا گیج ست وکاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے	تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے
اژدہا گشت ست آں مار سیاہ	آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا	جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا
اژدہا و مار اندر دست تو	شد عصا اے جان موسیٰؑ مست تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ	لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی جان تجھ سے مست ہے
حکم خذھا لاتخف دادت خدا	تا بدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے "اس کو پکڑ لے نہ ڈر" کا حکم دیا ہے	تا کہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے
ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ	صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
ہاں اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے	کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

دوزخے افروخت بروے دم فسوں	اے دم تو از دم دریا فزوں
اس (نفس) نے دوزخ بھڑکادی ہے اس پر پھونک مار دے	اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے
بحر مکارست و بنمودہ کفے	دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
(وہ نفس) مکار سمندر ہے، جھاگ دکھائی دیتا ہے	دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے
زاں نماید مختصر در چشم تو	تازبوں بینیش جنبد خشم تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے	تاکہ تو اس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آ جائے
ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود	مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
جیسا کہ لشکر بہت تھا	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا
تابرایشاں زد پیمبر بے خطر	درفزوں دیدے ازاں کردے حذر
یہاں تک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر بلا جھجک حملہ کردیا	اگر زیادہ دیکھتے اس سے ہچکچاتے
آں نمایش بود فضل ایزدی	احمدؐ اور نہ تو بددل می شدی
یہ دکھاوا اللہ تعالی کا کرم تھا	ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے
کم نمود او را و اصحاب ورا	آں جہاد ظاہر و باطن خدا
ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کم دکھایا	اللہ (تعالی) نے ظاہری و باطنی جہاد
تا میسر کرد یسرے را برو	تاز عسرے او نگر دانید رو
یہاں تک کہ آپ کو سہولت میسر کر دی	جبکہ انہوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

اب مولانا نفس کی شرارتوں سے دق ہوکر فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین ہماری کوششیں تو اس کی مزاحمت میں بالکل بیکار ثابت ہوئیں تم آؤ اور مدد کرو کہ بغیر تمہاری ہماری سعی لاحاصل بار آور نہیں ہوسکتی کیونکہ تقدیر الٰہی نے نفس کو حقیقت بینی سے مانع بنا کر مجھ دل آزردہ کی ملامت کے لئے مثل ایک پردہ کے بنا دیا ہے جو میری کوششوں پر ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا کیوں سعی لاحاصل کرتا ہے اور اس قضا کا علاج قضائے الٰہی سے ہی ہوسکتا ہے۔ ہم لوگوں کی عقول تو اس معاملہ میں پریشان اور احول وغلط بین ہیں اور وہ قضائے الٰہی تمہارا تصرف ہے پس تم تصرف کرو اور اس پردہ کو دور کرو۔ میرا نفس جو اول کمزور کیڑا تھا اب یہ کالا ناگ اژدہا ہوگیا ہے اور حق تعالےٰ نے تمہارے ہاتھ میں خاصیت بجوہر رکھی ہے کہ اژدہا لاٹھی ہو جاتا ہے اور یہ صفت تمہاری ایسی ہی ہے کہ جس پر موسیٰ بھی غش ہیں اور نہایت پسند کرتے ہیں۔ حق نے تم کو حکم دیا ہے کہ خذہا ولا تخف سنعید ہا

سیر تہاالاولے یعنی آپ نفس پر اپنا تصرف فرمائیے اور اس کی قوت سے گھبرائیے نہیں ہم اس کو مطمئنہ بنادیں گے اور اس بناپر آپ کے تصرف سے نفس امارہ مطمئنہ بن جاتا ہے پس تم اپنے اس تصرف سے میرے اس اژدھے کو لاٹھی بنادو۔ یعنی اس نفس امارہ کو مطمئنہ اور بےضرر بنادو نیز آپ کو حق نے ید بیضا عطا کیا ہے یعنی آپ کو روشن ضمیر بنایا ہے پس آپ اپنا ید بیضا دکھلائیے اور روشن ضمیری سے کام لیجئے اور ہماری بداعمالیوں کی تاریک راتوں کو دور کر کے صبح امید ظاہر کیجئے اور ہمارے دلوں کو مثل صبح منور فرمائیے۔ اژدہائے نفس کی شعلہ افشانیوں نے جان کو دوزخ بنا رکھا ہے آپ کی پھونک میں حق سبحانہ نے اطفاء شعلہائے اژدہائے نفس کے بارے میں دریا سے زیادہ خاصیت رکھی ہے پس آپ اس پر پھونک ماریے اور اس کو بجھائیے۔ فی الحقیقت نفس شرارتوں کا ایک سمندر ہے لیکن یہ اس کی مکاری ہے کہ جھاگ دکھائی دیتا ہے اور درحقیقت یہ ایک دوزخ ہے جو معمولی حرارت معلوم ہوتا ہے اس کی مختصر نمائی میں ایک مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آپ اس کو حقیر سمجھیں اور آپ کے غصہ کو ہیجان ہو کہ یہ کیا ہے چیز جو اتنا پریشان کر رہا ہے اس کو میں ایک دم میں فنا کر دونگا۔ اور یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کہ کفار مکہ کا لشکر بہت بڑا تھا لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے کھٹکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر دیا اور اگر زیادہ دکھلایا جاتا تو آپ کو ان پر حملہ کرنے میں جھجک ہوتی۔ پس ان کا کم دکھلانا حق سبحانہ کی عنایت اور ان کا فضل تھا ورنہ حضور والا بے دل ہو جاتے اس لئے خود ان کے لئے اور ان کے اصحاب کے لئے جہاد ظاہر و باطن کو محقر کر کے دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو فی الحقیقت معمولی تھا وہ بھی ان کے لئے معمولی ہو گیا اور جو حقیقت میں دشوار تھا اس کی کم نمائی کے سبب اس سے بھی منہ نہ پھیرا اور اس کو بھی انجام دیا پس جس طرح ان کو کم دکھلانے میں یہ مصلحتیں تھیں یوں ہی آپ کو کم دکھلانے میں بھی یہی مصلحتیں ہیں لہٰذا آپ اس کو ایک حقیر اور ناقابل التفات خیال نہ فرمائیں اور اس کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوں۔

شرح شبّیری

ائے الخ۔ یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے کہ آپ کے بغیر شورہ زمین سے گھاس نہیں اگتی۔ مطلب یہ کہ حضرت ذرا توجہ فرمایئے اس لئے کہ ہمارا قلب جو کہ پژمردگی میں شور زمین کی طرح ہو گیا ہے اور علوم و معارف کا اس میں کہیں گزر ہی نہیں ہوتا آپ کی توجہ ہی سے بارآور ہو سکتا ہے اور اس میں علوم و معارف اسی وقت پیدا ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کی توجہ بھی منعطف ہو اس لئے کہ

از فلک الخ۔ یعنی آسمان سے ایک پردہ اس آزردہ دل کی نفرین کے لئے لٹکا دیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ عالم غیب سے یہ نفس ہمارے اوپر مسلط کر دیا گیا ہے تو اس کا علاج بھی ادھر ہی سے ہوتو ہو۔

این قضا الخ۔ یعنی اس قضا کے لئے قضا ہی علاج آئی ہے اور قضا میں مخلوق کی عقل تو فضول اور بیکار ہے۔ مطلب یہ کہ جب یہ نفس اس عالم غیب ہی سے مسلط کیا گیا ہے تو اس کا رفع بھی ادھر ہی سے ہوگا اور آپ کو اس

عالم سے تعلق ہے لہٰذا توجہ فرمائیے کہ نفس بے ڈھب ترقی پکڑ گیا ہے اور اس نے بہت ہی ہاتھ پیر نکالے ہیں۔

اژدھا گشت الخ۔ یعنی وہ سیاہ سانپ اور وہ ذرا سا کیڑا جو کہ راستہ میں پڑا ہوا تھا (آج) بہت بڑا اژدھا ہو گیا ہے۔

اژدھا و مار الخ۔ یعنی اژدھا اور سانپ آپ کے ہاتھ میں عصا ہو جاتے ہیں اے وہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی جان آپ کی مست ہے مطلب یہ کہ یہ نفس جو کہ پہلے بہت ہی ضعیف اور کمزور شئے معلوم ہوتی تھی آج قوت پکڑتے پکڑتے اس قدر قوی ہو گیا ہے کہ اب قابو سے نکل گیا ہے۔ مگر آپ کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ جب تک کہ ان کا عصا زمین پر رہتا تھا اس وقت تک تو وہ اژدھا رہتا تھا اور جب انہوں نے اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ عصا ہوا اسی طرح جب تک کہ یہ نفس آپ سے دور ہے یہ بہت ہی قوی اور زور آور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ کی ذراسی توجہ بھی اس طرف ہوئی تو اس کا سارا زور نکل جائے اور بالکل ہی بے ضرر ہو جائے گا اور پھر کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا بلکہ بالکل تابع ہو جائے گا اور جان موسیٰ کے مست ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب آپ کے اندر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی خصلت اور قوت ہے تو ان کو بھی آپ سے تعلق اور محبت ہے اس محبت اور تعلق ہی کو مولانا جان موسیٰ کے مست ہونے سے تعبیر فرما رہے ہیں اب چونکہ نفس کو عصا موسیٰ سے تشبیہ دی ہے لہٰذا آگے اسی قسم کے احکام بھی اس کے لئے ثابت کر رہے ہیں کہ

حکم خذہا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو **خذھا و لاتخف** کا حکم کیا ہے تا کہ آپ کے ہاتھ میں اژدھا عصا ہو جائے مطلب یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا کہ **خذھا و لاتخف سنعید ھاسیر تھا الاولیٰ** کہ آپ اس اژدھا کو پکڑ لیجئے ڈریئے مت کہ ہم اس کو اس کی پہلی سیرت (صورت عصا) کی طرف لوٹا دیں گے تو جس طرح وہاں وہ اژدھا عصا ہو جاتا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے تمہیں اصلاح خلق کے لئے مامور فرمایا ہے اور تم کو مسند ارشاد پر متمکن کیا ہے لہٰذا تم اس نفس سرکش کی طرف توجہ کرو تا کہ یہ اپنی پہلی حالت یعنی فطرت کی طرف لوٹ آئے اور اس کے اندر صلاحیت اور استعداد قبول حق کے پیدا ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ

ہن ید بیضا الخ۔ یعنی ہاں اے بادشاہ (معنوی) ید بیضا تو دکھایئے اور ان سیاہ راتوں میں سے صبح نئی کو نکالو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ذرا اپنی تجلی اور اپنے انوار کو ہم پر فائض فرمائیے اور ہمارے اندر جو ظلمات بھرے پڑے ہیں ان کو الگ فرما دیجئے اور ہماری ان ظلمات کو دفع فرما کر ہمارے قلوب کو بھی منور اور روشن فرما دیجئے۔

دوزخے الخ۔ یعنی اس نے ایک دوزخ بھڑکا رکھی ہے آپ کچھ دم فرما دیجئے کہ آپ کا دم تو دریا کے دم سے بھی زیادہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نفس نے آتش شہوت و غضب کو برانگیختہ کر رکھا ہے خدا کے لئے توجہ فرمائیے اور اس آگ کو بجھایئے ورنہ یہ آگ وہ ہے کہ **مجھ** کو تو جلا کر خاک سیاہ کر دے گی اور کسی مصرف کا نہ چھوڑے گی۔

بحر مکار است الخ۔ یعنی ایک ایک دریائے مکار ہے اور جھاگ دکھا رکھے ہیں اور ایک دوزخ ہے اور مکر کی وجہ سے ایک لپٹ ظاہر کر رکھی ہے مطلب یہ ہے کہ نفس کمبخت اصل میں بڑا موذی ہے مگر ظاہر میں بہت ہی ذرا سا

معلوم ہوتا ہے اور اس کی یہی تلبیس دھوکے میں ڈالنے والی ہے کہ ظاہر کو دیکھ کر انسان اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا مگر پھر یہ خوب گل کھلاتا ہے۔

زان الخ۔ یعنی تمہاری نظر میں اس لئے چھوٹا دکھلائی دیتا ہے۔ تم اس کو حقیر جانو اور تمہارا غصہ حرکت کرے مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ نفس بڑا مکار ہے اور بہت موذی ہے مگر آپ کی نگاہ میں یہ مختصر اور عاجز اور حقیر ہی ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے حقیر دکھلایا ہے تاکہ آپ اس کو حقیر سمجھ کر اس کے عاجز کرنے کے درپے ہو جائیں ورنہ اگر شیخ کی نظر میں بھی اس کی عظمت ہو جائے اور شیخ بھی اس کو قوی سمجھنے لگیں تو پھر تو علاج مشکل ہے اور شیخ بھی اس سے گھبرا جائیں لہٰذا حق تعالیٰ کی مصلحت اسی میں ہے کہ شیوخ کی نظر میں تو یہ حقیر اور عاجز ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کا خوب علاج فرما دیتے ہیں آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی اسی طرح کہ لشکر ایک جماعت تھا اور ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں تھوڑا دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ غزوہ بدر میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ یا اسی کے قریب قریب تھی اور کفار قریب ایک ہزار کے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جماعت کفار کم معلوم ہوتی تھی اور جو ان کی اصلی تعداد تھی اس کے مطابق دکھلائی نہ دیتی تھی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اذیریکھم اللہ فی منامک قلیلا الخ۔

کہ وہ تھے تو زیادہ لیکن ہم تمہیں کم دکھا رہے تھے کہ کہیں تم بزدلی نہ کرو ورنہ اگر مسلمان ان کی پوری تعداد اور قوت کے موافق ان کو دیکھتے اور اپنی طرف ضعف دیکھتے تو شاید بزدل ہو کر بھاگ جاتے اور حملہ ہی نہ کرتے لہٰذا اس میں یہ مصلحت تھی کہ ان کو کم سمجھ کر مسلمان حملہ آور ہوئے اور پھر فتح مقدر نصیب ہوئی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا برایشان الخ۔ یعنی یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بے دھڑک حملہ کیا اور اگر زیادہ دیکھتے تو ان سے بچتے۔

آن عنایت الخ۔ یعنی وہ فضل حق تعالیٰ کی عنایت تھی اے احمدؐ ورنہ تم بددل ہو جاتے

کم نمود الخ۔ یعنی آپ کو اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کم دکھایا اس جہاد ظاہر اور باطن کو حق تعالیٰ نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جہاد ظاہری میں بھی کفار کو کم دکھایا اور جہاد باطن میں بھی یعنی نفس کے ساتھ جہاد کو بھی حقیر اور بے قدر دکھایا بس اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ حضرات کمر ہمت باندھ کر اٹھے اور سب کام ہو گیا ورنہ اگر وہ کہیں ہمت ہار دیتے تو کس طرح کام چل سکتا تھا۔

تا میسر کرد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مشکل کو ان کے لئے آسان کر دیا اور یہاں تک کہ انہوں نے مشکل سے منہ نہیں پھیرا۔ مطلب یہ کہ ان کو اس قدر ہمت اور جرأت دی کہ ساری مشکلیں آسان ہو گئیں اور کیسا ہی کٹھن سے کٹھن کام آ پڑا وہ ہٹے نہیں جمے رہے یہ ساری اس کی برکت تھی کہ ان کی جرأت حق تعالیٰ نے بڑھا رکھی تھی۔

کم نمودن مرو را پیروز بود	زاں نمودن روز او نو روز بود
ان کو کم دکھانا کامیابی تھی	اس لئے کہ اس طرح دکھانا ان کے لئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود	کہ حقش یار وطریق آموز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا دوست اور رہنما تھا
آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر	دانکہ خرگوشش نماید شیر نر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو	سمجھ لے اس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے
وائے گر صد را یکے بیند ز دور	تا بچالش اندر آید از غرور
اس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے	تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے
زاں نماید ذوالفقارے حربۂ	زاں نماید شیر نر چوں گربۂ
چونکہ اس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے	چونکہ اس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے
تادلیر اندر فتد احمق بجنگ	واندر آردشاں بدیں حیلت بچنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے	اور خدا ان کو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے
تا بپائے خویش باشد آمدہ	آں قلیواں جانب آتشکدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں	آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف
کاہ برگے می نماید تا تو زود	پف کنی او را برانی از وجود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے تاکہ تو جلد	پھونک مار دے اور اس کو فنا کر دے
ہیں کہ آنکہ کوہہا برکندہ است	زوجہاں گریان واودر خندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے	جہان اس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے
می نماید تا بہ کعب ایں آب جو	صد چو عوج بن عنق شد غرق او
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے	عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اس میں ڈوب گئے ہیں
می نماید موج خونش تل مشک	می نماید قعر دریا خاک خشک
اس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے	(اس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے
خشک دید آں بحر را فرعون کور	تادر و راند ز سر مستی و زور
اندھے فرعون نے اس دریا کو خشک دیکھا	یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اس میں گھس پڑا
چوں درآید در تگ دریا بود	دیدۂ فرعون کے بینا بود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے	فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ بینا از لقائے حق شود	حق کجا ہمراز ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے	اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟
قند بیند خود شود زہر قتول	راہ بیند خود بود آں بانگ غول
شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے	وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

شرح حبیبی

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی جمعیت کا کم دکھلانا یہ ان کی کامیابی کے لئے تھا اور یہ کم نمائی ان کے لئے باعث خوشی تھی اور یہ کم نمائی ان کے لئے نہایت مبارک تھی یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ حق سبحانہ ان کے مدد و معاون اور معلم و راہبر تھے لیکن جن کی فتح کے لئے حق سبحانہ مدد و معاون نہ ہوں جیسے کہ کفار مکہ اگر ان کو کم دکھلائیں اور وہ شیر نر کو بلی سمجھیں اور سو کو ایک دیکھیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ دھوکہ سے لڑائی میں پھنس جائیں تو ایسے لوگوں کی حالت نہایت قابل افسوس ہے ان کو ذوالفقار سی شمشیر بران (کما ہو المشہور) معمولی ہتھیار اور شیر نر بلی اس لئے دکھلایا گیا ہے کہ یہ احمق دلیرانہ جنگ میں کود پڑیں اور اس تدبیر سے شیر کے پنجہ میں پھنس جائیں اور تا کہ یہ بوالفضول اپنے پاؤں سے آتشکدہ میں آپڑیں اے بدقسمت غیر مؤید من اللہ تجھے تیرا حریف نفس و شیطان تنکا اور پتا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو معدوم کرنے کی کوشش کرے لیکن سمجھ رکھ کہ جس کو تو نے تنکا سمجھا ہے وہ حقیقت میں اتنا قوی ہے کہ اس نے پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا ہے اور بڑے بڑے مقدس لوگوں کو نہتا کر دیا ہے دنیا بھر اس سے روتی ہے اس لئے کہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے لیکن ناکام رہتی ہے اور وہ اپنی کوششوں میں علی العموم الا ماشاءاللہ کامیاب ہو کر ہنستا اور خوش ہوتا ہے اور یہ نہر تجھے ٹخنوں تک معلوم ہوتی ہے لیکن سو عوج بن عنق سے قد آور اس میں غرق ہو چکے ہیں اور تجھے یہ موج خون مشک کا ٹیلہ معلوم ہوتی ہے اور قعر دریا خشکی دکھلائی دیتا ہے یہ تیری بدبختی ہے چنانچہ اس سے پیشتر ایسا ہو چکا ہے دیکھو اندھے فرعون نے دریا کو خشکی سمجھا اور گھوڑا ڈال دیا لیکن جب آ گیا تو دریا کی تہہ میں پہنچ گیا۔ یعنی دریا دونوں طرف سے مل گیا اور وہ ڈوب گیا۔ وجہ یہ تھی کہ ازل کا اندھا تھا اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ خشکی خرق عادت کے طور پر ہے معمولی خشکی نہیں لہٰذا اس میں نہ جانا چاہیے اور جب حق بینی سے آدمی اندھا ہو تو حق سبحانہ اس کی کب اعانت کرتے ہیں اور جب حق سبحانہ اعانت نہیں کرتے تو یہ نتائج اس کے لئے لازمی ہیں کہ زہر ہلاہل کو قند جانے اور آواز غول کو راہ نما سمجھے (ف) اس بیان سے مولانا نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا جو ماسبق سے پیدا ہوتا تھا کہ کم نمائی ہر جگہ مفید ہے اور بتلا دیا کہ ہر جگہ مفید نہیں ہے بلکہ وہیں مفید ہے جہاں مدد حق شامل حال ہو اور کبھی کم نمائی کا منشاء خذلان ہوتا ہے اور خذلان کا منشاء ترک معرفت حق۔ لہٰذا معرفت حق حاصل کرنا چاہیے تا کہ

خذلان سے بچے اور کم نمائی و غلط بینی سے خسران میں نہ مبتلا ہو۔ آگے مولانا عام حالت کو تباہ دیکھ کر بنا بر حرف عام و عادت اہل محاورہ فلک کو خطاب کرتے ہیں اس کو مؤثر سمجھ کر اور اصل مقصود و مناجات حق سبحانہ ہے رہا تیز الفاظ کا استعمال سو وہ مخاطب ظاہری کی رعایت سے اور عادت اہل عرف کی بنا پر ہے فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

کم نمودن الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھانا مبارک تھا اور اس دکھانے سے ان کا دن نو روز تھا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جو وہ کم دکھلائی دیتے تھے یہ مبارک تھا اس لئے کہ اس کی برکت ہی سے جرأت ہوئی اور آپ نے حملہ کیا اور فتح حاصل ہوئی۔

کم نمودن الخ۔ یعنی کم دکھائی دینا بہت ہی مبارک تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کے مددگار اور طریق کے سکھانے والے تھے مطلب یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو کم دیکھنا تو مبارک تھا کہ ان کو دیکھ کر ہمت بڑھی اور پھر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار اور راستہ دکھانے والا تو حق تعالیٰ تھا لہٰذا بہتر اور مبارک ہوا یہاں تک تو مولانا نے کاملین کا نفس کی شرارتوں کو کم دیکھنے کی وجہ اور مصلحت بیان فرمائی آگے معاندین اور محجوبین کے زیادہ دیکھنے کی وجہ اور خرابی کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محجوبین کی نظر میں جو نفس قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ مدد حق تعالیٰ کی ان کے ساتھ نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کو بہت قوی جانتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے خائف ہو جاتے ہیں اور پھر وہ ان کی خوب خبر لیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

آنکہ حق الخ۔ یعنی جس کا کہ حق تعالیٰ فتح کی رو سے مددگار نہ ہو جان لو کہ خرگوش اس کو شیر نر دکھائی دے گا۔ آگے محجوبین کے کم دیکھنے کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر کہیں اس کو کمزور جانتے ہیں تو اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر مارے جاتے ہیں لہٰذا اولیاء اللہ کی نظر میں اگر مکائد نفس کم معلوم ہوتے ہیں تو وہ ان کے ازالہ میں قوی ہو جاتے ہیں اور اگر عوام نے کہیں ان کو کم سمجھا تو بس تباہ ہی ہو گیا اس لئے کہ وہ اس سے بےفکر ہو جائے گا اور وہ اس کا کام تمام کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

وائے گر صد را الخ۔ یعنی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر سو کو ایک دیکھے دور سے یہاں تک کہ غرور کی وجہ سے ان کی لڑائی کے لئے مستعد ہو جائے اور پھر ہلاک ہو۔

زان نماید الخ۔ یعنی ذوالفقار کو ایک ذرا سا چہرہ اس لئے دکھاتا ہے اور اس لئے شیر نر کو بلی کی طرح دکھاتا ہے۔

تا دلیر اندر الخ۔ یعنی تاکہ دلیرانہ احمق لڑائی میں پڑے اور ان کو اس حیلہ سے لڑائی میں لائے۔

تا بپائے الخ۔ یعنی تاکہ وہ احمق اپنے پاؤں سے آتشکدہ کی طرف آیا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اس محجوب کو اس لئے حقیر دکھا رہا ہے تاکہ ذرا دلیر ہو کر خود ہی آئے اور اس سے مقابلہ کرے اور پھر ہلاک ہو اور ان کو

حجت بھی باقی نہ رہے اس لئے کہ وہ تو خود اپنے ارادہ سے ہی تو آیا ہے۔

کوہ برگے الخ۔ یعنی پہاڑ ایک پتا دکھائی دیتا ہے تاکہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو وجود سے علیحدہ کر دے مگر وہ تو ایسا ہی ہے کہ تجھے بھی لے کر نہ ٹلے گا۔

ہانکہ الخ۔ یعنی ہاں وہ شخص کہ جس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے اس سے ایک جہان رو رہا ہے اور وہ ہنس رہا ہے مطلب یہ کہ تم تو اتنی قوت نہیں رکھتے کہ اس نفس کو پست کر سکو مگر ہاں جو کہ کامل اور قوی ہے اور جس نے کہ لاکھوں کو زیر کیا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ لوگ اس سے پریشان ہوتے ہیں اور وہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ کفار کہ انبیاء علیہم السلام سے حسد کرتے تھے اور جلتے تھے مگر ان حضرات کو ذرا بھی اس کی پرواہ نہ تھی بلکہ وہ اسی طرح خوش خرم رہتے تھے کاملین تو ایسا کر سکتے ہیں مگر ناقصین اس نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آگے پھر اس پہلے مضمون کی طرف رجوع ہے کہ

می نماید تا بہ الخ۔ یعنی اس ندی کا پانی ٹخنوں تک دکھائی دیتا ہے مگر سینکڑوں عوج بن عنق جیسے اس میں ڈوب چکے ہیں عوج بن عنق ایک شخص بے انتہا طویل القامت کہ سورج میں مچھلی کو بھون کر کھاتا تھا مشہور ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے مولانا نے صرف بناء علی المشہور ایسا لکھ دیا ہے ورنہ مولانا کا مقصود اس روایت کی صحت یا عدم صحت سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نفس بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا ہے مگر حضرت اصل میں بہت ہی قوی اور مکار ہے اس سے اگر خدا ہی بچائے تو بچ سکتا ہے۔

می نماید الخ۔ یعنی اس کے خون کی موج ایک مشک کا ٹیلہ دکھائی دیتی ہے اور قعر دریا خشک دریا دکھائی دیتا ہے مطلب یہ کہ اس نفس کی ظاہری صورت سے دھوکا ہوتا ہے اور جب انسان اس میں پھنس جاتا ہے تو پھر نکلنا محال ہو جاتا ہے اور اس میں ختم ہو جاتا ہے آگے دریا کو خشک دیکھنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خشک دید الخ۔ یعنی فرعون اندھے نے دریا کو خشک دیکھا تاکہ اس میں سرمستی اور زور سے (سواری کو) چلائے۔

چون الخ۔ یعنی جب آئے تو وسط دریا میں ہووے اور فرعون کی آنکھ کب بینا ہوگی۔ مطلب یہ کہ چونکہ حقیقت سے تو اندھا تھا اس لئے وہ حقیقت کو نہ دیکھ سکا اور صرف اس کی صورت ظاہری کو دیکھ کر خشک ہی سمجھا کہ میرے لئے بھی خشک ہی ہے آخر کار جو انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا فرعون کی آنکھ کب بینا ہو سکتی ہے۔ وہ تو اندھا تھا اور اندھا رہا آگے فرماتے ہیں کہ

دیدہ بینا الخ۔ یعنی دیدۂ بینا تو لقائے حق سے ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ہر احمق کے ہمراہ کب ہوتے ہیں اور جس کے ساتھ کہ حضرت حق تعالیٰ نہ ہوں وہ یقیناً تباہ و برباد ہوگا۔

قند بیند الخ۔ یعنی وہ شکر دیکھتا ہے اور وہ خود زہر قاتل ہوتا ہے اور راہ کو دیکھتا ہے اور وہ آواز غول ہوتی ہے مطلب یہ کہ جس کے ساتھ مدد حق تعالیٰ کی نہیں ہوتی اس کی آنکھ حقیقت شے کو نہیں دیکھتی اور ہمیشہ ظاہر پر نظر ہونے سے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ چونکہ عوام میں مشہور ہے اور شاعروں کا دستور ہے کہ فلک کی گردش کو سبب تغیر

عالم کا کہتے ہیں اگرچہ عقیدہ یہ نہیں ہوتا اس لئے اسی مشہور کی بنا پر مولانا بھی ان تغیرات کو دیکھ کر بعض اشیاء کی حقیقت اور ہے اور ظاہر اور ہے اور ہم اس میں تباہ ہوتے ہیں۔ فلک کو پکارنے لگے اور فرماتے ہیں کہ

اے فلک در فتنۂ آخر زماں	تیزی گردی بدہ آخر اماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں	تیزی سے گھومتا ہے، آخر (کچھ تو) امن دے
خنجر تیز تو اندر قصد ما	نیش زہر آلودۂ در قصد ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے	زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے
اے فلک از رحم حق آموز رحم	بر دل موراں مزن چوں مار زخم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے	چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ
حق آنکہ چرخۂ چرخ ترا	کرد گرداں بر فراز ایں سرا
اس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو	اس گھر پر گھمایا ہے
کہ دگرگوں گردی و رحمت کنی	پیش ازاں کہ بیخ ما را بر کنی
کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر	اس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے
حق آنکہ دایگی کردی نخست	تا نہال ما ز آب و خاک رست
اس کا واسطہ کہ تونے پہلے پرورش کی	یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اگا
حق آں شہ کہ ترا صاف آفرید	کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا	اور اس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں
آنچناں معمور و باقی داشتت	تا کہ دہری از ازل پنداشتت
تجھے اس قدر آباد اور باقی رکھا	کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا
شکر دانستیم آغاز ترا	انبیاء گفتند آں راز ترا
(خدا کا) شکر ہے، ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے	انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

شرح حبیبی

اے فلک تو اس فتنہ آخر زمان میں بہت تیز گھومتا ہے اور بہت ستاتا ہے۔ تیرا تیز خنجر ہماری جان کے درپے ہے اور تیرا زہر آلود ڈنگ ہمارا خون بہا رہا ہے اے فلک حق سبحانہ کے رحم سے رحم سیکھ اور ہم چیونٹیوں کی طرح

کمزوروں کے دلوں پر سانپ کی طرح زخم نہ لگا۔ اے فلک تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیرے چرخہ کو اس عالم سفلی پر گھمایا ہے اور اس تربیت کی قسم جو پیشتر تو ہماری کر چکا ہے جس سے ہمارا نہال آب وخاک سے پیدا ہوا اور اس شہنشاہ کی قسم جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور ستاروں کی اس قدر مشعلیں تجھ میں روشن کیں اور تجھے اس قدر آباد اور اتنا باقی رکھا کہ دہریوں نے تجھ پر ازلیت کا گمان کیا (شکر ہے کہ ہم سے انبیاء نے تیرا راز کھول دیا اور ہم نے جان لیا کہ تو بھی حادث ہے ورنہ ہم بھی اسی مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے) تو دوسری چال چل اور اس ظالمانہ روش کو چھوڑ اور قبل اس کے کہ ہم فنا اور نیست ونابود ہو جائیں تو ہم پر رحم کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل نہایت ناقص اور ناقابل اعتماد ہے اس لئے اس کو ضرورت ہے ان لوگوں کے اتباع کی جو مؤید من اللہ ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک آخر زمانہ کے فتنوں میں تو تیز گھوم رہا ہے آخر کچھ تو امن دے چونکہ ہر شخص اپنے زمانہ کو آخر زمان ہی جانتا ہے اس لئے مولانا بھی فرماتے ہیں کہ یہ انقلابات آخر زمان اور فتن آخر زمان ہیں اے فلک تو بہت تیزی سے گھوم رہا ہے اور بہت تغیرات پیدا ہو رہے ہیں خدا کے لئے ذرا صبر کر اور امن دے اور اس قدر تغیرات مت پیدا کر کہ خوف ہے کہ ایمان نہ کھو بیٹھیں آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

خنجر الخ۔ یعنی تیرا تیز خنجر ہمارے قصد میں ہے اور ایک زہر کا بھرا ہوا ڈنک ہماری قصد کی قصد میں ہے۔ مطلب یہ کہ تو ہم کو تباہ اور برباد کرنے کو اور ان تغیرات سے ہمارا ایمان کھونے کو موجود ہے۔

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک حق تعالیٰ کے رحم سے تو مہربانی کو سیکھ اور ہم چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح زخم مت مار مطلب یہ کہ ہم ضعیفوں اور کمزوروں کو ستا مت آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

حق آنکہ الخ۔ یعنی تجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تیرے کرہ کے چرخہ کو اس دنیا کے اوپر چکر دیا ہے۔

کہ دگر گوں الخ۔ یعنی کہ دوسری طرح پھرے تو اور رحم کرے تو اس سے پہلے ہماری جڑ کو اکھاڑے۔ مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ ان تغرات کو دیکھ کر ہم تباہ وبرباد ہوں تو رحم کر اور اس چال کو بدل دے۔

حق آنکہ الخ۔ یعنی قسم ہے اس بات کی کہ اول تو نے پرورش کیا ہے یہاں تک کہ ہمارا نہال آب وخاک سے اُگا۔

حق آن شہ الخ۔ یعنی اور قسم ہے اس بادشاہ کی جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور اس قدر مشعلیں تیرے اندر ظاہر کیں۔

آنچناں الخ۔ یعنی تجھے اس قدر معمور اور باقی رکھا کہ دہری نے تجھے ازلی گمان کیا۔ مطلب یہ کہ جس ذات نے کہ تجھے اس قدر پرانا کیا کہ دہریوں نے یوں سمجھ لیا کہ تو ازلی ہے اور قدیم ہے اور پھر بھی تجھے اس قدر صاف رکھا اس ذات کی تجھے قسم ہے کہ ہم کو تباہ وبرباد مت کر آگے اس سے انتقال فرما کر فرماتے ہیں کہ

شکر دانستیم الخ۔ یعنی شکر ہے کہ ہم نے تیری ابتداء کو جان لیا اور تیرے اس راز کو انبیاء علیہم السلام نے فرما دیا ورنہ ہم کو بھی

خبر نہ ہوتی اور شاید دہری کی طرح ہم بھی تیری ازلیت ہی کے قائل ہو جاتے۔ مگر ان کے فرما دینے سے ہمیں خبر ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ تو حادث ہے آگے اس کی کہ انبیاء کو معلوم تھا کہ ہم کو بے ان کے بتائے علم نہ ہو سکتا تھا ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آدمی داند کہ خانہ حادث ست	عنکبوتے نے کہ در وے عابث ست
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے	مکڑی نہیں، جو اس میں کھیل رہی ہے
پشہ کے داند کہ ایں باغ از کیست	کو بہاراں زاد و مرگش در دیست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟	اس لئے کہ وہ موسم بہار میں پیدا ہوا اسی میں اس کی موت ہے
کرم کاندر چوب زاید سست حال	کے بداند چوب را وقت نہال
سست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا	وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟
ور بداند کرم از ماہیتش	عقل باشد کرم باشد صورتش
اور اگر کیڑا اس کی حقیقت کو جان لے	وہ عقل ہو گا، اس کی صورت کیڑے کی ہو گی
عقل خود را می نماید رنگہا	چوں پری دور ست زاں فرسنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے	پری کی طرح پری سے (بھی) کوسوں دور ہے
از ملک بالاست چہ جائے پری	تو مگس پری بہ پستی می پری
پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے	تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے
گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد	مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے	تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے
علم تقلیدی وبال جان ماست	عاریہ است و ما نشستہ کاں ماست
تقلیدی علم ہمارا وبال جان ہے	وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے
زیں خرد جاہل ہمی باید شدن	دست در دیوانگی باید زدن
اس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیے	دیوانگی اختیار کر لینی چاہیے
ہر چہ بینی سود خود زاں می گریز	زہر نوش و آب حیواں را بریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اس سے گریز کر	زہر پی لے آب حیات کو بہا دے
ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ	سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
جو تیری تعریف کرے اس کو برا بھلا کہہ	نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دے دے

ایمنی بگزار و جائے خوف باش	بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
امن کی جگہ کو چھوڑ خوف کی جگہ میں رہ	عزت کو خیرباد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن
آزمودم عقل دور اندیش را	بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
میں نے دور اندیش عقل کو آزما لیا	اس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عذر گفتن دلقک با سید کہ چرا فاحشہ بنکاح آوردہ

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سید اجل	قحبہ را خواستی از تو عجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا	جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا
بامن ایں را بازمی بایست گفت	تا یکے مستورہ کردیمیت جفت
مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہیے تھا	تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا
گفت نہ مستورہ صالح خواستم	قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
اس نے کہا میں نے تو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا	وہ رنڈی بنیں اور میں غم سے گھلا
خواستم ایں قحبہ را با معرفت	تا ببینم چوں شود ایں عاقبت
اس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے	تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟
عقل را ہم آزمودم من بسے	زیں سپس جویم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا	اس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

شرح حبیبی

دہریوں کا آسمان کو ازلی سمجھ لینا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ آدمی چونکہ صاحب عقل ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ گھر حادث ہے لیکن مکڑی جو کہ لہو ولعب میں منہمک ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے وہ اس کے حدوث کو نہیں جان سکتی نیز مچھر کہاں جان سکتا ہے یہ باغ کب سے ہے کیونکہ اول تو اس کو عقل نہیں پھر عمر بھی زیادہ نہیں بلکہ صرف اتنی ہے کہ بہار میں پیدا ہوا اور خزاں میں مر گیا پھر اس کے پاس کونسا ذریعہ ہے جس سے وہ اس کی ابتداء کو جانے پس لامحالہ وہ اس کو قدیم سمجھے گا اور سنو ایک نحیف کیڑا جو لکڑی ہی کے اندر پیدا ہوتا ہے اور عقل رکھتا نہیں وہ اس لکڑی کے زمانہ نو نہالی اور ابتداء عہد سے کیا واقف ہو سکتا ہے لیکن اگر بالفرض وہ جان لے تو گو وہ صورۃً کیڑا اور غیر ذوی العقول میں

سے ہومگر ماہیت اس کی عقل ہو گی اور حقیقتہً وہ ذوی العقول میں سے ہوگا تم کو استبعاد نہ ہونا چاہیے کہ کیڑے کی ماہیت عقل کیونکر ہوسکتی ہے اور وہ ذوی العقول میں سے کیسے ہوسکتا ہے اس لئے کہ عقل کی ذاتی تو کوئی صورت بھی نہیں بلکہ اپنی حد ذات میں وہ پری کی طرح بے رنگ اور بے صورت ہے بلکہ پری کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں وہ تو اپنے تجرد کے سبب فرشتوں پر بھی تفوق رکھتی ہے مگر باایںہمہ وہ الوان مختلفہ وصور متخالفہ سے متعلق ہو کر ان سے رونما ہوسکتی ہے اس میں کسی خاص رنگ اور مخصوص صورت کی تخصیص نہیں پھر استبعاد کی کون وجہ ہے اس پر دہری کہہ سکتا تھا کہ میں بھی تو ذوی العقول میں سے ہوں اور عقل رکھتا ہوں۔ پھر میں حدوث عالم سے کیوں نہیں واقف ہو سکتا۔ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ بے شک تو ذوی العقول میں سے ہے لیکن تو مگس پر پست ہمت اور **منهمک فی الشهوات واللذات** ہے اور تیری دوڑ لذات وشہوات ہی تک ہے اس لئے حقائق ومعارف تک تیری رسائی نہیں ہوسکتی۔ تیری عقل ضرور بلندی کی طرف مائل اور اقتناص حقائق ومعارف کی طالب ہے مگر تیرا مرغ تقلید پستی ہی سے غذا حاصل کرتا ہے یعنی اتباع نفس تجھے لذات وشہوات میں مبتلا رکھتا ہے اس لئے عقل کو بلند پردازی حاصل نہیں ہوسکتی اور اقتناص حقائق سے محروم رہتی ہے کس قدر غلطی ہے کہ علم تقلیدی باوجودیکہ حقیقت میں وبال جان اور عارضی ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی علم اصلی اور حقیقی ہے اور اس کو مثل اپنی ملک کے سمجھ کر اسی پر مطمئن بیٹھے ہیں ایسی عقل ناقص سے تو جاہل ہونا ہی بہتر ہے اور ایسی عقلمندی سے تو دیوانہ بننا ہی بہتر ہے پس جس چیز کو تو اپنی اس عقل کے ذریعہ سے مفید سمجھے اس سے بھاگ اور جو تجھے زہر معلوم ہو اسے بھی لے اور جو آب حیات معلوم ہو اسے پھینک دے اور جو تیری تعریف کرے تو بجائے خوش ہونے کے تو اسے برا بھلا کہہ۔ غرض یہ منافع تو انہیں کو دیدے جو اس کے طالب ہوں تو تو بے خوفی کو چھوڑ کر خوف کی جگہ رہ عزت و آبرو چھوڑ کر ذلت اختیار کر غرض جو فتوے تجھے عقل ناقص دے اس کے خلاف کر میں نے تو اس نام کی دوراندیش عقل کو بہت کچھ آزمایا لیکن ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا۔ اب تو میں دیوانہ بنتا ہوں اور اس عقل کو چھوڑتا ہوں اور وہی کہتا ہوں جو دلقک نے کہا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات دلقک سے اس کے آقا نے کہا کہ ارے تو نے نکاح کرنے میں بہت عجلت کی کہ رنڈی سے کرلیا۔ مجھ سے کہنا چاہیے تھا تاکہ میں کسی پردہ نشین سے تیری شادی کرادیتا۔ اس نے کہا جناب والا نو پردہ نشین اور پاکدامن عورتوں سے شادی کر چکا ہوں لیکن سب رنڈیاں ہوگئیں اور میں رنج میں گھل گیا اب میں نے جان بوجھ کر چاہا کہ رنڈی سے شادی کروں دیکھوں اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ پس یونہی میں بھی کہتا ہوں کہ میں عقل کو تو بہت کچھ آزما چکا اب تو جنون کا کھیت تلاش کرتا ہوں اور بہلول کی طرح اپنے کو دیوانہ بناتا ہوں۔ آگے بہلول کا قصہ بیان فرماتے ہیں جن کی دیوانگی کا فائدہ ظاہر ہوگا۔

شرح شبّیری

آدمی الخ۔ یعنی آدمی تو جانتا ہے کہ گھر حادث ہے نہ کہ مکڑی جو کہ اس میں کھیل رہی ہے مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی مثال تو آدمی جیسی ہے اور ہم مکڑی کی طرح ہیں تو جس طرح مکان میں مکڑی جالا لگاتی ہے تو وہ مکان اس کی

پیدائش سے پہلے ہی کا ہوتا ہے اور اسی میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ تو اس مکان کو ازلی ابدی ہی خیال کرتی ہے۔ برخلاف آدمی کے کہ وہ اگرچہ کسی مکان میں پیدا ہوا ہو اور وہ اس سے پہلے کا بنا ہوا ہو اور اس کے مرنے کے بعد تک باقی رہا ہو مگر وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ مکان کی کبھی ابتداء ہوئی ہے اور یہ حادث ہے اسی طرح عوام خلق تو اس آسمان کو دیکھ کر متحیر ہوتے ہیں اور جب اس کی ابتداء اور انتہا کو اپنے سے پہلے اور بعد تک دیکھتے ہیں تو اس کی ازلیت کے قائل ہو جاتے ہیں لہٰذا انبیاء علیہم السلام چونکہ حقیقت سے واقف تھے اس لئے ان کو اس سے دھوکا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیا سبحان اللہ کیا خوب مثال ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ

پشہ کے داند الخ۔ مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب حیوان ہے کہ وہ بہار میں تو پیدا ہوا ہے اور ماہ خزاں میں اس کی موت ہے لہٰذا اس کو باغ کی ابتدا انتہا کی کیا خبر۔ ہاں جس نے لگایا ہے یا جو کہ اس کی حقیقت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ ہذا حادث آگے ایک اور مثال ہے کہ

کرم کاندر الخ۔ یعنی جو کیڑا کہ لکڑی میں بالکل ضعیف اور ست حال پیدا ہوا ہے اس کو لکڑی کے تازگی کے وقت کی کیا خبر ہو سکتی ہے وہ تو اس کو ہمیشہ سے اور آئندہ ہمیشہ رہنے والی سمجھے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ عوام اور اولیاء اللہ بھی تو آخر حقائق و معارف سے آگاہ ہو ہی گئے ہیں اور اوپر معلوم ہوا ہے کہ عوام کو یہ علوم میسر ہو ہی نہیں سکتے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

در بنداند کرم الخ۔ یعنی اور اگر کیڑا اس لکڑی کی ماہیت کو جان لے تو وہ تو عقل (مجسم) ہوگا اور کیڑا صرف صورت ہوگی اسی طرح جو لوگ کہ ان علوم و معارف سے واقف ہو گئے ہیں وہ اب عوام ہی نہ رہے بلکہ اب تو وہ خواص ہو گئے وہ ہمارے اس کہنے سے ہی خارج ہیں اور فرماتے ہیں

عقل خود را الخ۔ یعنی عقل اپنے کو قسم قسم کے رنگوں میں دکھاتی ہے اور جن کی طرح اس سے فرسنگوں دور ہے مطلب یہ کہ الوان عقل مختلف ہوتے ہیں اور اس پشہ میں بھی اگر عقل ہے اور وہ عقیل ہو گیا ہے تو اس سے شبہ نہ کرو اس لئے کہ عقل تو عالم مجردات سے ہے اور وہ تو ایسی شے ہے کہ جنات جیسے لطیف الجسم بھی اس کا ادراک بالکلیہ نہیں کر سکتے تو بھلا انسان تو کیا شے ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

از ملک بالا ست الخ۔ یعنی وہ تو فرشتہ سے بھی بالا ہے چہ جائے کہ جن اور تو کہ مکھی کے پر کی طرح ہے تو تو پستی میں اڑ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس عقل کا ادراک تو فرشتوں سے جو کہ جنات سے بھی لطیف ہیں نہ ہو سکا اس لئے کہ آخر وہ بھی تو مادی ہیں اور عقل مجردات سے ہے اور یقیناً مجردات مادیات سے اعلیٰ ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ عقل کی حقیقت کو دریافت کرنا عوام کی طاقت میں نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ عقلت الخ۔ یعنی اگرچہ تیری عقل عالم بالا کی طرف اڑ رہی ہے مگر مرغ تقلید تیرا پستی میں چر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تیری عقل کا مقتضا تو یہ ہے کہ تو عالم بالا کی طرف جائے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کرے

مگر تیرے اندر جو مقتضیات انسانی ہیں وہ تجھے کب چھوڑتے ہیں وہ تو ہمیشہ تجھے پستی ہی کی طرف مائل رکھتے ہیں اور اس نفس وشیطان کی تقلید وہ تقلید ہے کہ تجھے برباد کردے گی۔

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی ہماری جان کا وبال ہے اور وہ عاریت ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارا ہے حالانکہ یہ ہماری کس قدر سخت غلطی ہے جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے۔

زین خرد الخ۔ یعنی ایسی عقل سے تو جاہل رہنا چاہیے اور دیوانگی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس عقل سے تو بہتر ہے کہ یہ عقل نہ ہو بلکہ اس کی ضد جو ہے وہ حاصل ہو جائے اگرچہ بادی النظر میں وہ دیوانگی ہی ہو۔

ہر چہ بینی الخ۔ یعنی جس چیز میں کہ اپنا نفع سمجھو اس سے بھاگو اور زہر پی لو اور آب حیوان کو گرادو۔ مطلب یہ ہے کہ چیزکے ظاہر میں تم کو نافع معلوم ہورہی ہے مثل روپیہ پیسہ وغیرہ کے اس کو تو چھوڑ واور اس سے الگ رہو اور ظاہری تکالیف کو برداشت کرلو اور یہاں کی راحت وآرام کو الگ کرو کہ یہ بہت ہی موذی ہیں اور خدا سے دور کرنیوالی اشیاء ہیں۔

ہر کہ بستاید الخ۔ یعنی جو کوئی کہ تیری تعریف کرے تو اس کو گالی دے اور پونجی اور نفع مفلس کو قرض دیدے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دنیاداروں کی تعریف سے مغرور مت ہو اور اس کا اعتبار مت کرو اور اس ظاہری روپیہ پیسے کے نفع اور اصل سرمایہ کو سب کو ان علوم ومعارف کے مفلس کو دیدو کہ جن کو یہ تو میسر ہے نہیں خیر وہی سہی مگر تم کو اس کی کیا ضرورت ہے تم کو تو طلب حق ہونی چاہیے (خطاب بہ سالک ہے)

ایمنی بگذار الخ۔ یعنی (ظاہری) بےخوفی کو چھوڑ اور خوف کی جگہ رہو اور ننگ وناموس سے الگ ہو جاؤ اور بالکل رسوا ہو جاؤ مطلب یہ کہ اس دنیا کی عزت وحرمت سے قطع تعلق کرو اور یہاں کے خوف اور بےخوفی سب سے گذر جاؤ اور بس اس طرف لگ جاؤ اگرچہ وہ اس طرف سے کچھ خلاف ہی ہو اور اس میں تکالیف ہی ہوں مگر اسکی پرواہ مت کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

آزمودم الخ۔ یعنی میں نے اس عقل دوراندیش کو آزمالیا ہے اور اس کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے مطلب یہ کہ اس عقل انسانی کی آزمائش کرچکا ہوں مگر اس کو بالکل فضول اور بےسود اور باعد عن الحق پایا تو اب اس کو ترک کرکے اس عقل کی طرف سے دیوانہ ہو گیا ہوں اگرچہ اصل میں وہی عقل ہے آگے اس آزمائش پر ایک مثال لاتے ہیں کہ ایک ڈوم نے ایک کسبی سے نکاح کرلیا تو ایک سردار نے اس سے کہا کہ تو نے ہم سے نہ کہا کہ ہم تیرا نکاح کسی پارسا عورت سے کردیتے تو اس نے کہا کہ حضور نو نکاح ایسی عورتوں سے کئے مگر آخر کار سب بدکار ہو گئیں اور تجربہ سے سب فاحشہ ثابت ہوئیں تو اب میں نے فاحشہ سے نکاح کیا ہے کہ دیکھئے یہ کیسی نکلتی ہے اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس عقل کو آزما چکے ہیں یہ تو بیکار ثابت ہوئی۔ اب دیوانگی کو اختیار کیا ہے دیکھئے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اب اشعار سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

ایک ڈوم کا اپنے آقا سے ایک فاحشہ سے نکاح کر لینے کی نسبت عذر کرنا

گفت بادلقک الخ ۔ یعنی ڈوم سے ایک رات کو آقاء نامدار نے کہا کہ تو نے کسی سے جلدی ہی نکاح کر لیا۔
بامن این الخ ۔ یعنی مجھ سے تجھے کہنا چاہیے تھا تا کہ میں کسی پردہ نشین کو تیری بیوی بنا دیتا۔
گفت نہ مستورہ الخ ۔ یعنی اس نے کہا کہ نو پردہ نشین نیک سے نکاح کیا میں نے وہ ساری فاحشہ ہو گئیں اور میں غم سے گھلا کرتا تھا۔
خواستم این الخ ۔ یعنی اب میں نے اس فاحشہ سے باوجود جاننے کے نکاح کیا ہے تا کہ دیکھوں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ
عقل راہم الخ ۔ یعنی میں نے عقل کو بھی بہت آزما لیا ہے اس کے بعد میں نے جنون کو جائے پناہ ڈھونڈا ہے آگے مولانا حضرت بہلول کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح اصل میں تو وہ عاقل تھے مگر انہوں نے اپنے کو دیوانہ بنا رکھا تھا اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس دیوانگی کو حاصل کرنا چاہیے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ مجنوں ہی بن جاؤ اور کوئی دوا ایسی کھا لو کہ اس سے جنون ہو جائے نہیں بلکہ جنون اصطلاحی ہونا چاہیے کہ ظاہر میں مجنوں ہی ہوں اور فی الواقع تو ایسے عاقل ہونگے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی وہ عقل اور فہم نہ ہوگا جو ایسے دیوانوں کو ہوتا ہے جیسا کہ خود حضرت بہلول کی حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں شیخ بہلول خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے ان بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے	مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا' میں ایک عقلمند چاہتا ہوں	اس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا
آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما	نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما
ایک (شخص) نے اس سے کہا ہمارے شہر میں	اس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے
برنئے گشتہ سوارہ نک فلاں	می دواند درمیان کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں	بچوں میں اس کو دوڑا رہا ہے
گوئے می بازد بروزان وشباں	در جہاں گنج نہاں جان جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے	دنیا میں چھپا خزانہ ہے' دنیا کی روح ہے

صاحب رایست و آتش پارۂ	آسماں قدرست و اختر بارۂ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے	آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے
فراو کروبیاں را جاں شدست	او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اس کی عزت فرشتوں کی جان ہے	وہ اس کی دیوانگی میں چھپا ہوا ہے
لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری	سرمنہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا	سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا
چوں ولی آشکارا با تو گفت	صد ہزاراں غیب و اسرار نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دئے	غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز
مرترا آں فہم و آں دانش نبود	واندانستی تو سرگیں را زعود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی	تو گوبر کو "اگر" سے نہ پہچان سکا
از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت	مر ورا اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا	اے اندھے! تو اس کو کب پہچان سکتا ہے؟
گرترا باز ست آں دیدہ یقیں	زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے	ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے
پیش آں چشمے کہ باز و رہبر ست	ہر گلیمے را کلیمے در برست
اس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے	ہر کمبلی کی آغوش میں ایک کلیم ہے
مر ولی را ہم ولی شہرہ کند	ہر کرا او خواست با بہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے	جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے
کس نداند از خرد او را شناخت	خاصہ او مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل کے ذریعہ کوئی اس کو نہیں پہچان سکتا	خصوصاً اس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا
چوں بدزدد دزد بینا زخت کور	ہیچ یابد دزد را اعمیٰ بزور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرا لے	اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟
کور نشناسد کہ دزد او کہ بود	گرچہ خود بروے زند دزد عنود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اس کا چور کون ہے؟	اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑا دے

چوں گزد سگ کور صاحب ژندہ را	کے شناسد آں سگ درندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے	وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

شرح حبیبی

ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے جس سے میں ایک اہم کام میں مشورہ کرلوں کسی نے کہا کہ بہت سے شہروں میں اس مجنوں نما عاقل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ہے جو کہ بانس پر سوار ہو کر لڑکوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور رات دن گیند کھیلتا ہے۔ بہلول اس کا نام ہے عالم میں چھپا ہوا خزانہ ہے اور عالم کی جان ہے یہ شخص صاحب رائے اور آتش کا پرکالا ہے آسمان کی مانند رفیع المنزلت اور گویا کہ ستارہ پر سوار ہے۔ وہ اپنی شوکت سے فرشتوں کا محبوب ہے لیکن وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ مگر یہاں تم کو اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ بہلول کی حالت کو دیکھ کر ہر دیوانہ کو ولی نہ سمجھ بیٹھنا اور سامری کی طرح ہر گوسالہ کے سامنے سر نہ جھکا دینا۔ یعنی عوام کے معتقد نہ ہونا خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں اہل اللہ کے اپنے کو دیوانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی ولی صاف طور پر تم سے عالم کی ہزاروں باتیں اور مخفی اسرار بیان کر دیتا ہے تو تم سمجھتے نہیں ہو اور گوبر اور عود یعنی حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتے اور اس بیچارہ کو بدنام کرتے ہو پس وہ ولی بیچارہ اپنے لئے جنون کو مثل پردہ کہ بنالیتا ہے اور اے کور باطن محجوب تو اس کو پہچان نہیں سکتا۔ اگر تیری چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو تو یقین جان تجھے ہر پتھر کے نیچے بکثرت یہ سردار یعنی ولی اللہ ملیں گے اور جو چشم باطن کہ کھلی ہوئی اور راہ نما ہو اس کو معلوم ہوگا کہ ہر کمبل اپنے اندر ایک کلیم یعنی مقرب حق سبحانہ کو لئے ہوئے ہے یعنی اسے بکثرت اولیاء اللہ ملیں گے۔ ولی اپنے کو خود ہی ظاہر کر سکتا ہے اور جس کو چاہے اپنے فیض سے بہرہ ور کر سکتا ہے لیکن کوئی شخص اپنی عقل سے گو کتنا ہی عاقل ہو اس کو نہیں پہچان سکتا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ اس نے اپنے کو دیوانہ بھی بنالیا ہو۔ مثلاً اگر کوئی آنکھوں والا چور ایک اندھے کا مال چرالے تو اندھا اپنی قوت سے چور کو ہرگز نہیں پکڑ سکتا اگر وہ اس کی بغل میں بھی بیٹھ جائے تب وہ نہیں معلوم کر سکتا کہ اس کا چور کون ہے نیز اگر کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کے کاٹ لے تو وہ اندھا اس کاٹنے والے کتے کو نہیں پہچان سکتا۔ کتے کے اندھے کے کاٹنے کے ذکر پر مولانا کو ایک واقعہ یاد آ گیا اس کو ذکر کرتے ہیں اور اس سے عمدہ نتائج استخراج کریں گے۔

شرح شبّیری

ایک سائل کا حضرت بہلول کو جو کہ مجنوں بنے ہوئے تھے ایک بہانہ سے باتوں میں لگانا

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے کہ میں اس سے ایک مشکل

(باطنی) میں مشورہ لوں۔ مطلب یہ کہ کسی سالک کو کوئی مشکل باطنی پیش آ گئی تھی تو وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ یہاں کوئی ایسے شخص بھی ہیں جو تعلیم تلقین کرتے ہوں۔

آن یکے الخ۔ یعنی اس سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے شہر میں بجز اس مجنوں نما کے اور کوئی عاقل نہیں ہے۔

برنئے گشتہ الخ۔ یعنی وہ فلاں شخص ایک بانس پر سوار ہو کر لڑکوں کے درمیان دوڑ رہا ہے۔

گوے می باز والخ۔ یعنی رات دن گیند کھیلتے ہیں اور جہان میں ایک پوشیدہ خزانہ ہے اور جان جہاں ہیں۔

صاحب رائے الخ۔ یعنی صاحب رائے ہیں اور آتش کا پرکالہ ہیں اور آسمان جیسے قدر والے ہیں اور ستاروں پر سوار ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت بلند قدر اور بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔

فراو کروبیان الخ۔ یعنی انکا دبدبہ کروبیوں کے لئے جان ہو گیا ہے اور وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ویسے تو وہ اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ کروبی جو کہ فرشتے ہیں مقرب حق تعالیٰ کے ان کی ہی جان ہیں مگر مجنوں بن کر اپنے کو چھپا رکھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں

لیک ہر دیوانہ الخ۔ یعنی لیکن ہر دیوانہ کو جان مت شمار کرنا اور سامری کی طرح بچھڑے کے آگے سر مت رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سن کر کہ حضرت بہلول مجنوں تھے ہر مجنوں کو بزرگ مت سمجھنا اس لئے کہ بعض مرتبہ بزرگ تو مجنوں بن جاتے ہیں مگر مجنوں بزرگ نہیں ہوا کرتے یاد رکھو

چون ولیئے الخ۔ یعنی جب کسی ولی نے ظاہر طور پر تم سے لاکھوں غیب اور اسرار پوشیدہ تم سے کہہ دیئے۔

مرترا آن الخ۔ یعنی تجھے اس کے لائق فہم اور عقل نہ تھی تو تو نے عود کو اور گوبر کو متمیز نہ کیا (لہٰذا وہ بزرگ پوشیدہ ہو گئے) مطلب یہ ہے کہ جب بزرگان دین نے دیکھا کہ ہماری باتوں کے سمجھنے کی کسی میں صلاحیت نہیں ہے اور لوگ بالکل کم عقل اور کم سمجھ ہو گئے ہیں تو ان حضرات نے پوشیدہ رہنے ہی کو مناسب سمجھا اس لئے کہ اگر اب بھی وہ اسرار کو ظاہر کرتے تو ظاہر تھا کہ خلق گمراہ ہوتی اور کفر اور ارتداد پھیلتا لہٰذا وہ پوشیدہ ہو گئے۔

از جنون الخ۔ یعنی جنون سے اپنے کو ولی نے پردہ کی طرح بنالیا ہے تو اے اندھے تو اس کو کب پہچانے گا۔ مطلب یہ کہ تمہارے پاس تو چشم حقیقت بین نہیں ہے اور ان حضرات نے اپنے کو پوشیدہ کر رکھا ہے پھر اب جو تم ان کو پہچانو تو کس طرح ظاہر ہے کہ ہرگز بھی نہیں پہچان سکتے۔

گرترا الخ۔ یعنی اور اگر تمہاری چشم یقین کھلی ہوئی ہے تو ہر پتھر کے نیچے ایک پیادہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو چشم حقیقت بین میسر ہے تو پھر تو ہر شخص میں تم کو قدرت حق کا مشاہدہ ہوگا خواہ وہ ظاہر میں کیسے ہی ہوں۔

پیش آن الخ۔ یعنی جو آنکھ کہ کھلی ہوئی اور رہبر ہے اس کے سامنے ہر کمبل کے اندر ایک کلیم پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھ کھلی ہوئی ہو وہ تو ہر شے میں تجلی جمال حق کا مشاہدہ کرے گا۔

مرولی راہم الخ۔ یعنی ولی کو وہ ولی ہی خود مشہور کرتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے بابہرہ کرتا ہے۔ مصرعہ اولے

میں ولی ثانی وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ ہے اگر بزرگ خود اپنے کو ظاہر کر دیں تب تو عوام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگ ہیں ورنہ عوام کو جو اندھے ہیں کیا پتہ چل سکتا ہے۔

کس نداندالخ۔ یعنی اس ولی کو عقل سے کوئی نہیں پہچان سکتا جبکہ اس نے اپنے کو دیوانہ بنایا ہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ خود پوشیدہ رہنا چاہے تو عوام اس کو نہیں پہچان سکتے آگے پھر نفس کے مکائد سے احتراز کی تعلیم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ آنکھ والا چور کسی اندھے کا اسباب چرالے تو کیا وہ اندھا زور لگا کر اس چور کو پا سکتا ہے۔ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو ہرگز نہیں پا سکتا۔

کور نشناسد کہ الخ۔ یعنی اندھا نہیں پہچان سکتا کہ اس کا چور کون ہے اگر خود وہ بدمعاش چور اس پر اپنے کو مارے۔ مطلب یہ کہ اگر چہ وہ چور آ کر اس اندھے ہی پر گر پڑے مگر کیا خبر کہ یہی چور ہے اس لئے کہ اس نے تو دیکھا نہیں اسی طرح عوام نے جب حقیقت کو دیکھا ہی نہیں اور وہ اس سے اندھے ہیں تو وہ نفس وشیطان کے مکر سے کب بچ سکتے ہیں۔ آگے ایک اور مثال ہے کہ

چون گزد سگ الخ۔ یعنی جبکہ کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کو کاٹ لے تو وہ اس کاٹنے والے کتے کو کب پہچان سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو ایسا واقعہ ہوا بھی ہے کہ ایک کتا ایک فقیر کے پیچھے لگ گیا تھا اور اسے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ یہ کیسا ہے آیا سفید ہے یا سیاہ ہے یا کیسا ہے۔

حملہ کردن سگ بر کور گدا

ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا	حملہ می آورد چوں شیرو غا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر	معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا
سگ کند آہنگ درویشاں بہ خشم	در کشد مہ خاک درویشاں بہ چشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے	چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے
کور عاجز شد ز بانگ وبیم سگ	اندر آمد کور در تعظیم سگ
اندھا' کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آ گیا	اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا
کاے امیر صید واے شیر شکار	دست دست تست دست از من بدار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!	غلبہ تجھی کو ہے' مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دم خر را آں حکیم	کرد تعظیم و لقب دادش ادیم
اس دانا نے مجبوراً گدھے کی دم کی	تعظیم کی اور اس کو "نرمی" کا لقب دیا
گفت او ہم از ضرورت اے اسد	از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
اس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!	مجھ جیسے بودے شکار ، تجھے کیا ملے گا؟
گور می گیرند یارانت بدشت	کور می گیری تو در کوچہ بگشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں	تو اندھے کو پکڑتا ہے جو گلی میں گشت میں ہے
گور می جویند یارانت بہ صید	کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
تیرے دوست شکار میں گورخر تلاش کرتے ہیں	تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

شرح حبیبی

ایک گلی کے اندر ایک کتا ایک اندھے فقیر پر شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ واقعی اہل اللہ پر کتے یعنی نااہل ہی حملہ کرتے ہیں اور جو چاند کی طرح روشن قلب ہیں وہ تو ان کی خاک آنکھوں میں بجائے سرمہ کے لگاتے ہیں (مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا کہ اس کو مولانا کا تحسر قرار دیا جائے اس وقت ترجمہ یوں ہوگا۔ افسوس کہ کتا غصہ کے وقت درویشوں پر دوڑے حالانکہ ماہتاب سا عالی مرتبت ان کی خاک پا کو بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگاتا ہے) خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مقصد سنو وہ نابینا کتے کے بھونکنے اور اس کے خوف سے مجبور ہو گیا اور اس بیچارہ نے کتے کی تعظیم شروع کی اور یوں کہا کہ اے شکاری اور شکار کے شیر تو مختار ہے اور میں تیرے قبضہ میں ہوں تو مجھے چھوڑ دے کیونکہ ضرورت بری بلا ہے ایک حکیم نے ضرورت سے مجبور ہو کر گدھے کی دم کی تعظیم کی تھی اور اس کو نرمی کہا تھا۔ یوں ہی اس بیچارہ نے بھی کہا کہ اے شیر مجھ بیچارے دبلے پتلے شکار سے تیرے کیا ہاتھ آئے گا تیرے بھائی بند تو جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گھومتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے۔ تیرے بھائی بند تو شکار کے لئے گورخر ڈھونڈتے ہیں اور تو حیلہ سے گلی میں ایک اندھے کو ڈھونڈتا ہے۔ یہ امر تیری ہمت عالی سے نہایت بعید ہے۔

شرح شبّیری

ایک اندھے فقیر پر ایک کتے کا حملہ کرنا

یک سگے الخ۔ یعنی ایک کتا ایک گلی میں ایک اندھے فقیر پر شیر دشت کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں سگ کند الخ۔ یعنی کتا تو فقیروں کا قصد غصہ سے کرتا ہے اور چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے سگ

سے سگ خصلت اور مہہ سے مانند مہہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ سگ خصلت ہوتے ہیں وہی اولیاء اللہ کو ستاتے ہیں۔ ورنہ اچھے لوگ تو ان کی خاک پا کو آنکھوں میں لگاتے ہیں اتنا فرما کر آگے پھر اس اندھے فقیر کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ

کور عاجز الخ۔ یعنی اندھا اس کتے کی آواز سے اور خوف سے عاجز ہو گیا تو کتے کی تعظیم کرنے میں آیا۔ یعنی اس کی تعظیم اور اس کی تعریف شروع کی اور کہنے لگا کہ

کاے امیر صید الخ۔ یعنی کہ اے شکار کے امیر اور اے شکار کے شیر (یعنی شکاری) غلبہ تجھی کو ہے مجھ سے ہاتھ اٹھالے یعنی اجی شکاری صاحب آپ ہی غالب ہیں میری کیا مجال ہے مگر خدا کے لئے مجھے چھوڑ دیجئے۔

کز ضرورت الخ۔ یعنی کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کی دم کی اس حکیم نے تعظیم کی اور اس کو ادیم لقب دیا۔ ادیم کہتے ہیں خوشبودار چمڑہ کو حاصل یہ کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کو باپ بنانا پڑا۔

گفت او ہم الخ۔ یعنی اسی نے ضرورت کی وجہ سے کہا کہ اے شیر مجھ جیسے دبلے سے کیا شکار ہاتھ آئے گا۔

گور میگیرند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو جنگل میں گورخر کو پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گشت لگاتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے (کیسے بری اور شرم کی بات ہے)

گور میجویند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو شکار میں گورخر کو تلاش کرتے ہیں اور تو مکر سے اندھے کو تلاش کرتا ہے (ذرا تو شرما کہ کیسی بری بات ہے) گور اور کور میں تجنیس خطی کی خوبی ظاہر ہے۔

آں سگ عالم شکار گور کرد	ویں سگ بے مایہ قصد کور کرد
اس سدھے ہوئے کتے نے گورخر کا شکار کیا	اس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا
علم چوں آموخت سگ رست از ضلال	می کند در بیشہ ہا صید حلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا	جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے
سگ چو عالم گشت شد چالاک زہف	سگ چو عارف گشت شد از اصحاب کہف
کتا جب صاحب علم بنا چالاک و چست ہو گیا	کتا جب باخدا بنا اصحاب کہف میں سے ہو گیا
سگ شناسا شد کہ میر صید کیست	اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
کتا واقف ہو گیا کہ میر شکار کون ہے	اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

شرح حبیبی

قصہ بالا سے مولانا نتیجہ نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جس کتے کو علم حاصل ہو گیا وہ سمجھتا ہے کہ شکار کے قابل

گورخر ہے نہ کہ اندھا اور یہ علم سے بے بہرہ کتا اندھے کو مارنا چاہتا ہے جو شکار نہیں ہے یہ فرق ہے علم اور جہل میں اور علم ایسی چیز ہے کہ جب کتے کو حاصل ہوگیا تو وہ غلطی سے رہائی پا گیا اور سمجھنے لگا کہ کیا چیز شکار کے قابل ہے اور کیا نہیں لہٰذا وہ جنگل میں حلال شکار کرنے لگا اور آدمیوں کو نہیں پھاڑتا۔ پس جب کتا واقف ہوگیا تو تیز اور چالاک ہوگیا اور جب اس کو معرفت حاصل ہوئی تو اصحاب کہف میں سے ہوگیا اور علم کے ذریعہ سے وہ پہچاننے لگا کہ شکاری کون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ وہ نور کیا شے ہے جس سے کتوں کو یہ تمیز حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ مناسب اور نامناسب میں امتیاز کرنے لگتے ہیں اور اپنے آقا کو پہچاننے لگتے ہیں یہ دولت تو ہم کو بھی عطا کر۔ مولانا نے اس واقعہ کو بیان کرکے اس سے فضیلت علم و معرفت ثابت کی اور اخیر میں ترغیب دی کہ یہ دولت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کتے تو بیجا اور جا میں امتیاز کریں اور اپنے مالک کو پہچانیں۔ بلکہ معرفت الٰہی حاصل کرکے اصحاب کہف میں داخل ہو جائیں اور آدمی کے اندر یہ باتیں نہ ہوں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ آگے ان لوگوں کی غلطی کا منشا بیان فرماتے ہیں جو قابل فعل اور قابل ترک اشیا میں تمیز نہیں کرتی اور حق سبحانہ کو نہیں پہچانتے اور کہتے ہیں

شرح شبّیری

آن سگ الخ۔ یعنی اس عالم کتے نے تو گورخر کا شکار کیا اور اس بے مایہ کتے نے قصد اندھے کا کیا۔ مطلب یہ کہ جو کتا سکھایا ہوا تھا وہ تو گورخر کا شکار کر رہا ہے اور چونکہ یہ کتا بے علم ہے اس لئے اندھوں کو ستاتا ہے آگے مولانا علم کی تعریف فرماتے ہیں کہ دیکھو کتے نے علم سیکھا تو اس کو بھی پہچان ہوگئی اور اپنے آقا کے کہنے پر چلنے لگا تو انسان کو بھی چاہیے کہ علم سیکھے اور اس سے اپنے مالک حقیقی کو پہچانے فرماتے ہیں کہ

علم چون ارالخ۔ یعنی جب علم سیکھ لیا تو کتا گمراہی سے چھوٹ گیا اور جنگلوں میں حلال شکار کرنے لگا۔

سگ چو عالم الخ۔ یعنی کتا جب عالم ہوگیا تو چست و چالاک ہوگیا اور کتا جب عارف ہوگیا تو اصحاب کہف سے ہوگیا اس لئے کہ جب کہ اس کو بھلے اور برے کی پہچان تھی جب ہی تو اس نے اچھوں کا اتباع کیا اس سے اس کا مرتبہ بلند ہوگیا اور وہ بھی ان ہی میں سے شمار کیا گیا۔

سگ شناسا شد الخ۔ یعنی کتا پہچاننے لگا کہ امیر شکار کون ہے (تو اسی کا اتباع کرتا ہے آگے مولانا دعا فرماتے ہیں) کہ اے خدا وہ نور پہچاننے والا کہاں ہے (ہم کو بھی عطا فرما کہ ہم بھی اپنے آقا اور مالک حقیقی کو پہچانیں)

بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست	کور نشناسد نہ از بے چشمی است
بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے	اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے
ایں زمیں از فضل حق شد خصم بیں	نیست خود بے چشم تر کور از زمیں
یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہوگئی	زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے

نور موسیٰ را دید و موسیٰ را نواخت	خسف قاروں کرد و قاروں را شناخت
موسیٰ کے نور کو اس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا	قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا
رجف کرد اندر ہلاک ہر دعی	فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کے لئے زلزلہ میں آ گئی	"اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی
خاک و باد و آب و نار با شرر	بے خبر از ما و از حق با خبر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ	ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں
ما بعکس آں زغیر حق خبیر	بے خبر از حق با چندیں نذیر
ہم اس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں	اور باوجود اس قدر ڈرانے والوں کے خدا سے بے خبر ہیں
لا جرم اشفقن منھا جملہ شاں	کند شد ز آمیز حیواں جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اس (بار امانت) سے ڈر گئی	ان کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے ست ہو گئی
گفت بیزاریم جملہ زیں حیات	کہ بود با خلق حی با حق موات
کہا ہم سب اس زندگی سے بیزار ہیں	کہ مخلوق کے ساتھ زندہ خدا کے تعلق میں مردہ ہے
چوں بماند از خلق گردد او یتیم	انس حق را قلب میں باید سلیم
جب مخلوق سے جدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے	اللہ (تعالیٰ) سے محبت کے لئے قلب سلیم چاہیے

شرح حبیبی

اندھے کے نہ پہچاننے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ آنکھوں سے اندھا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ اعمی القلب ہے کیونکہ اگر وہ آنکھوں کا اندھا ہے تو زمین سے زیادہ تو اندھا نہیں لیکن زمین بفضلہٖ تعالیٰ اپنے دوست و دشمن سے واقف ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا نور اس نے دیکھا ان کی وقعت کی ان کے حکم کو مانا۔ بس اگر وہ جانتی نہ ہوتی تو ان کا حکم کیونکر مانتی اور قارون کو دھنسا لیا لہٰذا اس کو پہچاننا بھی ثابت ہوا۔ ہر شریر کو زلزلہ سے ہلاک کیا اور حق سبحانہ کے حکم یا ارض ابلعی ماءک کو سمجھا۔ پس اس نے دوست اور دشمن میں بھی تمیز کی اور اپنے مالک کو بھی جانا۔ اس کی اطاعت بھی کی باوجود یہ کہ اس کی متعارف آنکھیں نہیں تو معلوم ہوا کہ اندھے کے پہچاننے کی وجہ ظاہری آنکھوں کا نہ ہونا نہیں بلکہ بصیرت کا نہ ہونا ہے۔ افسوس مٹی ہوا پانی آگ سب کے سب مخلوق سے غافل اور خدا سے باخبر ہیں لیکن برخلاف ان کے ہماری یہ حالت ہے کہ غیر حق سے تو باخبر ہیں اور باوجود یہ کہ اتنے انبیاؑ آ کر متنبہ کر چکے ہیں مگر حق سے ہم پھر بھی بے خبر ہیں چونکہ یہ حیوانیت کا اثر ہے اسی لئے جس وقت امانت سپرد کرنے کے لئے ان

کی مرضی دریافت کی گئی تو وہ اس کے قبول کرنے سے ڈر گئیں اور حیوانیت جس کی قبول کی امانت کے بعد ضرورت ہوتی اس کے اختلاط کے خیال سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور صاف کہہ دیا کہ ہم کو اس حیات کی ضرورت نہیں جس سے مخلوق کے ساتھ تو ہم زندہ ہوں اور خالق کے ساتھ مردہ۔ یعنی مخلوق سے باخبر اور خالق سے بے خبر اور جس کے سبب ہم کو مخلوق میں اتنا انہماک ہو کہ جب مخلوق سے علیحدہ ہو جائیں تو اسے ہو جائیں کہ گویا ہم ایک بے کس یتیم ہیں۔ حیوانیت کے ساتھ رہ کر ہمارے لئے حق کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ اس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور نیت کے ساتھ سلامت قلب دشوار ہے لہٰذا ہم کو معذور کھا جائے۔

شرح شبّیری

کور نشناسد الخ۔ یعنی اندھا جو پہچانتا نہیں تو یہ آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل کی وجہ سے مست ہو رہا ہے اس لئے حقائق اس سے پوشیدہ ہیں۔

نیست خود بے الخ۔ یعنی زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے مگر یہ زمین بھی فضل حق سے دشمن کو دیکھنے والی ہے یعنی اس کو بھی دشمن اور دوست کی شناخت ہے آگے اس شناخت کی ایک فرد کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور موسیٰ الخ۔ یعنی اس زمین کے موسیٰ علیہ السلام کا نور دیکھا اور اون کی عزت کی اور قارون کو خسف کیا اور اسکو پہچانا مطلب یہ کہ دیکھو جب زمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کی بابت حکم خذیہ دیا ہے تو اس نے پہچانا کہ یہ حکم ایک نبی کا ہے اس لئے اس کو مان لیا اور بجالائی اور چونکہ قارون کو جانتی تھی کہ یہ نافرمان ہے اس لئے اس کو اپنے اندر دھنسا دیا تو دیکھو زمین کہ جو بالکل ہی اندھی بے چشم ہے اس کو بھی ادراک و شعور ہے معلوم ہوا کہ حقائق اور علوم کا مدرک ہونا ان چشم ظاہری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بے ان کی بھی ان کا ادراک ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر علم نہیں اور شعور نہیں ہے تب بے شک نہیں ہوسکتا اور بعض لوگ قائل ہوئے ہیں کہ یہ خسف قارون زمین سے بسبب حکم موسیٰ علیہ السلام کے اضطراراً سرزد ہو گیا اس کے شعور کو اس میں دخل نہ تھا مگر محققین کا یہی مسلک ہے کہ اس نے اپنے شعور سے اس کو اپنے اندر لے لیا اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

رجف کرد الخ۔ یعنی ہر حرام زادہ کے ہلاک کرنے میں متزلزل ہوئی اور حق تعالیٰ سے یاارض ابلعی کو سمجھا۔ مطلب یہ کہ جس وقت بعد طوفان کے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یا ارض ابلعی ماء ک تو اس کو سن کر اس نے تعمیل ارشاد کی آخر یہ بھی علم اور شعور ہی کی بدولت تھا اور فرماتے ہیں کہ

خاک و باد الخ۔ یعنی خاک اور ہوا اور پانی اور آگ شعلوں والی ہم سے تو بے خبر ہے اور حق تعالیٰ سے باخبر ہے مطلب یہ کہ خاک و باد و آتش وغیرہ ہماری نسبت تو بے شک بے شعور اور بے حس ہیں مگر حق تعالیٰ کے احکام کے سامنے سب باخبر ہیں اور سب کو شعور بھی ہے اور علم بھی ہے۔

مابعکس الخ۔ یعنی ہم بالعکس ان کے غیر حق سے تو خبردار ہیں اور حق تعالیٰ سے باوجود اتنی تذیروں کے بے خبر ہیں۔ مطلب یہ کہ سخت افسوس اور حسرت کی بات ہے کہ زمین و آسمان جو کہ جمادات محضہ ہیں وہ تو حق تعالیٰ کی عظمت وجلال سے باخبر ہوں اور ہم جو کہ عاقل کہلاتے ہیں اس سے مطلقاً بے خبر ہوں افسوس صد افسوس۔

لاجرم الخ۔ یعنی آخرکار وہ ساری اس سے ڈر گئیں اور حیوان کی آمیزش سے ان کا حملہ کند ہو گیا۔ قرآن شریف میں ہے **انا عرضنا الامانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا** تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ زمین و آسمان کو ادراک عظمت باری تعالیٰ کا تھا اس لئے اس امانت کے اٹھانے سے سب ڈر گئے اور اگرچہ حضرت انسان بھی اس زمین ہی سے بنے ہیں مگر ان کے اندر یہ جہل اور عدم شعور آمیزش حیوانیت کی وجہ سے آ گیا ورنہ اصل یہی تھا کہ اس میں بھی شعور اور ادراک تھا۔

گفت بیزاریم الخ۔ یعنی سب نے کہا کہ ہم ایسی حیات سے بیزار ہیں کہ مخلوق کے ساتھ تو زندہ ہوں اور حق تعالیٰ سے مردہ یعنی مخلوق کی عظمت وجلال تو پیش نظر رہے اور حق تعالیٰ سے غافل ہو جائیں ایسی حیات کو سلام ہے اور اگر ان کے اندر یہ حیات حیوانی ہوتی تو ان کی بھی یہی حالت ہوتی اس لئے یہ حیات تو ابتلاء اور آزمائش کے لئے ہے لہٰذا ان سب نے اس سے پناہ مانگی اور اپنی اسی حالت میں رہنے کو پسند کیا یہ علم ہی کی برکت ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ وہ خلق سے مشابہ ہو گیا تو وہ یتیم رہ گیا حق تعالیٰ کے انس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو حق تعالیٰ سے مناسبت اور تعلق کب پیدا ہو سکتا ہے آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر فرمایا تھا کہ ۔ چون بدزد و دوزد بینا رخت کور۔ الخ یعنی جب کوئی ہوشیار چور کسی اندھے کا مال لے جائے تو اس کو خبر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جبکہ نفس جہلاء کا مال و متاع باطنی چھین لے تو ان کو بھی بوجہ ناواقفی کے حقیقت سے خبر نہیں ہو سکتی۔ آگے اسی کی طرف انتقال ہے فرماتے ہیں کہ

چوں زکورے دزد دزد دکالۂ	می کند آں کور عمیا نالۂ
جب چور اندھے کا سامان چرا لیتا ہے	وہ اندھا اندھادھند روتا ہے
تانہ گوید دزداو را کاں منم	کز تو دزیدم کہ دزد پر فنم
جب تک چور اس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں	میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں
کے شناسد کور دزد خویش را	چوں ندارد نور چشم و آں ضیا
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟	جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی
چوں بگوید ہم بگیر او را تو سخت	تا بگوید او علامتہائے رخت
جب وہ کہہ دے اس کو مضبوطی سے پکڑ لے	تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

پس جہاد اکبر آمد عصر دزد	تا بگوید کوچہ ذر دیدست مرد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے	تا کہ وہ بتا دے کہ اس نے کیا چرایا ہے؟
اولاً دز دید کحل دیدہ ات	چوں ستانی بازیابی تبصرت
اس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے	جب تو (واپس) لے لے گا دوبارہ بینائی حاصل کرے گا
کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست	پیش اہل دل یقیں آں حاصل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے	اہل دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے
کور دل با جان و با سمع و بصر	می نداند دزد شیطاں را اثر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے	شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے
زاہل دل جو از جماد آں را مجو	کہ جماد آمد خلائق پیش او
اہل دل کے پاس تلاش کر بے حس کے پاس تلاش نہ کر	اس لئے کہ مخلوق اس کے مقابلہ میں بے حس ہے

شرح حبیبی

جب کسی اندھے کا کوئی چور مال چرالیتا ہے تو وہ اندھا اندھا دھند نالۂ و فریاد کرتا ہے کہ میں لٹ گیا مجھے لوٹ لیا اور جب تک چور نہ کہہ دے کہ میں ہوں جس نے تمہارا مال چرایا ہے کیونکہ میں بڑا چالاک چور ہوں اس وقت تک اندھا اپنے چور کو نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بینائی اور روشنی تو رکھتا ہی نہیں جس سے پہچانے ایسے اندھے کو چاہیے کہ جب وہ اقرار کرلے کہ میں نے چرایا ہے تو اس کو خوب دبائے تا کہ وہ سامان کا پورا پتہ دیدے اب تم یہ سمجھو کہ چور (شیطان و نفس) کا دبانا ہے۔ جہاد اکبر ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ بھڑوا کہہ دے کہ میں فلاں شے لے گیا ہوں۔ خیر وہ تو جب بتائے گا تب ہی بتائے گا۔ ہمیں تم کو بتائے دیتے ہیں اولاً اس نے تمہاری بصیرت کا سرمہ یعنی حکمت چرائی ہے جب یہ تم اس سے واپس لے لو گے اور حکمت حاصل کرلو گے تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی اب ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ وہ کیونکر ملے گی سنو تمہارا سامان حکمت جو چوری گیا ہے وہ تم کو اہل دل کے یہاں یقیناً مل جائے گا۔ رہے وہ لوگ جو محجوب اور کور باطن ہیں ان کو تو اس چور یعنی شیطان کا پتہ بھی نہیں۔ تم اہل دل کے یہاں جا کر لو وہ سب وصول کرا دیں گے اور جمادات سے مت اس کے طالب ہو کیونکہ وہ تو چور ہی کو نہیں جانتے پس وہ کیا دلا سکتے ہیں اور جماد سے ہماری مراد عامۂ خلائق ہیں کہ یہ اہل دل کے مقابلہ میں جماد محض ہیں۔

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جبکہ کسی اندھے سے کوئی چور کسی اسباب کو چرالے تو وہ اندھا چوپٹ نالہ ہی کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر نفس تمہارے علوم و معارف کو تم سے علیحدہ کر دے اور چرا لے جائے تو بسبب تمہاری حقیقت سے اندھے ہونے کے تم بجز اس کے کہ واویلا کرو اور کچھ بھی علاج نہیں کر سکتے۔

تانگوید دزد الخ۔ یعنی جب تک کہ چور خود نہ کہے کہ میں ہوں کہ جس نے تجھ سے چرایا ہے اس لئے کہ میں ایک پرفن چور ہوں۔

کے شناسد الخ۔ یعنی اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے جبکہ وہ نور چشم اور روشنی ہی نہیں رکھتا لہٰذا اب اس کے ملنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خود وہ چور کہہ دے یا کسی نے اس کو چراتے ہوئے دیکھا ہو وہ بتائے غرض اگر کسی طرح سے وہ مل جائے اور اسکا پتہ چل جائے تو اب اس کی تدبیر بتاتے ہیں کہ

چون بگوید الخ۔ یعنی کہ جب وہ اپنے کو بتا دے تو اس کو خوب مضبوط پکڑ لو یہاں تک کہ وہ اسباب کی علامتیں بتا دے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی یہ نفس قابو میں آ جائے تو پھر اس کو چھوڑ و مت اور اس کو مجاہدہ و ریاضت سے خوب کمزور کر دو آگے خود فرماتے ہیں کہ

پس جہاد الخ۔ یعنی پس جہاد اکبر اس چور کا پکڑنا ہے تا کہ وہ قرم ساق چرائے ہوئے کو بتائے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی وہ قابو میں آ جائے تو بس اس کو مجاہدہ و ریاضت میں لگا دو تا کہ جو کچھ علوم و معارف اس نے برباد کر دیئے ہیں ان کو واپس کر دے زن بمز داس کو کہتے ہیں جو کہ اپنی جورو کو مزدوری پر چلاتا ہو یعنی قرم ساق۔ اب مولانا آگے فرماتے ہیں کہ وہ بعد مجاہدات و ریاضات کے ہی بتائے گا مگر ہم تمہیں پہلے ہی بتائے دیتے ہیں کہ اس نے تمہاری اشیاء ذیل چرائی ہیں وہ یہ کہ

اولاً دزدید الخ۔ یعنی اول تو اس نے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے جب تو اس سے لے لیگا تو تجھے پھر بصیرت حاصل ہو جائے گی مطلب یہ کہ اول تو اس نے تیرے اندر جو مادہ حقیقت شناسی کا تھا اس کو غارت کیا ہے جب تم اس سے اس کو واپس لے لو گے تو پھر نور بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

کالۂ حکمت الخ۔ یعنی حکمت کی پونجی جو کہ دل کی گم کی ہوئی ہے وہ اہل دل کے سامنے یقیناً حاصل ہو مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ **كلمة الحكمة ضالة المومن** تو فرماتے ہیں کہ وہ کلمۂ حکمت جو کہ ضالۂ مومن ہے وہ اہل دل کے آگے ظاہر اور موجود ہوتا ہے۔

کوردل با جان الخ۔ یعنی کوردل باوجود جان کے اور کان کے اور آنکھ کے درد شیطان کے اثر کو نہیں جانتا۔ قرآن شریف میں ہے **لهم اذان لايسمعون بها ولهم قلوب لايفقهون بها ولهم اعين لايبصرون بها** یعنی ان کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں اور قلوب ہیں مگر سمجھتے ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ ان کے قلوب اندھے ہیں اور یہ لوگ کوردل ہیں تو ان کے علوم و معارف کو مت تلاش کرو اور مکائد شیطان کا علاج ان سے مت چاہو اس لئے کہ ان کو کچھ خبر ہی نہیں ہے او خویشتن گم است کرا رہبری کند یہ عوام

دوسرے کو کیا سنبھالیں گے پہلے خود تو سنبھل لیں۔

زاہل دل الخ۔ یعنی اس کو اہل دل سے ڈھونڈو اور جماد سے مت ڈھونڈو اس لئے کہ اور خلائق تو ان حضرات کے آگے جمادات ہی ہیں لہٰذا چاہیے کہ نفس وشیطان کے مکروں کا علاج حضرات اہل اللہ سے پوچھیں اور اس پر عمل کریں اور یہ حضرات خوب واقف ہوتے ہیں اس مضمون کو یہاں ختم کر کے آگے پھر اس سائل کی حکایت کی طرف رجوع ہے کہ

بازمی گردیم سوئے راز جو	تاشود ہم مشورت باراز گو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں	تاکہ راز بتانیوالے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے
مشورت جوینده آمد نزد او	کاے اب کودک شدہ رازے بگو
مشورہ چاہنے والا اس کے پاس آیا	اے بچہ بنے ہوئے باپ' ایک راز بتا دے
گفت روزیں حلقہ کیں در باز نیست	باز گرد امروز روز راز نیست
اس نے کہا اس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے	واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے
گر مکاں را رہ بدے در لامکاں	ہمچو شیخاں بودے من بر دکاں
اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا	مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب افتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید	در بن دیوار مستے خفتہ دید
کوتوال' آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا	دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا
گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو	گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو
اس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تونے کیا پیا ہے؟	اس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے
گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست	گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟	اس نے کہا جو میں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے
گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں	گفتہ آنکہ در سبو مخفی ست آں
اس نے کہا یہ بتا کہ جو تونے پیا ہے وہ کیا ہے؟	اس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دور می شد ایں سوال و ایں جواب	ماند چوں خر محتسب اندر خلاب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا	کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا
گفت او را محتسب ہیں آہ کن	مستھو ھو کرد ہنگام سخن
اس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر	مست نے بات کرتے ہوئے آہا ہا ہا کہا
گفت گفتم آہ کن ہو می کنی	گفت من شادم تو از غم منحنی
اس نے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہاہاہا کرتا ہے	اس نے کہا میں خوش ہوں تو غم سے جھک گیا ہے
آہ از درد و غم و بیدادی ست	ہوی ہوی مے خوراں از شادی ست
آہ درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے	شرابیوں کا آہا ہا ہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے
محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز	معرفت متراش بگذار ایں ستیز
کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا، تو کھڑا ہو اٹھ	بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر
گفت رو تو از کجا من از کجا	گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں	اس نے کہا تو نشہ میں ہے، اٹھ قید خانہ چل
گفت مست اے محتسب بگذار درو	از برہنہ کے تواں بردن گرو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا	ننگے کا کیا گروی کیا جا سکتا ہے؟
گر مرا خود قوت رفتن بدے	خانہ خود می رفتمے ویں کے شدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی	تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟
من اگر با عقل و با امکانمے	ہمچو شیخاں بر سر دکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا	مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا
گر مرا رائے و تدبیر بدے	ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی	مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی
ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے	نذر و ادرار ہمہ روزہ بدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی	روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی
بگذر از من زانکہ گم کردی تو راہ	باز جو ریش بزرگ و خانقاہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے	لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

شرح حبیبی

اچھا اب ہم پھر اس راز تلاش کرنے والے کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ اپنے راز گو سے مستشیر ہوئے۔ غرض مشورہ کا طالب ان کے پاس آیا اور کہا کے اے بچہ بن جانے والے باپ آپ مجھ سے ایک راز کہہ دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بس زنجیر اور کنڈے کے ہی پاس سے لوٹ جا یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں۔ یعنی یہاں راز واز کچھ نہیں الٹا ہی لوٹ جا۔ یہ دن راز کہنے کا نہیں اگر مجھ متمکن کو لا مکانی یعنی حق سبحانہ سے تعلق خاص ہوتا تو میں اور بزرگوں کی طرح ایک دوکان پر بیٹھا ہوتا اور تعلیم و ہدایت میں مصروف ہوتا۔ میری تو وہی مثل ہے جو ایک مست کی تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدھی رات کے وقت محتسب ایک مقام پر پہنچا دیکھتا کیا ہے کہ دیوار کی جڑ میں ایک مست پڑا ہوا ہے۔ محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے بتا تو نے کیا پیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے وہی پیا جو سبو میں ہے اس نے کہا اچھا بتا سبو میں کیا ہے اس نے کہا وہی جو میں نے پیا ہے اور جو کہ تجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو نے پیا کیا ہے اس نے کہا جو سبو میں مخفی ہے دیر تک یہی سوال و جواب ہوتے رہے اور محتسب بیچارہ ایسا چکر میں آیا کہ جیسا گدھا دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے مجبور ہو کر محتسب نے کہا کہ اب تو آہ کر اور اپنی قسمت کو رو کیونکہ اب تیری کمبختی آنے والی ہے مست نے ہو ہو کرنا شروع کیا۔ محتسب نے کہا میں کہتا ہوں آہ کر تو ہو ہو کرتا ہے اس نے کہا میں تو خوش ہوں اس لئے ہو ہو کرتا ہوں غم سے تیری ہی کمر ٹیڑھی ہے تو آہ کر اس لئے کہ آہ تو وہی کرتا ہے جس کو تکلیف ہو رنج ہو یا مظلوم ہو۔ رہے شرابخوار تو خوشی سے ہو ہو کرتے ہیں محتسب نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا چل اٹھ معرفت کی باتیں نہ بنا اور مباحثہ چھوڑ۔ اس نے کہا چل لمبا پر تو کہاں میں کہاں میں تیرے ساتھ کیوں جاؤ اس نے کہا تو مست ہے چل حوالات میں تجھے حد لگائی جائے گی۔ اس نے کہا محتسب صاحب معاف کیجئے اور تشریف لے جایئے ننگے سے کپڑے کوئی گرو نہیں رکھتا کیونکہ اس کے پاس ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہے کہ جو کام جس سے نہ ہو اس کی اس کو تکلیف نہیں دی جا سکتی) آپ خیال تو فرمائیں کہ اگر میں چل سکتا تو اپنے گھر نہ جاتا اس حالت میں کیوں ہوتا۔ پس میں بھی یوں کہتا ہوں کہ اگر میں عاقل اور صاحب قدرت راز گوئی ہوتا تو اس حالت میں کیوں ہوتا۔ دوکان پر ہوتا۔ میرے لئے بھی یا جھولی اور گداگری ہوتی۔ جیسے بعض فقراء کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ مجاہدہ تجویز ہوتا ہے یا مجھے نذرانہ اور تحفہ تحائف ملتے۔ جیسا کہ اور فقرا کو ملتے ہیں۔ بھائی تم کو دھوکا ہوا تم مجھے چھوڑ و اور کسی خانقاہ میں جاؤ اور کسی بڑی داڑھی والے کو ڈھونڈو۔

شرح شبّیری

بازمیگردیم الخ۔ یعنی کہ ہم پھر اس راز جو کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ راز گو کے ساتھ ہم مشورت ہو۔

مشورت الخ۔ یعنی مشورہ کا تلاش کرنے والا ان کے پاس آیا کہ ارے باوا جو کہ لڑکا بن گیا ہے ایک بات تو بتا۔

گفت رو الخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ چل یہاں سے کہ یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے اور لوٹ جا کہ آج راز بتانے کا دن نہیں ہے۔

گر مکانرا الخ۔ یعنی اگر مکان کو لامکان میں رُستہ ہوتا تو میں بھی دوسرے شیخوں کی طرح ایک دکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس عالم ناسوت سے تعلق رکھتا ہوتا اور میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی شیخ المشائخ بنا ہوا ایک دوکان کی طرح لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہوتا مگر میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے لہٰذا تم یہاں سے جاؤ آگے اس کے مناسب ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک محتسب نے ایک مست کو دیکھ کہ وہ نشہ میں پڑا ہوا ہے تو اس کو اس نے جھڑک کر کہا کہ کمبخت تو نے شراب پی ہے تو جیل خانہ چل تو اس نے کہا کہ اگر میرے اندر اتنی طاقت ہوتی کہ جیل خانہ تک جاؤں تو میں اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا اتنی نوبت ہی کیوں آتی کہ تم مجھے دیکھتے تو اس طرح حضرت بہلول نے بھی کہہ دیا کہ اگر میری حالت ان کے قابل ہوتی تو میں بھی ایک دوکان لگائے ہوئے ہوتا۔ اب حکایت سنو۔

محتسب کا ایک مست کو جیلخانہ میں بلانا اور اس کا جواب

محتسب الخ۔ یعنی آدھی رات کو محتسب ایک جگہ پہنچا تو ایک دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سوتا ہوا دیکھا۔

گفت ہے الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے تو نے کیا کھایا ہے بتا اس نے کہا کہ میں نے وہ کھایا ہے جو کہ گھڑے میں ہے۔

گفت آخر الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ آخر گھڑے میں کیا ہے بتا تو وہ بولا کہ وہ ہے جو میں نے پیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ بھی گول مول بات ہے (صاف کہہ اور بتا)

گفت آنچہ الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ تو نے جو پیا ہے آخر وہ ہے کیا تو بولا کہ جو کچھ گھڑے میں ہے پوشیدہ ہے۔

دور می شد الخ۔ یعنی اس سوال اور جواب میں دور ہو رہا تھا تو وہ محتسب گدھے کی طرح کیچڑ میں رہ گیا۔ یعنی متحیر ہوا کہ آخر اس سے کس طرح دریافت کروں۔

گفت او را الخ۔ یعنی محتسب نے اس سے کہا کہ اب افسوس کرو (کہ جیل خانہ چلنا ہوگا) تو مست نے باتوں میں ہو ہو کرنا شروع کیں۔

گفت گفتم الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ آہ کر اور تو ہو ہو کرتا ہے تو بولا کہ میں خوش ہوں اور تو غم کی وجہ سے دبلا اور کمزور ہو رہا ہے۔

آہ از درد الخ۔ یعنی افسوس تو درد وغم اور ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے اور مے کشوں کی ہو ہو خوشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

محتسب گفت الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا اب اٹھئے بہت بزرگی مت بگھاریئے اور اس لڑائی کو چھوڑیئے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ مست بولا کہ جاتو کہاں اور میں کہاں تو اس محتسب نے کہا کہ تو مست ہے اٹھ جیل خانہ تک آ۔
گفت مست الخ۔ یعنی مست نے کہا کہ اے محتسب چھوڑ اور جا ننگے سے تو رہن کو کب لے سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ مجھ سے تجھے کیا ملے گا بھائی تو اپنا کام کر جا چلا جا۔
گرمرا خود الخ۔ یعنی اگر مجھے چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنے گھر ہی نہ جاتا یہ بات ہی کاہے کو ہوتی کہ آپ تشریف لا کر مجھے دق کرتے آگے حضرت بہلول کا قول نقل فرماتے ہیں کہ
من اگر الخ۔ یعنی اگر میں عقل اور امکان کے ساتھ ہوتا تو شیخوں کی طرح کسی دوکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر میں بھی اس کام کا ہوتا تو دوسروں کی طرح مشہور ہوتا مگر میں تو علیحدہ رہتا ہوں میں رائے وغیرہ دینے کے قابل نہیں ہوں نہ مجھے کچھ آئے۔
گرمرا رائے الخ۔ یعنی اگر میرے اندر رائے اور تدبیر ہوتی تو پیر جیون کی طرح میری بھی عزت اور توقیر ہوتی
ہم مرا الخ۔ یعنی میرے پاس بھی ایک زنبیل اور بھیک ہوتی اور نذر اور ادرار تمام دنوں کا ہوتا۔ اہل قصص نے لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کی شان ہوتی ہے کہ انہوں نے توکل کیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ خود جا کر جھولی لے کر مانگو اور بعض نے توکل کیا تو عوام کے قلوب کو ان کی طرف مائل کر دیا کہ لوگ ان کی خدمت کرتے تھے غرضیکہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی یا اس طریقے کو اختیار کرتا یا اس کو جب مجھے کوئی طریقہ بھی حاصل نہیں ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ میں رائے وغیرہ دینے کے کام کا نہیں ہوں۔
بگذر از من الخ۔ یعنی مجھے چھوڑ اس لئے کہ تو راستہ بھول گیا ہے کسی لمبی داڑھی والے کو اور خانقاہ کو تلاش کر کہ وہاں تجھے ایسے لوگ ملیں گے جو تیری مشکل کو حل کر دیں گے ورنہ میں کچھ نہیں جانتا یاد رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح قابو میں آتے ہی نہیں تو اس نے دوبارہ دوسرے پہلو سے بات شروع کی جس سے کہ وہ کھل جائیں اس کے بعد مطلب کی بات کہے گا آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تا کہ باقی حال معلوم ہو جائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس	اے سوارہ برنے ایں سوراں فرس
اس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے	اے بانس کے سوار گھوڑا اس طرف ہانک دے
راند سوئے او کہ ہیں زوتر بگو	کاسپ من بس توسن ست وتندخو
گھوڑا اس طرف بڑھایا کہ ہاں جلد کہہ	کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے
تا لگد بر تو نہ کو بد زود باش	از چہ می پرسی بیانش کن تو فاش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر	کیا پوچھتا ہے اس کو واضح کر؟

او مجال راز دل گفتن نہ دید	زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا	اس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگا لیا
گفت می خواہم دریں کوچہ زنے	کیست لائق از برائے چوں منے
اس نے کہا میں اس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں	مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟
گفت سہ گو نہ زنند اندر جہاں	آں دو رنج و ایں یکے گنج رواں
اس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں	دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے
آں یکے راچوں بخواہی کل تراست	ویں دگر نیمے ترانیمے جداست
ایک سے جب تو نکاح کرے گا وہ پوری تیری ہے	دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے
واں سوم ہیچ او ترا نبود بداں	ایں شنیدی دور شو رفتم رواں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی	تونے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں
تا ترا اسپم نپراند لگد	کہ بیفتی بر نہ خیزی تا ابد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے	اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے
شیخ راند اندر میان کودکاں	بانگ زد بار دگر او را جواں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا	جوان نے ان کو دوبارہ پکارا
کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں	ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
کہ آئیے، آخر اس کی تفصیل بتائیے	آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں، منتخب کر دیجئے
راند سوئے او و گفتش بکر خاص	کل ترا باشد زغم یابی خلاص
اس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اس سے کہا باکرہ خاص	سب تیری ہو گی تو غم سے نجات پا لے گا
وانکہ نیمے آن تو بیوہ بود	وانکہ ہیچست آں عیال باولد
جو آدھی تیری ہو گی بیوہ ہو گی	وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہو گی
چوں زشوئے اولش کودک بود	مہر کل خاطرش آں سو رود
جب اس کے پہلے شوہر سے بچہ ہو گا	اس کے دل کی محبت اس طرف جائے گی
دور شو تا اسپ نندازد لگد	سم اسپ تو سنم بر تو رسد
بھاگ جا، تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے	میرے سرکش گھوڑے کا کھر تیرے لگے

ہائے و ہوئے کرد شیخ و باز راند	کودکاں را باز سوئے خویش خواند
شیخ نے ہائے و ہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا	بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا
باز بانگش کرد آں سائل بیا	یک سوالم ماند اے شاہ کیا
سوال کرنے والے نے پھر ان کو آواز دی کہ آیئے	اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا
باز راند ایں سو بگوز و ترچہ بود	کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
پھر (گھوڑا) اس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟	کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا
گفت اے شہ باچنیں عقل و ادب	ایں چہ شیدست ایں چہ فعلست اے عجب
اس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے	یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے
تو ورائے عقل کلی در بیاں	آفتابی در جنوں چونی نہاں
تو بیان میں عقل کل سے آگے ہے	تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟
گفت ایں او باش رائے می زنند	تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں	کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں
دفع می گفتم مرا گفتند نے	نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں	تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحب فن عالم نہیں ہے
باوجود تو حرام ست و خبیث	کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے	کہ تم سے کم، فیصلہ کی بات کرے
در شریعت نیست دستورے کہ ما	کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم	تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں
زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم	زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں
ظاہراً شوریدہٗ و شیدا شدم	لیک در باطن ہمانم کہ بدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	لیکن در حقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا
عقل من گنج ست و من ویرانہ ام	گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں	اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد	ایں عسس را دید و در خانہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا	کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا
دانش من جوہر آمد نے عرض	ایں بہائے نیست بہر ہر عرض
میری عقل جوہر (پائیدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل)	یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے
کانِ قندم نیستان شکرم	ہم زمن می روید و من می خورم
میں شکر کی کان ہوں، شکر کی ایکھ ہوں	(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا

شرح حبیبی

سائل نے کہا کہ اے نئے سوار تھوڑی دیر کے لئے ذرا اپنا گھوڑا ادھر بڑھا لائیے۔ یہ سن کر انہوں نے ادھر گھوڑا بڑھایا اور کہا اچھا جلد کہو جو کہنا ہے کیونکہ میرا گھوڑا بہت سرکش اور کڑوا ہے ایسا نہ ہو تمہارے لات مار دے جلدی کہو اور جو کچھ پوچھنا ہے صاف کہو۔ یہ سن کر اس نے اصلی راز بیان کرنے کا موقع نہ سمجھا یا لہٰذا اس کو چھوڑ کر ایک فضول بات میں ان کو الجھا لیا اور کہا کہ مجھے آپ کی جناب میں ایک عورت کے متعلق دریافت کرنا ہے آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے شخص کے لائق کون عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تعیین تو کرتا نہیں مگر تفصیل بتائے دیتا ہوں ان میں جو عورت تم کو پسند ہو اس سے شادی کر لو۔ دنیا میں تین قسم کی عورتیں ہیں بعض تو ان میں نہایت مرغوب اور دولت کی طرح آرام جان ہے اور بعض وبال جان۔ ان میں ایک تو وہ ہے کہ اگر تم اس سے شادی کرو تو وہ کل تمہاری ہوگی اور دوسری وہ ہے جو آدھی تمہاری اور آدھی دوسرے کی تیسری وہ ہے جو بالکل بھی تمہاری نہیں۔ بس تم سن چکے اب چل دو میں اڑنچھو ہوتا ہوں دیکھ گھوڑا لات نہ مار دے کہ تو ایسا گرے کہ پھر اٹھنا بھی نصیب نہ ہو۔ یعنی مر جائے۔ یہ کہہ کر شیخ گھوڑے کو اڑاتے ہوئے لڑکوں میں پہنچ گئے۔ اس شخص نے ان کو پھر بلایا اور کہا کہ ذرا ادھر تو تشریف لائیے یہ تو آپ معما کہہ گئے ذرا اس کی شرح تو کر دیجئے جو تین قسم کی عورتیں آپ نے بیان کی ہیں ان کو مفصل تو بیان کیجئے۔ شیخ نے اس کی طرف پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ خاص باکرہ تو ایسی ہے جو کل تیری ہے اور تجھے اس کے ذریعہ سے غم سے نجات مل سکتی ہے اور وہ جو آدھی تیری ہے وہ بیوہ لاولد ہے اور وہ جو بالکل تیری نہیں وہ صاحب اولاد بیوہ ہے کیونکہ جب پہلے خاوند سے اس کی اولاد ہے تو اس کی دلی محبت کل پہلے خاوند سے ہوگی۔ اچھا اب بھاگ جا تا کہ گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے سرکش گھوڑے کا پاؤں تجھ تک نہ پہنچ جائے یہ کہہ کر شیخ نے پھر دیوانہ وار ہاد ہوکی اور گھوڑے کو بڑھایا اور بچوں کو اپنی طرف بلایا کہ آ ذرے لڑکو کھیلیں اس سائل نے پھر آواز دی کہ جناب میرا ایک سوال اور رہ گیا اس کا بھی جواب دے دیجئے میں چلا جاؤں گا۔ شیخ نے

پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ جلد کہو کیا سوال ہے کہ لڑکا میدان میں سے میری گیند لے گیا میں جا کر اس سے چھینوں گا اس نے کہا کہ آپ تو اس قدر عاقل اور دانا ہیں پھر یہ کیا مغالطہ دہی ہے اور یہ آپ کی کیا حرکت ہے مجھے سخت حیرت ہے آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی بڑھے ہوئے ہیں پھر آفتاب ہو کر ابر جنون میں کیوں پوشیدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عزیز اصل بات یہ ہے کہ عوام میں مشورے ہو رہے تھے کہ مجھے قاضی شہر بنائیں بالآخر مجھ سے کہا گیا میں ان کو ٹالتا رہا۔لیکن انہوں نے منظور نہ کیا اور کہا کہ آپ کی مثل کوئی شخص عالم اور صاحب فن نہیں ہے لہٰذا آپ کے ہوتے ہوئے حرام اور ناجائز ہے کہ کوئی کم درجہ کا شخص قضا میں گفتگو کرے کیونکہ شریعت کی اجازت نہیں کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول قاضی ہو۔پس ہم حکم شریعت سے مجبور ہیں اور آپ سے کم کو اپنا حاکم اور مقتدا نہ بنائیں گے۔اس ضرورت سے میں پاگل اور دیوانہ بن گیا اور مجبور ہو کر اس گروہ سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ میں اپنے اندر اس بارگران کے تحمل کی قوت نہ پاتا تھا اور عوام میری کمزوری کو سمجھتے نہ تھے اور مجبور کرتے تھے گو میں بظاہر دیوانہ اور مجنوں ہو گیا لیکن باطن میں وہی ہوں جیسا کہ تھا۔میری عقل مثل خزانہ کے ہے اور اپنی ظاہری خستگی کے سبب مثل دیوانہ کے ہوں اور وہ خزانہ اس ویرانہ میں پوشیدہ ہے۔بس میں دیوانہ نہیں کہ اس خزانہ کو ظاہر کر کے نقصان اٹھاؤں۔وہ دیوانہ ہے جو ایسی حالت میں دیوانہ نہ ہو جائے اور کوتوال (عوام) کو دیکھ کر گھر میں (پردۂ جنون میں) نہ چھپ جائے۔میری عقل جوہر ہے عرض نہیں۔(یعنی پختہ اور مضبوط ہے کمزور نہیں) اور یہ اس قابل نہیں کہ اس کو ہر سامان (حطام دنیا) کے بدلہ میں دے دیا جائے یعنی جاہ و مال پر اس کو قربان کر دیا جائے۔میں تو کان قند اور نیشکر کا لہیت ہوں پس شکر مجھی سے پیدا ہوتی ہے اور میں بھی ان سے متمتع ہوتا ہوں۔ یعنی اپنی علوم و معارف سے خود ہی لذت اٹھاتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی قدر دان ہو۔

شرح شبّیری

اس سائل کا ان بزرگ کو دوبارہ باتوں میں لگانا تاکہ حال باقی معلوم ہو جائے

گفت آن الخ۔یعنی اس سائل نے کہا آخر تھوڑی دیر کو اے بانس سوار ذرا ادھر گھوڑا اچلا دو۔

راند سوئے الخ۔یعنی اس کی طرف چلایا کہ ہاں جلدی سے کہہ اس لئے کہ میرا گھوڑا بہت قوی اور تیز ہے (لیکن بھاگ جائے گا لہٰذا جو کہنا ہے جلدی کہہ لے۔ایسی باتیں شروع کر دیں تاکہ مجنوں معلوم ہوں)

تا لکد برا لخ۔یعنی تیرے کہیں لات نہ مار دے جلدی کہہ تو کیا پوچھتا ہے جلدی ظاہر کر۔سبحان اللہ بانس کا گھوڑا اور لات مار دے یہ ساری باتیں اس لئے کہیں کہ یہ شخص مجنوں ہی سمجھے۔

اومجال الخ۔ یعنی اس شخص نے بات کہنے کی مجال نہ دیکھی تو اس سے الگ ہوکر اس کو مذاق میں کھینچا۔ مطلب یہ کہ جب اس شخص نے دیکھا کہ یہ بات نہ سنیں گے اور اسی طرح ٹالتے رہیں گے تو اس نے مذاق شروع کیا تاکہ ہنسی مذاق کرنے سے ذرا یہ کھل جائیں گے تو ان سے اصل مقصود کو بھی ظاہر کرونگا تو اس نے یہ سوچ کر یہ کہنا شروع کیا کہ

گفت یخواہم الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ میں یہاں ایک عورت کرنا چاہتا ہوں تو مجھ جیسے کے لائق کون ہے۔ اصل مقصود تو اس شخص کا کسی مشکل باطنی کا حل تھا مگر اس کو چھوڑ کر یہ باتیں شروع کیں یہ سن کر حضرت بہلول نے جواب دیا کہ

گفت سہ گونہ الخ۔ یعنی حضرت بہلولؒ نے فرمایا کہ دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں دو تو خراب اور ایک خزانہ جاری۔

آن یکے راچوالخ۔ یعنی اس ایک کو اگر تو کرے تو وہ تو ساری تیری ہی ہے اور دوسری آدھی تیری اور آدھی الگ۔

اوآن سوم الخ۔ یعنی اور وہ تیسری تیری نہیں ہے جان لے یہ سن لیا تو اب بھاگ میں جاتا ہوں۔

تاترا الخ۔ یعنی تاکہ کہیں میرا گھوڑا تیرے لات نہ ماردے کہ تو گر جائے گا اور پھر کبھی اٹھ نہ سکے گا اوپر۔ چونکہ باتیں عقل کی کہی تھیں اس کے بعد ایک یہ بات کہ دیکھو میرا گھوڑا لات نہ ماردے ایسی کہہ دی کہ جس سے جنون معلوم ہو غرضیکہ یہ کہہ کر حضرت چل دیئے۔

شیخ راند الخ۔ یعنی شیخ نے لڑکوں کے اندر گھوڑا اچلایا تو اس شخص نے پھران کو آواز دی۔

کہ بیا آخر بگو الخ۔ یعنی ذرا یہاں تشریف لاکر اس کی تفسیر تو کردیجئے اوران تینوں قسموں میں سے چھانٹ تو دے دیجئے۔

راند سوئے الخ۔ یعنی اس کی طرف پھر تشریف لائے اور اس سے کہا کہ خاص کنواری تو ساری تیری ہے اور تو غم سے چھوٹ جائے گا یعنی اس سے نکاح کر کے تو کسی قسم کا غم ہی نہیں مزے کرو۔

وان کہ نے الخ۔ یعنی اور جو کہ آدھی تیری ہے وہ تو بیوہ بے اولاد ہے اور جو کہ بالکل تیری نہیں ہے وہ بیوی بااولاد۔

چون زسوئے الخ۔ یعنی جبکہ پہلے خاوند سے اس کے بچے ہونگے تو اس کے دل کا میلان کلی اسی طرف ہوگا اور تیری طرف مطلق متوجہ نہ ہوگی۔ یہ مضمون حدیث کا ہے۔ اسی طرح حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **شریف النساء ثلثة واحدة لک وواحدة علیک وعلیک اماالتی لک فھی الحرة البکر فقلبھا وجھالک واما التی علیک فالمتزوجة ذات ولد تاکل مالک و تبکی علی الزوج الاول واما التی لک وعلیک فالمتزوجة التی لاولدلھا فان کنت لھا خیراً من الاول فھی لک والافھی علیک .**

ان اشعار میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے غرض کہ حضرت بہلول نے اس کو حدیث کے موافق بتادیا آگے فرماتے ہیں کہ

دور شو تا الخ۔ یعنی دور ہو جا تا کہ میرا گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے قوی گھوڑے کا سم تجھے پہنچ نہ جائے۔ ساری باتیں کہہ کر ایک بات ایسی فرمادیتے ہیں عجیب حالت ہے۔

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی شیخ نے ہائے ہوئے کی اور پھر گھوڑا چلا دیا اور لونڈوں کو اپنی طرف بلایا۔ غرضکہ حضرت کی حالت بالکل لونڈوں جیسی ہو رہی تھی کہ ایک بانس پر سوار ہیں اور لڑکوں میں کھیلتے پھرتے ہیں۔

باز بانگش کرد الخ۔ یعنی اس سائل نے پھر آواز دی کہ حضرت تشریف تو لائیے۔ اجی عقلمند شاہ صاحب میرا ایک سوال اور رہ گیا ہے۔

باز راند الخ۔ یعنی پھر اس کی طرف تشریف لائے کہ ہاں جلدی سے کہہ کیا ہے اس لئے کہ میدان میں وہ لونڈا میری گیند لے بھاگتا ہے (سبحان اللہ کیا شان ہے) زود تر مخفف ہے زود تر کا بمعنی بہت جلدی۔

گفت اے شہ الخ۔ یعنی اس سائل نے کہا کہ اجی حضرت باوجود اس عقل و ادب کے یہ کیا مکر ہے اور کیا حرکت ہے تعجب کی بات ہے۔

تو درائے الخ۔ یعنی آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی آگے ہیں اور آپ تو آفتاب ہیں آپ اس جنون میں کس طرح پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ آپ نے اس طرح اپنے کو کیوں کر رکھا ہے ماشاء اللہ عاقل سمجھدار ہیں۔ اس پر جواب ارشاد ہوا کہ

گفت این الخ۔ یعنی یہ اوباش لوگ رائے نکالتے تھے کہ مجھے اپنے اس شہر میں قاضی کریں۔

دفع میگفتم الخ۔ یعنی میں دفع کرتا تھا تو مجھ سے کہتے تھے کہ نہیں آپ جیسا تو کوئی صاحب فن عالم اور ہے ہی نہیں۔

باوجود تو الخ۔ یعنی آپ کے ہوتے ہوئے تو حرام اور خبیث ہے یہ بات کہ آپ سے کم ہو کر قاضی ہو کر بات کہے مطلب یہ کہ آپ کے ہوتے ہوئے اور کوئی قاضی بن ہی نہیں سکتا۔

در شریعت نیست الخ۔ یعنی شریعت میں یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ تم سے کم کو بادشاہ اور پیشوا بنا دیں (جب آپ موجود ہیں تو آپ ہی پیشوا ہیں)

زین ضرورت الخ۔ یعنی اس ضرورت سے باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں اور اس گروہ سے عاجز ہو کر بیگانہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ایسے خیالات کو دیکھ کر باؤلا بن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور نہ قاضی بننا پڑتا تو کون علت مول لیتا۔ اب چونکہ حضرت بہلول نے اس کو طالب صادق دیکھا اس لئے فرماتے ہیں کہ

ظاہرا الخ۔ یعنی ظاہر میں باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں۔ لیکن باطن میں وہی ہوں جو کہ تھا۔

عقل من الخ۔ یعنی میری عقل ایک خزانہ ہے اور میں (مثل) ایک جنگل کے ہوں تو اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو پاگل ہوں مطلب یہ کہ میرے علوم و معارف اور عقل ایک خزانہ کی طرح ہیں اؤ میں ایک جنگل کی طرح تو خزانہ کو تو جنگل میں اس لئے دفن کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہ ہو پھر اگر سب پر ظاہر کرتا پھروں اور بتاتا پھروں کہ میرے اندر یہ خزانہ مدفون ہے تو کیا میں بالکل پاگل تھوڑی ہوں۔

اوست دیوانہ الخ۔ یعنی وہ دیوانہ ہے جو کہ (ایسا) دیوانہ نہ ہوا اور اس کوتوال کو دیکھ کر گھر میں نہ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دیوانگی کو چھوڑ کر غافل رہا اور عقل ظاہری پر ہی مغرور رہا تو فی الحقیقت تو وہ دیوانہ ہے اور جس نے کہ ایسے لوگوں

کو جو اس کو پکڑتے پھرتے ہیں اور کام میں لگاتے ہیں دیکھا اور چھپ نہ گیا وہ دیوانہ ہے پس چاہیے کہ ان سب سے علیحدہ ہو کر اپنے کو چھپا لے ہاں اگر کسی کے سپرد خدمت خلق ہے تو اس کی اور بات ہے یہ ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جن کے سپرد حق تعالیٰ کی طرف سے یہ خدمت نہیں کی گئی بلکہ صرف نماز روزہ کرلو اور مزہ سے یاد خدا میں لگے رہو۔

دانش من الخ۔ یعنی میری عقل جوہر ہے عرض نہیں ہے تو یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے جو کہ لوگ کہتے ہیں لہٰذا میں الگ ہو گیا۔

کان قندم الخ۔ یعنی میں قند کی کان ہوں اور شکر کی نیستان ہوں اور مجھ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور میں ہی کھالیتا لیتا ہوں مطلب یہ کہ علوم و معارف کا میں خزانہ ہوں میرے ہی اندر سے پیدا ہوتے ہیں اور ان سے میں ہی لطف حاصل کرتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدر بھی کرے بلکہ ان سے میں خود ہی حظ حاصل کرتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں	کز نفور مستمع دارد فغاں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے	جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے
چوں پئے دانہ نہ بہر روشنی ست	ہمچو طالب علم دنیائے دنی ست
چونکہ وہ روٹی کے لئے ہے نور (معرفت) کے لئے نہیں ہے	(اس کا طالب) کمینی دنیا کے علم کا طالب جیسا ہے
طالب علم ست بہر عام و خاص	نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے	نہ اس لئے کہ اس عالم (دنیا) سے نجات پائے
ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد	نیست مرغے از ہمہ سوراخ فرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے	وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو
ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا	می کند غافل ز انوار لقا
وہ چوہے جیسا ہے کہ ہر جانب سوراخ	کھودتا ہے لقاء (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے
چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود	ہم درآں ظلمات جہدے می نمود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا	انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا
گر خدایش پر دہد پر خرد	برہد از موشی و چوں مرغاں پرد
اگر خدا اس کو عقل کے پردے دے	تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کی طرح پرواز کرے
ورنہ جوید پر بماند زیر خاک	نا امید از رفتن راہ سماک
اگر وہ پرندوں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہے گا	سماک کے راستہ پر چلنے سے ناامید (ہو کر)

علم گفتارے کہ او بے جاں بود	عاشق روئے خریداراں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے	وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے
گرچہ باشد وقت بحث علم زفت	چوں خریدارش نباشد مرد و رفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو	جب اس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا
مشتری من خدایست و مرا	می کشد بالا کہ اللہ اشتریٰ
میرا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے اور مجھے	وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خریدا
خونبہائے من جمال ذوالجلال	خونبہائے خود خورم کسب حلال
میرا خون بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے	میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے
ایں خریداران مفلس را بہل	چہ خریداری کند یک مشت گل
ان مفلس خریداروں کو چھوڑ	ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟
گل مخور گل را مخر گل را مجو	زانکہ گل خوارست دائم زرد رو
مٹی نہ کھا' مٹی نہ خرید' مٹی کی جستجو نہ کر	کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو ہوتا ہے
دل بخر تا دائماً باشی جواں	از تجلی چہرہ ات خوں ارغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے	تجلی سے تیرا چہرہ گل بابونہ کی سرخی کی طرح رہے گا
طالب دلشو کہ تا باشی چو گل	تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے	اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے
دل نباشد آنکہ مطلوبش گل ست	ایں سخن را روئے باصاحبدلست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے	یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

شرح حبیبی

وہ علم تقلیدی و تعلیمی ہے جو سامعین کی ناقدردانی سے شکوہ و شکایت کرنے لگے اور وہ علم طلب رزق کی شے ہے نہ کہ نور معرفت حاصل کرنے کے لئے اور ایسے علم کا طالب ایسا ہی ہے جیسا طالب علم دنیاوی۔ وہ لوگوں کے لئے علم طلب کرتا ہے اس کا مقصود خود اپنی رہائی نہیں ہے کہ وہ خود اخلاق ذمیمہ اور ملکات ردیہ سے نجات پا جائے وہ اس چوہے کی مانند ہے جو ہر طرف طلب رزق کے لئے سوراخ بناتا ہے اور رزق کے ذرائع کو محدود سمجھتا ہے

اوراس پرند کی مثل نہیں جو تمام سوراخوں سے مبرا اور رزق کی ایک نامحدود فضا اپنے ساتھ دیکھ رہا ہے یہ احمق چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کرتا ہے اور طلب رزق میں ہمہ تن ساعی اور منہمک ہے لیکن انوار خوش لقا (حق سبحانہ) سے غافل ہے اور منشاء اسکا یہ ہی ہے کہ رزق کے ذرائع نامحدود اور نور معرفت تک تو اس کی رسائی ہی نہیں اس لئے مجبوراً تاریکی جہل میں پھنسا ہوا سرگرم جد وجہد ہے لیکن اگر خدا اس کو پر ہائے عقل بخشے اور اس کی عقل کو نور معرفت عطا کرے جو عروج روحانی کا ذریعہ ہے تو ہر گز وہ چوہا پن نہ کرے بلکہ پروان کی طرح بلند پروازی کرے اور علو ہمت و عالی حوصلگی اختیار کرے اور سمجھے کہ ذرائع رزق نامحدود ہیں اس کا حصول کچھ ہماری سعی ناجائز پر موقوف نہیں پس اس کو یہ پر (نور معرفت) حاصل کرنے چاہئیں اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو ہمیشہ مبتلائے ظلمات جہل رہے گا اور ترقی سے مایوس اور محروم ہو جائے گا علم قال جس میں روح معرفت و حال نہ ہو اور قدر دانوں کا طالب ہو۔ ایسا علم اگرچہ بحث و مباحثہ کے وقت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر فی نفسہ بہت حقیر اور ناچیز ہے کیونکہ اسکی بقاء طالبین کی رغبت پر موقوف ہے اگر طالبین بے رغبتی کریں تو بہت جلد فنا اور رخصت ہو جاتا ہے اور میرا علم عام قدر دانوں کا محتاج نہیں میرا قدر دان اور خریدار خود حق سبحانہ ہے وہی اپنی قدر دانی سے مجھے عروج دیتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود فرماتا ہے **ان الله اشترى من المومنين انفسهم** جس طرح مجھے عام لوگوں کی قدر دانی کی ضرورت نہیں یوں ہی اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کو تحصیل رزق کا ذریعہ بناؤں بلکہ میں اپنے کو اس کی راہ میں فنا کر چکا ہوں اور اسکا خون بہا دیدار جمال حق سبحانہ پا چکا ہوں۔ پس میں اپنے اسی خون بہا کو کھاتا ہوں جو کہ میرا کسب حلال ہے یعنی مشاہدہ جمال حق سے غذائے روحانی حاصل کرتا ہوں پس میری طلب تو یہ ہے باقی رہی غذائے جسمانی سو میں اس کا طالب و جویاں نہیں ہوں وہ مجھ کو حق سبحانہ کی طرف سے خود ملتی ہے اے عالم علم قال کہنا مان ان عام خریداروں کو چھوڑ ان سے تو اپنی دولت کی کیا قیمت حاصل کرتا ہے یہ تو ننگے ہیں وہ خود بھی ایک مشت خاک ہیں اور ان کی قیمت بھی خاک ہے ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔ نہ تو مٹی کھا نہ مٹی خرید نہ مٹی تلاش کر تجھے معلوم نہیں مٹی کھانے والوں کی کیا حالت ہوتی ہے مٹی کھانے والا (طالب دنیا) ہمیشہ زرد رو (حق سبحانہ کے سامنے شرمندہ) ہوتا ہے۔ ارے دل خرید اور دولت باطنی حاصل کرتا کہ تو ہمیشہ جوان اور قوی القلب رہے اور نور حق سبحانہ سے تیرا چہرہ سرخ اور روشن ہو۔ بس ہم پھر کہتے ہیں کہ دل طلب کر اور حقیقت علم حاصل کرتا کہ تو گل اور محبوب و مرغوب ہو اور شراب کی طرح شاداں و فرحاں ہو (شراب کو شاداں و فرحاں کہنے کی غالباً وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوسروں میں نشاط و سرور پیدا کرتی ہے پھر خود کیوں شاداں و فرحاں نہ ہوگی یا یہ کہ وہ سرخ ہوتی ہے اور سرخی خوشی کا رنگ ہے واللہ اعلم خوب سمجھ لینا چاہیے جو دل اشیاء دینیہ اور حطام دنیاوی یعنی مال و جاہ طلب کرے وہ دل کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ اس میں دل کی صفات نہیں ان باتوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہو عوام کی سمجھ میں نہیں آئیں گی لہٰذا ہمارے مخاطب ارباب دل ہی ہیں۔

شرح شبّیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی وہ علم تقلیدی اور تعلیمی ہے جو سننے والوں کی نفرت سے فغاں کرے۔ مطلب یہ کہ جس علم کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ اس کی قدر دان ہیں تو وہ باقی اور اس کو رونق اور ترقی ہے ورنہ زائل ہے تو وہ علم تقلیدی ہے اور جو علم تحقیقی ہوتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدر دان بھی ہو بلکہ وہ تو خود بخود بڑھتا ہے اور صاحب علم اس سے محظوظ ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ ہمارا علم تحقیقی ہے تقلیدی نہیں ہے اس لئے اگر ہم مجنوں ہو گئے اور اس حالت میں ہمارا کوئی قدر دان نہ بھی رہا تب بھی ہم خوش اور مگن ہیں۔

چون پے الخ۔ یعنی جبکہ دانہ کے لئے ہے روشنی کے لئے نہیں ہے تو مثل دنیائے کمینی کا علم طلب کرنے والے کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی علم دین کو دنیا کے لئے سیکھے وہ طالب علم دین نہیں ہے بلکہ ایسا ہے کہ جیسے دنیا ہی کا علم سیکھ لیا اس لئے کہ جب مقصود اس سے دنیا ہے تو وہ دنیا ہی کا ہو گیا۔ اگر چہ بظاہر دین کے لئے ہے۔

طالب علم است الخ۔ یعنی وہ ایک طالب علم ہے خاص و عام کے لئے نہ اس لئے کہ وہ اس عالم سے چھوٹ جائے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ دنیا کے لئے علم حاصل کر رہا ہو تو اس کا نفع دوسروں کو تو پہنچے گا مگر اس کو خاک بھی نفع نہ ہوگا۔ آگے ایسے طالب علم کی مثال ہے کہ

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کئے ہیں اور وہ پرند نہیں ہے کہ تمام سوراخوں سے مستغنی ہو مطلب یہ کہ جس طرح چوہا ہر طرف سوراخ کرتا ہے کہ زمین ہی میں سے کبھی اس طرف سے غذا لایا اور کبھی ادھر سے اسی طرح یہ طالب علم ہے کہ ہر جگہ کھانے ہی کی فکر ہے اور جو پرند ہوتا ہے اس کو سوراخوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر جگہ جا کر غذا کو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح جو بزرگان دین ہیں اور طالب دین ہیں ان کو ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان کو بے ان اسباب ظاہری کے ملتا ہے اور ان کی مثال کیمیا گر کی خوب ہے کہ کیمیا گر اسی میں خوش ہوتا ہے کہ اس کو کوئی نہ جانے کہ یہ کیمیا گر ہے اور جب اس کو کوئی جان لیتا ہے تو وہاں سے چل دیتا ہے بعینہ یہی حالت ہے ان حضرات کی اور ان کے علوم کی کہ یہ اسی میں خوش ہیں کہ ان کو کوئی نہ جانے اور جہاں کسی کو ان کے کمال کی اطلاع ہوئی اور یہ وہاں سے بھاگے۔

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح چاروں طرف بہت سے سوراخ وہ کرتا ہے جو انوار لقاء حق سے غافل ہوتا ہے۔

چونکہ سوئے الخ۔ یعنی جب اس کو جنگل اور نور کی طرف راہ نہ تھی تو اسی ظلمات میں کوشش کرتا رہا۔

گر خدا ایش الخ۔ یعنی کہ خدا اس کو پر دے عقل کے پر کہ وہ اس چوہے پن سے چھوٹ کر پرندوں کی طرح چرے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کوشش میں ہے کہ حق تعالیٰ اس کو نور بصیرت عطا فرمائے تو وہ اس حالت سے نکل کر محقق بن جائے۔ جب وہ کوشش کرتا ہے تو ایک دن ہو بھی جاتا ہے۔

ورنہ جوید پرالخ ۔یعنی اگر پر نہ ڈھونڈے تو خاک کے نیچے ہی رہتا ہے سماک کے راستہ کے چلنے سے ناامید رہتا ہے مطلب یہ کہ اگر طلب ہی نہ ہوتو پھر تو کبھی بھی تحقیق میسر نہیں ہوسکتی ہمیشہ اسی طرح ٹھوکریں کھاتے اور بھٹکتے گزر جائے گی۔

علم گفتاری الخ ۔یعنی علم قولی کہ وہ بے جان ہوتا ہے وہ عاشق خریداروں کے منہ کا ہوتا ہے۔اگر قدر دان ہیں تو وہ بھی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

گرچہ باشدالخ ۔یعنی اگرچہ علم بحث کے وقت تو بہت قوی ہوتا ہے مگر جب اس کا خریدار نہ ہوتو مرجاتا ہے اور چل دیتا ہے۔اس علم تقلیدی کی تو یہ حالت ہے کہ اگراس کے خریدار ہیں تو اس میں ترقی بھی ہے اوراس کو قیام بھی ہے اور اگر قدر دان نہیں ہے تو ترقی تو درکنار باقی بھی نہیں رہتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ علوم کسی کو اگر پڑھنے والے ہوں تب تو وہ باقی رہتا ہے ورنہ بالکل ذہول ہو جاتا ہے مگر جو علم کہ وہبی ہوتا ہے اس کو بے کسی خریدار اور قدر دان کے ہر وقت بقااور ترقی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق تو عطاء حق پر ہوتا ہے اور عطا ہر وقت ہے لہٰذا اس کو بھی ہر وقت ترقی ہے اس کو کسی قدر دان ظاہری کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا خریدار تو حق تعالیٰ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مشتری من الخ ۔یعنی میرا خریدار تو خدا ہے اور وہ مجھے بالا کی طرف کھینچ رہا ہے کہ اللہ نے خرید لیا ہے قرآن شریف میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنہ تو یہ حق تعالیٰ کی خریداری ہم کو عالم غیب کی طرف کھینچتی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیں خرید لیا ہے۔

خون بہائے من الخ ۔یعنی میرا خون بہا حق تعالیٰ کا جمال ہے اور میں اپنا خون بہا کھاتا ہوں اور کسب حلال ہے مطلب یہ کہ ہمیں جو حق تعالیٰ نے خریدا ہے تو اسکی قیمت میں ہم کو اپنا جمال مبارک دکھایا ہے بس ہم نے اس کے بدلے میں اپنی جان بھی فدا کر دی اور تعجب تو یہ ہے کہ جمال سے جو کہ ہمارے خون بہا میں ملا تھا اور جس کے عوض میں ہم نے اپنے کو فنا کر دیا تھا اسی سے خود ہی لطف حاصل کر رہے ہیں اور بالکل کسب حلال ہے کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے اور فرماتے ہیں کہ

این خریداران الخ ۔یعنی ان مفلس خریداروں کو چھوڑ دے اس لئے کہ ایک مٹھی خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔مطلب یہ کہ تیرے علوم کے جو آدمی قدر دان ہیں ان کو اور ان کی قدر دانی کو چھوڑ اس لئے کہ یہ یکمشت خاک خدا کے سامنے کیا خریداری کر سکتے ہیں اور کیا قیمت دے سکتے ہیں لہٰذا اپنا خریدار خدا کو بناؤ اور ان سب سے قطع تعلق کرو۔

گل مخور گل الخ ۔یعنی نہ مٹی کو کھاؤ اور نہ اس کو خرید واور نہ تلاش کرو اس لئے کہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو رہتا ہے۔

دل بخر تاالخ ۔یعنی دل کو خرید لو تا کہ تم ہمیشہ جوان رہو اور تجلی کی وجہ سے تمہارا چہرہ ارغوان کی طرح رہے۔

طالب دل شو کہ الخ ۔یعنی دل کے طالب ہو تا کہ تم گل کی طرح رہو اور تا کہ تم شراب کی طرح خوش خرم رہو۔
دل نباشد الخ ۔یعنی وہ دل ہی نہیں ہوتا جس کا مطلوب کہ مٹی ہو اور اس بات کا روصاحب دل کی طرف ہے مطلب یہ ہے اس عالم مادی اور سفلیات میں مت رہو بلکہ اہل دل اور قلب سلیم کی تلاش کرو کہ وہی کام کی چیز ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کا روئے سخن بھی جو صاحب دل ہو اسی کی طرف ہے ورنہ دوسرا اس کو سمجھ بھی نہیں سکتا۔
چونکہ مولانا کا قاعدہ ہے کہ جہاں بہت پریشان ہوا کرتے ہیں وہاں دعا کرنے لگتے ہیں تو یہاں کہا تھا کہ عالم سفلی سے قطع تعلق کر کے عالم غیب سے تعلق پیدا کرو اور یہ اپنے قبضہ میں نہ تھا اس لئے آگے دعا فرماتے ہیں کہ

یارب ایں بخشش نہ حد کار ماست	لطف تو لطف خفی را خود سزا است
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے	مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے
دست گیر از دست ما ما را بخر	پردہ را بردار و پردہ ما مدر
ہماری دستگیری فرما' ہمیں ہم سے خرید لے	پردے کو اٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما
باز خرما را ازیں نفس پلید	کاردش تا استخوان ما رسید
اس ناپاک نفس سے ہمیں خرید لے	اس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے
از چو ما بیچارگاں ایں بند سخت	کہ کشاید اے شہ بے تاج وتخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی	اے تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟
ایں چنیں قفل گراں را اے ودود	کہ تواند جز کہ فضل تو کشود
اے محبوب اس قدر بھاری قفل کو	تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟
ماز خود سوئے تو گردانیم سر	چوں توئی از ما بما نزدیک تر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رخ کرتے ہیں	چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے
باچنیں نزدیکی دوریم دور	در چنیں تاریکی بفرست نور
اس قدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دور ہیں	ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے
ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست	ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست
یہ دعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے	ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اگتا؟
درمیان خون و رودہ فہم و عقل	جز ز اکرام تو نتواں کرد نقل
خون اور انتڑی میں' سمجھ اور عقل	تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کر سکتا ہے

از دو پارہ پیہ ایں نور رواں	موج نورش می زندتا آسماں
یہ جاری نورٗ چربی کے دو ٹکڑوں سے!	اس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے
گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو	می رود سیلاب حکمت جوبجو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہےٗ اس سے	دانائی کا سیلاب نہر درنہر جاتا ہے
سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست	تا بباغ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے	جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں
شاہراہ باغ جانہا شرع اوست	باغ وبستانہائے عالم فرع اوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے	دنیا کے باغ اور چمن اس کی شاخ ہیں
اصل وسرچشمہ خوشی آنست آں	زود تجری تحتہا الانہار خواں
اصل اور خوشی کا سر چشمہ وہی وہ ہے	جلدی سے "اس کے نیچے نہری جاری ہیں" پڑھ لے
قصہٗ رنجور گو با مصطفٰؐ	زانکہ لطف حق ندارد منتہٰی
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا	اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے
شکر نعمت چوں کنی چوں شکر تو	نعمت تازہ بودز احسان او
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا	اسکے احسان سے ایک نئی نعمت ہے
عجز تو در شکر شکر آمد تمام	فہم کن دریاب قدتم الکلام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے	سمجھ لے جان لےٗ بات پوری ہوئی

شرح حبیبی

چونکہ طلب دنیا اقتضائے نفس سے ناشی ہے اور نفس کے پنجہ سے رہائی دشوار ہے اس لئے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور التجا کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے اللہ یہ موہبت کبریٰ (دنیا سے بے رغبتی) ہماری طاقت سے باہر ہے (گوہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی سی کوشش کریں اور کوتاہی نہ کریں) اس لئے تیرا لطف واعطائے دولت اس کا مستحق ہے کہ وہ محض میرے فضل خفی سے ناشی ہو اور ہماری جدوجہد پر مبنی نہ ہو۔ اے اللہ تو ہماری دستگیری کر اور ہم جو اپنے ہاتھ بکے ہوئے اور اپنے نفسوں کے غلام ہیں تو ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لے اور تیرے اور ہمارے درمیان میں جو پردہ حائل ہے اس کو اٹھادے اور ہم کو رسوا نہ کر ہم کو ہمارے نفس سے خرید لے اس کی چھری ہماری

ہڈی تک پہنچ گئی اور اس کی تعدی انتہا کو پہنچ گئی۔ اے اللہ تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ تیرے سوا اس بند سخت کو ہم بے چاروں سے کون الگ کر سکتا ہے اور اے اللہ اس بھاری قفل کو تیرے فضل کے سوا کون کھول سکتا ہے اب ہم اپنے سے رخ پھیر کر اور اپنی کوششوں کو ناکافی سمجھ کر تیری طرف رخ کرتے ہیں تو ہم سے ہماری جانوں سے زیادہ نزدیک ہے مگر افسوس کہ ہم اس نزدیکی وقرب پر بھی تجھ سے بہت دور ہیں پس تو ہماری تاریکی میں نور پیدا کر اور ظلمات نفس سے چھڑا کر اپنا نور معرفت عطا فرما۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دعا بھی تیری ہی عطا اور تیری ہی تعلیم کردہ ہے ورنہ ہمارے بھاڑ میں باغ کب اگتا ہے اور ہمارے گندہ نفس میں یہ خیالات نفسیہ کہاں پیدا ہو سکتے ہیں تو ہی اپنے فضل سے خون اور آنتوں وغیرہ (جسم) میں فہم وعقل پیدا کرتا ہے اور دو چربی کے ٹکڑوں میں نور بصر جس کی موجیں آسمان سے ٹکر کھاتی ہیں تیرے ہی ذریعہ سے جاری ہے اور ایک گوشت کا ٹکڑا جس کو زبان کہتے ہیں اس سے سیلاب حکمت کی ندیاں ان سوراخوں کی طرف جن کو کان کہتے ہیں باغ جان تک جن کے میوہ ادراکات و افہام ہیں تو ہی جاری کرتا ہے اور اس سیلاب کا راستہ شاہراہ باغ جان ہے اور وہی اس کے بہنے کی جگہ ہے اور عالم کے باغ سب اسی سیلاب کی فرع اور اسی سے ناشی ہیں اور خوشی کی اصل اور اسکا سرچشمہ یہی سیلاب حکمت ہے باور نہ ہو تو فوراً **جنت تجری من تحتها الانهار** پڑھے۔ یعنی یہ نص گو ظہر سے تو **جنات وانهار حسیه** ہی پر دلالت کرتی ہے مگر بطن سے جنات وانہار معنویہ ومعارف الٰہیہ پر دلالت کرتی ہے چونکہ حق سبحانہ کی الطاف غیر متناہی ہیں لہٰذا وہ شمار میں نہیں آسکتیں **ان تعدوا نعمة الله لاتحصوها** لہٰذا اپنے عجز کا اقرار کر کے اس مریض کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ ان کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا قصہ ہوا۔ تم اس کی نعمتوں کا کیونکر شکر کر سکتے ہو جبکہ یہ شکر خود بھی اسکی ایک نعمت ہے اگر اسکا شکر کرو گے وہ شکر بھی ایک نعمت ہے اسکا بھی شکر واجب ہے وہلم جرا غرض تم کسی طرح اس کے شکر سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے۔ پس ایسی حالت میں یہی شکر ہے کہ کہا جائے **لااحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک** اور اپنے عجز کا اقرار کیا جائے فتدبر تفہم۔ قصہ ختم ہوا۔

شرح شبّیری

یارب این الخ۔ یعنی اے اللہ یہ عنایت ہماری طاقت کی حد سے تو باہر ہے آپ ہی کا لطف لطف خفی کو سزاوار ہے۔

دستگیر از الخ۔ یعنی دست گری کیجئے اور ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لیجئے اور پردہ کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔ یعنی آپ کے دیدار کے جو حجاب مانع ہیں ان کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔

باز خر مارا الخ۔ یعنی پھر ہم کو اس نفس پلید سے خرید لیجئے کہ اس کی چھری ہماری ہڈی تک پہنچ گئی ہے۔

از چو ما الخ۔ یعنی اے شہ بے تاج وتخت ہم سے اس قید سخت کو کون کھول سکتا ہے۔

آنچنین الخ۔ یعنی اے وددواس جیسے قفل گراں کوسوائے آپ کے فضل کے اور کون کھول سکتا ہے۔
ماز خودسوئے الخ۔ یعنی ہم اپنے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جبکہ آپ ہماری نسبت ہم سے زیادہ نزدیک ہیں جیسا کہ ارشاد ہے **ونحن اقرب الیه من حبل الورید۔**
باچنین نزدیکئے الخ۔ یعنی باوجود اس نزدیکی کے ہم دور ہی ہیں اور آپ ایسی تاریکی میں نور بھیجئے (جس سے ہماری آنکھیں کھلیں)
این دعاہم بخشش الخ۔ یعنی یہ دعا آپ ہی کی بخشش اور تعلیم ہے ورنہ کھوڑی پر باغ کہاں اگتا ہے مطلب یہ کہ ہمارے اندر یہ باتیں کہاں تھیں یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
درمیان الخ۔ یعنی چھٹے خون کے درمیان میں سمجھ اور عقل بجز آپ کے اکرام اور کون نقل کرسکتا ہے مطلب یہ کہ دماغ میں جو کہ خون دریدہ ہے اس سمجھ اور عقل کا رکھ دینا یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
از دو پارہ الخ۔ یعنی چربی کے دوٹکڑوں سے یہ نور جاری ہے کہ اس کے نور کی موج آسمان تک جاری ہے۔ مراد آنکھ ہے کہ دیکھو دماغ میں سے یہ نور آتا ہے جس میں کہ حیرت ہوتی ہے اور قدرت حق معلوم ہوتی ہے کہ اللہ اکبر کیا شے ہے کہ جس میں یہ نور ہے سبحان اللہ۔
گوشت پارہ الخ۔ یعنی ایک گوشت کا ٹکڑا کہ جسکا نام زبان ہے کہ اس سے علوم کے روندی کی طرح بہتے ہیں۔
سوئے سوراخیکہ الخ۔ یعنی اس سوراخ کی طرف کہ اس کا نام کان ہے باغ جان تک کہ اس کا میوہ ہوش ہے۔
شاہراہ الخ۔ یعنی ایک شاہراہ ہے کہ اس کی جان کا باغ اس کی شرع ہے اور اس عالم ظاہری کے باغ وبستان اسی کی فرع ہیں۔
اصل وسرچشمہ الخ۔ یعنی اصل اور سرچشمہ تو وہی ہے تم جلدی سے **تجری تحتها الانهار** پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی قدرت میں عقل دنگ ہے کہ دماغ میں جو کہ گوشت پوست اور خون کا بنا ہوا ہے عقل جیسی لطیف شے رکھی آنکھوں کا نور بھی اس چربی وغیرہ میں رکھا کانوں میں سننے کی طاقت دی وغیرہ وغیرہ تو اصل میں تو ان چیزوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اس لئے کہ اور اشیاء دنیوی سب ان کی فرع ہیں اور راہ حق وہی اصل اور سرچشمہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ
قصۂ رنجور الخ۔ یعنی اس بیمار کا قصہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیان کرو اس لئے کہ لطف حق کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔
شکر نعمت چون الخ۔ یعنی تم اس کی نعمتوں کا شکر کس طرح کر سکتے ہو جبکہ تمہارا یہ شکر بھی اس کے فضل سے ایک نئی نعمت ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا شکر کرنا بھی تو ایک نعمت خداداد ہے کہ اسی نے توفیق دی ورنہ کس کو توفیق ہوسکتی تھی لہٰذا اگر بالفرض پہلی نعمتوں کا شکر ادا بھی ہوگیا تب بھی یہ جو شکر کیا اس کا شکر کہاں ادا ہوا اگر اس کا ادا کیا تو اس کا جواب کیا کہاں ادا ہوا۔ **هکذا الیٰ غیر النهایة** بس معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کوئی ادا نہیں کرسکتا۔
بس ۔ شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو + عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما۔ اب چونکہ طالب کو سخت پریشانی ہوتی

ہے کہ آخر کس طرح شکر ادا کرنا چاہیے اور تم کہتے ہو کہ ادا ہوتا ہی نہیں تو اب کیا کریں اس کی تدبیر فرماتے ہیں کہ عجز تو از شکرالخ۔ یعنی تمہارا شکر سے عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے سمجھ لو اور پالو بات پوری ہو چکی۔ مطلب یہ کہ یہ کہہ دینا کہ اے اللہ ہم تیری نعمتوں کے شکر کرنے سے عاجز ہیں یہی خود شکر ہے اور اسی سے شکر ادا ہوتا ہے کہ اس درگاہ میں عجز کو ظاہر کردو اللھم لاتحصے ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ آگے ان صحابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصہ بیان فرماتے ہیں۔

تتمہ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مرآں بیمار را	چوں عیادت کرد یار زار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار سے فرمایا	جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی
کہ مگر نوعے دعائے کردۂ	از جہالت زہر بائے خوردۂ
شاید تونے کوئی دعا کی ہے	نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے
یاد آورچہ دعائے گفتۂ	چوں زمکر نفس می آشفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟	جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے
گفت یادم نیست الا ہمتے	دار بامن یادم آید ساعتے
اس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ	ڈال دیجئے مجھ پر فوراً مجھے یاد آ جائے گی
از حضور نور بخش مصطفیٰؐ	پیش خاطر آمد او را آں دعا
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے	وہ دعا اس کے دل میں آ گئی
ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ	پیش خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے	وہ بھولی ہوئی (دعا) اس کے دل میں آ گئی
تافت ازاں روزن کہ از دل تا دلست	روشنی کو فرق حق و باطل ست
اس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی	روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے
گفت اینک یادم آمد اے رسول	آں دعا کہ گفتہ ام من بوالفضول
اس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آ گئی	وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتار گنہ می آمدم	غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہوگیا	ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا
ہر گنہ باب کشایش می زند	غرقہ دست اندر حشایش می زند
گنہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے	ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے
از تو تہدید و وعیدے می رسید	مجرماں را از عذاب بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا	گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا
مضطرب می گشتم و چارہ نہ بود	بند محکم بود و قفل ناکشود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی	مضبوط قید تھی اور نہ کھلنے والا تالا
نے مقام صبر و نے راہ گریز	نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ	نہ توبہ کی امید نہ جھگڑے کا موقع
نے بغیر حق تعالیٰ یار من	ایں چنیں دشوار آمد کار من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست	میرا کام ایسا مشکل ہوگیا
من چو ہاروت و چو ماروت از حزن	آہ می کردم کہ اے خلاق من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح	آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے؟

ذکر دشواری عذاب آخرت و سختی آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

از خطر ہاروت و ماروت آشکار	چاہ بابل را بکردند اختیار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ	بابل کے کنویں کو پسند کر لیا
تا عذاب آخرت اینجا کشند	گربزند و عاقل و ساحر وشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں	ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں
نیک کردند و بجائے خویش بود	سہل تر باشد ز آتش رنج دود
اچھا کیا اور بامحل تھا	دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصف رنج آنجہاں	سہل باشد رنج دنیا پیش آں
اس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے	دنیا کی تکلیف اس کے مقابلہ میں آسان ہے
اے خنک آں کو جہادے می کند	بر بدن زجرے وداد ے می کند
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے	بدن کو تنبیہ اور اسکے ساتھ انصاف کرتا ہے
تاز رنج آں جہانے وارہد	برخودایں رنج عبادت می نہد
تا کہ اس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے	اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

شرح حبیبی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیمار صحابی سے ان کی عیادت کے وقت فرمایا کہ شاید تو نے کوئی دعا کی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے اور اپنی نادانی سے زہر آلود شوربا کھایا ہے اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے اچھا یاد کرو کہ جب تم مکر نفس سے پریشان ہوئے تو تم نے کیا دعا کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو یاد نہیں آتا۔ حضور کچھ میرے قلب کی طرف توجہ فرمائیں تا کہ یاد آ جائے۔ غرض کہ حضور کی دلوں کو منور کرنے والی موجودگی کے سبب ان کو وہ دعا یاد آ گئی اور معدن نور پیغمبر کی توجہ سے وہ بھولی ہوئی دعا ذہن میں آ گئی کیونکہ وہ روشنی جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے اس راہ سے جو ایک دل سے دوسرے دل تک ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان صحابی تک پہنچی اور یہ روشنی اس کے یاد آنے کا سبب ہوگئی اس وقت ان صحابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دعا جو مجھ لغو آدمی نے کی تھی یاد آ گئی۔ قصہ یہ ہے کہ جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوتا تھا تو میں مثل غریق کے ہاتھ پاؤں مارتا تھا اور نجات کی تدبیر کرتا تھا چنانچہ قاعدہ ہے گناہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یعنی صورت رہائی سوچتا ہی ہے جیسا کہ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اس طرف تو مجھے نجات کی فکر ہوتی ہے ادھر حضور والا کی جانب سے گناہگاروں کے لئے سخت عذاب کی دھمکیاں اور وعیدیں سنتا تھا اس سے میں پریشان ہوگیا اور کوئی تدبیر رہائی کی میری سمجھ میں نہ آئی۔ بیڑی مضبوط تھی اور قفل کھلنے والا نہیں تھا کیونکہ نہ تو میں اپنے اندر عذاب آخرت کے تحمل کی قوت دیکھتا تھا اور نہ اس سے بھاگنے اور جان بچانے کی کوئی صورت میرے ذہن میں تھی نہ توبہ کی امید تھی اور نہ حق سبحانہ سے مقابلہ ہی کرسکتا تھا اور نہ خدا کے سوا کوئی یار و مددگار تھا۔ غرض میں اس سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ ان وجوہ سے میں حق سبحانہ سے ہاروت و ماروت کی طرح محزون ہوکر اور آہ وزاری کر کے دعا کرتا تھا۔ ہاروت و ماروت نے عذاب آخرت کے خوف سے چاہ بابل کو اختیار کرلیا تا کہ آخرت کے عذاب کے عوض دنیا ہی میں عذاب بھگت لیں۔ واقعی بڑے ہوشیار عقلمند اور ساحروش ہیں۔ یہ

کارروائی انہوں نے بہت خوب کی اور بہت ٹھیک تھی۔ کیونکہ آگ کی تکلیف سے دھوئیں کی تکلیف کا برداشت کرنا سہل ہے اور اس جہان کی تکلیف ناقابل بیان ہے اور دنیا کی تکلیف اس کے سامنے آسان ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ شخص بڑے مزے میں ہے جو مجاہدہ کرتا ہے اور اپنے جسم پر تنبیہ اور اس کے ساتھ عدل کرتا ہے یعنی اس کو معاصی سے روکتا ہے اور اس کو صدد ر معاصی پر سزائے مناسب دیتا ہے اور آخرت کی تکلیف سے نجات پانے کے لئے اس کو عبادت کی تکلیف میں گرفتار کرتا ہے۔ آگے مولانا اصل قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مریض کو نصیحت فرمانا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبرؐ الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مریض یار غار کی عیادت کی تو ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ

کہ مگر نوعے الخ۔ یعنی کہ شاید تم نے کسی قسم کی دعا کی ہے اور جہالت کی وجہ سے زہر آلود کوئی شے کھالی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسی دعا جو کہ نقصان دہ تھی تم نے اپنے لئے کی ہے۔

یاد آور چہ الخ۔ یعنی یاد کرو کہ تم نے کیا دعا کی ہے جبکہ مکر نفس کی وجہ سے پریشان ہوئے ہو۔

گفت یادم الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے مگر آپ توجہ رکھئے مجھے ایک گھڑی میں یاد آ جائے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

از حضور الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور بخش حضور کی وجہ سے وہ دعا ان کے دل کے سامنے آ گئی۔

ہمت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر روشن کردہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کے دل کے سامنے وہ گم شدہ شے آ گئی۔

تافت زان الخ۔ یعنی اس روزن سے جو کہ دل سے دل تک ہے وہ روشنی جو کہ حق اور باطل میں فرق کرنیوالی ہے چمکی۔

گفت اینک الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ سلم مجھے دعا یاد آ گئی جو کہ میں نے نادانی سے کی تھی۔

چون گرفتار الخ۔ یعنی جبکہ میں گرفتار گناہ ہو رہا تھا اور (بحر عصیان میں) ڈوبے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا

پر گنہ باب الخ۔ یعنی گناہ سے بھرا ہوا کشائش کے دروازہ کو کھولتا ہے اور ڈوبتا ہوا ہاتھ تنکوں میں مارتا ہے۔ یعنی کہ مشہور ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش اسی طرح میں بھی ذرا ذرا سی بات سے سہارا لیتا تھا اور گناہوں سے بچنے کی جو تدبیر بھی سمجھ میں آتی تھی کرتا تھا۔

از تو تہدید الخ۔ یعنی آپ سے تہدید اور وعیدیں معلوم ہوتی تھیں مجرموں کے لئے عذابات شدید کی۔

مضطرب می گشتم الخ۔ یعنی میں مضطرب ہوتا تھا اور کوئی علاج نہ تھا ایک مضبوط قید تھی اور ایک نہ کھلنے والا قفل تھا۔
نے مقام صبرو نے الخ۔ یعنی نہ تو صبر کا مقام نہ بھاگنے کی جگہ نہ امید (قبولیت) توبہ کی نہ جھگڑے کی جگہ۔
نے بغیر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی میرا یار نہ تھا میرا کام کچھ ایسا دشوار ہو گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں میں تو مبتلا تھا اور وعیدیں ان پر آپ سے سنتا تھا تو اب پریشان ہوا کہ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہ دعا کرلی جس کا آگے خود ذکر کریں گے۔
ہمچو ہاروت الخ۔ یعنی ہاروت اور ماروت کی طرح غم کی وجہ سے میں آہ کر رہا تھا کہ اے میرے خالق۔ وہ دعا تو آگے بیان کریں گے چونکہ یہاں ہاروت و ماروت کی حالت سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے کچھ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ محققین کے نزدیک تو یہ قصہ ہاروت ماروت کا جو مشہور ہے غلط ہے مگر مولانا بناءً علی المشہور اس کو بیان فرماتے ہیں

عذاب آخرت کی دشواری اور اس کی سختی کا بیان

از خطر الخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے ہاروت اور ماروت نے ظاہر طور پر بابل کے کنویں کو اختیار کیا۔ قصہ ان کا مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان سے سوال ہوا کہ عذاب آخرت چاہتے ہو یا قید بابل تو انہوں نے چاہ بابل ہی کو اختیار کیا تھا۔
تا عذاب الخ۔ یعنی تاکہ عذاب آخرت کا یہیں بھگت لیں وہ ہوشیار تھے اور عاقل اور ساحر تھے۔
نیک کردند الخ۔ یعنی انہوں نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا اس لیے کہ دھوئیں کی تکلیف آگ سے کم ہوتی ہے۔ یعنی انہوں نے جو عذاب دنیا کو اختیار کر لیا یہ بہتر کیا اس لئے کہ وہاں کی تکلیف کے مقابلہ میں یہاں کی کلفت اور عذاب اور رنج تو کوئی شئے ہی نہیں آگے خود یہی فرماتے ہیں۔
حد ندارد الخ۔ یعنی اس جہان کے تکالیف کے بیان کی تو کوئی حد نہیں ہے (بس یہ سمجھ لو کہ) کہ دنیا کی تکلیف اس کے سامنے بہت سہل ہے۔
اے خنک الخ۔ یعنی وہ اچھا ہے جو کہ جہاد کرتا ہے اور بدن ہی پر سختی اور ظلم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو دنیا ہی میں تکالیف برداشت کر لیتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہے وہی اچھا ہے اس لئے کہ وہاں کی کلفت سے چھوٹ جاتا ہے۔
تا زرنج الخ۔ یعنی تاکہ اس جہان کی تکلیف سے چھوٹ جائے اپنے اوپر عبادت کی تکلیف کو رکھ لیتا ہے۔
یہاں تک فرما کر پھر ان صحابی کی دعا کا ذکر فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب	ہم دریں عالم براں بر من شتاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا	اسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

تا دراں عالم فراغت باشدم	در چنیں درخواست حلقہ می زدم
تا کہ اس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو	اس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا
آنچنیں رنجوریے پیدام شد	جان من از رنج بے آرام شد
اس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی	کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی
ماندہ ام از ذکر و از اوراد خود	بے خبر گشتم زخویش و نیک و بد
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں	اپنے اور اچھے برے سے بے خبر ہو گیا ہوں
گر نمی دیدم کنوں من روئے تو	اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا	اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے
می شدم از دست من یکبارگی	کردیم شاہانہ ایں غم خوارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا	آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی
گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن	بر مکن تو خویش را از بیخ و بن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا	اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ
تو چہ طاقت داری اے مور نژند	کہ نہد بر تو چناں کوہے بلند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے	کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے
گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من	از سر جلدی نبافم ہیچ فن
اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی	عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا
ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما	از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم	گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں
سالہا رہ می رویم و در اخیر	ہمچناں درمنزل اول اسیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں	اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

شرح حبیبی

ہاروت و ماروت کی طرح میں بھی کہتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب جو آخرت میں ملنے والا ہے اسی عالم میں جلدی مجھے دیدے تا کہ اسی عالم میں فارغ ہو جاؤں اور اسی قسم کی درخواست سے حق سبحانہ کے باب اجابت کی

زنجیر کھٹکھٹاتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی قسم کی بیماری مجھے لاحق ہوگئی جس کی تکلیف سے میری جان بے کل ہوگئی۔ میں اس کے سبب اذکار و وظائف سے بھی رہ گیا۔ اب نہ مجھے اپنی خبر ہے اور نہ بھلے برے کی۔ اے مبارک چہرہ اور اے مبارک خو اگر میں آپ کی صورت نہ دیکھتا تو میں ہاتھ سے جاتا رہا تھا یعنی مر چکا ہوتا۔ لیکن دفعۃً حضور والا نے میری شاہانہ غمخواری کی کہ عیادت کو تشریف لائے اس سے میں بچ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ خبردار ایسی دعا پھر نہ کرنا اور اپنے کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑنا یعنی تباہ نہ ہو جانا یہ تباہی کی بات ہے اے حقیر چیونٹی تیری کیا طاقت ہے کہ حق سبحانہ تجھ پر اتنا بڑا مصیبت کا پہاڑ ڈالیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں توبہ کرتا ہوں کہ اس قدر جلد کوئی کام نہ کرونگا بلکہ سوچ سمجھ کر اور مشورہ و فتویٰ لے کر کرونگا۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ یہ جہان ہمارے لئے مثل وادی تیہ کے ہے اور حضور ہمارے موسیٰ ہیں اور ہم اپنی شامت اعمال کی بدولت اسی تیہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم برسوں خدا کا راستہ قطع کرتے ہیں اور ریاضات و مجاہدات کرتے ہیں لیکن پھر کوئی نہ کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہیں کے وہیں آ جاتے ہیں جہاں سے چلے تھے۔

شرح شبّیری

من ہمی گفتم الخ۔ یعنی میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب مجھ پر اسی عالم میں جلدی سے فرما دیجئے۔

تا دران الخ۔ یعنی تاکہ اس عالم میں مجھے فراغت حاصل ہو جائے تو میں اس درخواست میں کوشش کر رہا تھا۔

اینچنین رنجورے الخ۔ یعنی مجھے ایسی بیماری پیدا ہوگئی اور میری جان تکلیف کی وجہ سے بے آرام ہوگئی۔

مانده ام الخ۔ یعنی اب میں اپنے ذکر سے اور وظیفوں سے عاجز ہو گیا ہوں اور اپنوں سے اور برے بھلے سب سے بے خبر ہو گیا ہوں۔

گر نمی دیدم الخ۔ یعنی اگر میں اب آپ کے چہرۂ انور کی زیارت نہ کر لیتا۔ اے وہ ذات کہ آپ کے خصائل بہت ہی مبارک ہیں۔

می شدم الخ۔ یعنی میں تو اپنے ہاتھ سے ایک دفعہ ہی ہو چکا تھا آپ نے میرے لئے یہ شاہانہ غمخوارگی فرمائی۔ مطلب یہ کہ میں تو یہ دعا کر کے اپنے ہاتھوں برباد ہو چکا تھا مگر اب حضرت کی تشریف آوری سے کچھ تسلی ہوئی اور امید ہے کہ ہدایت ہو جائے اور مغفرت کی امید ہوگئی ہے۔

گفت ہے ہے الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ ارے ارے یہ دعا پھر مت کرنا تو اپنے آپ کو جڑ ہی سے مت اکھاڑ۔ مطلب یہ کہ اس طرح ایسی دعا کر کے اپنے ہاتھوں تباہ مت ہو خبردار ایسی دعا ہرگز کبھی مت کرنا۔

تو چہ طاقت الخ۔ یعنی اے کمزور چیونٹی تجھے کیا طاقت ہے کہ تجھ پر ایسا بڑا پہاڑ رکھ دیا جائے۔ مطلب یہ کہ تم نے جو دعا کی کہ مجھے دنیا ہی میں عذاب دے لو تو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں عذاب تو ہے پھر تمہارے اندر عذاب حق کی کہاں طاقت ہے۔

گفت توبہ الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے بادشاہ میں توبہ کرتا ہوں اب کبھی جلدی سے ایسے بات نہ کہوں گا۔

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان وادی تیہ (کی طرح)اور آپ موسے (کی طرح) ہیں اور ہم گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہوئے ہیں۔

سالہارہ الخ۔ یعنی برسوں تک راستہ چلتے ہیں اور اخیر میں اسی طرح اول منزل میں قید ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری تو گناہوں میں ایسی حالت ہے کہ بارہا توبہ کرتے ہیں اور اس سے کچھ ترقی حاصل ہوتی ہے اور قلب کی درستی ہوتی ہے مگر پھر اس توبہ کو توڑ دیتے ہیں اور جہان کے تھان رہ جاتے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی کہ دن بھر وہ راستہ کی تلاش میں پھرتے تھے اور شام کو وہیں موجود ہوتے تھے جہاں سے کہ چلے تھے۔ آگے مولانا قوم موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

ذکر قوم موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اوران کی شرمندگی کا تذکرہ

قوم موسیٰؑ راہ می پیمودہ اند	آخر اندر گام اول بودہ اند
(حضرت) موسیٰ کی قوم راستہ طے کرتی	(لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی
گر دل موسیٰؑ زما راضی بدے	تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
اگر (حضرت) موسیٰ کا دل ہم سے خوش ہوتا	تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا
ور بہ کل بیزار بودے اوز ما	کے رسیدے من و سلویٰ از سما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے	تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا
کے ز سنگے چشمہا جوشاں شدے	در بیاباں تا امان جاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے	جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے
بل بجائے خواں خود آتش آمدے	اندریں منزل لہب برما زدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی	اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی
چوں دو دل شد موسیٰؑ اندر کار ما	گاہ خصم ماست و گاہے یار ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰ دو دلے ہو گئے ہیں	کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رخت ما	حلم او ردمی کند تیر بلا
ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے	ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے
کے بود کہ حلم گردد خشم تیز	نیست نادر ایں زلطف اے عزیز
کب ہوگا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے	اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے
مدح حاضر وحشت است از بہر ایں	نام موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی (کا سبب) ہے اس لئے	میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰ کا نام لے رہا ہوں
ورنہ موسیٰؑ کے روا دارد کہ من	پیش تو یاد آورم از ہیچ تن
ورنہ (حضرت) موسیٰ کب گوارا کرتے کہ میں	آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

شرح حبیبی

(یہ مقولہ صحابی بیمار ہے اور اشعار بالا کا تتمہ ہے ان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے) ان صحابی نے یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم روزانہ چلتی تھی لیکن جہاں سے چلتی تھی پھر وہیں آ جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ حالت موجودہ بتلا رہی ہے کہ موسیٰ ہم پر کچھ ناخوش ہیں اور کچھ مہربان کیونکہ اگر بالکل راضی ہوتے تو تیہ کے اندر ہم کو راستہ مل جاتا اور یہ طے ہو جاتا اور اگر بالکل ناخوش ہوتے تو حق سبحانہ کی جانب سے بے مشقت غذائے من و سلویٰ ہم کو نہ ملتی اور نہ پتھر سے چشمے نکلتے جنہوں نے ہماری جان بچائی ہے بلکہ خوان نعمت کے بجائے آتش قہر نازل ہوتی اور اسی جگہ ہم کو پھونک دیتی پس چونکہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے معاملہ میں یکسو نہیں ہیں بلکہ کبھی ہمارے مخالف اور ہم سے ناخوش ہیں اور کبھی موافق اور خوش اس لئے ان کی آتش خشم تو ہمارے سامان کو جلاتی ہے یعنی اس کے باعث ہم کو مصیبت پہنچتی ہے اور ان کا حلم تیر بلا کو روکتا ہے اور ہم پر بجائے مصیبت کے انعام ہوتا ہے وہ دن کب ہوگا کہ ان کا غصہ بھی حلم بن جائے اور یہ کچھ ان کے الطاف بیکراں سے بعید نہیں یہ جو کچھ میں نے قوم موسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے اس سے مقصود مجھ کو اپنی حالت زبوں کا اظہار ہے اور جناب والا کی تعریف اور حضور سے رحم کی التجا ہے اور یہ عنوان محض ایک پردہ ہے اس پردہ کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ خود حضور کے سامنے حضور کی تعریف کرنا حضور کی ناخوشی کا باعث ہوگا ورنہ خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو گوارا نہ کریں گے کہ حضور کے سامنے اس کی تعریف کی جائے یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے آگے حق سبحانہ سے مناجات کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اوران کی پشیمانی کا ذکر

قوم موسے الخ ۔یعنی قوم موسے علیہ السلام راستہ کو ناپتی تھی اور آخر کار قدم اول ہی رہتے تھے (یعنی جہاں سے چلتے تھے وہیں پر شام کو موجود ہوتے تھے)

راز میگفتند الخ ۔یعنی سارے مرد اور عورتیں اور بڈھے اور جوان ظاہر طور پر اور پوشیدہ طور پر سرگوشیاں کرتے تھے کہ

گر دل موسےٰ الخ ۔یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام کا قلب ہم سے راضی ہوتا تو تیہ کا راستہ اور کنارہ ظاہر ہو جاتا۔

در بکل الخ ۔یعنی اور اگر بالکل ہم سے بیزار ہوتے تو من وسلویٰ آسمان سے کب آتا۔آسمان سے آنے سے مراد خوان لگ کر آنا نہیں ہے اس لئے کہ ایسا نہ ہوتا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ بے تعب کے یہ دونوں چیزیں مل جاتی تھیں ۔ترنجبین درختوں پر سے اور بٹیر جنگل سے ہاتھ آجاتی تھیں تو گویا کہ آسمان ہی سے آنا تھا اس لئے کہ ان کو تو کچھ کرنا ہی نہ پڑتا تھا۔

کے زسنگے الخ ۔یعنی ایک پتھر سے چشمے کب ابلتے کہ بیابان میں وہ جان کے لئے امن ہوتے ۔مطلب یہ کہ اگر وہ راضی ہوتے تب تو اس قید میں ہم کیوں پھنستے اور اگر ناراض ہوتے تو ہم کو روزانہ یہ نعمتیں کیسے میسر آتیں غرض کہ کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور کہتے تھے کہ

بل بجائے الخ ۔یعنی بلکہ بجائے خوان نعمت کے خود آگ آتی اور اس شعلہ میں ہم پر پڑتی ۔مطلب یہ ہے کہ وہ اس شش وپنج میں تھے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام راضی ہیں تو اس تیہ میں بھٹکنا کیا اور اگر ناراض ہیں تو یہ نعمتیں کیسی بلکہ اور غضب نازل ہونا چاہیے اور کہتے تھے کہ

چون دودل الخ ۔یعنی ہمارے معاملہ میں موسیٰ علیہ السلام دودل کیوں ہو رہے ہیں کہ کبھی ہمارے دشمن ہیں (کہ راستہ نہیں ملتا) اور کبھی دوست ہیں (جسکا اثر ہے کہ نعمتیں مل رہی ہیں)

خشمش آتش الخ ۔یعنی ان کا غصہ تو ہمارے اسباب میں آگ لگا دیتا ہے اور انکا حلم تیر بلا کو رد کر دیتا ہے۔ جب اس مصیبت میں مبتلا ہیں تو اب حق سے دعا کرتے ہیں کہ

کے بود کہ الخ ۔یعنی اے اللہ یہ کب ہوگا کہ غصہ بھی حلم ہو جائے اور آپ کے لطف سے یہ کچھ عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی خفگی تو اسی لئے تھی کہ حق تعالیٰ ناراض تھے اس لئے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم پر یہ نعمتیں کہ من وسلویٰ بلا تعب حاصل ہو جاتا ہے آپ نے نازل فرمادی ہیں مگر اس کے ساتھ میں جو یہ اثر

غضب کا ہے کہ راستہ نہیں ملتا خدا کے لئے اس کو بھی مبدل بہ رحمت فرما دیجئے اور راستہ عنایت فرما دیجئے غرضکہ ان صحابی نے یہ عرض کیا کہ جس طرح کہ یہ لوگ اس تیہ میں مبتلا تھے اور جہاں کے تھے شام کو واپس آ جاتے تھے اور نکلنا نصیب نہ ہوتا تھا یہی حالت ہماری ہے کہ توبہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرتے ہیں کہ جس سے راہ حق طے ہوتی ہے مگر پھر توبہ توڑ دیتے ہیں اور جیسے تھے ویسے ہی ہو جاتے ہیں اور پھر ناراضگی حق تعالیٰ کی عود کر آتی ہے جس سے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ توفیق اعمال صالحہ کی نہیں رہتی اس لئے خدا کے لئے ایسی نظر رحمت فرمائیے کہ پھر گمراہی نہ ہو اور پھر کبھی توبہ شکنی کی نوبت نہ آئے اور اعمال صالحہ کی توفیق مدت العمر باقی رہے۔ آمین یا رب العالمین۔ اب چونکہ ان صحابیؓ نے حضورؐ سے رحم کی درخواست اس طرح کی کہ اپنے گناہ میں مبتلا ہونے کو قوم موسیٰ کے وادی تیہ میں سرگشتہ ہونے سے اور حضور کو موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اور پھر ان کے قول کو اپنے لئے بھی چاہا حالانکہ ممکن تھا کہ یہ ساری باتیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کر لیتے تو ایسا نہ کرنے کی وجہ آگے وہ خود فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ کسی شخص کی مدح اگر اس کے سامنے کی جائے تو اس کو ایک قسم کی پریشانی ہوتی ہے اور وہ اس سے اکتاتا ہے اور پھر ایک قسم کی خوشامد اور ریا بھی ہوتی ہے اس لئے میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے اس سے آپ کو تشبیہ دی اور پھر اپنی حالت کو بھی عرض کر دیا۔ انتہیٰ اب سنو کہ فرماتے ہیں کہ

مدح حاضر الخ۔ یعنی مدح حاضر کی چونکہ وحشت پیدا کرنے والی ہوتی ہے اس لئے میں نے قصداً اس طرح موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا۔

ورنہ موسیٰ کے الخ۔ یعنی ورنہ موسیٰ علیہ السلام خود کب جائز رکھتے تھے کہ میں آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو یاد کروں۔ مطلب یہ کہ میرا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو لانا صرف اس لئے ہے کہ اپنی تعریف سن کر کہیں آپ اکتا نہ جائیں۔ اس لئے ان کی صفات بیان کر کے ان کی نسبت اس طرح عرض کر دیا کہ بس یہی حالت ہماری اور آپ کی ہے ورنہ بھلا میں تو کیا موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو روا نہ رکھتے کہ آپ کے ہوتے ہوئے اوروں کی تعریف کی جائے۔ نعوذ باللہ بلکہ صرف مقصود یہ تھا کہ آپ کو ہماری حالت معلوم ہو جائے بس اس کو فرما کر آگے پھر انتقال ہے اور پر جو دعا فرمائی تھی کہ یارب این بخشش نہ حد کار ماست الخ۔ اب آگے بھی مولانا درگاہ باری میں دعا فرماتے ہیں کہ

عہد ما بشکست صد بار و ہزار	عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے	تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے
عہد ما کاہ و بہر بادے زبوں	عہد تو کوہ و زصد کہ ہم فزوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے	تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوین ما	رحمتے کن اے امیر لونہا
اس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے	اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے
خویش را دیدم و رسوائی خویش	امتحان مامکن اے شاہ بیش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا	اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے
تا فضیحتہائے دیگر رانہاں	کردہ باشی اے کریم مستعاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ	کردے اے مددگار کریم!
بیحدی تو در جمال و در کمال	در کژی ما بیحدیم و در ضلال
تو جمال اور کمال میں لا محدود ہے	ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں
بیحدی خویش بگمار اے کریم	برکژی بیحد مشتے لئیم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے	ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر
ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند	مصر بودیم و یکے دیوار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے	ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے
البقیہ البقیہ اے خدیو	تانگردد شاد کلی جان دیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر	تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو
بہر ما نے بہر آں لطف نخست	کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
ہماری وجہ سے نہیں اس پہلی مہربانی کی وجہ سے	کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے
چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم	اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما دے	اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کامادہ) رکھ دیا ہے
زیں دعا گر خشم افزاید ترا	تو دعا تعلیم فرما مہترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے	اے بڑے! تو (اور) دعا سکھا دے
آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت	رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت
جیسا کہ (حضرت) آدم جنت سے گرے	ان کو تو نے توبہ (کے طریقہ کی تعلیم) فرمائی کہ شیطان سے وہ نجات پا گئے

شرح حبیبی

اے اللہ ہمارا عہد اطاعت کامل سینکڑوں بلکہ ہزاروں بار ٹوٹ چکا ہے اور تیرا عہد انعام واکرام ہنوز پہاڑ کی طرح ثابت وبرقرار ہے۔ ہمارا عہد تو ایک تنکے کی مثل اور ہر باد ہوائے نفس سے متزلزل اور کمزور ہو جاتا ہے۔ تیرا عہد پہاڑ ہے بلکہ سو پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ تجھے اس قدرت کی قسم جو تجھ کو ہماری تلوین وتغیر پر حاصل ہے ہم پر رحم کر ہم نے اپنے کو بھی دیکھ لیا اور اپنی رسوائی کو بھی دیکھ لیا اے شہنشاہ اس سے زیادہ ہمارا امتحان نہ کر دیکھ ہماری دیگر رسوائیوں کو چھپا لینا (ہم میں اب برداشت کی قوت نہیں) اقول ہذا اوجہ مما قال ملا علی القاری بل ہو الصواب وما قالہ یاباہ السباق والسیاق فتدبر) تو جمال وکمال میں بے حد ہے اور ہم کجی وگمراہی میں بے حد ہیں۔ پس اپنی بے حدی کو اس ناچیز کی کجی بے حد پر مسلط کر کہ وہ اس کو زائل کر دے دیکھ ہمارے کپڑے کا ایک تار باقی رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اب صرف ایک دیوار باقی رہ گئی ہے یعنی ہم بہت تباہ وبرباد ہو چکے اب ہماری کامل تباہی میں تھوڑی ہی کسر باقی ہے۔ پس اے اللہ تو اس بقیہ کی حفاظت کر اور اس کو فنا ہونے سے بچا ایسا نہ ہو کہ ہم بالکل تباہ ہو جائیں اور شیطان کو پوری خوشی حاصل ہو جائے تو یہ ہمارے لئے نہ کر کیونکہ ہم تو اس قابل نہیں کہ ہم پر کچھ رحم کیا جائے بلکہ تو اپنی اس لطف قدیم پر نظر کر کے ایسا کر جس نے گمراہوں کی دوبارہ دستگیری فرمائی ہے اور ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر کو بھیجا ہے۔ اے اللہ تو گوشت پوست میں رحم پیدا کرنے والا ہے تو اپنی قدرت دکھلا چکا اور ہم دیکھ چکے اب رحم کر کہ ہم میں اس سے زیادہ تاب نہیں اگر میری دعائے سابق کی طرح یہ دعا بھی تجھے ناپسند ہو تو اے سردار تو کوئی اور دعا تعلیم فرما۔ جس طرح تو نے حضرت آدمؑ کو توبہ کی تعلیم فرما کر شیطان کے پنجہ سے چھڑایا تھا۔ جبکہ آدم علیہ السلام بہشت سے نیچے اتارے گئے تھے (تنبیہ یہ مناجات جس طرح صحابی کی ہو سکتی ہے یوں ہی مولانا کی بھی ہو سکتی ہے گو دلی محمد انکار کرتا ہے اور اس کا مخاطب جناب رسول گو بناتا ہے لیکن اس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرانا تو باطل ہے اور مناجات مولانا ہونے سے انکار غیر موجہ بلکہ اس کا مناجات مولانا ہونا ہی اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

عہد ما بشکست الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ ٹوٹا ہے اور اے اللہ آپ کا عہد اسی طرح ثابت اور برقرار ہے۔

عہد ما کاہ الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو ایک تنکا ہے کہ ہر ہوا سے مغلوب ہے اور آپ کا عہد ایک پہاڑ ہے بلکہ سینکڑوں پہاڑوں سے بھی زیادہ (مضبوط ہے)

حق آن الخ۔ یعنی اے مالک اموال اس قوت (عہد) کے طفیل میں ہماری اس تلوین (عہد) پر رحم فرمایئے (اور ہماری حالت کو مبدل باستقامت ودوام فرما دیجئے)

خویش را دیدیم الخ۔ یعنی ہم نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا ہے اب اے شہنشاہ ہمارا زیادہ امتحان نہ کیجئے اس لئے کہ

تا فضیحتہائے الخ۔ یعنی تاکہ اے کریم مستعان وہ رسوائیاں جن کو آپ نے ہم سے پوشیدہ کیا ہے ظاہر نہ ہو جائیں اس لئے جو ہو گیا ہو گیا اب آئندہ معاف فرمایئے اور ہماری حالت تلوین کو استقامت اور دوام علی الطاعت سے مبدل فرما دیجئے۔

بیحدی تو الخ۔ یعنی تو آپ جمال اور کمال میں بے حد ہیں اور ہم گمراہی اور کجی میں بے حد ہیں۔

بیحدی خویش الخ۔ یعنی اے کریم اپنی بے حدی کو ایک مٹھی خاک لئیم کی بے حد کجی پر مقرر فرما دیجئے۔ مطلب یہ کہ اپنے لطف و کرم بے حد کو ہماری اس گمراہی اور بے حد کجی پر مقرر فرما دیجئے تاکہ ہماری اصلاح ہو جائے۔

ہیں کہ از تقطیع الخ۔ یعنی اب تو ہماری لباس (تقویٰ) میں سے ایک ڈھاگا رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اور ایک دیوار باقی رہ گئی ہے۔

البقیہ البقیہ الخ۔ یعنی اے شہنشاہ باقی ہی کی حفاظت فرمایئے تاکہ کہیں اس شیطان کی جان پوری طرح خوش نہ ہو۔ البقیہ البقیہ کی تقدیر احفظ البقیہ احفظ البقیہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری حالت بہت ردی ہو گئی اور تقویٰ کو اور اس استعداد فطری کو بہت نکمی کر چکے ہیں لیکن اگر اب بھی آپ دستگیری فرما دیں گے اور آپ کا لطف شامل ہو گا تو امید ہے کہ پھر کچھ سنبھل جائیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں اس استعداد کو بالکلیہ ہی نہ کھو بیٹھیں اور خدانخواستہ نوبت کفر تک آ جائے نعوذ باللہ اور پھر شیطان کو پوری طرح خوش ہونے کا موقع مل جائے۔ لہٰذا رحم فرمایئے اور دستگیری کیجئے۔

بہر مانے ہر آن الخ۔ یعنی ہماری وجہ سے نہیں بلکہ اس لطف ازلی کے طفیل سے جس سے کہ آپ نے گمراہوں کو ہدایت فرمائی ہے۔

چون نمودی الخ۔ یعنی جب آپ نے اپنی قدرت دکھائی ہے تو رحم کو بھی دکھایئے۔ اے وہ ذات کہ آپ نے رحم کو گوشت پوست میں رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے تغیر احوال میں اپنی قدرت کا ظہور فرمایا ہے کہ ہم کو جس طرح چاہا بدل دیا تو اب رحم فرمایئے اور اس کا بھی ظہور فرمایئے آپ کی تو وہ ذات ہے کہ آپ نے انسان میں جو کہ گوشت پوست سے بنا ہوا ہے۔ رحم کی صفت ودیعت رکھ دی ہے تو پھر آپ تو بدرجہ اولیٰ رحم فرمائیں گے۔ اب چونکہ انسان تو حق تعالیٰ کے آگے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا نہ اس کو آداب کی خبر ہے نہ کہیں کی بلکہ جو کچھ ہے اس ذات حق کا سکھلایا ہوا ہے اور پھر اس میں بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ

این دعا گر خشم الخ۔ یعنی اگر یہ دعا آپ کے غصہ میں ترقی کرے تو اے اللہ آپ ہی کوئی دعا بھی تعلیم فرمایئے۔

آنچنان کادم الخ۔ یعنی جس طرح کہ آدم علیہ السلام بہشت سے گر پڑے تھے تو آپ نے ان کو رجوع فرما دیا تھا کہ وہ اس شیطان ملعون سے چھوٹ گئے تھے اسی طرح ہم کو بھی رجوع فرما لیجئے اور ہم کو بھی آپ ہی دعا سکھا دیجئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

دیو کہ بود کوز آدمؑ بگذرد	بر چنیں نطعے ازو بازی برد
شیطان کیا ہوتا ہے جو (حضرت) آدمؑ سے بڑھ جائے	ایسی بساط پر اس سے بازی جیت لے
در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ	لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا	وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا
بازی دیدو دو صد بازی ندید	پس ستون خیمۂ خود را برید
ایک چال دیکھی اور دوسو چالیں نہ دیکھیں	تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا
آتشے زد شب بکشت دیگراں	بادسوئے کشت او کردش رواں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی	ہوا نے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا
چشم بندے بود لعنت دیورا	تازیان خصم دید آں ریو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی	یہاں تک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا
ہم زیان جان او شد ریو او	خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا	تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنے والے تھے
لعنت ایں باشد کہ کژ بینش کند	حاسد و خود بین و پر کینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنا دے	اس کو حاسد اور متکبر و کینہ ور کر دے
تابداند کہ ہر آں کو بد کند	عاقبت باز آیدو بروے زند
یہاں تک کہ وہ جان لے گا کہ جو شخص برائی کرتا ہے	انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے
جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس	مات بروے گردد و نقصان و نکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے	مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے
زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را	مہلک و ناسور بیند ریش را
اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا	زخم کو مہلک اور ناسور سمجھتا
درد خیز دزیں چنیں دیدن دروں	درد او را از حجاب آرد بروں
اس طرح دیکھنے سے اندر درد اٹھتا ہے	درد اس کو پردے سے باہر لے آتا ہے
تانگیرد مادراں را درد زہ	طفل درد زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو	بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت دردل وجاں حاملہ است	وایں نصیحتہا مثال قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے	اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں
قابلہ گوید کہ زن را درد نیست	درد باید درد کودک رار ہست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے	درد چاہئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے
آنکہ او بیدرد باشد رہزن ست	زانکہ بیدردی انا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے	اس لئے بیدردی انا الحق کہنا ہے
آں انا بیوقت گفتن لعنت است	ویں انا دروقت گفتن رحمت است
"اَنَا" کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے	اور اس "اَنَا" کو باموقع کہنا (باعث) رحمت ہے
آں انا منصور را رحمت بدہ	ایں انا فرعون را لعنت بدہ
وہ "انا" منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا	یہ "انا" فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا
لاجرم ہر مرغ بے ہنگام را	سر بریدن واجب است اعلام را
لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا	سرکاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے
سر بریدن چیست کشتن نفس را	درجہاد و ترک گفتن لمس را
سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے	مجاہدہ میں اور لذت کو خیرباد کہنا ہے
آنچناں کہ نیش کژدم برکنی	تاکہ یابد اوز کشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے	تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے
برکنی دندان پر زہرے زمار	تارہد ماراز بلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے	تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

شرح حبیبی

اب مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان کی کیا مجال ہے کہ آدم علیہ السلام پر غالب ہو جائے اور اس بساط پر ان سے بازی لے جائے گو وہ سمجھتا تھا کہ میں آدم کو نقصان پہنچا رہا ہوں لیکن فی الحقیقت آدم علیہ السلام کو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا بلکہ ان کو سراسر نفع ہوا۔ ہاں وہ فریب خود اس حاسد کے لئے موجب مزید بعد عن الحق ہو گیا۔ اس نے صرف ایک چال دیکھی لیکن حق سبحانہ کی سینکڑوں تدبیروں کو اس نے بالکل نظر انداز کر دیا اس لئے اس نے اپنے خیمہ کا ستون خود اکھیڑ ڈالا اور اپنا نقصان خود کر لیا۔ اس نے رات کو دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی لیکن ہوا اس کو خود اسی کی کھیتی کی طرف لے گئی۔ لہٰذا اس تدبیر سے خود اسی کا نقصان ہوا لعنت مقدرۂ حق سبحانہ نے اس کی آنکھوں کو

بند کر دیا تھا کہ اس نے اپنے مکر میں دوسرے کا نقصان دیکھا اور اپنا ضرر نہ سمجھا پس وہ مکر خود اسی کی جان کا وبال ہو گیا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ شیطان نے آدم کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ آدم نے شیطان کو نقصان پہنچایا وہ لعنت مقدرہ ہی ہے۔ جس نے اس کو غلط بین حاسد خود بین اور دشمن بنایا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ جو شخص برائی کرتا ہے انجام کار وہ برائی اسی کی طرف لوٹتی اور اسی کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ اپنے تمام داؤں پیچوں کو منقلب پاتا ہے اور اسی کو بات ہوتی ہے۔ اسی کو ضرر ہوتا ہے وہی سرنگوں ہوتا ہے۔ لعنت ظاہرہ مسبب از خود بینی وما یتفرع منہ اور لعنت مقدرہ سبب خود بینی وما یتفرع منہ اس لئے ہے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ سمجھے اور اپنے معمولی زخم کو بھی ناسور اور مہلک سمجھے اور تھوڑی برائی کو بھی بہت خیال کرے تو اس کے اندر سوز و گداز پیدا ہوا اور وہ اس کو حجاب سے نکال کر مقرب بنا دے پھر وہ ملعون کا ہے کو ہو۔ پس معلوم ہوا کہ خود بینی وما یتفرع منہ کا لازمی نتیجہ لعنت ہے۔ آگے مولانا درد کی ضرورت اور خود بینی کا منشا بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ درد کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک ماؤں کے لئے دروزہ عارض نہیں ہوتا بچہ ہرگز پیدا نہیں ہوتا پس یوں ہی سمجھو کہ نتائج محمودہ دل و جان کے اندر مضمر ہیں اور وہ ان سے حاملہ ہیں اور نصیحتیں بمنزلہ دائی کے ہیں پس نصیحتوں کے مؤثر ہونے اور نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کے لئے درد کی ضرورت ہے اگر درد دل نہ ہو تو نصائح کار آمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ کہیں گے کہ ہم تو دائی ہیں عورت کو دروزہ ہی نہیں ہم بچہ کس طرح پیدا کریں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ درد دل کی ضرورت ہے اور درد دل ہی نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور جس میں وہ درد نہیں وہ رہزن ہے کیونکہ بے دردی سبب ہے انا الحق کہنے اور خود بینی کا اور خود بینی سبب ہے رہزنی کا پس معلوم ہوا کہ بے درد رہزن ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انا الحق تو منصور نے بھی کہا تھا پھر وہ بے دردی سے ناشی کیوں نہ تھا۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ انا الحق بے وقت کہنا بے دردی سے ناشی اور موجب لعنت ہے۔ رہا وقت پر انا الحق کہنا سو وہ درد سے ناشی ہے اور موجب رحمت ہے چنانچہ منصور نے اپنے کو فنا کر کے انا الحق کہا لہٰذا وہ ان کے لئے رحمت ہو گیا اور فرعون نے خود بینی سے انا الحق کہا وہ اس کے لئے لعنت ہو گیا اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے وقت اذان دینے والے مرغ کی طرح بے وقوف انا الحق کہنے والے خود بین کا سر اڑا دینا واجب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ منشا انا الحق کہنے اور خود بینی کا نفس ہے لہٰذا اس کو مجاہدات سے مار ڈالنا چاہیے اور شہوت رانی وغیرہ مقتضیات نفس کو خیر باد کہنا چاہیے تا کہ یہ ہلاک ابدی سے بچ جائے جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اس لئے توڑ دیا جاتا ہے کہ وہ مارے جانے سے بچ جائے اور زہریلے سانپ کے دانت اس لئے توڑ دیئے جاتے ہیں کہ وہ سنگساری سے محفوظ رہے اس کے بعد مولانا نفس کشی کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر	دامن آں نفس کش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے	اس نفس کو مارنیوالے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے
چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست	در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہوگی	تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

مارمیت اذرمیت راست داں	ہر چہ دارد جاں بود از جان جاں
"تونے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ	جو کچھ جان میں ہے وہ جان جاں کی جانب سے ہوگا
دست گیرندہ ویست و بردبار	دمبدم آں دم ازو امیدوار
وہی دستگیری کرنے والا اور بوجھ اٹھانے والا ہے	ہر وقت اس سے جذب کی امید رکھ
نیست غم گردیر بے او ماندۂ	دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اس کے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر	تونے اس کو دیر سے پکڑنے والا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے
دیر گیرد سخت گیرد رحمتش	یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شامل حال ہوگی تو پوری شامل حال ہوگی	اس کا دربار تجھے ایک لحہ کے لئے غائب نہ ہونے دے گا
ورتو خواہی شرح ایں فضل و ولا	از سر اندیشہ می خواں والضحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے	تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

جب ہم تم کو نفس کشی کی ضرورت بتا چکے اور یہ بھی بتا چکے کہ یہ مجاہدہ وریاضت سے حاصل ہوتی ہے تو اب سمجھو کہ مجاہدہ وریاضت بدون پیر کے مکمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بدون شیخ کامل کے مجاہدہ میں ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفس کشی بدون شیخ کامل کی تربیت کے نہیں ہوسکتی پس تم کو چاہیے کہ اس نفس کشی کا دامن مضبوط پکڑو اور جب تم دامن مضبوط پکڑ لو تو تم کو عجب میں مبتلا نہ ہونا چاہیے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ توفیق ہے حق سبحانہ کی اور تم میں جو قوت محمودہ پیدا ہو اس کو ادھر ہی کا جذب سمجھنا چاہیے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ ۔یعنی اے رسول یہ کنکریاں مارنا خود تمہاری ذاتی قدرت سے نہیں تھا بلکہ یہ بھی ہماری ہی توفیق تھی اور اس پر جو نتیجہ مرتب ہوا وہ بھی تمہارا فعل نہیں بلکہ ہمارا فعل ہے لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ گویا کہ تم نے نہیں پھینکیں بلکہ ہم نے پھینکیں ہیں لہٰذا یہ بالکل سچ ہے کہ تم کو اس کی تصدیق کرنا چاہیے اور دیگر امور کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جان کے اندر جو بات پیدا ہو وہ حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے وہی مددگار ہے اور بڑا مہربان ہے تم کو ہر وقت اس سے جذب کا امیدوار رہنا چاہیے۔ اگر جذب میں تاخیر ہوگئی ہے اور تم اس سے عرصہ تک جدا رہے ہو اور اس لئے تم نے اس کو پریشان ہوکر اور گھبرا کر دیر تک گرفت کرنے والا اور سخت گرفت کرنے والا سمجھا ہے تو کوئی فکر کی بات نہیں تم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے یہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی بمقتضائے حکمت ومصلحت دیر تک پکڑتے ہیں اور سخت گرفت کرتے ہیں لیکن یہ عتاب ظاہری ہوتا ہے ورنہ اس کی رحمت تم کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے حضور سے جدا نہیں ہونے دیتی۔ اگر تم کو اس عنایت ومحبت کی شرح کی ضرورت ہے تو غور سے والضحیٰ پڑھو اس میں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے ماودعک ربک وما قلیٰ وللاخرۃ خیرلک من الاولیٰ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفارقت

ظاہری اس لئے نہیں تھی کہ ہم نے تم کو چھوڑ دیا ہوا اور تم سے بغض رکھا ہو بلکہ اس میں تمہاری مصلحت تھی۔

شرح شبّیری

دیو کہ بود الخ۔ یعنی دیو کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے بڑھ جائے اور ایسے بساط شطرنج پر ان سے بازی لے جائے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کی عنایت حضرت آدم علیہ السلام کے شامل حال تھی تو پھر اس شیطان لعین کی کیا ہمت تھی کہ ان سے بڑھ جاتا اور جیت جاتا بلکہ

درحقیقت الخ۔ یعنی وہ سارا مکر وفریب حقیقت میں آدم علیہ السلام کا تو نفع ہو گیا اور حاسد کی لعنت کا سبب ہو گیا۔

بازیٔ دید الخ۔ یعنی اس نے ایک بازی تو دیکھ لی اور دوسو اور بازیاں نہ دیکھیں لہٰذا اپنے خیمہ کے ستون کو کاٹ ڈالا یہ مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس شیطان لعین نے یہ تو دیکھا کہ میرے اس حطہ کے کھلا دینے سے یہ جنت سے نکل جائیں گے مگر اس کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس کے اندر بہت حکم ومصالح پوشیدہ ہیں کیا اس کے ذریعہ سے آدم علیہ السلام کو ظہور اسماء جلالیہ کا ہو گیا مثلاً وعلی ہذا الہٰذا اس کی مثال ہوگئی کہ کسی شخص نے خیمہ کا بانس کاٹ ڈالا تا کہ فلاں دوسرا شخص جو اس کے اندر ہے مرجائے بس اس بات پر تو نظر ہوئی مگر اس میں جو اور مصلحتیں تھیں اس کی ان حضرت کو خبر ہی نہ ہوئی اور نہ اس کی خبر ہوئی کہ میرا بھی نقصان ہے کہ خیمہ بیکار ہو جائے گا۔

آتشے الخ۔ یعنی دوسروں کے کھیت میں رات کو آگ لگائی تھی ہوا نے خود اس کے کھیت کی طرف آگ کو روانہ کر دیا۔ یہ بھی مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ کسی نے دوسرے کے کھیت میں آگ لگائی اور اس کی نقصان دہی کے لئے دور سے ہوا نے اس آگ کو اڑا کر اس کے کھیت میں لا ڈالا تو اس شیطان نے چاہا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا نقصان اور ہو گیا خود اس کا نقصان **خسر الدنیا والآخرہ نعوذ باللہ منہ**۔

چشم بندی الخ۔ یعنی اس دیو کی لعنت کا سبب اس کی چشم بندی تھی یہاں تک کہ اس نے اس مکر کو اپنے مقابل کا نقصان جانا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ حقیقت سے اندھا تھا اس لئے یہ ملعون ہوا اور نہ سمجھ جاتا کہ ان کا کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے اور سراسر میرا ہی نقصان ہے تو یہ حقیقت سے آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہوا۔

ہم زیان الخ۔ یعنی اس کا مکر اس ہی کی جان کے نقصان کا باعث ہو گیا جیسے کہ تم کہو کہ آدمؑ ہی اس کے گمراہ کنندہ ہو گئے اس لئے کہ آخر سبب ظاہری تو آدم علیہ السلام ہی ہوئے۔

لعنت آن باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ ہوتی ہے کہ اس کو (ملعون کو) کج بین کر دیتی ہے اور حاسد اور خود بین اور پرکینہ اسکو کر دیتی ہے۔

نابداند الخ۔ یعنی تا کہ جان لے کہ جو کوئی برائی کرتا ہے یقیناً وہ واپس ہو کر اسی پر پڑتی ہے (جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ چاہ کن را چاہ درپیش اسی کا مصداق ہو جاتا ہے)

جملہ فرزین الخ۔ یعنی ساری فرزین کی قیدیں بالعکس ہو جاتی ہیں۔ اور مات ایسے شخص پر پڑتی ہے اور نقصان اور سرنگوئی فرزین شطرنج کے وزیر کو کہتے ہیں چونکہ اس کے قید کر لینے سے دوسرے کو مات ہو جاتی ہے اس لئے کہتے ہیں کہ فرزین کی ساری قیدیں الٹی ہونگی اور فرزین کی قید سے مراد تدبیر ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت ہوتی ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ شخص کج بین ہو جاتا ہے اور اس کو حقیقت کی خبر ہی نہیں رہتی اور جو تدابیر کہ دوسرے کے نقصان کی سوچتا ہے وہ خود اسی پر پڑتی ہیں۔ آگے لعنت کی وجہ سے تدابیر کے الٹے ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ گراو ہیچ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ دیکھتا اور اپنے زخم کو مہلک اور ناسور جانتا۔

دردخیز دالخ۔ یعنی اس دیکھنے سے دل میں درد اٹھتا اور درد اس کو حجاب سے باہر لاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لعنت حق نہ ہوتی تو اس سے حق تعالیٰ خوش ہوتے اور اس خوشی کا اثر یہ ہوتا کہ حقائق اشیاء اس پر منکشف ہوتیں اور جب حقائق اشیاء منکشف ہوتیں تو ان کی طلب ہوتی اور طلب میں درد پیدا ہوتا۔ تو یہ درد اور طلب اس حجاب باطن سے اس کو چھڑا دیتے اور کل تدابیر راس آتیں مگر اب جبکہ لعنت ہے تو نہ رحمت ہے اور نہ اس کا اثر ہے لہٰذا ساری تدابیر الٹی ہوتی ہیں۔ آگے درد کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ مطلق درد ظاہری کی بہت سی برکات ہیں اور ان سے بہت سے فائدے ہیں تو جو درد کہ حق تعالیٰ کے لئے ہوگا اس میں کیوں کر فائدے نہ ہونگے فرماتے ہیں کہ

تانگیر دالخ۔ یعنی جب تک کہ ماں کو دردزہ نہ ہو تو بچہ کو پیدا ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ تو اسی طرح جب تک کہ قلب میں درد نہ ہو اس وقت تک اس سے علوم و معارف و حقائق پیدا نہیں ہوتے۔

این امانت الخ۔ یعنی یہ امانت دل اور جان میں حاملہ ہے اور یہ نصیحتیں دائی کی طرح ہیں۔

قابلہ گوید کہ زن الخ۔ یعنی دائی کہتی ہے کہ عورت کے درد ہی نہیں ہے اور درد چاہیے اس لئے کہ درد ہی بچہ کے لئے راستہ ہے مطلب یہ کہ یہ علوم و معارف تو دل اور جان میں ایسے ہیں جیسے کہ حاملہ کے اندر بچہ ہوتا ہے اور یہ پند و نصائح دایہ کی طرح ہیں اور دایہ صرف معین و مددگار ہوتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اور نکلنا چاہے تو وہ سنبھال لے اور بچہ جب درد ہو تو اس وقت خود ہی پیدا ہوتا ہے اسی طرح یہ علوم معارف بھی اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں درد ہو اور اگر درد نہ ہو تو یہ نصائح و پند بھی سب بے سود ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو صرف معین و مددگار ہیں اگر کوئی شے پیدا ہونا چاہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں اور اس کو سنبھال سکتے ہیں۔

آنکہ او بے درد الخ۔ یعنی جو شخص کہ بے درد ہوگا وہ رہزن ہے اس لئے کہ بے دردی انا الحق کہنا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کے دل میں درد نہیں وہ خود تو گمراہ ہے ہی اوروں کا بھی رہزن ہے اس لئے کہ اس بے دردی کا یہ اثر ہوگا کہ اس سے طلب تو ہوگی نہیں لہٰذا خود بینی وغیرہ آثار پیدا ہونگے اور اس وقت بوجہ حقیقت ناشناسی کے وجود مستقل اپنا سمجھے گا کہ جس سے خود گمراہ ہوگا اور اوروں کو گمراہ کرے گا اور جب حال نہ ہو تو انا الحق کے بھی یہی

معنی ہیں۔جیسا کہ فرعون نے اپنے وجود کے استقلال کی وجہ سے انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا۔اب یہاں ظاہر الفاظ سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب انا الحق کہنا گمراہی ہے تو پھر منصورؒ نے بھی تو کہا تھا وہ بھی خدانخواستہ گمراہ ہوئے تو چونکہ مولانا محقق اور شیخ کامل ہیں لہٰذا اس کا بھی جواب فرماتے ہیں۔

آن انا بیوقت الخ۔یعنی وہ انا بے وقت کہنا تو موجب لعنت کا ہے اور یہ انا وقت کے اندر کہنا موجب رحمت ہے اور وہ وقت وہ ہے کہ جب اپنے وجود کا اضمحلال اور اس کا کالعدم ہونا پیش نظر ہو اس وقت انا الحق کہنا رحمت ہے کہ اس کے اندر وجود حق کا استقلال اور اپنے وجود کا اضمحلال ہے اور اگر یہ حالت نہیں ہے بلکہ اپنے وجود کے استقلال کے اظہار کے لئے کہہ رہا ہے تو موجب لعنت ہونا ظاہر ہے آگے دونوں کی نظیریں بیان فرماتے ہیں کہ

آن انا منصور الخ۔یعنی وہی انا منصور کے لئے تو موجب رحمت تھا اور وہی انا فرعون کے لئے موجب لعنت تھا۔اس لئے کہ ایک نے تو اپنے وجود کے عدم کے لئے کہا تھا وہ تو رحمت ہو گیا اور دوسرے نے اپنے وجود کے استقلال کے لئے کہا تھا وہ موجب لعنت ہوا۔

لاجرم ہر مرغ الخ۔یعنی بس ہر مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا اعلان کے لئے ضروری ہوا۔کسی زمانہ میں رسم تھی کہ جو مرغ کہ بے وقت اذان دیتا تھا اس کو ذبح کر دیتے تھے اس لئے اس سے مثال دے کر مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے بے وقت اذان دینے کی وجہ سے گردن ماری جاتی تھی اس کے بے وقت انا الحق کہنے کی وجہ سے چاہیے کہ سر کاٹ ڈالیں آگے فرماتے ہیں کہ

سر بریدن الخ۔یعنی سر کاٹنا کیا ہے نفس کا مار ڈالنا ہے مجاہدہ میں اور لذات کے ترک میں لہٰذا جب تم نفس کشی کر لو گے تو اس سے پھر خود بینی پیدا نہ ہو گی۔

آنچنان کہ الخ۔یعنی جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اکھاڑ دو تو وہ مارے جانے سے بے خوف ہو جاتا ہے۔

بر کنی دندان الخ۔یعنی سانپ کے زہر کے بھرے ہوئے دانت اکھاڑ دو تا کہ وہ سنگساری کی بلا سے چھوٹ جائے تو اسی طرح جب تم نفس کشی کر لو گے تو اور تو اس کے شر سے بچیں ہی گے مگر اس کو بھی یہ فائدہ ہو گا کہ سرزنش سے بچ جائے گا جیسا کہ اوپر کی دونوں مثالوں سے واضح ہے۔آگے فرماتے ہیں

ہیچ نکشد الخ۔یعنی نفس کو سوائے پیر کے سایہ کے اور کوئی مار نہیں سکتا۔تو تم اس نفس کے مارنے والے کے دامن کو مضبوط پکڑ لو۔

چون تو گیری الخ۔یعنی جب تو مضبوط پکڑ لے گا تو وہ توفیق حق ہو گی اور جان لے کہ تجھ میں جو قوت بھی آئے وہ جذب حق ہے اور اسی کی توفیق ہے بلکہ شیخ کو تو ایسا سمجھو کہ

ما رمیت اذ رمیت الخ۔یعنی ما رمیت اذ رمیت کو درست جانو وہ جو کچھ کہ رکھتا ہے وہ جان جان ہی سے ہے۔مطلب یہ کہ اس کے جو تصرفات ہیں وہ تصرفات حق ہی ہیں اس لئے کہ وہ تو بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق ہو گیا ہے۔

دستگیرندہ الخ۔یعنی ہاتھ پکڑنے والا تو وہی ہے اور بردبار تو دمبدم اس دم کی اس سے امید رکھ اور چونکہ بعض

مرتبہ سالک کو وصول میں دیر ہوتی ہے تو وہ اکتا جاتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ

نیست غم گر دیر بے الخ۔ یعنی اگر دیر تک تم بے اس کے رہے ہو تو کوئی غم نہیں ہے اس لئے وہ دیر میں پکڑتا ہے مگر اس کو سخت گیر پڑھا ہے مطلب یہ کہ اگر چہ دیر میں حاصل ہو مگر جب مل جاتا ہے تو پھر ایسا مضبوط پکڑتا ہے کہ پھر نہیں چھوڑتا جیسا کہ مسئلہ تصوف کا ہے کہ الفانی لا یرد تو جب تم کو معلوم ہے کہ دیر گیر دو لے سخت گیر دتو پھر گھبرانے کی کون سی بات ہے۔

دیر گیر دالخ۔ یعنی اس کی رحمت دیر میں پکڑتی ہے مگر سخت پکڑتی ہے پھر ایک دم کے لئے اپنی بارگاہ سے تجھے غائب نہ کرے گی۔

در تو خواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اس فضل اور بخشش کی شرح چاہتا ہے تو ذرا سوچ سمجھ کر والضحیٰ کو پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ والضحیٰ میں ہے ما ودعک ربک وما قلیٰ تو دیکھو جب وحی میں دیر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے تو یہی ارشاد ہوا جب پکڑ لیتے ہیں تو چھوڑتے نہیں ہیں لہٰذا گھبرانے کی بات نہیں ہے تو اسی طرح اگر دیر بھی ہو تو پریشان مت ہو۔

ورتو گوئی ہم بدی ہا از ویست	لیک آں نقصان فضل او کیست
اگر تو کہے کہ برائیاں بھی اسی کی جانب سے ہیں	لیکن وہ اس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟
آں بدی دادن کمال اوست ہم	من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اس کا کمال ہے	اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیان معنیٔ مؤمن بالقدر خیرہ وشرہ

اس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا	نقشہائے صاف و نقش بے صفا
ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے	اچھے نقش اور برے نقش
نقش یوسفؑ کرد وحور خوش سرشت	نقش عفریتاں وابلیساں زشت
(حضرت) یوسف کا اور خوبصورت حوروں کا نقش بنایا	بھوتوں اور شیطانوں کا برا نقش (بنایا)
ہر دو گونہ نقش استادی اوست	زشتی او نیست آں رادی اوست
دونوں قسم کے نقش اس کی مہارت (کی دلیل) ہیں	یہ اس کی برائی نہیں ہے اس کی دانائی ہے
خوب را در غایت خوبی کشد	حس عالم چاشنی ازوے چشد
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے	دنیا کے حواس اس سے لطف اٹھاتے ہیں

زشت را در غایت زشتی کند	جملہ زشتی ہا بگردش برتند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے	تمام بدصورتیاں اس پر مڑھ دیتا ہے
تا کمال دانشش پیدا شود	منکر استادیش رسوا شود
تاکہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے	اس کی استادی کا منکر رسوا ہو جائے
ورنہ تاند زشت کردن ناقص ست	زیں سبب خلاق گبر و مخلص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے	اسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے
پس ازیں رو کفر و ایماں شاہد اند	برخداوندیش' ہر دو ساجد اند
تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں	اس کی خدائی پر (اور) دونوں اس کو سجدہ کرنے والے ہیں
لیک مومن دانکہ طوعاً ساجد ست	زانکہ جویائے رضا و قاصد ست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے	کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے
ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست	لیک قصد او مراد دیگرست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے	لیکن اس کا مقصود دوسرا ہے
قلعۂ سلطاں عمارت می کند	لیک دعوی امارت می کند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے	لیکن سلطنت کا مدعی ہے
گشت باغی تا کہ ملک او را بود	عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
وہ باغی بنا تاکہ ملک اس کا ہو جائے	انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے
مومن آں قلعہ برائے بادشاہ	می کند معمور نے از بہر جاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے	تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کے لئے
زشت گوید اے شہ زشت آفریں	قادری بر خوب و بر زشت مہیں
بدصورت کہتا ہے' اے بدصورت کے پیدا کرنیوالے شاہ!	تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت (کے پیدا کرنے) پر قادر ہے
خوب گوید اے شہ حسن و بہا	پاک گردانیدیم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے' اے شاہ حسن و جمال!	تونے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا
حمد لک والشکر لک یا ذاالمنن	حاضری و ناظری برحال من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکریہ ہے	تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کوہر انچہ خواست کرد	خوب راوزشت راچوں خار وورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اس نے جو چاہا وہ کیا	اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح
اوست بر ہر بادشاہے بادشا	کار ساز یفعل اللہ مایشا
وہ ہر بادشاہی کے اوپر بادشاہ ہے	کاموں کا بنانیوالا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

شرح حبیبی

اگر تم یہ سوال کرو کہ جان کے اندر جو بات بھی پیدا ہو سب کو اس کی طرف سے سمجھو تو اس سے لازم ہے کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہوں اور یہ اس کا نقص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو تسلیم کرتے ہیں کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ اس کا نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے ہم اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تم حق سبحانہ کو ایک مصور فرض کرو اس نے اچھی اور بری ہر قسم کی صورتیں بنائی ہیں۔ یوسف اور حور عین کی تصویریں بھی اسی نے بنائی ہیں اور دیوؤں اور شیطانوں کی صورتیں بھی اسی نے بنائی ہیں۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اس کا نقص ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ اس کی عین استادی اور کمال ہے یہ اس کی برائی نہیں بلکہ عین حکیمی اور صناعی ہے۔ وہ اچھے کو نہایت اچھا بناتا ہے کہ عالم کے حواس اس سے مزے لیتے ہیں اور بری کو نہایت برا بناتا ہے گویا کہ تمام برائی کو اس میں جمع کر دیتا ہے یہ اس لئے کہ اس کا کمال علم وصنعت ظاہر ہو اور اس کی استادی کا منکر ذلیل ہو ہم تو کہتے ہیں کہ اگر برے کو نہ پیدا کر سکے تو یہ اس کا نقص ہے اسی لئے اس نے مومن و کافر دونوں کو پیدا کیا تا کہ نقص کا الزام اس پر عائد نہ ہو سکے۔ اسی لئے کافر و مومن ہر ایک اس کی خدائی کے شاہد اور اس کے سامنے سرفگندہ ہیں مگر ان میں فرق کیا ہے وہ فرق یہ ہے کہ مومن تو طوعاً منقاد ہے کیونکہ وہ طالب و قاصد رضائے حق ہے اور کافر قہراً خدا پرست ہے مگر مقصود اس کا دوسرا ہے یعنی انکار و مخالفت۔ اس لئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغی کہ وہ بغاوت کے لئے قلعہ بناتا ہے اور امارت کا دعویٰ کرتا ہے اور بغاوت اس لئے کرتا ہے کہ ملک پر قبضہ کر لے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور قلعہ بادشاہ کے قبضہ میں چلا جاتا ہے تو اس نے حقیقۃً بادشاہ ہی کے لئے قلعہ بنایا تھا مگر چونکہ مقصود اس کا اطاعت نہ تھا بلکہ مخالفت تھا اس لئے مردود ہوا اور مومن اپنی وجاہت کے لئے قلعہ نہیں بناتا بلکہ وہ بادشاہ کی بادشاہی کو تسلیم کرتا ہے اور اسی کے لئے وہ قلعہ بناتا ہے لہٰذا مقرب ہے۔ غرض کہ اچھے ہوں یا برے خواہ بزبان حال ہوں یا بزبان قال سب اس کے مداح ہیں اور اس کی استادی و کمال کی داد دیتے ہیں برا کہتا ہے کہ اے برے کے پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور برے پر بھی۔ اچھا کہتا ہے کہ اے شہ حسن و بہا تو نے مجھے عیبوں سے پاک کیا اے محسن تیرا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے تو حاضر و ناظر ہے میری حالت واقعی طور پر تیرے کمال کی داد دے رہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اچھوں کو اچھا بھی

اسی نے بنایا اور بروں کو برا بھی اسی نے بنایا جس طرح کہ کانٹا بھی اسی نے بنایا اور پھول بھی اسی نے اور باقتضائے حکمت جیسا چاہا ویسا بنایا کسی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ منصب اس کا ہے جو خدا پر حاکم ہو اور خدا پر کوئی حاکم نہیں بلکہ وہ خود احکم الحاکمین ہے اس کی شان یہ ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون لہٰذا وہ فاعل مختار وحکیم ہے باقتضائے حکمت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شرح شبّیری

درتو گوئی الخ۔ یعنی اور اگر تم کہو کہ یہ برائیاں بھی اسی سے ہیں لیکن وہ اس کے فضل کی کمی کب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر شبہ ہو کہ یہ جو گناہ وغیرہ برے کام پیدا کئے اگر ان کو پیدا نہ فرماتے تو بہتر تھا اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالیٰ میں نعوذ باللہ کوئی نقص ہے جو ایسی بری چیزیں اس سے صادر ہوئیں تو یہ شبہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ ان کے پیدا کرنے سے ان میں نقصان کب ثابت ہوا بلکہ

آن بدی الخ۔ یعنی وہ بدی دنیا بھی اس کا کمال ہے اور میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں اے محتشم کہ اس سے تم کو معلوم ہو جائے کہ خلق معاصی وغیرہ دلیل نقص نہیں ہے بلکہ دلیل کمال ہی ہے۔

ایمان بالقدر خیرہ وشرہ کے بیان کرنے میں ایک مثال

کرد نقاشی الخ۔ یعنی کسی نقاش نے دو طرح کے نقش بنائے کچھ صاف نقش اور کچھ نقوش بے صفا (یعنی خراب)۔

نقش یوسف الخ۔ یعنی یوسف جیسا نقش بنایا اور ایک خوبصورت حور کا اور کچھ دیووں کے اور شیطانان مردود کے۔

ہر دو گونہ الخ۔ یعنی دونوں نقش اس کی استادی ہیں اور وہ اس کی برائی نہیں ہیں یا وہ اس کی دانائی (کی دلیل) ہیں مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے برے اور بھلے دونوں طرح کی مخلوق پیدا فرمائی ہے مگر بروں کو پیدا کرنا اور ناقصین کا ایجاد مستلزم اس کے نقص اور برائی کو نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایجاد دلیل ہے اس کے کامل ہونے کی کہ کیا قدرت ہے کہ جیسا چاہے بنادے ورنہ اگر سب مخلوق یکساں ہی پیدا ہوا کرتی تو پھر تو وہ امر اضطراری ہو جاتا جیسا کہ مشین ہوتی ہے کہ جب اس کو چلا دیا گیا تو وہ ایک ہی سی چیز بناتی چلی جائے گی بخلاف کاری گر اور صناع کامل کے کہ وہ ہر شے کو جب دوبارہ بنائے گا تو یقیناً پہلے سے اس میں فرق ہوگا۔ اس کی ایک مثال حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ عجیب مثال ہے فرماتے تھے کہ اس زشت وخوب کی تخلیق کی ایسی مثال ہے جیسے کہ کاتب کی کتابت اس لئے کہ دیکھو اگر میر پنجہ کش جیسا کاتب کہ جو اپنے فن میں کامل ہیں ایک بہت نفیس و صلی لکھ کر دکھائیں تو کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ان کا کام ہی ہے اس طرح تو وہ بالکل بے تکلف لکھ سکتے ہیں کمال تو جب ہے کہ لکھیں تو قلم برداشتہ مگر لکھیں ایسا جیسا کہ گویا کسی سیکھتر و بچے کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس سے

معلوم ہوگا کہ اس قدر بڑا کامل ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے لکھ دے کسی ایک طرز اور ایک روش کا پابند نہیں ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ جمیل ہیں (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال) وہ اگر جمیل اور حسن کو پیدا فرمائیں تو اس قدر تعجب نہیں ہے جیسا کہ زشت کا بنانا تعجب کی بات ہے کہ اللہ اکبر وہ ذات جس کی یہ شان ہے اور وہ یہ صورتیں پیدا کرے بس سوائے اس کے کہ منکر سے منکر بھی اور ملحد سے ملحد بھی پکار اٹھے کہ وحدہ لاشریک ہے بے شک قادر مطلق ہے اور کوئی بات نظر نہیں آتی تو دیکھو وہ شے کہ جو بظاہر ذات باری تعالیٰ میں نقص معلوم ہوتا تھا بحمد اللہ وہی موجب کمال ہو گیا اور ہو کیا گیا پہلے سے تھا اب ظاہر ہو گیا۔ وللہ الحمد۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ زشتی اونیست آن راوی اوست۔ سبحان اللہ اور اس کی وہ قدرت ہے کہ

خوب را الخ۔ یعنی اچھے کو انتہا درجہ کا اچھا بناتا ہے کہ ایک جہان کی حس اس سے چاشنی چکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اچھا بناتا ہے تو وہ ایسا کہ ایک عالم محظوظ ہوتا ہے۔

زشت را الخ۔ یعنی برے کو انتہا درجہ کا برا کرتا ہے کہ ساری برائیوں کو اس کے گرد تن دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر برا بنائے تو ایسا کہ اس کے مقابلہ کی اور کوئی شے دنیا میں بری نہیں ہوسکتی۔

تا کمال الخ۔ یعنی تا کہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے اور اس کی استادی کا منکر رسوا ہو (اس لئے وہ اس طرح مختلف صور سے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہیں)

گرنتاند الخ۔ یعنی اگر برا نہ بنا سکے تو ناقص ہے اسی سبب سے حق تعالیٰ مومن اور کافر سب کے خالق ہیں (اس لئے کہ وہ تو کامل ہیں لہٰذا دونوں طرح بنا سکتے ہیں)

پس ازیں الخ۔ یعنی پس اسی وجہ سے (کہ سب مخلوقات حق ہی ہیں) کفر اور ایمان (دونوں) اس کی خداوندی کے شاہد ہیں اور سب اسی کو سجدہ کرتے ہیں مگر اس قدر فرق ہے کہ

لیک مومن الخ۔ یعنی لیکن مومن تو خوشی سے عبادت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ تو رضائے حق کی تلاش میں ہے اور اسی کا قاصد ہے۔

ہست کرہاً الخ۔ یعنی کافر بھی ہے تو حق پرست ہی مگر قصد میں اس کی مراد اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن تو خوشی سے اور قصداً عبادت حق ہی کرتا ہے اور اس کی رضا کا جویا ہوتا ہے بخلاف کافر کے کہ وہ اپنے قصد سے تو عبادت حق نہیں کرتا بلکہ دوسرے کو سجدہ کر رہا ہے مگر باعتبار آئندہ کے یہ عبادت زبردستی عبادت حق ہی کرلے جائے گی۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

قلعۂ سلطان الخ۔ یعنی کوئی ایک قلعہ شاہی بنا رہا ہے لیکن خود امیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

گشتہ باغی الخ۔ یعنی وہ باغی ہو گیا ہے تا کہ ملک اس کا ہو جائے آخرکار خود قلعہ سلطان ہی کا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص شاہی زمین میں قلعہ بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں بادشاہ ہوں یا یہ کہ کسی دوسرے بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کا دم بھرتا ہے تو نتیجہ یہ ہے کہ باغی کہلائے گا اور ایک روز بادشاہ اس کو قلعہ سے نکال باہر کرے گا

اور جو قلعہ دوسرے کے لئے یا اپنے لئے بنایا تھا آج پھر وہ بادشاہ ہی کا ہو گیا۔ تو اسی طرح یا تو کافر عبادت دوسرے کی کرتا ہے جیسا کہ عوام کفار کی حالت ہے یا خود اپنی ہی عبادت کرتے ہیں یا حکم عبادت کرتے ہیں جیسے کہ فرعون وغیرہ تو بس ایک دن وہ ہو گا کہ اس ملک شاہی سے ان کو نکال باہر کیا جائے گا اور ان کی ساری محنت برباد ہو جائے گی اور جو شے ان کی کہلاتی تھی وہ حق تعالیٰ کی ہو جائے گی جیسا کہ ظاہر ہے یہ تو مثال کافر کی ہے کہ جس کی عبادت کرہاً عبادت حق ہو گی آگے مثال مومن کی بیان فرماتے ہیں جو کہ طوعاً عبادت حق میں مشغول ہے فرماتے ہیں کہ

مومن آن الخ۔ یعنی مومن اس قلعہ کو خاص بادشاہ کے لئے عمارت کر رہا ہے نہ کہ اپنی جاہ کے لئے۔ مطلب یہ کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے بادشاہ کسی معمار کو حکم دے کہ ایک قلعہ بناؤ تو یہ بھی قلعہ بنا رہا ہے مگر اس کی منشا خاص اللہ کے واسطے ہے تو قلعہ تو انجام کار دونوں بادشاہ ہی کے ہوں گے مگر اس قدر فرق ہے کہ اس باغی سے قلعہ لیا گیا اور اس کو سزا بھی دی گئی کہ دائم الحبس کیا گیا اور اس معمار سے قلعہ لے لیا گیا مگر اس کی مزدوری اور مزید انعام واکرام بھی عطا ہوا پس یہی حالت مومن وکافر کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

زشت گویداالخ۔ یعنی برا آدمی تو کہتا ہے کہ اے بادشاہ برے کو پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور اس دلیل زشت پر بھی خوب گویداے الخ۔ یعنی اچھا کہہ رہا ہے کہ اے شاہ حسن وجمال تو نے مجھے عیبوں سے پاک فرمایا ہے۔

حمد لک الخ۔ یعنی اے اللہ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے حمد ثابت ہے تو میرے حال کا حاضر وناظر ہے (کہ تو نے مجھے کیسا کچھ بنایا ہے مطلب یہ ہے کہ جو برا ہے اور کافر ہے وہ اگر تعریف بھی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کو بھی یاد کرتا ہے تو چونکہ برا ہے برائی ہی کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یاالٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ تو ایسی بری بری چیزیں پیدا فرماتا ہے اور جو اچھا ہے اور مومن ہے وہ تعریف کرتا ہے تو اس طرح سے کہ یاالٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے عیب سے پاک بنایا۔ اچھی چیزوں کو پیدا کیا اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو دیکھو جو جیسا تھا اس نے ویسے ہی حق تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی کی۔ آگے اس تقریر کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آن الخ۔ یعنی حاصل یہ ہے کہ اس نے جو چاہا کیا اچھا اور برا پھول اور کانٹے کی طرح۔

اوست بر ہر الخ۔ یعنی وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے جو چاہے وہ وہی کرے۔ مطلب یہ کہ وہ قادر مطلق ہے کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں اس لئے کہ اس سے بڑا ہی کوئی نہیں ہے۔ غرض کہ اس کی وہ شان ہے ؎ ست سلطانی مسلم مرورا + نیست کس راز ہرۂ چون وچرا۔ آگے پھر قصہ صحابی مریض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ہے۔

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را ودعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبر مرآں بیمار را	ایں بگو کہ سہل کن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا	یہ کہہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

آتنا فی دار دنیا ناحسن	آتنا فی دار عقبانا حسن
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما	ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما
راہ رابر ما چو بستاں کن لطیف	منزل ما خود تو باشی اے شریف
صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرف پر لطف بنا دے	اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو یہ دعا سکھلائی کہ یوں کہو کہ ہماری مشکل آسان کر۔ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور اپنے راستہ کو ہمارے لئے باغ کی طرح دلچسپ کر دے اور ہماری منزل مقصود اور ہمارا مطلوب تو ہو جا۔ آگے مولانا راہ رابر ما چو بستان کن لطیف سے پل صراط پر عبور کی حالت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

مومناں در حشر گویند اے ملک	نے کہ دوزخ بود راہ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے اے فرشتو!	کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟
مومن و کافر بروبا بد گزار	ماندیدیم اندریں رہ دود و نار
مومن اور کافر اس پر گزرتے ہیں	ہم نے اس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی
نک بہشت و بارگاہ ایمنی	پس کجا بود آں گزرگاہ دنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے	تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟
پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر	کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ	جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے
دوزخ آنجا بود وسیاست گاہ سخت	برشما شد باغ و بستان و درخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی	تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی
چوں شما ایں نفس دوزخ خوی را	آتشی و گبرو فتنہ جوئے را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر	جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر
جہد ہا کردید تا شد پر صفا	نار را کشتید از بہر خدا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفی ہو گیا	تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے
آتش شہوت کہ شعلہ می زدے	سبزۂ تقویٰ شدو نور ہدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی	تقوی کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتش خشم از شما ہم حلم شد	ظلمت جہل از شما ہم علم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی	تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی
آتش حرص از شما ایثار شد	واں حسد چوں خار بد گلزار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی	جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا
چوں شما ایں جملہ آتشہائے خویش	بہر حق کشتید جملہ پیش پیش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو	پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا
نفس ناری را چو باغے ساختید	اندر و تخم وفا انداختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا	اس میں وفا کا بیج بو دیا
بلبلان ذکر و تسبیح اند رو	خوش سرایاں در چمن بر طرف جو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں	نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں
داعی حق را اجابت کردہ اید	وز جحیم نفس آب آوردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانے والے کی تم نے بات مان لی	اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا
دوزخ ما نیز در حق شما	سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے	سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی
چیست احساں را مکافات اے پسر	لطف و احسان و ثواب معتبر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟	مہربانی اور احسان اور معقول ثواب
نے شما گفتید ما قربانئیم	پیش اوصاف شما ما فانئیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا ' ہم فدائی ہیں	آپ کے اوصاف کے پیش نظر ہم فانی ہیں
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم	مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں	اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں
بر خط فرمان او سر می نہیم	جان شیریں را گروگاں میدہیم
اس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں	اپنی جان شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں
تا خیال دوست در اسرار ماست	چاکری و جاں سپاری کار ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے	خدمتگاری اور فدا کاری ہمارا کام ہے

شرح حبیبی

اس دعا کا اثر قیامت میں یوں ظاہر ہوگا کہ پل صراط پر عبور آسان ہوگا۔ دوزخ گلزار بن جائے گی اور جنت جو انوار و تجلیات ربانیہ کا محل ہے وہ مسکن ہوگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مومن لوگ قیامت میں کہیں گے کہ اے فرشتو یہ تو بتلاؤ دوزخ تو ہمارا اور کافروں کا مشترک راستہ تھا کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ان منکم الاواردھا مگر ہم کو راستہ میں نہ دھواں ملا اور نہ آگ یہ کیا بات ہے۔ بہشت اور مقام امن تو آ گیا۔ دوزخ کہاں رہ گئی۔ فرشتے اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ فلاں سرسبز باغ جو تم نے راستہ میں فلاں مقام پر دیکھا تھا وہ تھا دوزخ اور سخت سیاست گاہ تمہارے لئے وہ باغ بستان اور درخت بن گیا تھا چونکہ تم نے اس دوزخ خصلت اور آتش شہوت سے لبریز کافر فتنہ جو نفس کو مجاہدات سے صاف ستھرا کر دیا تھا اور خدا کے لئے تم نے اس کی آتش شہوات کو بجھا دیا تھا جس سے کہ آتش شہوت جو شعلہ زن تھی۔ سبزہ تقوے و نور ہدایت سے مبدل ہوگئی تھی اور تمہاری آتش خشم حلم بن گئی تھی اور ظلمت جہل مبدل بہ نور علم ہوگئی تھی اور آتش حرص ایثار سے بدلی گئی تھی اور خار حسد گلزار ہو گیا تھا چونکہ تم ان سب آتشوں کو خدا کے لئے پہلے ہی بجھا چکے تھے اور تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنا دیا تھا جس میں تم نے اطاعت حق سبحانہ کا بیج بو دیا تھا اور جس میں ذکر الٰہی اور تسبیح حق سبحانہ کی بلبلیں انہار فیض الٰہیہ کی ملابس ہو کر نغمہ سرائیاں کر رہی تھیں اور چونکہ تم نے داعی حق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت کی اور دوزخ نفس سے پانی نکالا اور اس کو امارہ سے مطمئنہ بنایا ان وجوہ سے ہمارا دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ اور گلشن وغیرہ بن گیا کیونکہ احسان کا بدلا لطف و احسان و ثواب ہے کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم فدائی ہیں اور حق سبحانہ کے اوصاف کے مقابلہ میں ہم فانی ہیں ہم گو اہل دنیا کی نظر میں بے نام و ننگ اور دیوانہ ہیں لیکن ہم تو حق سبحانہ کی شراب محبت سے مست ہیں ہم کو اس دنیاوی نام و ننگ و عقل کی کیا پرواہ ہے ہم تو اس کے فرمان و حکم کے مطیع ہیں اور اپنی جان شیریں کو اسی کے لئے محبوس کرتے ہیں جب تک دوست کا خیال ہمارے اندر ہے بندگی اور جان کو اس کے حوالہ کر دینا ہمارا کام ہے جب تم نے ایسا کیا تھا تو حق سبحانہ اور اس کا معاوضہ تم کو کیوں نہ دیتے لہٰذا اس نے تم کو اس کا بہتر معاوضہ دیا جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے نار کو گلزار کر دیا۔

شرح شبّیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو دعا اور توبہ سکھلانا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مریض سے فرمایا کہ یوں کہو کہ دشوار کو سہل فرما دیجئے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے تو یہ دعا کرو کہ وہ مشکل کو آسان کر دے نہ یہ کہ آسان کو مشکل کر دے اور یہ کہو کہ

اتنافی دارو نیانا الخ۔ یعنی اے اللہ ہم کو ہماری دنیا میں بھی بہتری دے اور اے اللہ ہم کو ہماری آخرت میں بھی بہتری عنایت فرما۔ یہ ترجمہ ہے بعینہ اس دعا کا جو قرآن شریف میں ہے کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار غرضکہ ارشاد ہوا کہ عافیت دوجہان کی طلب کرو۔ یہ کیا کہ اے اللہ جو عذاب دینا ہے یہیں دے دیجئے یوں کہو کہ یہاں بھی عافیت دے اور وہاں بھی عذاب مت فرما اور یوں عرض کرو کہ

راہ رابرما الخ۔ یعنی اے اللہ ہماری راہ کو باغ کی طرح لطیف اور آسان فرما دیجئے اور ہماری منزل (مقصود) خود آپ ہی ہو جایئے غرض کہ عافیت اور وصل اور لقاء حق کے طالب ہو اب چونکہ بیان کیا تھا کہ یوں دعا کرو کہ اے اللہ ہماری راہ کو بستان کر دے تو آگے گویا کہ اس کا مفہوم اور مطلب بیان فرماتے ہیں ایک قصہ سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے روز مسلمان بہشت میں پہنچ جائیں گے تو وہ فرشتوں سے دریافت کریں گے ہم نے دنیا میں سنا تھا کہ مومن اور کافر سب پل صراط پر سے گزریں گے اور وہ جہنم پر ہے مگر ہم کو راستہ میں جہنم ملا نہیں اور اب جنت میں ہیں کہ یہاں سے اور کہیں جانے کی امید نہیں ہے اس لئے یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ بات کیا ہے تو وہ فرشتے فرمائیں گے کہ تم کو راستہ میں جو ایک سبز ہرا بھرا باغ ملا تھا جہنم وہی تھا چونکہ تم نے دنیا میں اپنے اخلاق ذمیمہ کو مجاہدہ و ریاضت کر کے زائل کر دیا تھا اور شہوت و غضب کی آگ کو بجھا دیا تھا آج اس کی برکت ہوئی کہ تمہارے لئے دوزخ کی آگ بھی بجھ گئی اور تمہارے لئے وہ سرسبز باغ ہو گیا تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرو اس راہ پل صراط کو باغ بنا دیجئے۔ اب سنو فرماتے ہیں کہ

مومنان درحشر الخ۔ یعنی قیامت میں مومن کہیں گے کہ اے فرشتو کیا دوزخ ایک راہ مشترک (بین الکافر والمؤمن) نہ تھی استفہام انکاری ہے مومن اور کافر کے لئے تو دوزخ ہی راہ مشترک تھی اور سب کو اسی پر سے گزرنا تھا۔

مومن و کافر بر دا الخ۔ یعنی مومن اور کافر سب اس پر سے گزریں گے (مگر) ہم نے تو اس راہ جنت میں نہ آگ دیکھی نہ دھواں۔

نک بہشت الخ۔ یعنی یہ بہشت ہے یہ خوف کی جگہ (اب یہاں سے کہیں جانا ہوگا نہیں) پس وہ گزرگاہ کمینی کہاں ہے۔

پس ملک گوید کہ الخ۔ یعنی پس فرشتہ کہے گا کہ وہ سرسبز باغ جو کہ فلاں جگہ تم نے راستہ میں دیکھا تھا۔

دوزخ آن بود الخ۔ یعنی دوزخ وہی تھی اور سخت سیاست کی جگہ تھی مگر تم پر وہ باغ اور بستان اور درخت ہو گیا۔

چون شما الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اس دوزخ خوئے نفس کو آتشی کو اور گبر کو اور فتنہ جو کو

جہد ہا کردید الخ۔ یعنی تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ پرصفا ہو گیا اور تم نے نار (شہوت و غضب) کو خدا کے واسطے مارا۔

آتش شہوت الخ۔ یعنی آتش شہوت کہ شعلہ مار رہی تھی وہ سبزۂ تقویٰ اور نور ہدایت ہو گئی۔

آتش خشم از الخ۔ یعنی تمہاری اندرونی آتش خشم حلم ہوگئی اور جہل کی ظلمت تمہاری حلم ہوگئی۔
آتش حرص الخ۔ یعنی تمہاری آتش حرص (مبدل) بہ ایثار ہوگئی اور وہ حسد جو خار کی طرح تھا گلزار ہوگیا
چون شما این الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اپنی ان ساری خواہشات کو حق تعالیٰ کے واسطے پہلے ہی سے مار دیا تھا۔
نفس ناری الخ۔ یعنی تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنالیا تھا اور اس کے اندر تخم وفا ڈالا تھا۔
بلبلان ذکر الخ۔ یعنی اس باغ میں ذکر و تسبیح کی بلبلیں نہر کے کنارے پر خوب گارہی تھیں۔
داعی حق الخ۔ یعنی داعی حق کی تم نے اجابت کی تھی اور دوزخ نفس سے تم نے پانی نکالا تھا یعنی اس کی صفات جو کہ مشابہ نار کے تھیں ان کو دوسری صفات حسنہ سے بدل دیا تھا جو کہ مثل پانی کے تھیں تو گویا کہ آگ میں سے پانی نکالا تھا جب تم نے دنیا میں یہ کیا تھا تو
دوزخ الخ۔ یعنی ہماری دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ ہوگئی اور گلشن اور پتے اور بخشش ہوگئی۔
چیست احسان الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ احسان کا بدلا کیا ہے لطف اور احسان اور ثواب ہی ہے (لہذا چونکہ تم نے دنیا میں احسان کیا تھا اور معاصی سے بچے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے تم پر احسان کیا) چونکہ یہ سوال بھی سب مومن کریں گے تو جواب بھی سب کے لئے ہوگا اس لئے یہاں تک جواب عباد و زہاد کے لئے تھے کہ دیکھو تم نے یہ اعمال کئے ان کی یہ برکت ہوئی۔ آگے ان کی طرف سے الگ ہو کر خطاب ہے عشاق کو جنہوں نے کہ یاد میں حق تعالیٰ کی اپنے کو فنا کر دیا تھا اور بالکل مر مٹے تھے ان کو مخاطب بنا کر بطور استفہام انکاری کے کہتے ہیں کہ
نے شما گفتید الخ۔ یعنی کیا تم نے نہ کہا تھا کہ ہم قربانی ہیں اور اوصاف بقا کے سامنے ہم تو فانی ہیں اور یہ کہا تھا کہ
ما اگر قلاش دگر الخ۔ یعنی ہم خواہ مفلس ہیں اور خواہ دیوانہ ہیں مگر ہیں تو اسی ساقی اور پیمانہ کے مست غرضکہ جیسے بھی ہیں ان کے ہیں۔
برخط و فرمان الخ۔ یعنی اس کے ارشاد اور فرمان پر سر رکھتے ہیں اور اپنی جان شیریں کو دوسروں کے قبضہ میں یوں دیتے ہیں کہ ان کے پاس بطور مرہون کے ہوجاتی ہے اور یہی شان ہے عشاق اہل فنا کی اور تم اس طرح کہا کرتے تھے کہ
تا خیال دوست در الخ۔ یعنی ہمارے قلب میں جب تک کہ خیال دوست ہے تو چاکری اور جانسپاری ہمارا کام ہے۔

ہر کجا شمع بلا افروختند	صد ہزاراں جان عاشق سوختند
انہوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے	عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں
عاشقانے کز درون خانہ اند	شمع روئے یار را پروانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں	وہ دوست کے رخ کی شمع کے پراونے ہیں
اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند	وز بلاہا مرترا چوں جوشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں	جو مصائب کے لئے تیری ذرہ ہیں

درمیان جاں ترا جامی کنند	تاترا پر بادہ چوں جامے کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں	تا کہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کر دیں
درمیان جان ایشاں خانہ گیر	در فلک خانہ کن اے بدر منیر
ان کے دل میں تو جگہ بنالے	اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کر لے
چوں عطارد دفتر دل وا کنند	تاکہ برتو سرہا پیدا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دیں گے	تا کہ تجھ پر راز کھول دیں
پیش خویشاں باش چوں آوارۂ	برمہ کامل زن ارمہ پارۂ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے	اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے کامل چاند سے جڑ جا
جزو را از کل خود پرہیز چیست	با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟	مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟
جنس را بیں نوع گشتہ در روش	غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
تو اس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ	اسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ
تاچو زن عشوہ خری اے پرخرد	از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
اے عقلمند! عورتوں کی طرح تو کب تک فریب کی قدر کرے گا	جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟
چاپلوسی لفظ شیرینی فریب	می ستانی می نہی چوں زن بہ جیب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ	تو قبول کرتا ہے، عورتوں کی طرح جیب میں رکھ لیتا ہے
مرترا دشنام و سیلی شہاں	بہتر آید از ثنائے گمرہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت	مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے
صفع شاہاں خور مخور شہد خساں	تا کسے گردی ز اقبال کساں
شاہوں کا طمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا	تا کہ تو صاحب دل لوگوں کی توجہ سے انسان بن جائے
زانکہ زایشاں دولت وخلعت رسد	در پناہ روح جاں گردد جسد
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے	روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے
ہر کجا بینی برہنہ بے نوا	داں کہ او بگریختست از اوستا
جس جگہ تو ننگا بے سروسامان دیکھے	سمجھ لے کہ وہ استاد سے بھاگا ہے

تاچناں گردد کہ می خواہد دلش	آن دل کور بد بے حاصلش
تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اس کا دل چاہتا ہے	وہ اس کا اندھا، برا، بد نصیب دل
گر چناں گشتی کہ استا خواستے	خویش را و خلق را آراستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا	اپنے آپ کو اور لوگوں کو سدھار دیتا
ہر کہ از استاد گریزد در جہاں	اوز دولت می گریزد ایں بداں
جو دنیا میں استاد سے بھاگے	یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے
پیشۂ آموختی در کسب تن	چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
تونے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا	دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال
در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی	چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
تو نامردتھا دنیا میں چھپا رہا	جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا
پیشۂ آموز کاندر آخرت	اندر آید کسب و دخل مغفرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں	مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو
آں چناں شہریست پر بازار وکسب	تانہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
وہ عالم (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے
حق تعالیٰ گفت کایں کسب جہاں	پیش آں کسب ست لعب کودکاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی	اس (عالم آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند	شکل صحبت کن مساسے می کند
اس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے	(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
کودکاں سازند در بازی دکاں	سود نبود جز کہ تغییر زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں	وقت گزاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
شب شود در خانہ آید گرسنہ	کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے	بچے چلے جاتے ہیں، اکیلا رہ جاتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است ومرگ شب	باز گردی کیسہ خالی پر لعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے	تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہو گا

سوئے خانہ گور تنہا ماندۂ	با فغاں و احسرتا برخواندۂ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کے لئے) تو تنہا رہ گیا	فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
کسب دیں عشق ست وجذب اندروں	قابلیت نور حق داں اے حروں
دین کی کمائی عشق، اور باطنی جذبہ ہے	اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
کسب فانی خواہدت ایں نفس خس	چند کسب خس کنی بگزار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے	کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ بس کر
نفس حس گر جویدت کسب شریف	حیلہ ومکرے بود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے	کوئی حیلہ اور مکر اس کے پس پشت ہو گا

شرح حبیبی

عشاق خداوندی نے جس جگہ شمع عشق روشن کی ہے ہزاروں جانوں کو جلا دیا یعنی ان کو بھی اپنا ہی سا عاشق بنا لیا ہے جو عاشق کہ درگاہ خداوند میں باریاب ہیں وہ شمع روئے خداوندی کے پروانہ ہیں اور مشاہدہ جمال خداوندی میں مصروف ہیں غرض کہ ان کی ذاتی حالت بھی اچھی ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی ان کا معاملہ اچھا ہے۔ آگے ان سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اے دل تو وہیں جا جہاں تیرے ساتھ کشادہ روی کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے اور جو تیری بلاہائے دنیوی واخروی کے تبعاً یا قصداً دفع کرنے والے ہیں اور جو تجھے اپنی جان کے اندر جگہ دیتے ہیں تاکہ تجھے شراب محبت الٰہی سے جام کی طرح لبریز کر دیں تو ان کی ہی جان کے اندر گھر کر تو تو اصالتہ بدر منیر ہے تیرا گھر تو فلک ہونا چاہیے۔ یعنی اہل اللہ کی جان رفیع میں تجھ کو گھر کرنا چاہیے۔ یہ حضرات دبیر فلک عطارد کی طرح تیری کتاب دل کو کھول لیں گے تاکہ تجھ پر راز ہائے پنہانی حق سبحانہ ظاہر کریں ارے تو آوارہ کیوں ہوتا ہے اپنوں میں رہ اگر تو مہ پارہ ہے (جیسا کہ واقعی امر ہے) تو چاند سے مل کیونکہ جزو کو اپنے کل سے ملنے سے کچھ پرہیز نہیں ہوتا۔ تو بیگانوں اور نااہلوں سے ملتا ہے یہ نہایت نامناسب بات ہے۔ اپنوں سے مل پھر دیکھنا کہ اب تو تو ان کا ہم جنس ہے۔ پھر ہم نوع ہو جائے گا۔ اور اب تو تجھ کو ان سے بہت بعد ہے پھر کمال قرب ہو جائے گا اور دیکھنا کہ جو اسرار الٰہی اس وقت تجھ پر ظاہر نہیں بلکہ مخفی ہیں ان کے پرتو سے وہ تجھ پر کھل جائیں گے۔ ارے جھوٹ اور فریب سے تیرا کب کام چل سکتا ہے بس تو کب تک۔ عورتوں کی طرح ان کا طالب رہے گا تو چاپلوسی، میٹھی میٹھی باتیں اور فریب کر لیتا ہے اور عورتوں کی طرح جیب میں رکھتا ہے (یعنی تو ان خرافات کو پسند کرتا ہے جس طرح عورتیں ان کو پسند کرتی ہیں حالانکہ تجھ کو شاہوں (اہل اللہ) کے چپت اور برا بھلا

کہنا زیادہ مفید ہیں بہ نسبت گمراہوں کی تعریف کے۔ پس تو ان بادشاہوں کے چپت کھا اور ان ذلیل نااہلوں کا شہد نہ کھا تاکہ ان انسانوں کے اقبال اور ان کی برکت توجہ سے تو بھی ایک آن آدمی بن جائے کیونکہ یہ بادشاہ ہیں یہ اگر ایک وقت میں ماریں گے تو دوسرے وقت میں خلعت اور دولت مغویہ بھی دیں گے تو دیکھتا نہیں کہ کاملین کی صحبت کا کیا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو جسم ایک بے جان چیز ہے لیکن جب روح کی پناہ میں آجاتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے اور دولت وخلعت حیات سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یاد رکھ کہ جہاں کہیں تجھے کوئی خلعت باطنی سے ننگا اور دولت باطنی سے بے بہرہ ہے تو سمجھ لینا کہ استاد کامل کی صحبت سے گریزاں ہوا ہے۔ یہ اس کا سبب ہے اس کے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وہ دل جو اندھا' بد اور بے حاصل ہے جس چیز کو چاہتا ہے وہ حاصل ہو جو اس کی صحبت میں حاصل نہیں ہوتی لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہے اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا ہے تو وہ اپنے کو آراستہ و پیراستہ کر لیتا۔ سمجھ لو کہ جو استاد سے بھاگتا ہے وہ فی الحقیقت بڑی دولت سے بھاگتا ہے تو نے وہ پیشہ تو سیکھ لیا جس سے پرورش جسم کر سکے لیکن اب تجھ کو پیشہ دینی بھی سیکھنا چاہیے جس سے دین درست ہو۔ دنیا میں تو صاحب کروفر اور غنی ہو گیا لیکن جب اس دنیا سے باہر جائے گا اس وقت کیا کرے گا۔ وہ پیشہ بھی تو سیکھ جس سے آخرت میں اپنے کسب کی آمدنی اور مغفرت حاصل کر سکے تو یہ نہ سمجھنا کہ کسب کی صرف یہیں ضرورت ہے نہیں بلکہ وہ جہان بھی بازار وکسب کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مال آدمی وہاں لے جاتا ہے اس کی نہایت انصاف کے ساتھ جانچ ہوتی ہے اگر اچھا ہوتا ہے تو عمدہ قیمت ملتی ہے اور نکما ہوتا ہے تو اس کا ویسا ہی معاوضہ ملتا ہے۔ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ انما الحیوٰۃ الدنیا لعب ولہو یعنی یہ کسب دنیوی کسب اخروی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بچہ دوسرے بچہ کے ساتھ بشکل جماع مساس کرے تم سمجھ سکتے ہو کہ اس بچہ کا مساس ایک مرد کے جماع کے مقابلہ میں بجز کھیل کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دیکھو بچے آپس میں کھیل کے طور پر دکان بناتے ہیں اور خرید وفروخت کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ بجز وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بچہ جو دن کو سوداگری کرتا تھا رات کو گھر بھوکا آتا ہے لڑکے سب رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ تنہا رہ جاتا ہے اور یہ سوداگری اسے کوئی نفع نہیں پہنچاتی اب تم سمجھو کہ یہ دنیا کھیل کا مقام ہے اور مکاسب دنیویہ بچوں کی سوداگری اور موت رات ہے۔ پس آدمی عمر بھر مکاسب دنیویہ میں مصروف رہتا ہے لیکن جب مرتا ہے تو وہ مکاسب اس کے کچھ کام نہیں آتے تھیلی اس کی خالی ہوتی ہے اور خود تھکا ماندہ ہوتا ہے۔ خانۂ گور میں تنہا ہوتا ہے اور آہ وزاری کرتا ہوتا ہے کیونکہ توشہ کچھ نہیں ہوتا جو اس کے کام آئے۔ یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کسب دین کی ضرورت ہے اب سمجھو کہ کسب دین کیا ہے وہ عشق حق سبحانہ اور جذب باطنی ہے اس کے علاوہ دیگر مکاسب اسی سے متفرع ہیں اور اصل سب کی یہی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا چاہیے جب یہ حاصل ہو جائے گا تو اور سب حاصل ہو جائیں گے اور تجھ میں جو عشق حق سبحانہ کی استعداد اور قابلیت ہے یہ حق سبحانہ کا نور ہے تو اپنی سرکشی سے اسے مت کھو اور اس کی

قدر کر۔ تیرا ذلیل نفس اس کسب کو مقتضی ہے جو فنا ہو جانے والا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ۔ آخر یہ ذلیل کسب کب تک اختیار کرے گا اسے چھوڑ اور کسب شریف اختیار کر اس مقام پر ایک ضروری بات بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نفس اپنی ناشائستگی کی حالت میں کسی کسب شریف کو مقتضی ہو تو سمجھو کہ ضرور اس کے ساتھ کوئی حیلہ و مکر ہے لہٰذا خوب تحقیق کر کے اس کام کو کرنا چاہیے۔ اس کو ہم ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں سنو۔

شرح شبّیری

ہر کجا شمع بلا الخ۔ یعنی جہاں کہیں شمع بلا کو (کارکنان قضاء و قدر نے) روشن کیا وہیں لاکھوں عاشقوں نے جانیں جلا دیں مطلب یہ کہ تمہاری وہ حالت تھی کہ ذرا بھی تجلی اور وصال حق کی امید ہوئی بس اس کی امید میں لاکھوں عاشق خدا فنا ہو گئے۔

عاشقان کز درون الخ۔ یعنی وہ عاشق کہ گھر کے اندر تھے وہ شمع روئے یار کے پروانہ تھے جب یہ حالت تھی تو تم کو مراتب بھی ویسے ہی حاصل ہوئے اب آگے ایسے حضرات کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ

اے دل آنجا روکہ الخ۔ یعنی اے دل اس جگہ جا کہ جو تیرے ساتھ صاف ہیں اور بلاؤں سے تیرے لئے جوش کی طرح ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی خدمت کرنی چاہیے کہ جن کو کسی قسم کے فیوض کے دینے سے دریغ ہی نہیں ہے اور نفس و شیطان سے ہمیشہ امن میں رکھنے والے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ

درمیان جان الخ۔ یعنی جان کے اندر تیری جگہ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ تجھے ایک جام کی طرح پر بادہ کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ طالب کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور پھر اسے بھرپور کر دیتے ہیں۔

درمیان جان الخ۔ یعنی ان کی جان کے اندر گھر کر کے فلک میں گھر بنالو اے بدر منیر مطلب یہ کہ ان سے تعلق پیدا کر کے پھر عالم غیب سے تعلق پیدا کر لو۔

چون عطارد دفتر الخ۔ یعنی عطارد کی طرح کے دفتر کو کھولتے ہیں یہاں تک کہ تجھ پر اسرار کو ظاہر فرما دیتے ہیں۔

پیش خویشان الخ۔ یعنی اپنوں کے پاس رہ اگر تو آوارہ ہے اور چاند کے پاس جا اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرے اندر بھی استعداد قبول حق کی موجود ہے اور وہ حضرات مقبولین ہیں ہی تو آخر تجھے بھی ان سے کچھ مناسبت ہی ہے لہٰذا ان کے پاس جا اس لئے کہ

جزو را از الخ۔ یعنی جزو کو اپنے کل سے پرہیز ہی کیا ہے اور مخالف کے ساتھ یہ میل جول کیوں ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ وہ کامل ہیں اور تم ناقص ہو تو وہ دونوں جزو اور کل کی طرح ہوئے پھر ایک دوسرے سے گھبراتے کیوں ہو اور دوسروں سے میل کیوں پیدا کرتے ہو اپنوں ہی میں رہو۔

جنس را بین الخ۔ یعنی اس کے پاس تو جنس کو دیکھو کہ نوع ہو گئی ہے اور مغیبات کو دیکھو کہ وہ ظاہر ہو گئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنس کہتے ہیں ایک کل کو جسکا اطلاق کثیرین مختلف بالحقائق پر آئے اور نوع کہتے ہیں جس کا اطلاق متفقین بالحقائق پر آئے تو اب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء پر آئے تو اب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء ایک ہو جاتی ہیں اس لئے کہ ان کی نظر میں تو صرف ایک ہی ہے باقی کو تو وہ فنا ہی کر چکے ہیں سبحان اللہ کیا تعبیر ہے بس قربان جایئے سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔

تا چوزن عشوہ الخ۔ یعنی اے بیوقوف عورت کی طرح کب تک دھوکہ اور فریب کو خریدے گا اور مکر اور فریب سے کب تک مدد پائے گا۔ مطلب یہ کہ نفس وشیطان تجھے فریب دے رہے ہیں تو ان کے دھوکہ میں کب تک رہے گا۔

چاپلوسی لفظ الخ۔ یعنی پھسلانے کو اور لفظ شیریں اور فریب کو تو لے رہا ہے اور عورت کی طرح جیب میں رکھ رہا ہے یعنی اس سے مغرور ہو رہا ہے یہ سراسر تیری غلطی ہے کہ ان کی اس خوشامد اور چاپلوسی کو اچھا جانتا ہے اور بزرگوں سے گھبراتا ہے کہ وہ دشمنی کرتے ہیں اس لئے کہ

مرترا دشنام الخ۔ یعنی تیرے بادشاہ کا برا بھلا کہنا اور اس کا چپت مارنا گمراہوں کی تعریف کرنے سے بہتر ہے۔

صفع شاہان الخ۔ یعنی بادشاہوں کے چپت کھالے مگر کمینوں کا شہد بھی مت کھا تا کہ تو آدمیوں کے اقبال سے آدمی ہو جائے۔

زانکہ زایشان الخ۔ یعنی اس لئے کہ ان سے خلعت اور دولت بھی تو پہنچتا ہے اور روح کی پناہ میں جان جسم ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی سختی اوروں کی نرمی سے اس لئے بہتر ہے کہ اگر یہ ایک وقت سختی کر رہے ہیں تو دوسرے وقت دولت باطنی سے بھی تو مالا مال کر دیتے ہیں جو کہ تلافی مافات ہو جاتی ہے آگے استاد اور شیخ کی سختی کے منافع اور اس سے بھاگنے کے مضار بیان فرماتے ہیں کہ

ہر کجا بینی الخ۔ یعنی جہاں کہیں تم کسی غریب ننگے کو دیکھو تو جان لو کہ وہ استاد سے بھاگا ہے (جو اس حالت کو پہنچا ہے)

تا چنان گردد کہ الخ۔ یعنی (وہ استاد سے بھاگا تھا) تا کہ وہ ہو جو اس کا وہ اندھا اور بے حاصل دل چاہتا ہے اور اسکا دل لہو ولعب کو چاہتا تھا لہٰذا اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہی ہوتا۔

گر چنان گشتے کہ الخ۔ یعنی اگر اس طرح ہو جاتا کہ جس طرح استاد نے چاہا تھا تو (آج) اپنے کو اور ایک مخلوق کو سنوارتا

ہر کہ از اوستا گریز د الخ۔ یعنی جو کہ دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے تو جان لو کہ وہ دولت (عقبیٰ) سے بھاگتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

پیشۂ آموختی الخ۔ یعنی تو نے بدن کے لئے کمانے کا پیشہ تو سیکھ لیا ہے مگر دین کے پیشہ میں بھی چنگل مار مطلب یہ کہ اگر تو نے اطاعت استاد کی کر کے دنیا کمانا سیکھ بھی لیا ہے تو خیر وہ بھی اچھا ہے مگر اب استادوں کی

اطاعت کر کے اس سے بھی کچھ حاصل کرو۔

در جہان الخ۔ یعنی دنیا میں تو تم بڑے صاحب کروفر اور از حد گزشتہ ہو گئے ہو (مگر) جب یہاں سے باہر ہو گے اس وقت کیا کرو گے مطلب یہ کہ اگر کسب دنیا کر کے تم نے بہت ترقی کر بھی لی مگر یہ تو سوچو کہ جب اس دنیا سے جاؤ گے اس وقت کیا ہو گا اس وقت کے لئے بھی تو کچھ حاصل کرو کہ وہاں کروفر حاصل ہو۔

پیشۂ آموز کاندر الخ۔ یعنی وہ پیشہ سیکھو جو کہ آخرت میں کام آئے اور وہ آمدنی مغفرت کی ہے (اس کو حاصل کرو)

آنچنان شہریست الخ۔ یعنی وہ جہان بھی ایک شہر ہے پر بازار اور پر کسب تا کہ تم یہ نہ جانو کہ کسب بس یہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ **قل ماعند الله خير من اللهو ومن التجارة** لہٰذا اس جہان کی کمائی کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

حق تعالیٰ گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس جہان کا کسب اس جہان کے کسب کے سامنے بچوں کا کھیل ہے۔ قرآن شریف میں ہے **وما الحيوة الدنيا الالهوو لعب** آگے اس کسب دنیا کی مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو آن الخ۔ یعنی جیسے کہ ایک بچہ دوسرے بچہ پر چڑھے تو اس کو صحبت کی شکل فرض کر لو کہ ایک مساس کر رہا ہے (باقی فائدہ کچھ بھی نہیں) اسی طرح دنیا کا کسب ہے کہ شکل تو آمدنی اور کسب کی ہے مگر حقیقت کسب کی نہیں ہے اور دوسری مثال ہے کہ

کودکان الخ۔ یعنی بچے کھیل میں دکان بناتے ہیں مگر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا سوائے وقت کے برباد کرنے کے۔

شب شود در الخ۔ یعنی رات ہو جائے اور وہ گھر میں بھوکا ہی آئے۔ بچے گئے اور یہ تنہا رہ گیا۔ تو دیکھو کہ اس بچہ نے دن بھر تجارت کی اور رات کو بھوکا گھر آیا کچھ بھی ہاتھ پلے نہ پڑا۔ بس یہی حالت انسان کی کسب دنیا میں ہے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ

اینجہان بازی گہہ الخ۔ یعنی یہ جہان تو کھیل کی جگہ اور موت رات ہے۔ کھیل سے لوٹے تو خالی تھیلی اور پر تعب

سوئے خانہ الخ۔ یعنی قبر کے گھر کی طرف تو تنہا رہ گیا ہے اور بلند آواز سے واحسرتا پڑھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح بچوں نے کھیل بنایا تھا اسی طرح اس دنیا میں تو نے بھی ایک تماشا اور کھیل بنا رکھا ہے اور جس طرح کہ رات کو بچے چلے گئے تھے اور یہ دکان دار بچہ تنہا رہ گیا تھا اور پاس پلے کچھ نہ تھا اسی طرح تو بھی موت کے بعد تنہا رہ جائے گا اور ہاتھ پلے کچھ نہ ہو گا اور اس وقت افسوس کرے گا جو کہ بالکل بے سود ہو گا۔ لہٰذا جو دن ملیں ان کو غنیمت سمجھ۔

کسب دین عشق الخ۔ یعنی کسب دین تو عشق (کا حاصل ہونا) ہے اور جذب قلبی ہے اور قابلیت کو نور حق جان اے سرکش

کسب فانی خواہدت الخ۔ یعنی یہ تیرا نفس تو کسب دنیا چاہتا ہے مگر تو کب تک کسب دنیا کرے گا اب تو بس کر اور چھوڑ دے۔

نفس خس گر جویدت الخ۔ یعنی تیرا نفس خس اگر کسب شریف کو تلاش کرے تو یہ حیلہ اور مکر اس کے ساتھ ہو

گا۔ مطلب یہ کہ نفس کا کام اصل تو کسب دنیا ہی ہے اب اگر کبھی طاعات کی طرف رغبت دلا دے تو سمجھ لو کہ اس میں ضرور اس کا کوئی دھوکا ہے اور یہ ضرور کوئی بڑا ضرر اس صورت سے پہنچانا چاہتا ہے لہٰذا اس کے دھوکہ میں مت آنا۔ آگے حضرت معاویہؓ کی اور شیطان کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ شیطان نے آ کر ان کو جگایا کہ اٹھ کر نماز پڑھ لیجئے بے وقت ہوا جاتا ہے انہوں نے اس سے کہا کہ تو تو ہرگز طاعات کی ترغیب نہیں دے سکتا سچ بتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اول تو بہت مکر وفریب کئے مگر آخر تو وہ کامل تھے وہ اس کے پھندے میں نہ آئے تو اس نے اپنے اس مکر کا اقرار کیا آگے خود معلوم ہو جائے گا۔ اب حکایت سنو۔

بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقت نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خال مومناں	بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں	رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے
قصر را از اندروں در بستہ بود	کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا	کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے
ناگہاں مردے او را بیدار کرد	چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
اچانک ان کو ایک شخص نے جگا دیا	جب انہوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا
گفت اندر قصر کس را رہ نبود	کیست کایں گستاخی وجرأت نمود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا	کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟
گرد برگشت وطلب کرد آں زماں	تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
انہوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی	تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں
از پس در مد برے را دید کو	در پس پردہ نہاں می کرد رو
در کے پیچھے انہوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ	پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا
گفت ہی تو کیستی نام تو چیست	گفت نامم فاش ابلیس شقی ست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟	اس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

شرح حبیبی

روایت ہے کہ خال المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کو اپنے مکان میں سو رہے تھے اور مکان کا دروازہ بند تھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے ملنے جلنے سے تھک گئے تھے لہٰذا ضرورت تھی کہ کچھ دیر اطمینان کے ساتھ آرام فرمالیں۔ دفعتہً ایک شخص نے ان کو جگایا جب انہوں نے آنکھ کھولی تو وہ شخص چھپ گیا۔ امیر المومنین نے دل میں کہا مکان میں آنے کا تو راستہ نہ تھا کیونکہ بند تھا پھر یہ کون ہے کہ اس نے یہ جرأت کی ہے آپ نے اس کی تلاش میں مکان کا چکر لگایا اور ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ اس چھپنے والے کا پتہ لگائیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک بدبخت دروازے کے پیچھے آڑ میں چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا ارے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا مشہور نام ابلیس شقی ہے۔ ف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین اس لئے کہا کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد	راست گو با من مگو بر عکس و ضد
انہوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟	سچ بتا مجھ سے الٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا
گفت ہنگام نماز آخر رسید	سوئے مسجد زود می باید دوید
اس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہوگیا ہے	مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہئے
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت	مصطفیٰ چوں گوہر معنیٰ بسفت
"عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو" فرمایا ہے	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنٰی کے موتی پروئے
گفت نے نے ایں غرض نبود ترا	کہ بخیرے رہنما باشی مرا
انہوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا	کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے
دزد آید از نہاں در مسکنم	گویدم کہ پاسبانی می کنم
چور چھپ کر میرے گھر میں آئے	(اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں
من کجا باور کنم آں دزد را	دزد کے داند ثواب و مزد را
میں اس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟	چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دزدے چوں تو قطاع الطریق	از چہ رو گشتی چنیں بر من شفیق
خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور	تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

امیر المومنین نے سوال کیا کہ سچ سچ بتا دیکھ غلط اور خلاف نہ کہنا کہ تو نے مجھے اس کوشش سے کیوں جگایا اس نے جواب دیا کہ میری غرض یہ تھی کہ نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے۔ نماز کے لئے جلدی مسجد جانا چاہیے کیونکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی عالیہ بیان فرمائے ہیں تو ان میں یہ بھی فرمایا کہ عبادات کو ان کے فوت ہونے سے پیشتر ادا کر لینا چاہیے اور تمہاری نماز فوت ہونے کو تھی لہٰذا میں نے اٹھا دیا۔ امیر المومنین نے فرمایا نہ تیرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تو مجھے اچھی بات کی طرف رہنمائی کرے۔ بھلا اگر ایک چور چھپ کر میرے مکان میں گھس آئے اور یہ کہے کہ میں پہرہ دینے آیا ہوں تو میں کیسے مان لوں گا کیونکہ وہ پاسبانی کے معاوضہ اور اجرت کو کیا جانے اور وہ اس کی کیا قدر کر سکتا ہے کہ اس کے لالچ میں وہ پاسبانی کرے بالخصوص تجھ سا ڈاکو کہ تو سب چوروں سے بڑھا ہوا اور سب سے زیادہ معاوضہ اور اجرت کا ناقدر دان ہے تو کیا پاسبانی کرے گا اس میں ضرور کوئی تیری غرض فاسد تھی سچ بتا کیا بات تھی کہ تو نے مجھ پر یہ ظاہری شفقت کی۔

جواب گفتن ابلیس لعین باردوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم	راہ طاعت را بجاں پیمودہ ایم
اس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا	میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل و جاں) سے طے کیا ہے
سالکان راہ را محرم بدیم	ساکنان عرش را ہمدم بدیم
میں راہ (خدا) کے سالکوں کا راز دار تھا	عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا
پیشۂ اول کجا از دل رود	مہر اول کے ز دل بیروں شود
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟	پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟
در سفر گر روم بینی یا ختن	از دل تو کے رود حب وطن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو	تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی رہی
ماہم از مستان ایں مے بودہ ایم	عاشقان درگہ وے بودہ ایم
ہم بھی اس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں	اس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں
ناف ما بر مہر او ببریدہ اند	عشق او در جان ما کاریدہ اند
ہماری نال اس کی محبت پر کٹی ہے	اس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

روز نیکو دیدہ ایم از روزگار	آب رحمت خوردہ ایم اندر بہار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے	(موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے
نے کہ مارا دست فضلش کاشتہ است	از عدم مارا نہ او برداشتہ است
کیا ہمیں اس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟	کیا وہ ہمیں عدم سے اٹھا کر نہیں لایا ہے؟
اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم	در گلستان رضا گردیدہ ایم
ہم نے اس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں	ہم اس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں
برسر ما دست رحمت می نہاد	چشمہائے لطف برما می کشاد
ہمارے سر پر دست شفقت رکھتا تھا	مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا
درگہ طفلی کہ بودم شیر جو	گاہوارم را کہ جنبانید او
بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا	میرا پنگوڑا کون ہلاتا تھا؟ وہ
از کہ خوردم شیر غیر از شیر او	کہ مرا پرورد جز تدبیر او
میں نے اس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟	مجھے اس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟
خوئے کاں باشیر رفت اندر وجود	کے تواں او را ز مردم واکشود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو	اس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟
گر عتابے کرد دریائے کرم	بستہ کے گردند درہائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے	کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟
اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست	قہر بروے چوں غبارے از غش ست
اس کے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے	اس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول
از برائے لطف عالم را بساخت	ذرہا را آفتاب او نواخت
اس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے	ذروں کو اس کے آفتاب نے نوازا ہے
فرقت از قہرش اگر آبستن ست	بہر قدر وصل او دانستن ست
جدائی اگر اس کے غصہ کی حامل ہے	تو اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے
تادہد جاں را فراقش گوشمال	جاں بداند قدر ایام وصال
جب اس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے	جان وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	قصد من از خلق احساں بودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے	پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے
آفریدم تا زمن سودے کنند	تا ز شہدم دست آلودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں (اور)	تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں
نے برائے آں کہ تا سودے کنم	وز برہنہ را قبائے برکنم
نہ اس لئے کہ میں (ان سے) فائدہ اٹھاؤں	اور ننگے کی میں قبا اتاروں
چند روزے کہ زپیشم راندہ است	چشم من در روئے خوبش ماندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے	میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے
کز چناں روئے چنیں قہرا عجب	ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ	ہر شخص سبب میں مشغول ہے
من سبب را ننگرم کاں حادث ست	زانکہ حادث حادثے را باعث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے	(اور) اس کیلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے
لطف سابق را نظارہ می کنم	ہرچہ آں حادث دو پارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں	جو حادث ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں
ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود	آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
میں مانتا ہوں (آدم کو) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا	وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے
ہر حسد از دوستی خیزد یقیں	کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یقیناً (اس طرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے	کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو
ہست شرط دوستی غیرت پزی	ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
غیرتمندی، دوستی کا لازمہ ہے	جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"
چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود	گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا	اس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں
آں یکے بازی کہ بد من باختم	خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی	تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

در بلا ہم می چشم لذات او	مات اویم مات اویم مات او
مصیبت میں بھی میں اس کی لذتیں چکھتا ہوں	اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں
چوں رہاند خویشتن را اے سرہ	ہیچکس در شش جہت زیں شش درہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے	کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟
جز وشش از کل شش چوں وارہد	خاصہ کہ بے چوں مراورا کژ نہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے	خصوصاً جبکہ (ذات) بے مثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو
ہر کہ در شش در درون آتش ست	اوش برہاند کہ خلاق شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے	اس کو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنے والا ہے
خود اگر کفر ست اگر ایمان او	دست باف حضرتست و آن او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے	(اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اس کا مملوک ہے

ابلیس نے جواب دیا کہ ہم اعمال واطاعت کے لحاظ سے مثل فرشتوں کے تھے اور بجان ودل اطاعت حق سبحانہ بجالاتے تھے ہم سالکان راہ حق سبحانہ کے محرم راز تھے کیونکہ خود بھی سالک تھے اور ساکنان عرش کے ہمدم تھے جب ہماری ابتدائی حالت یہ تھی تو تم سمجھ سکتے ہو کہ پہلا کام دل سے نہیں نکل سکتا ہے اور ابتداءً جس کی محبت ہو جاتی ہے وہ دل سے کہیں جاتی ہے کیونکہ وہ پہلی محبت اور پیشتر کی حالت بمنزلہ وطن اصلی کے ہے اور دیگر عوارض طاریہ وعارضہ مثل سفر روم وختن کے۔ پس اگر کوئی شخص روم وختن کا سفر کرے یعنی عوارض طاریہ میں مبتلا ہو تو اس کے دل سے وطن اصلی یعنی حالت اولیٰ کی محبت نہیں جا سکتی۔ پس ہم بھی اسی شراب محبت حق سے مست تھے۔ اور اس کی درگاہ کے عاشق تھے ہمارے دل سے وہ محبت کیونکر مٹ سکتی ہے ہم کو بھی زمانہ میں اچھے دن نصیب ہوئے ہیں اور ہم کو بھی زمانہ بہار وز مانۂ طاعت میں آب رحمت پینا نصیب ہوا ہے کیا ہم اس کے فضل سے نہیں پیدا ہوئے اور کیا حق سبحانہ نے ہم کو معدوم سے موجود نہیں کیا ہے کیوں نہیں بے شک اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور وہی ہم کو عدم سے وجود میں لایا۔ ارے ہم پر اس کی بڑی بڑی عنایتیں تھیں اور اس کے گلشن رضا میں ہم بہت سیر کر چکے ہیں وہ ہمارے سر پر دست رحمت رکھتا تھا اور بچشم لطف ہم کو دیکھتا تھا اور زمانہ طفولیت میں جبکہ ہم شیر خوار تھے وہی ہماری گھوارہ جنبانی کرتا تھا۔ وہی ہم کو دودھ پلاتا تھا۔ غرض میں نے اسکی تدبیر وتربیت میں پرورش پائی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو خصلت ابتدائے طفولیت میں کسی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ پس وہ محبت حق سبحانہ جو میرے دل میں ابتدا ہی سے پیدا ہو چکی ہے اور گویا دودھ کے ساتھ پیوست ہو گئی ہے وہ کیونکر جا سکتی ہے یہ ضرور ہے کہ میں حق سبحانہٗ کا معتوب ہوں لیکن اگر اس دریائے کرم نے مجھ پر عتاب کیا ہے تو اس

سے اس کے کرم کے دروازے بند نہیں ہو سکتے۔ یہ عتاب محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اس کے لطف وقہر کی ایسی مثال سمجھنی چاہیے جیسے سونا اور رذیل دھات کا جھول۔ پس اس کا لطف وسخاوت وبخشش مثل سونے کے ہیں۔ اور قہر مثل رذیل دھات کی جھول کے۔ پس جس طرح جھول عارضی ہوتا ہے یوں قہر عارضی ہے۔ کیوں نہ ہو خلقت عالم کا منشا ہی اظہار لطف ہے اور اس لئے ناچیز اور معدوم ممکنات پر اس نے اپنے آفتاب وجود کا پرتو ڈال کر ان کو خلعت وجود سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب مقصود لطف وصل تھا تو قہر فراق کے ساتھ کیونکہ گو فراق قہر کو متضمن ہے مگر اس میں بھی لطف پنہاں ہے وہ یہ کہ وصل کی قدر معلوم ہو اور اس کی وقعت ہو کیونکہ بضد ہا تتبین الاشیاء پس جان کو مبتلائے فراق اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کو زمانہ وصال کی قدر معلوم ہو میرے اس کلام کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے میرا مقصود ان پر احسان کرنا ہے اور میں نے ان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو نفع پہنچاؤں اور وہ میرے شہد کرم سے ہاتھ سانیں یعنی اس سے منتفع ہوں میرا یہ مقصد نہیں کہ خود ان سے کچھ فائدہ حاصل کروں کیونکہ ان سے فائدہ حاصل کرنا ایسا ہے جیسا ننگے کی اچکن اتارنا یعنی لغو اور بے معنی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب سے اس نے مجھے اپنے سے دور کیا ہے میں برابر اس کا منہ دیکھ رہا ہوں۔ کہ اللہ یہ منہ اور اتنا غصہ۔ اور میں سراسر مسبب پر نظر رکھتا ہوں لیکن دوسرے لوگ سبب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کی نظر قہر الٰہی ہی تک محدود ہے جو سبب بعد ہے۔ میں سبب کو ہرگز نہیں دیکھتا کیونکہ وہ حادث اور فانی ہے اور دلیل حدوث یہ ہے کہ وہ میرے فعل سے پیدا ہوا ہے اور میرا فعل حادث ہے لہٰذا قہر بھی حادث ہے کیونکہ حادث حادث ہی کا سبب ہو سکتا ہے میں تو اس کے لطف قدیم پر نظر رکھتا ہوں کہ کسی حادث پر مبنی نہیں اور جو حادث ہے اس کو چاک کرتا ہوں میں نے مانا کہ میرا سجدہ نہ کرنا حسد کی بنا پر تھا لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ اس حسد کا منشا کیا تھا صرف عشق حق سبحانہ نہ کہ مخالفت حق جل شانہ۔ کیونکہ حسد کا منشا عشق ہی ہوتا ہے کیونکہ عاشق گوارا نہیں کرتا ہے دوست کا ہمنشیں غیر ہو۔ اس لئے وہ حسد کرتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ رشک دوستی کے لئے شرط ہے اگر غیرت نہیں تو دوستی بھی نہیں اور غیرت دوستی کے لئے یوں ہی لازم ہے جس طرح چھینک اور الحمد للہ کے بعد یرحمک اللہ کہنا (ہکذا فی الحواشی اور ظاہر یہ ہے کہ اس زمانہ میں رواج ہوگا کہ چھینک کے بعد دیرزی کہتے ہوں گے۔ گو شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں مگر بہت سے رواج ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ پس خواہ مخواہ اس کو شریعت پر منطبق کرنا تکلف ہے) پس اول تو یہ حسد کچھ مذموم نہیں تھا کیونکہ دلیل محبت اور لازم محبت تھا پھر اگر بالفرض مذموم بھی ہو تو بھی میرا قصور نہیں چونکہ بساط تقدیر پر میرے لئے بجز اس چال کے اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ یعنی میرے لئے یہی مقدر تھا لہٰذا جب حکم ہوا کہ چال چل تو میں وہی چال چلا جو چل سکتا تھا میں ترقی کیا جانوں یعنی میرے امکان میں کب تھا کہ میں تقدیر الٰہی کو بدلتا اور دوسری چال چلتا اور اگر ایسا کرتا بھی تو یہ بھی مخالفت تھی حق سبحانہ کی پس جو چال مقرر تھی وہی چلا اور اپنے کو مصیبت میں پھنسا لیا مگر اس بلا

میں بھی مزہ لیتا ہوں کہ میرے محبوب نے مجھے مات دی اور اس کا جی خوش ہوا۔ تم خیال تو کرو کہ جو ہر طرف سے گھرا ہوا ہے اور مقید ہے وہ اپنے کو اس قید سخت سے کیونکر نکال سکتا ہے اور ششدرہ میں پھنسا ہوا ششدرہ سے کیونکر نکل سکتا ہے بالخصوص وہ مہرہ جس کو حق سبحانہ ہی نے بے تکار کھا ہو اور پیدا ہی اس کو کج طبع کیا ہو وہ کیونکر بچ سکتا ہے اور جو شخص چاروں طرف سے آگ میں گھرا ہوا ہے اس کو بجز اس کے جس نے آگ کو پیدا کیا ہے آگ سے کون نکال سکتا ہے۔ غرض کہ بندہ کا خواہ ایمان ہو یا کفر جو کچھ ہے اسی کا مخلوق ہے جس کے اندر جو صفت چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کرسکتا۔ حاصل یہ ہے کہ میں حق سبحانہ سے اب بھی تعلق رکھتا ہوں اور اس کے لطف کا امیدوار ہوں میرا معتوب ہونا محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اور وہ عتاب بھی میرے قصور پر نہیں ہے کیونکہ میں مجبور تھا۔ ایسی حالت میں اگر میں تم کو نماز کے لئے جگاؤں تو کچھ مستبعد نہیں۔

شرح شبّیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت بے وقت ہو گیا ہے

درخبر آمد کہ الخ۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے ماموں ایک رات کو اپنے محل میں سو رہے تھے۔ مسلمانوں کے ماموں اس طرح کہا کہ حضرت معاویہؓ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین کے بھائی ہیں تو جب وہ ام المومنین ہیں تو آپ خال المومنین ہیں۔ سبحان اللہ

قصر را از اندرون الخ۔ یعنی محل کا دروازہ اندر سے بند تھا اس لئے کہ لوگوں کے ملنے سے ماندہ ہو گئے تھے۔

ناگہان الخ۔ یعنی اچانک ایک شخص نے ان کو جگایا آنکھ جو کھولی تو وہ آدمی غائب ہو گیا۔

گفت اندر قصر الخ۔ یعنی فرمانے لگے کہ محل میں تو کسی کے آنے کی راہ نہ تھی۔ یہ کون تھا کہ جس نے یہ گستاخی اور جرأت کی۔

گرد برگشت وطلب الخ۔ یعنی چاروں طرف پھرے اور اسی وقت تلاش کیا تاکہ اس چھپے ہوئے کا کوئی نشان پائیں۔

از پس در مدبرے الخ۔ یعنی دروازہ کی آڑ میں ایک بدبخت کو دیکھا کہ وہ ایک پردہ کے پیچھے منہ چھپا رہا ہے۔ شیطان کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ بالکل غائب رہے اور نظر بھی نہ آئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ ملعون کسی کو بھی نظر نہیں آتا مگر یہ حضرت معاویہؓ کی کرامت تھی کہ وہ اس پر قادر نہ ہوا اور غائب نہ ہو سکا غرض کہ جب اس کو دیکھا تو بولے کہ

گفت ہی تو کیستی الخ۔ یعنی فرمایا کہ اے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے تو بولا کہ میرا نام ظاہر ہے کہ ابلیس بدبخت ہے۔ لعنۃ اللہ۔

ابلیس کا معاویہؓ کو جواب دینا

گفت بیدارم الخ۔ یعنی فرمایا کہ تو نے مجھے جگایا کیوں سچ بتا الٹا اور خلاف واقعہ تو بتانا مت۔
گفت ہنگام الخ۔ یعنی بولا کہ نماز کا وقت آخر ہو گیا ہے مسجد کی طرف جلدی ہی جانا چاہیے۔
عجلوا الطاعات الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجلوا الطاعات قبل الفوت (طاعات کو فوت ہونے سے پہلے ادا کر لو۔۱۲) فرمایا ہے جبکہ وحدت کے موتی پروئے ہیں۔
گفت نے نے الخ۔ یعنی انہوں نے فرمایا کہ نہیں نہیں تیری یہ غرض نہیں تھی کہ تو مجھے کسی اچھی بات کی طرف رہنما ہوتا۔
دزد آید از نہان الخ۔ یعنی (تیری رہنمائی کرنے کی تو ایسی مثال ہے کہ) رات کو پوشیدہ ہو کر کوئی چور گھر میں آجائے اور مجھ سے کہے کہ میں پاسبانی کر رہا ہوں تو اس کی بات کو کس طرح باور کیا جائے گا۔
من کجا باور الخ۔ یعنی میں اس چور کا کب یقین کرونگا اس لئے کہ چور کیا جانے ثواب کے کام کو اور مزدوری کو (وہ تو پس چوری ہی جانتا ہے تو وہی کرے گا بھی)
خاصہ دزدے الخ۔ یعنی خاص کر تجھ جیسا چور ڈاکو (کہے کہ میں حفاظت کرونگا تو کس طرح یقین کیا جائے لہٰذا آپ ذرا بتایئے تو سہی کہ) کس سبب سے میرے اوپر اس قدر شفیق ہوئے ہو۔

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو دوسری بار جواب دینا

گفت ما اول الخ۔ یعنی بولا کہ ہم اول فرشتہ تھے اور راہ طاعت کو دل و جان سے ہم نے ناپا ہے (یعنی اس پر کاربند رہے ہیں)
سالکان راہ الخ۔ یعنی سالکان راہ حق کے ہم محرم راز تھے اور ساکنان عرش کے ہم ہمدم تھے۔
پیشۂ اول الخ۔ یعنی اول پیشہ دل سے کب نکلتا ہے اور پہلی محبت کب دل سے زائل ہوتی ہے (کبھی کبھی یاد آتا ہے تو خیر خود تو نہیں کرتے دوسروں کو نماز کے لئے جگا ہی دیں) آگے اس کے نظائر لاتا ہے۔
در سفر گر روم الخ۔ یعنی دیکھو سفر میں خواہ روم کو دیکھو یا ختن کو مگر دل سے حب وطن کب زائل ہوتی ہے اسی طرح چونکہ اول ہم کو وہ مزہ حاصل ہو چکا ہے اس لئے اس کو کب بھول سکتے ہیں۔
ما ہم از مستان الخ۔ یعنی ہم بھی اس شراب وحدت کے مست تھے اور اس درگاہ کے عاشق ہم بھی تھے۔
ناف ما بر مہر او الخ۔ یعنی ہماری آون نال کو اس کو محبت ہی پر قطع کیا ہے اور اس کے عشق کو ہماری جان کے اندر بویا ہے مطلب یہ کہ شروع پیدائش سے حب حق ہمارے اندر ہے اور وہی ہماری اصلی صفت ہے تو وہ زائل

کب ہو سکتی ہے اگر چہ اس وقت اس پر عمل نہیں ہے۔ خدا اس کے مکروں سے بچائے۔ کیسا صوفی پرہیز گار اور عاشق حق بنتا ہے خبیث اور کہتا ہے کہ

روز نیکو دیدہ ایم الخ۔ یعنی ہم نے بھی زمانہ کے ایام خوب دیکھے ہیں اور اس ندی میں سے آب رحمت کو پیا ہے۔

نے کہ مارا دست الخ۔ یعنی کیا اس کے دست فضل نے ہم کو نہیں بویا ہے اور کیا اس نے عدم سے ہم کو ظاہر نہیں کیا ہے استفہام انکاری ہے یعنی ایسا ہوا ہے تو ہم کو تو اس سے بہت بڑی مناسبت ہے۔

اے بسا کز وے الخ۔ یعنی ہم نے بہت مرتبہ اس سے نوازش اور کرم دیکھا ہے اور رضا کے باغ میں بہت پھرے ہیں۔

بر سر ما دست الخ۔ یعنی ہمارے سر پر دست رحمت رکھتے تھے اور لطف کے چشمے ہم پر کھولتے تھے۔

وقت طفلی ام کہ الخ۔ یعنی بچپن میں جبکہ میں شیر جو تھا میرا گہوارہ کون ہلاتا تھا وہی یعنی اسی نے مجھے پالا پرورش کیا۔

از کہ خوردم شیر الخ۔ یعنی میں کس کا دودھ پیتا تھا سوائے اس کے دودھ کے اور مجھے کون پالتا تھا سوائے اس کی تدبیر کے۔

خوئے کان با شیر الخ۔ یعنی جو خصلت کہ دودھ کیساتھ جسم میں گئی ہو اس کو آدمی سے کب الگ کر سکتے ہیں اور میرے اندر دودھ کے ساتھ حب حق گئی ہے لہٰذا وہ مجھ سے کب زائل ہو سکتی ہے۔

گر عتابے کرد الخ۔ یعنی اگر دریائے کرم نے عتاب بھی کیا مگر وہ دریائے کرم کب بند ہو سکتے ہیں۔

اصل نقدش لطف الخ۔ یعنی اصل نقد تو اس کا لطف اور کرم اور بخشش ہی ہے اور قہر اس کے اوپر ایک غبار ہے کھوٹ کی طرح۔

از برائے لطف الخ۔ یعنی لطف ہی کرنے کو عالم کو پیدا کیا اور اس کے آفتاب نے زروں کو نوازا اور ان کو بڑھایا۔

فرقت از قہرش الخ۔ یعنی فرقت اگر اس کے قہر کی حاملہ ہے مگر اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے۔

تا دہند جان را فراقش الخ۔ یعنی تا کہ اس کا فراق جان کو تنبیہ کرے اور جان کو ایام وصل کی قدر معلوم ہو جائے۔

گفت پیغمبر کہ حق الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا قصد پیدا کرنے سے احسان کرنا ہے۔

آفریدم تا زمن الخ۔ یعنی میں نے پیدا کیا تا کہ مجھ سے نفع حاصل کریں اور تا کہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں یعنی اس کو حاصل کریں۔

نے برائے الخ۔ یعنی اس لئے نہیں کہ میں اپنا کچھ نفع کروں اور ننگوں سے قبا اتاروں یعنی بندوں سے کیا لوں۔

چند روز یکہ الخ۔ یعنی تھوڑے روز ہوئے اس نے اپنے سامنے سے مجھے نکال دیا ہے مگر میری آنکھ اس کے چہرہ ہی پر لگی ہوئی ہے مطلب یہ کہ لوگ تو سبب کو دیکھ رہے ہیں اور میں مسبب کو دیکھ رہا ہوں کہ

گز چنان روئے الخ۔ یعنی کہ ایسے چہرے سے اور یہ غصہ تعجب کی بات ہے ہر شخص سبب کو دیکھ رہا ہے (کہ اس غصہ کا کیا سبب ہوا ہے)

من سبب راالخ۔ یعنی میں سبب کو نہیں دیکھتا اس لئے کہ وہ حادث ہے اور حادث تو دوسرے حادث ہی کو پیدا کرے گا اور حق تعالیٰ قدیم ہیں اور ان کی صفات بھی قدیم تو ان کی صفت غضب کا سبب حادث شے کیسے ہوسکتی ہے۔

لطف سابق الخ۔ یعنی میں لطف ازلی کا نظارہ کر رہا ہوں اور جو حادث ہے اس کو قطع کر رہا ہوں۔ غرض کہ نالائق بڑا ہی صوفی بنتا ہے اب یہاں اعتراض پڑا کہ جب تو اس طرح فنا ہوگیا ہے تو کمبخت سجدہ کرنے میں امتثال کیوں نہ کیا وہاں انکار کیوں کیا تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے کہتا ہے کہ

ترک سجدہ الخ۔ یعنی ترک سجدہ حسد کی وجہ سے ہی فرض کرتا ہوں کہ تھا مگر وہ حسد عشق کی وجہ سے پیدا ہوا تھا نہ کہ انکار کی وجہ سے مطلب یہ کہ وہ حسد نہ تھا بلکہ رقابت تھی۔

این حسد از دوستی الخ۔ یعنی یہ حسد تو دوستی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ دوست کے ساتھ کوئی دوسرا ہم نشین ہو۔

ہست شرط الخ۔ یعنی دوستی کی شرط غیرت مندی ہے جیسے کہ چھینک کے بعد عمر درازی کی دعا دینا لازمی ہے۔ دوسرے مصرع میں ایک مثال کے طور پر کہہ دیا کہ جیسے وہاں اکثر کہتے ہی ہیں اسی طرح دوستی کے لئے غیرت مندی بھی ضروری ہے ضرور رشک ہوتا ہے۔

چونکہ بر نطعش الخ۔ یعنی جبکہ بساط شطرنج پر سوائے اس کے اور کوئی بازی نہ تھی تو مجھ سے کہا کہ کھیل میں حکم عدولی کرنا کیا جانوں اس قدر بدمعاش ہے کہ دیکھو کیسی باتیں بنا رہا ہے ارے کمبخت تو نے جب سجدہ نہ کیا تھا اس وقت تجھے خبر تھوڑی تھی کہ میری قسمت میں یہ ہے اس وقت تو بدمعاشی ہی تھی اب معلوم ہوا کہ قسمت میں تھا پھر عذر کیسے مسموع ہوسکتا ہے۔ ملعون خبیث جھوٹا مکار۔

آن یکے بازی الخ۔ یعنی وہ ایک بازی جو تھی میں نے کھیل لی اور اپنے کو بلا میں ڈال لیا۔ یعنی ان کی مرضی کو مقدم سمجھا اور خود مر دود بن گیا ایسے ہی تو سیدھے ہیں بدمعاش کہیں کا۔

در بلاہم الخ۔ یعنی اس بلا میں بھی اس کی لذتوں کو چکھ رہا ہوں۔ آخر اسی کا مغلوب ہوں اسی کا ہوں اسی کا ہوں۔

چون رہاند الخ۔ یعنی اے سردار اپنے کو کوئی شخص چارخانہ میں چاروں طرف سے پھنس کر کب بچا سکتا ہے لہٰذا چونکہ اس کی مرضی یوں ہی تھی میں کب بچ سکتا تھا۔

جز و شش الخ۔ یعنی چارخانہ کا جز وکل سے کیونکر چھوٹ سکتا ہے خاص کر کہ بیچوں نے کج رکھا ہو۔ یعنی جو مہرہ کہ چارخانہ کا جز و ہو وہ اس سے کب نکل سکتا ہے اس لئے کہ وہ محیط ہے اور یہ محاط ہے اسی طرح حکم حق تو مجھے محیط تھا میں کس طرح اس سے نکل جاتا اور علیحدہ ہو جاتا جبکہ حق تعالیٰ ہی نے میری قسمت میں مردود ہونا لکھا تھا۔

ہر کہ در شش الخ۔ یعنی جو کہ شش جہت سے آگ میں ہے اس کو تو وہی چھڑا سکتا ہے جو کہ شش جہت کا پیدا

کرنے والا ہے اور اس نے چھڑانا چاہا نہیں لہٰذا نہ چھوٹ سکا اور پھنس گیا۔

خود اگر کفر ست الخ۔ یعنی خواہ کفر ہے اور خواہ اس کا ایمان ہے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اسی کی ملک ہیں لہٰذا اگر ہم سے ایسا فعل صادر ہو بھی گیا تو کیا تعجب ہے۔ اس مکار فریبی کی ان سب باتوں کا باطل ہونا اور کذب ہونا اظہر من الشمس ہے یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے جواب ذیل دیا۔

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر اورا کہ ایں ہا راست ست	لیک بخش تو ازیں ہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اس سے کہا یہ سب درست ہے	لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے
صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی	حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے	نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے
آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست	کیست کز دست تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے	کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟
طبعت اے آتش چو سوزانید نیست	تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے	جب تک تو جلا نہ ڈالے کوئی تدبیر نہیں ہے
لعنت ایں باشد کہ سوزانت کند	اوستاد جملہ دزدانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا	تجھے تمام چوروں کا استاد کر دیا
با خدا گفتی، شنیدی روبرو	من چہ باشم پیش مکرت اے عدو
خدا کے روبرو، تیری کہن سن ہوئی	اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟
معرفت ہائے تو چوں بانگ صفیر	بانگ مرغانست لیکن مرغ گیر
تیری معرفت کی باتیں، سیٹی کی آواز کی طرح ہیں	بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے
صد ہزاراں مرغ را آں رہ زدست	مرغ غرہ کاشنائے آمدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے	پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگ صفیر	از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے	ہوا سے (اتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے
قوم نوحؑ از مکر تو در نوحہ اند	دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے	دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے
عاد را برباد دادی در جہاں	در فگندی در عذاب و اندہاں
تونے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے	عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے
از تو بودہ سنگسار آں قوم لوطؑ	در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی	تیری وجہ سے انہوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا
مغز نمرود از تو آمد ریختہ	اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا	اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کئے
عقل فرعون ذکی فیلسوف	کور گشت از تو نیابید او وقوف
فلسفی، ذہین فرعون کی عقل	اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی
بولہب ہم از تو نااہلے شدہ	بوالحکم ہم از تو بوجہلے شدہ
ابو لہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا	ابوالحکم تیری وجہ سے ابو جہل بنا
اے بریں شطرنج بہر یاد را	مات کردہ صد ہزار استاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے	لاکھوں استادوں کو مات دی ہے
اے ز فرزیں بندہائے مشکلت	سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین (چالوں) سے	بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا
بحر مکری تو خلائق قطرۂ	تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ
تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں	تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں
کے رہد از مکر تو اے مختصم	غرق طوفانیم الا من عصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟	ہم تو طوفان میں غرق ہیں، مگر وہ جس کو اللہ بچائے
بس ستارہ سعد از تو محترق	بس سپاہ جمع از تو مفترق
بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بےنور ہو گئے ہیں	فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں در باختہ	سرنگوں تا قعر دوزخ تاختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں	دوزخ کی گہرائی تک اندھے دوڑے ہیں
بس جو بلعم از تو نومید آمدہ	بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں	بہت سے برصیصا جیسے جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

شرح حبیبی

یہ تقریر سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا یہ باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن تجھ کو ان سے بہرہ نہیں اور یہ تیرا حال نہیں بلکہ محض قال ہے اور مقصود دھوکا دینا ہے تو میری طرح سینکڑوں کی راہ مار چکا ہے اور سرنگ لگا کر خزانہ میں گھس گیا یعنی خفیہ خفیہ دولت ایمان اڑا لے گیا ہے تو تو آگ ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تجھ سے نہ جلوں اور متضرر نہ ہوں لہٰذا میرا تجھ سے متضرر ہونا لازمی ہے اور کچھ مجھ ہی پر موقوف نہیں تمام مخلوق تیرے ہاتھ سے پریشان ہے اے آگ تیرا تو مقتضی طبع ہی جلانا اور نقصان پہنچانا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تو کچھ نہ جلائے اور تیری اس خاصیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ تو ملعون کامل ہے لہٰذا جلانا اور نقصان پہنچانا تیرا مقتضی طبیعت ہو گیا ہے اور تو تمام چوروں کا استاد ہو گیا ہے تو تو وہ شریر ہے کہ حق سبحانہ کے روبرو تو نے بیبا کانہ گفتگو کی تھی۔ پھر میں تیرے مکر کے سامنے کیا چیز ہوں اور یہ جو تو تصوف بھگار رہا ہے مجھے اس کی بھی حقیقت معلوم ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ شکاری جانور کی آواز بولتا ہے وہ ضرور جانوروں کی آوازوں کے مشابہ ہوتی ہے لیکن حقیقت میں جانوروں کی آواز نہیں بلکہ ان کو پھانسنے کا آلہ ہے اس نے لاکھوں جانوروں کو دھوکا دیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا آشنا اور ہمارا ہم جنس آیا ہے اس لئے جب وہ ہوا میں جانور کی بولی سنتے ہیں تو وہ بہ رغبت آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یوں ہی تو نے بھی باتیں بنا بنا کر اور اپنے کو لوگوں کا دوست ظاہر کر کے مخلوق خدا کو دام تزویر میں پھنسایا ہے۔ چنانچہ قوم نوحؑ تیرے مکر سے رو رہی ہے ان کا دل جل کر کباب ہو گیا ہے سینہ پارہ پارہ ہے۔ عاد کو تو نے تباہ ہی کر دیا اور اس کو عذاب الٰہی اور سینکڑوں طرح کے رنج و غم میں پھنسا ہی دیا۔ قوم لوط کو سنگسار تیرے ہی سبب کیا گیا اور انہوں نے کیچڑ میں تیرے ہی سبب غوطہ کھایا۔ نمرود کا بھیجا تیرے ہی سبب نکلا۔ ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔ میں کہاں تک بیان کروں۔ فرعون سا عاقل اور حکیم تیری بدولت اندھا ہوا اور حق سبحانہ کو نہ سمجھ سکا ابولہب تیرے ہی سبب نالائق ہوا اور ابوالحکم تیری ہی بدولت ابوجہل بنا۔ غرض بساط شطرنج امتحان پر تو نے ہزاروں ماہروں کو شکست دی ہے اور تیرے سخت داؤ پیچوں سے مخلوق کے دل کباب ہو گئے ہیں اور تیرا دل بھی یہ ظلم کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ہے۔ تو مکر کا ایک سمندر ہے اور تمام مخلوق ایک قطرہ تو مکر کا ایک پہاڑ ہے اور یہ سیدھے سادھے لوگ ایک ذرہ۔ پھر یہ بیچارے تیرے مکر سے کیونکر چھوٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم تیرے مکر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں بجز ان لوگوں کے جن کی حق سبحانہ نے دستگیری

فرمائی اور کہہ دیا۔ **ان عبادی لیس لک علیھم سلطان** بہت سے نیک ستارے یعنی اچھے آدمی تجھ سے منحوس ہو گئے اور شقی بن گئے اور بہت سے مجتمع لشکر تیرے ہاتھوں تتر بتر ہو گئے۔ بہت سے سیدھے سادھے لوگوں نے تیری بدولت اپنا دین برباد کر دیا اور سر کے بل قعر دوزخ میں چلے گئے۔ بہت سے آدمی بلعم کی طرح تیرے ہاتھوں رحمت حق سے ناامید ہو گئے اور برصیصا کی طرح بہت سے لوگ تیرے ہاتھوں کافر ہو گئے۔

(ف) بلعم باعور قوم بنی اسرائیل کا ایک مشہور آدمی ہے اور برصیصا بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی تھا اتفاقاً اس سے زنا ہو گیا اور زنا سے حمل رہ گیا اس نے خوف رسوائی سے عورت کو قتل کر دیا۔ تحقیقات کے بعد مجرم کا سراغ لگ گیا اور پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اس وقت شیطان نے کہا کہ اگر تو اس وقت مجھے سجدہ کرے تو میں تجھے بچالوں اس نے شیطان کو سجدہ کیا اور فوراً پھانسی ہو گئی اور کافر ہو کر مرا۔ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس کے مکر کی تقریر کرنا

گفت امیر اورا الخ۔ یعنی حضرت امیرؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے لیکن تیرا حصہ اس سے کم ہے۔ مطلب یہ کہ یہ بالکل درست ہے کہ جو کوئی کہ مردود ہو جائے تو حق تعالیٰ سے اس کو ہمیشہ امید رکھنی چاہیے وغیرہ وغیرہ مگر تو تو مردود و ملعون مطلق ہے تیرے لائق یہ باتیں نہیں ہیں۔۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی مجھ جیسے لاکھوں کی تو نے رہزنی کی ہے اور نقب لگا کر تو خزانہ میں آ گیا ہے۔ (اور وہاں سے علوم و معارف کو چرا کر لے گیا ہے)

آتشے از تو الخ۔ یعنی تو ایک آگ ہے میں تجھ سے جل جاؤں تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور وہ کون ہے کہ جس کا جامہٗ (تقویٰ) تیرے ہاتھ سے دریدہ نہیں ہے۔

طبعت اے الخ۔ یعنی تیری طبیعت اے آتش جب جلانے والی ہے تو تو جب تک کسی شے کو جلا نہ لے گی (اس وقت تک) کوئی علاج ہی نہیں ہے یعنی تو تو اضطراراً نقصان پہنچائے گا اس لئے کہ یہ تو تیری سرشت میں ہے۔

لعنت این باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ شے ہے کہ تجھے سوزان کر دیا اور تمام چوروں کا استاد تجھے کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب لعنت ہوئی اسی وقت تو نے اضرار و اضلال شروع کیا تو لعنت سبب ہے اس اضرار کا اس لئے فرماتے ہیں کہ دیکھ تجھے سوزان کر دیا اور سب چوروں کا گرو گھنٹال کر دیا ہے کہ وہ تو جان و مال ہی لیتے ہیں مگر آپ کا دھاوا ایمان پر ہوتا ہے۔

با خدا گفتی شنیدی الخ۔ یعنی تو نے خدا کے سامنے تو گفت و شنید کی ہے تو میں تیرے مکر کے آگے کیا چیز ہوں اے عدو۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تو چپ نہ ہوا بلکہ اسی طرح زبان چلتی رہی تو پھر ہم تو کیا ہی

چیز ہیں جو تو ہم سے چپ ہوگا۔

معرفتہائے تو چون الخ۔ یعنی تیری یہ معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں کہ ہے تو (مثل) آواز مرغ کے مگر (حقیقت میں) جانور کو پھنسانے والی ہے۔ بانگ صفیر کہتے ہیں اس سیٹی کی آواز کو جس کو صیاد بجاتا ہے اور اس سے جانوروں کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے ہم جنس جانور اس کو سن کر آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں اسی طرح یہ شیطان کی باتیں بظاہر تو بہت ہی چکنی چپڑی معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں بلا میں ڈالنے والی ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

قوم نوح از الخ۔ یعنی تیرے مکر کی وجہ سے قوم نوح مصیبت میں ہیں دل کباب اور سینہ پارہ پارہ ہیں۔

عادرا برباد الخ۔ یعنی قوم عاد کو تو نے ہی جہان میں برباد کیا ہے اور ان کو عذاب اور تکالیف میں ڈالا ہے۔

از تو بود این الخ۔ یعنی تیری ہی وجہ سے یہ قوم لوط کی سنگساری ہوئی تھی کہ وہ عذاب میں تیری وجہ سے غوطہ لگا رہے ہیں۔

مغز نمرود الخ۔ یعنی نمرود کا دماغ تیری ہی وجہ سے پارہ پارہ ہوا ہے ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔

عقل فرعون ذکی الخ۔ یعنی فرعون ذکی اور فیلسوف کی عقل تیری وجہ سے اندھی ہوگئی اور اس نے واقفیت نہ پائی۔

بولہب ہم از تو الخ۔ یعنی بولہب تیری ہی وجہ سے ایک نااہل ہوگیا اور ابوالحکم بھی تیری ہی وجہ سے بوجہل بن گیا۔ ابوجہل کی اصل کنیت ابوالحکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کنیت رکھی ہے مگر اب تو یہی مشہور ہے۔ ابوالحکم کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ کس کھیت کی بتھوی ہیں اور ان لوگوں کو شیطان کی وجہ سے معذب ہونا اور تباہ ہونا ظاہر ہے کہ انہیں حضرت نے بہکایا تب ہی تو وہ غارت ہوئے اس لئے حضرت معاویہؓ فرما رہے ہیں کہ تو نے تو ایسے ایسے عقلمندوں کو اور بڑے بڑے مدعیان عقل کو بہکایا ہے تو بھلا میں تو کیا شے ہوں کہ جو تو مجھے نہ بہکاتا ضرور اس میں کوئی بات ہے کہ تو مجھے جگاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

اے برین الخ۔ یعنی ارے تو نے یادگاری کے واسطے اس شطرنج (دنیا) پر ہزاروں استادوں کو مات کیا ہے۔

اے زفرزین الخ۔ یعنی ارے تیری ان مشکل تدابیر سے جانیں جل گئی ہیں اور تیرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔

بحر مکری تو الخ۔ یعنی تو تو مکر کا ایک دریا ہے اور دیگر مخلوق (مثل) ایک قطرہ کے ہے اور تو ایک پہاڑ کی طرح ہے اور یہ سیدھے سادے لوگ ایک ذرہ کی مثل ہیں۔ مطلب یہ کہ تیری تدابیر اور مکر کے سامنے کسی کی نہیں چلتی تو وہ کمبخت ہوشیار ہے۔

کے رہد از مکر الخ۔ یعنی ارے جھگڑالو تیرے مکر سے وہ مخلوق کب چھوٹ سکتی ہے (جبکہ تیری یہ حالت ہے) ہم تو طوفان (بلا) میں ڈوب گئے ہیں مگر جو کہ بچایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اب تو تیرے قابو میں پڑ گئے ہیں خدا ہی بچائے تو اس سے چھوٹ سکتے ہیں۔

بس ستارہ الخ۔ یعنی بہت سے سعد ستارے تیری وجہ سے نحس ہوگئے ہیں اور بہت سے سپاہیوں کی جماعت

تیری وجہ سے الگ ہوگئی ہے مطلب یہ کہ تیری وہ ذات ہے کہ تیری (وجہ سے لاکھوں اچھے آدمی بُرے بن گئے ہیں اور دلوں میں حسد اور کینہ وغیرہ بیٹھ گیا ہے)

بس مسلمان الخ۔ یعنی بہت سے مسلمانوں نے تیری وجہ سے دین کو ہار دیا ہے اور اوندھے ہوکر قعر دوزخ تک پہنچ گئے ہیں۔

پس چو بلعم الخ۔ یعنی بہت سے لوگ بلعم کی طرح تیری وجہ سے ناامید ہو گئے ہیں اور بہت سے برصیصا کی طرح تیری وجہ سے کافر ہو گئے ہیں۔ برصیصا ایک عابد بنی اسرائیل ہے اس نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے حمل رہا تو خوف رسوائی سے اس کو یا اس کے بچہ کو مار ڈالا اور پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا تو دیکھو باوجودیکہ ایک بہت بڑا عابد تھا مگر اس شیطان کی بدولت یوں گمراہ ہوا تو بھلا پھر ہم تو کیا اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور کہاں اس سے بازی لے جاسکتے ہیں آگے پھر ابلیس جواب دیتا ہے کہ

جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبت سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا	من محکم قلب را و نقد را
ان سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھول دیجئے	میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں
امتحان شیر و کلبم کرد حق	امتحان نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے	مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعہ) امتحان بنایا ہے
قلب را من کے سیہ رو کردہ ام	صیر فیم قیمت او کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رو بنایا ہے	میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے
نیکواں را رہنمائی می کنم	مر بداں را پیشوائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں	(اور) بروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں
صالحاں را مقتدا و مامنم	طالحاں را نیز یاری می کنم
میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں	میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں
باغبانم شاخ تر می پرورم	شاخہائے خشک را ہم می برم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں	سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہر چیست	تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟	تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے
سگ چو از آہو بزاید بچکے	در سگے و آہوئے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے	اس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے
تو گیاہ و استخواں پیشش بریز	تا کدامیں سوکند او گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے	دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے
گر بسوئے استخواں آید سگ ست	ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے کتا ہے	اگر گھاس کی طرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے
قہر و لطفے جفت شد با ہمدگر	زاد ازیں ہر دو جہان خیر و شر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہربانی ملے	ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا
تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن	قوت نفس و قوت جاں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر	نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر
گر غذائے نفس جوید ابتر ست	ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے	اگر روح کی غذا چاہے تو بڑا ہے
گر کند او خدمت تن ست خر	در رود در بحر جاں یابد گہر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے	اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے
گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند	لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں	لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں
انبیا طاعات عرضہ می کنند	دشمناں شہوات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں	(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں
نیک را چوں بد کنم یزداں نیم	داعیم من خالق ایشاں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں بلانے والا ہوں میں انکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں
خوب را چوں زشت سازم رب نیم	زشت را و خوب را آئینہ ام
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

سوخت ہندو آئینہ از درد را	کایں سیہ رومی نماید مرد را
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا	کہ یہ اس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے
گفت آئینہ گناہ از من نبود	جرم او را نہ کہ روئے من زدود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی	اس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے
او مرا غماز کرد و راست گو	تا بگویم زشت کو و خوب کو
اس نے مجھے چغل خور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے	تاکہ میں کہہ دوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟
من گواہم برگوا زنداں کجاست	اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں گواہ ہوں، گواہ کے لئے قید خانہ کب ہے؟	میں قیدی نہیں ہوں، خدا گواہ ہے
ہر کجا بینم نہال میوہ دار	تربیتہا می کنم من دایہ دار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں	میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں
ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک	می ببرم تا رہد از پشک و مشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں	میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی ونگنی سے بچے
خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ	مر مرا چہ می بری سر بے خطا
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!	تو بلاقصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے
باغباں گوید خمش اے زشت خو	بس نباشد خشکی تو جرم تو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ	کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟
خشک گوید راستم من کژ نیم	تو چرا بے جرم می بری پیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں	تو بلاقصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟
باغباں گوید اگر مسعودیئے	کاشکے کژ بودی و تر بودیئے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا	کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا
جاذب آب حیات گشتئے	اندر آب زندگی آغشتئے
(اگر) آب حیات کو جذب کرنیوالا ہوتا	تو آب حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا
تخم تو بد بودہ است و اصل تو	با درخت خوش نبودہ وصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی	اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

شاخ تلخ ار با خوشے وصلت کند	آں خوشے اندر نہادش برزند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے	وہ اچھا اس کے وجود میں اثر کرے
گر ترا بیدار کردم بہر دیں	خوئے اصل من ہمیں ست وہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے	میری اصل عادت ہی یہ ہے

شرح حبیبی

ابلیس نے امیرالمومنین سے کہا کہ آپ ناحق مجھ پر اضلال کی تہمت لگاتے اور بے وجہ مجھ سے کینہ رکھتے ہیں آپ اپنے دل سے ان گرہوں کو کھولئے کیونکہ میں مضل نہیں بلکہ کھرے کھوٹے کی کسوٹی ہوں حق سبحانہ نے مجھے شیر حق اور سگ دنیا کے امتحان کا آلہ بنایا ہے اور کھرے کھوٹے کی جانچ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ پس جو کھوٹا ثابت ہوتا ہے اس کو میں کھوٹا نہیں بناتا۔ کیونکہ کھوٹ تو اس کی ذات میں ہے۔ میں تو صراف ہوں اس کی قدر و قیمت ظاہر کرتا ہوں میں نیکوں کی بھی رہنمائی کرتا ہوں کہ ان کو اچھا راستہ بتاتا ہوں (**ولا تلتفت الی ماقال ولی محمد فانہ اعتراف بالاضلال والشیطان یتبرا منہ**) اور بروں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں کہ ان کو غلط راستہ بتاتا ہوں اور وہ اس پر چلنے لگتے ہیں لہٰذا میں نیکوں کا بھی مقتدا اور مامن ہوں اور بروں کا بھی معین و مددگار غرض جو جس قابل ہوتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں لہٰذا میری مثال ایسی ہے جیسے باغبان کہ شاخ تر کی پرورش کرتا ہے اور خشک کو کاٹتا ہے یوں ہی میں بھی اہلوں کی تربیت کرتا ہوں اور نااہلوں کی جڑ کاٹتا ہوں میں ان کے سامنے اچھے برے چارے رکھتا ہوں کیوں فقط اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس قسم کا جانور ہے۔ اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ہرن اور کتے کے میل سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہرن یا کتے ہونے میں شک ہوتا ہے پس اگر تم کو ضرورت ہے کہ ایک جانب متعین کرو تو گھاس اور ہڈی دونوں قسم کا چارہ اس کے سامنے ڈالو اور دیکھو کہ کس کی طرف دوڑتا ہے اگر ہڈی کی طرف دوڑے تو سمجھو کہ کتا ہے اور اگر گھاس کا طلب گار ہے تو سمجھو کہ ہرن ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوں ہی قہر و لطف حق سبحانہ کے اختلاط سے یہ عالم خیر و شر پیدا ہوا ہے اب اگر تم کو ضرورت ہے کہ کسی کی خیریت و شریت معلوم کرو تو ہڈی اور گھاس سامنے ڈال کر دیکھو یعنی غذائے نفس و غذائے روح دونوں اس کے سامنے رکھو اگر طالب غذائے نفس (شہوات ولذات) ہو تو سمجھ لو کہ شر ہے اور اگر طالب غذائے روحانی ہی تو سمجھ لو کہ بہتر ہی اگر وہ تن پرور ہے تو سمجھ لو کہ خر ہے اور اگر بحر جان میں غوطہ لگاتا ہے اور طالب حق ہے تو سمجھ لو کہ گوہر معرفت حاصل کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ انبیاء تو طاعات پیش کرتے ہیں اور اہالہ شیاطین شہوات پیش کرتے ہیں اگرچہ یہ دونوں آپس میں یوں اختلاف رکھنے والے کہ ایک فریق طاعات پیش کرتا ہے اور دوسرا شہوات خیر و شر ہیں۔ بایں معنی کہ

جوفریق طاعات پیش کرتا ہے خیر ہے اور جو شہوات پیش کرتا ہے شر ہے۔ مگر نتیجہ کے لحاظ سے دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں یعنی تمیز بین السعید والشقی اور ان میں جو فرق خیریت وشریت ہے اس کی بنا نیت وقصد ہے کہ ایک کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ طاعات کو قبول کر کے اچھے ہو جائیں اور دوسرے کا مقصد یہ ہے کہ شہوات کو قبول کر کے بُرے ہو جائیں لہٰذا اول خیر ہے اور دوسرا شر ف پس سمجھو کہ ''گر چہ این دو'' الخ مضمون کے لحاظ سے مؤخر ہے اور ''انبیا طاعات'' الخ مقدم مگر ذکر میں ترتیب بدلی ہوئی ہے اس لئے ناظرین کو دھوکا ہوتا ہے فتدبر) مولانا اس مضمون کو یہاں پر ختم کر کے پھر گفتگوئے ابلیس کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیطان کہتا ہے کہ درحقیقت میں اچھے اور بُرے لوگوں میں تمیز کرتا ہوں میں نیک کو بد نہیں کرتا کیونکہ یہ کام خدا کا ہے سو میں خدا نہیں میں تو محض داعی ہوں میں پھر کہتا ہوں کہ میں اچھے کو بُرا نہیں کرتا یہ کام رب العٰلمین کا ہے اور میں رب العالمین نہیں بلکہ اچھے اور بُروں کے لئے آئینہ ہوں۔ میرے ذریعہ سے اچھوں کی اچھائی اور بُروں کی بُرائی ظاہر ہو جاتی ہے ایک ہندوستانی نے آئینہ سے اس لئے کبیدہ خاطر ہو کر کہ وہ اس کو کالا منہ دکھلاتا ہے جلا دیا تھا تو اس پر آئینہ نے کہا تھا کہ میرا قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو اس کا ہے جس نے آئینہ بنایا۔ اسی نے مجھے چغل خور اور سچا بنایا ہے تاکہ میں صاف کہہ دوں کہ کون بُرا ہے اور کون اچھا ہے پس یوں ہی میں کہتا ہوں کہ میں آئینہ ہوں اچھے کی اچھائی اور بُرے کی برائی ظاہر کرتا ہوں۔ میرا کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ ہی نے مجھے ایسا بنایا ہے اگر قصور ہو سکتا ہے تو خدا کا۔ جب خدا کا بھی قصور نہیں کیونکہ وہ مالک ومختار ہے جس کو جیسا چاہے بنائے تو میرا کیا قصور میں تو گواہ ہوں لوگوں کی اچھائی اور برائی کا۔ گواہ کو بھی کہیں جیل خانہ ہوا ہے میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں جیل خانہ کا مستحق نہیں۔ لہٰذا تم میری برائی کا خیال چھوڑ دو اور مجھے برا نہ سمجھو۔ میں تو جہاں کہیں میوہ دار درخت دیکھتا ہوں اور جس کو صالح پاتا ہوں اس کی دایہ کی طرح تربیت کرتا ہوں۔ ہاں جہاں درخت تلخ اور خشک یعنی نا قابل اصلاح آدمی پاتا ہوں اس کی جڑ کاٹتا ہوں۔ غرض میں مینگنی اور مشک میں تمیز کرتا ہوں۔ اچھے برے کو پہچانتا ہوں جیسا کوئی ہوتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ اگر برا مجھ پر اعتراض کرے تو اس کا اعتراض بے ہودہ ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ خشک لکڑی باغبان سے کہتی ہے کہ مرد آدمی تو میرا سر بے قصور کیوں کاٹتا ہے۔ اس کا جواب باغبان یہ دیتا ہے کہ چپ رہ کیا خشک ہونا تیرا کافی گناہ نہیں ہے کیا اس کے علاوہ کسی اور گناہ کی بھی ضرورت ہے اس پر خشک لکڑی کہتی ہے کہ میں تو سیدھی ہوں ٹیڑھی بھی نہیں پھر بے قصور تو میری جڑ کیوں کاٹتا ہے۔ تو باغبان اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ کاش تو مسعود ہوتی تر ہوتی کہ آب حیات کو جذب کر سکتی اور آب زندگی سے آلودہ ہو سکتی گو کج ہوتی۔ لیکن تیرا تو تخم ہی برا ہے اور جڑ ہی اچھی نہیں نہ تیرا کسی اچھے درخت سے پیوند ہی ہے۔ اگر یہ بھی ہوتا تو بھی میں تجھے نہ کاٹتا۔ کیونکہ اگر شاخ تلخ کسی خوش درخت میں لگا دی جائے تو اس کی خوش مزگی اس میں اثر کر جاتی ہے جب یہ بھی نہیں تو میں تجھے کس امید پر رکھ سکتا ہوں۔ یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی اپنی ذات سے برا اور نا قابل اصلاح ہوتا ہے

اور کسی نیک کی صحبت میں بھی نہیں ہوتا تو میں اس کو ہی نقصان پہنچاتا ہوں۔ نہ کہ اچھوں کو یا ان کی صحبت والوں کو۔ جب میری یہ حالت ہے تو اگر میں نے تم کو ایک دین کے کام کے لئے جگایا ہے تو تم کو تعجب نہ کرنا چاہیے اور بدگمان نہ ہونا چاہیے کیونکہ اصل خصلت میری یہی ہے۔

شرح شبّیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو مکر کے چھپانے کیلئے پھر جواب دینا

گفت ابلیس الخ۔ یعنی شیطان نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ اس گرہ کو (جو تمہارے قلب میں میری جانب سے پڑ گئی ہے) کھول دو اس لئے کہ میں تو بھلے بُرے کی کسوٹی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری وجہ سے بھی بھلے برے کا امتیاز ہوتا ہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ہوتا ہے تو میرا وجود بھی رحمت ہے لہٰذا مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں اور اس سے بھلے بُرے کا متمیز ہونا ظاہر ہے۔

امتحان شیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھے شیر اور کتے کا امتحان بنایا ہے اور مجھے کھوٹے کھرے کا امتحان بنایا ہے کہ میری ہی وجہ سے معلوم ہو جاتا ہے یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے۔

قلب را من الخ۔ یعنی کھوٹے کو میں نے سیہ کب کیا ہے میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری مثال کسوٹی اور صراف جیسی ہے تو کسوٹی یا صراف سونے کو کھوٹا کھرا تھوڑا ہی کر دیتے ہیں بلکہ صرف بتا دیتے ہیں کہ یہ کھوٹا ہے یہ کھرا۔ اور یہ صفت اس میں پہلے سے ہوتی ہے اسی طرح صفات ذمیمہ اور حمیدہ جو بھی ہوں انسان میں خود پہلے سے ہوتی ہیں میری وجہ سے صرف ان کا ظہور ہو جاتا ہے اس لئے میری کیا خطا ہاں اگر میں کسی کو برا بھلا بناتا تو بے شک مجھ پر الزام تھا۔

نیکوانرا الخ۔ یعنی نیکوں کی تو رہنمائی کرتا ہوں اور بدوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں غرضکہ جو جیسا ہے اس کو اس میں لگا دیتا ہوں باقی خود کچھ نہیں کرتا۔

صالحانرا الخ۔ یعنی صالحوں کا میں مقتدا ہوں اور جائے پناہ ہوں اور بدبختوں کی بھی میں مدد کرتا ہوں۔

باغبانم شاخ الخ۔ یعنی میں تو باغبان ہوں شاخ تر کی تو پرورش کرتا ہوں اور خشک شاخوں کو بھی کاٹتا ہوں۔ غرض کہ جو جیسا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ آگے کہتا ہے کہ میری تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کتے اور ہرن کی جفتی سے ایک بچہ پیدا ہوا اور لوگوں میں اختلاف ہوا کہ یہ ہرن ہے یا کتا۔ تو اس کا امتیاز کسی نے اس طرح کیا کہ اول اس کے سامنے گھاس رکھا اگر گھاس کھا لیا معلوم ہو گیا کہ ہرن ہے اگر نہ کھایا تو ہڈی رکھی اگر وہ کھا لی تو معلوم ہو گیا کہ کتا ہے اسی طرح اس دنیا میں برائی بھلائی مل کر ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ انسان ہے اب اختلاف ہوا کہ یہ

براہے یا بھلاتو میں نے اس کے سامنے دونوں راستے رکھ دیئے اگر براہے تو برائی کی طرف گیا اور اگر اچھا ہے تو بھلائی کی طرف جائے گا۔ تو جب میں تمیز دینے والا ہوں تو اس میں خود میری کیا خطا بتاؤ۔ اب سمجھو کہ بکتا ہے کہ

این علفہا می نہم الخ۔ یعنی میں غذائیں رکھ رہا ہوں بھلا کس لئے (اس لئے کہ) تا کہ ظاہر ہو جائے کہ جانور کس کی جنس سے ہے۔

سگ چواز آ ہوا الخ۔ یعنی کتے کے ایک ہرن سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے کتے ہونے میں اور ہرن ہونے میں کوئی شک رکھے۔

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی اس کے سامنے ڈال تا کہ معلوم ہو کہ کس کی طرف وہ رغبت کرتا ہے۔

گر بسوئے الخ۔ یعنی اگر ہڈی کی طرف آئے تب تو وہ کتا ہے اور اگر گھاس کو تلاش کرے تو آ ہو نسل ہے۔

اسی طرح دنیا میں بھی ہو رہا ہے کہ۔

قہر و لطفے الخ۔ یعنی قہر اور لطف دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جفت ہوئے تو ان دونوں سے دنیا بھلی بری پیدا ہوئی تو اس بھلے برے کی تمیز کی یہ صورت ہے کہ

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی دونوں کو پیش کر دے (آگے اس ہڈی اور گھاس کا بیان ہے یعنی) نفس اور روح دونوں کی روزی کو پیش کر دے الخ۔

گر غذائے الخ۔ یعنی اگر غذا نفس کی تلاش کرے تب تو وہ برا ہے اور اگر غذا روح کی چاہے تو سردار ہے تو میں یہی تو کرتا ہوں کہ دونوں راہیں سامنے کر دیں جس راہ سے مناسبت ہوئی اسی کو اختیار کر لیتا ہے۔

گر کند او خدمت الخ۔ اگر وہ تن کی پرورش میں لگ جائے تب تو گدھا ہے اور اگر دریائے جان میں جائے تو موتی پائے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص شہوت وغضب وغیرہ اخلاق ذمیمہ کو اختیار کرے تب تو وہ بے وقوف ہے اور سمجھ لو کہ اس میں صلاحیت خیر کی نہیں ہے اور اگر پرورش روح کی کرے تو اس کو علوم و معارف حاصل ہوں گے آگے کہتا ہے کہ

گر چہ این الخ۔ یعنی اگر چہ یہ دونوں مختلف خیر و شر ہیں لیکن یہ دونوں ہیں ایک ہی کام میں اور وہ کام یہ ہے کہ دونوں ممیّز ہیں اگر شیطان ہے تو وہ بھی ممیّز ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام ہیں وہ بھی ممیّز ہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ

انبیا طاعات الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام تو طاعات کو پیش کرتے ہیں (اور اس سے نیک و بد میں تمیز ہوتی ہے) اور دشمن (دین) شہوات کو پیش کرتے ہیں (اس سے فرق ہوتا ہے مگر کام دونوں کا انبیا و شیاطین کا ایک ہی ہوا یعنی نیک و بد میں فرق کرنا) اور کہتا ہے کہ

نیک را من بد کنم الخ۔ یعنی میں جو نیک کو بد کر دوں تو خدا تو نہیں ہوں۔ میں تو داعی ہوں ان کا خالق تو نہیں ہوں۔

خوب را من زشت الخ۔ یعنی میں بھلے کو برا بنا دوں میں کوئی خدا تو نہیں ہوں برے بھلے کا آئینہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ میری قدرت میں یہ تو نہیں ہے کہ برے کو بھلا اور بھلے کو برا کر دوں اس لئے کہ یہ تو خدا کا کام

ہے۔ ہاں صرف اس قدر ہے کہ میرے ذریعہ سے نیک و بد معلوم ہو جاتا ہے تو اس میں میری کیا خطا ہے اس لئے کہ اگر آئینہ میں بری صورت بری معلوم دے تو آئینہ کی کیا خطا وہ صورت ہی بری ہے ہاں جو سمجھے گا نہیں وہ آئینہ کی خطا بتائے گا جیسے کہ ایک شخص بدصورت نے آئینہ دیکھا جب کالی کلوٹی صورت نظر آئی تو اس کو آگ میں ڈال دیا کہ اس کمبخت نے میری صورت بری کر دی آگے بطور تمثیل کے اسی کا قصہ بیان کرتا ہے کہ

سوخت ہندو الخ۔ یعنی ایک ہندی آدمی نے آئینہ کو تکلیف کی وجہ سے جلا دیا کہ یہ آدمی کو سیاہ رو دکھاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک ہندی نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ جیسی تھی ویسی معلوم ہوئی تو آپ نے غصہ میں آ کر اس کو آگ میں ڈال دیا کہ یہ تو کمبخت انسان کی صورت بگاڑ کر دکھاتا ہے لہٰذا اس کو ناپید کر دینا چاہیے۔

گفت آئینہ گنہ الخ۔ یعنی آئینہ بولا کہ میری خطا نہیں ہے اس کی خطا بتا کہ جس نے آئینہ بنایا ہے۔

او مرا غماز الخ۔ یعنی اس نے غماز سچ بولنے والا بنایا ہے تا کہ میں بتا دوں کہ اچھا کون ہے اور برا کون ہے مطلب یہ ہے کہ آئینہ نے کہا کہ بھائی میری کیا خطا ہے جس نے مجھے اس قدر صاف اور مصقل بنایا ہے اس کی خطا ہے باقی مجھے تو چونکہ صیقل کر دیا ہے اس لئے مجھے چغل خور بنایا مگر راست گو بنایا غمازی کرتا ہوں مگر سچی جو بات واقعی ہوتی ہے اس کو ظاہر کر دیتا ہوں اگر کوئی اچھائی ہے تو اس کی اچھائی کو اور اگر کوئی برائی ہے تو اس کی برائی کو ظاہر کر دیتا ہوں تو شیطان کہتا ہے کہ میں تو زشت و خوب کے لئے آئینہ کی طرح ہوں۔ جیسا ہوتا ہے میرے اندر نظر آ جاتا ہے تو یہ میری خطا تو نہیں ہے بلکہ جس نے مجھے ایسا بنایا ہے یعنی حق تعالیٰ نے اس کی خطا ہو سکتی ہے اور ان کی خطا ہونا محال اور میری خطا یوں نئی لہٰذا کسی کی بھی خطا نہیں ہے خود انسان ہی کی خطا ہے کہ وہ برا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ

من گواہم الخ۔ یعنی میں تو گواہ ہوں اور گواہ کو قید خانہ نہیں ہوتا۔ میں قیدیوں میں سے نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ میں کوئی میوہ دار درخت دیکھتا ہوں تو اس کو دایہ کی طرح پالتا ہوں۔

ہر کجا بینم درخت الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ کوئی درخت تلخ اور خشک دیکھتا ہوں اس کو کاٹ ڈالتا ہوں اس لئے کہ میں مشک اور مینگنی کو پہچانتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں بھلے برے کو خوب جانتا ہوں جو اچھا ہوتا ہے اس کی پرورش کرتا ہوں اور جو برے ہوتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح تباہ و برباد کر دیتا ہوں۔ آگے کہتا ہے کہ

خشک گوید باغبانرا الخ۔ یعنی وہ خشک باغبان سے کہتا ہے کہ اے نوجوان میرا سر بے خطا کیوں کاٹ رہا ہے۔

باغبان الخ۔ یعنی باغبان کہتا ہے کہ اے زشت خو چپ رہ کیا تیرا خشک ہونا جرم کافی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے کاٹنے کے لئے اور کسی جرم کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے صرف یہ جرم کافی ہے کہ تو خشک ہے۔ اسی طرح جب میں (شیطان) کسی کو جہنم واصل کرتا ہوں اور وہ کہے کہ کیوں مجھے برباد کر رہا ہے میری کیا خطا ہے تو کہتا ہوں کہ یہ تیری بدی اور برا ہونا کیا کچھ کم گناہ ہے تیرا تو یہی بہت بڑا گناہ ہے کہ تو بُرا ہے۔

خشک گوید الخ۔ یعنی وہ خشک کہتا ہے کہ ارے میں تو سیدھا ہوں ٹیڑھا بھی نہیں ہوں تو کیوں بے خطا میری جڑ کاٹ رہا ہے۔

باغبان گویدالخ۔ یعنی باغبان کہتا ہے کہ اگر تو نیک بخت ہوتا تو کاش کہ کج ہو مگر تر ہوتا۔

جاذب آب الخ۔ یعنی تو آب زندگانی کا جاذب ہوتا اور آب زندگی میں ملا ہوا ہوتا۔ تو اسی طرح جب کوئی بدخُو کہتا ہے کہ مجھے کیوں برباد کیا ہے میں نے کیا خطا کی میں تو ظاہر میں کیسا اچھا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ ہاں ظاہر میں تو اچھا ہے مگر یہ تیری بھلائی کسی کام کی نہیں ہے کاش کہ تو بظاہر خوبصورت نہ ہوتا مگر تیری سیرت بھلی ہوتی اور تیرے اندر قابلیت علوم ومعارف کے حاصل کرنے کی ہوتی اور کہتا ہے کہ

تخم تو بدبودہ الخ۔ یعنی تیرا تخم برا ہے اور تیری اصل بھی اور تیرا میل کسی اچھے درخت کے ساتھ نہ ہو سکتا۔ اس لئے تجھے قطع کیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر تر ہوتا تب تو کسی شاخ شیریں میں پیوند کر دیا جاتا اور اس سے تیرے اندر بھی شیرینی آ جاتی مگر اب جب کہ خشک ہے اب تو تو کسی کام ہی کا نہیں ہے۔

شاخ تلخ ار الخ۔ یعنی اگر شاخ تلخ (تر) کسی اچھے کے ساتھ پیوند ہو جاتی ہے تو وہ اچھا اس میں اثر کرتا ہے مگر تو کہ خشک ہے تیرے اچھے ہونے کی کوئی تدبیر ہی نہیں لہٰذا اب تیرا نہ ہونا ہی بہتر ہے تو شیطان کہتا ہے کہ جس طرح باغبان اس خشک کو قطع کر دیتا ہے میں بھی یہی کرتا ہوں اور اس کو جہنم رسید کر دیتا ہوں۔ یہ ساری تحقیقات بیان کر کے آگے خبیث پھر حضرت معاویہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ

گر ترا بیدار الخ۔ یعنی اگر آپ کو میں نے دین کے لئے جگا بھی دیا تو میری اصل خو تو یہی ہے (پھر تعجب کیوں ہے) جب حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہ یوں نہ بتائے گا تو سختی شروع کر دی اور فرمایا

عنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیرا اے راہزن حجت مگو	مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر	تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر
رہزنی تو من غریب تاجرم	ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں	"تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟
گرد رخت من مگرد از کافری	تو نہ رختِ کسے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا	تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے
مشتری نبود کسے را راہزن	ور نماید مشتری مکرست وفن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے	اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے، مکاری اور چالاکی ہے

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ارے ڈکیت زیادہ دلیل نہ کر میرے اندر تیرا راستہ نہیں تو میرے اندر راستہ نہ تلاش کر۔ یعنی میں تیری باتوں میں نہ آ ؤنگا۔ مجھ سے نہ اڑ تو ڈکیت ہے اور میں مسافر تاجر ہوں صاحب بصیرت ہوں لہٰذا میں تیرے ہر مکروزور کے لباس کو نہیں خرید سکتا۔ بلکہ میں پہچان لوں گا کہ اس میں نقص ہے خریدنے کے قابل نہیں یعنی میں تیری بناوٹ کو سمجھتا ہوں لہٰذا میں نہیں مان سکتا تو میرے متاع ایمان کے گرد بے ایمانی سے نہ پھر میں جانتا ہوں کہ تو چور ہے مال اڑانا چاہتا ہے نہ کہ خریدار و قدردان۔ ڈکیت مشتری نہیں ہوسکتا۔ اگر وہ اپنے کو مشتری ظاہر کرے تو یہ اس کا مکر وفریب ہے۔

نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہؓ بحق تعالیٰ از مکر ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

تاچہ دارد ایں حسود اندر کدو	اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟	اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے
گر یکے فصل دگر در من دمد	در رباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا	یہ ڈاکو نمدہ اڑے لے جائے گا
ایں حدیثش ہمچو دود ست اے الٰہ	دست گیر ار نہ گلیمم شد سیاہ
اے خدا! یہ اس کی گفتگو دھویں کی طرح ہے	میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائے گی
من بحجت بر نیایم با بلیس	کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا	کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے
آدمے کو علم الاسماء بگ ست	در تگ چوں برق ایں سگ بے تگ ست
(حضرت) آدمؑ جو علم الاسماء والے سردار ہیں	اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں
از بہشت انداختش برروئے خاک	چوں سمک در شست اوشد از سماک
اس نے ان کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا	وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اس کے کانٹے میں پھنس گئے
نوحہٴ انا ظلمنا می زدے	نیست دستان وفسونش راحدے
انا ظلمنا کا رونا روتے تھے	اس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرون ہر حدیث او شرست	صد ہزاراں سحر در وے مضمرست
اس کی ہر بات میں شر ہے	اس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں
مردی مرداں بہ بندد در نفس	در زن و در مرد افروزد ہوس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے	مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے
اے بلیس خلق سوز فتنہ جو	بر چہیم بیدار کردی راست گو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین!	سچ بتا تونے مجھے کیوں جگایا؟
زانکہ حیلت در نگنجد با منے	ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
اس لئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کرسکتی ہے	خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

شرح حبیبی

آخرکار ابلیس کی چالاکی سے پریشان ہوکر حضرت امیر معاویہ حق سبحانہ کی درگاہ میں مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خدا تو میری فریاد سن اور اس دشمن کے مکر سے چھڑا نہیں معلوم اس کے اس فعل میں کیا چال مضمر ہے۔ اگر ایک مرتبہ اور یہ مجھ سے گفتگو کرے گا تو یہ رہزن میرا انمدا ایمان اڑا لے گا۔ اے اللہ یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی مثل ہے تو میری دست گیری کرورنہ میرا کمبل سیاہ کردے گا۔ یعنی میرے دل پر برا اثر ہوگا۔ میں ابلیس پر حجت سے غالب نہیں آسکتا کیونکہ یہ تو بھلے برے سب لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ آدم علیہ السلام جن کو علم الاسماء کا تمغہ عطا ہوا تھا اس کتے کی برق رفتاری کے مقابلہ میں عاجز رہ گئے اور یہ ان سے بازی لے گیا ان کو بہشت سے زمین پر پہنچا دیا اور وہ سماک (مرتبہ عالیہ) سے جدا ہوکر اس کی شست میں مچھلی کی طرح پھنس گئے بالآخر انا ظلمنا انفسنا کہہ کہہ کر روتے تھے اے اللہ اس کے منتر اور فریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اس کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی شر ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں جادو اس میں مستتر ہیں۔ یہ کمبخت بڑے بڑے ہمت والوں کی ہمت ایک پھونک میں پست کر دیتا ہے اور عورت و مرد میں آتش ہوس افروختہ کرتا ہے یہاں تک حق سبحانہ سے دعا کر کے پھر ابلیس کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خلقت کو جلانے والے اور فتنہ کے ڈھونڈنے والے ابلیس سچ بتلا تونے مجھے کیوں جگایا کیونکہ تیری چالاکی میرے سامنے نہیں چل سکتی دیکھ بناوٹ نہ کر اور اصلی غرض بیان کردے۔

باز تقریر ابلیس تلبیس خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں	نشنود او راست را با صد نشاں
بولا جو شخص بدگمان ہو	وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد	چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جس کا باطن شکی ہو	جب تو دلیل بیان کرے گا اس کا شک اور بڑھے گا
چوں سخن دروے رود علت شود	تیغ غازی دزد را آلت شود
جب اس کے (دل میں) بات جاتی ہے بیماری بن جاتی ہے	مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے
پس جواب او سکوتست و سکوں	ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
تو اس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے	بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے
تو زحق ترس و زحق جو قطع نفس	کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر	کیونکہ تو اس کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے
تو زمن با حق چہ نالی اے سلیم	تو بنال از شتر ایں نفس لئیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے	تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر
تو خوری حلوا ترا دمل شود	تب بگیرد طبع تو مختل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہوگا	بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی
بے گنہ لعنت کنی ابلیس را	چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے	اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟
نیست از ابلیس از تست اے غوی	کہ چو روبہ سوئے دنبہ می روی
اے گمراہ! یہ شیطان کی جانب سے نہیں ہے (بلکہ) تیری جانب سے ہے	کیونکہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی جانب جاتا ہے
چونکہ در سبزہ بہ بینی دنبہ را	دام باشد ایں ندانی روبہا
جب تو سبزے میں دنبہ کو دیکھتا ہے	اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا
زاں ندانی کت ز دانش دور کرد	میل دنبہ چشم عقلت کور کرد
تو اس لئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے	دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے
حبک الاشیاء یعمیک و یصم	نفسک السوء قد جنت لا تختصم
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے	تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے، نہ جھگڑ
تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں	من ز بد بیزارم و از حرص و کیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ترچھی نگاہوں سے نہ دیکھ	میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز	انتظارم تادے ام گردد تموز
میں نے برائی بھی کی تھی' ابھی تک شرمندہ ہوں	انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بن جائے
ہست کین وحرص از طبائع مختلف	مر مرا کے چار ضد شد مکتنف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے	مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے
ہم امیدے می پزم بادرد وسوز	تا کہ کے گردد شب دیجور روز
میں بھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں	کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟
متہم گشتم میان خلق من	فعل خود برمن نہد ہر مرد وزن
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں	ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے
گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است	متہم باشد کہ او در طنطنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے	(لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے
چونکہ نتواند زضعف اوراہ رفت	خلق گوید تخمہ است ازقوت زفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے	لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

شیطان نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بدگمان ہوتا ہے وہ سچی بات سو دلیلوں کے ساتھ بھی نہیں مانتا اور جس دل پر توہمات کا غلبہ ہوتا ہے جب تم اس کے سامنے کوئی دلیل بیان کرو گے تو اس کے توہمات میں ترقی ہوگی۔ جب کوئی معقول بات اس میں پہنچتی ہے مادہ فاسدہ بن جاتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے غازی کی تلوار جو فی الحقیقت آلۂ السلاح ہو ڈاکو کے ہاتھ میں جا کر آلہ فساد بن جاتی ہے ایسے شخص کا جواب سکوت اور خاموشی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ بیوقوف کے ساتھ گفتگو کرنا جنون ہے تم کو چاہیے کہ خدا سے ڈرو اور اس سے اس کی درخواست کرو کہ وہ تم کو نفس سے جدا کرے کہ تم اس کے شر سے خرابیوں میں گرفتار ہو۔ خدا کے سامنے میری کیا فریاد کرتے ہو۔ تم کو اس خبیث نفس کی شرارت سے فریاد چاہیے۔ دیکھو تم مٹھائیاں کھاتے ہو اس سے تمہارے ڈل نکل آتا ہے اور بخار چڑھتا ہے اس لئے تمہاری طبیعت بگڑ جاتی ہے یہ ہوتے تو محض نفس کے سبب سے ہیں مگر بے قصور اور بلاوجہ ابلیس پر لعنت کرتے ہو۔ اس فریب کو اپنے نفس کی طرف سے کیوں نہیں سمجھتے۔ ابلیس کی جانب سے یہ فعل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود تمہارے نفس کی طرف سے ہے کہ وہ لومڑی کی طرح خوش خوش دنبہ کی طرف جاتا ہے اور اس کو اپنے لئے نافع سمجھتا ہے مگر جبکہ وہ دنبہ کو سبزہ میں دیکھ کر اُس کی طرف جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ جال ہے جو مضرت پہنچائے گا۔ تم اس نقصان کو اس لئے نہیں جان سکتے کہ مرغوب شے کی رغبت نے تم کو سمجھ سے بالکل الگ کر دیا ہے اور تمہاری چشم عقل کو اندھا کر دیا

ہے۔ اس لئے کہ عام قاعدہ ہے کہ ایک شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ نہ وہ مضرت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی نصیحت سنتا ہے۔ جب یہ تم کو معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ تمہارا نفس بد ہی مجرم ہے تم دوسروں سے نہ لڑو تم غلط بین نہ بنو اور خواہ مخواہ مجھے الزام نہ دو۔ مجھے تو برائی سے، حرص سے، عداوت سے سخت نفرت ہے پھر ایسی باتوں کی ترغیب کیوں دینے لگا۔ حرص اور مخالفت تو مختلف طبیعتوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے مجھ کو کون سی چار ضدیں گھیرے ہوئے ہیں کہ میرے اندر حرص وعداوت ہو (یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے گو کا یہ قول "مر مرا کہ چار ضد شد مکتنف" جھوٹ اور فریب ہوگا کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ وہ بھی عناصر اربعہ سے مرکب ہے لیکن ناریت غالب ہے) میں نے عمر بھر میں ایک برائی کی ہے لیکن مجھے اب تک اس کی ندامت ہے اور مجھے انتظار ہے کہ دیکھئے کہ میری خزاں بعد کب بہار قرب حق سے مبدل ہوتی ہے اور سوز وگداز کے یا بے چینی وقلق کے ساتھ امید لگا رہوں کہ کب وہ دن ہو گا کہ میری بدقسمتی کی شب تاریک خوش نصیبی کی روز روشن سے مبدل ہوگی۔ میری تو یہ حالت ہے لیکن اس پر بھی دنیا میں میں بدنام ہو گیا اور حالت یہ ہوگئی کہ مرد اور عورت اپنے فعل کو میرے ہی سر منڈھتا ہے۔ سچ ہے بد اچھا بدنام بڑا بھیڑیا چونکہ بدنام ہے اس لئے اگر وہ بھوکا بھی ہو تب بھی لوگ یہی کہیں گے کہ خوب مگن ہو رہا ہے اور جبکہ وہ ضعف کے سبب چل بھی نہ سکے تو کہتے ہیں کہ کوئی قوی غذا کھائی ہے جس سے اتنا اپھر گیا کہ چلا بھی نہیں جاتا۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہ رضؓ کا ابلیس سے سختی کرنا

گفت امیر اے الخ۔ یعنی حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ اے ڈاکو دلیل مت بھگار تجھے کوئی راستہ نہیں ہے میرے اندر راستہ مت تلاش کر۔ مطلب یہ کہ تو مجھے نہیں بہکا سکتا ہے اس لئے ذرا مجھ پر رحم فرمایئے اور جو سیدھی سیدھی بات ہے کہہ دیجئے ورنہ خبر لی جائے گی آگے اپنی اور ابلیس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

رہزنی الخ۔ یعنی ارے تو تو ڈاکو ہے اور میں غریب تاجر ہوں تو تو جو لباس لائے گا میں کب خریدوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ تو تو ڈاکو ہے اور میں تاجر ہوں اگرچہ کم درجہ کا اور غریب ہی ہوں مگر آخر پھر بھی کچھ تو مجھے بھی پہچان ہے اس لئے میں تیرے دھوکوں میں آنے والا نہیں ہوں۔

گرد رخت من الخ۔ یعنی میرے اسباب کے پاس کافری کی وجہ سے ذرا مت پھر و اس لئے کہ تو کسی کے اسباب کو خریدنے والا نہیں ہے بلکہ صرف دھوکہ دہی کے لئے سوداگر بنا پھرتا ہے تاکہ لوگوں کو خوب اچھی طرح سے ٹھگے۔

مشتری نبود الخ۔ یعنی ڈاکو کسی کا خریدار نہیں ہوتا اور اگر اپنے کو خریدار ظاہر کرے تو وہ مکر ہے اور چالا کی ہے۔ لہٰذا تو جو کہتا ہے کہ میں نے تجھے دین کے لئے جگایا ہے بالکل غلط اور زور ہے۔ غرضکہ جب گفتگو اس حد

تک پہنچی تو حضرت معاویہؓ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اور مدد چاہی کہ یاالٰہی اس کے مکر کو ظاہر فرمادے اور مجھے بچا۔

حضرت معاویہؓ کا حق تعالیٰ کی درگاہ میں نالہٗ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

ناچہ دارد الخ۔ یعنی یہ حاسد اپنے باطن میں کیا رکھتا ہے اے خدا ہمارے فریاد کو اس عدو کے مقابلہ میں پہنچئے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر یہ ایک بھی اور پھونک میرے اندر مار دے تو یہ رہزن میرا نمدہ بھی اڑا لے گا۔ مطلب یہ کہ اگر اسی طرح یہ حجت کرتا رہا تو مجھے خوف اپنے ایمان کا ہے۔

ایں حدیثش الخ۔ یعنی یاالٰہی یہ اس کی باتیں دھوئیں کی طرح ہیں رحم فرمایئے ورنہ میرا کمبل تو سیاہ ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ مجھ پر کہیں اس کی یہ فسوں اور باتیں اثر نہ کر جائیں خدا کے لئے رحم کیجئے۔

من بحجت بر نیایم الخ۔ یعنی میں شیطان کے ساتھ مناظرہ میں تو غالب نہیں آ سکتا اس لئے کہ وہ تو ہر بھلے اور بُرے کے لئے فتنہ ہے۔

آدمے چون الخ۔ یعنی وہ آدم جو کہ علم الاسماء والے ہیں اس کی بجلی جیسی چال کے آگے بے تگ ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ آدم علیہ السلام کہ جن کی شان میں علم الاسماء آیا ہے اور اس قدر بڑے اور عالم اور حقیقت شناس تھے اس نالائق کی چالاکیوں کے سامنے وہ بھی نہ چل سکے اور آخر یہ نتیجہ ہوا کہ

از بہشت اندا ختش الخ۔ یعنی ان کو بہشت سے روئے زمین پر لا ڈالا اور وہ اس کی جال میں سماک سے مچھلی کی طرح پھنس گئے۔

نوحہٗ انا ظلمنا الخ۔ یعنی انا ظلمنا الخ کا نوحہ کر رہے تھے اس شیطان کے مکر وفریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ جب وہ اس بلا میں مبتلا ہو گئے تو اب بجز اس کے کہ حق تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ اس خبیث سے بازی نہ لے جا سکے۔

مردئ مردان الخ۔ یعنی اس کی ہر بات میں شر ہے اور اس کے اندر لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں۔

مردئ مردان الخ۔ یعنی مردوں کی مردانگی کو ایک دم میں باندھ دیتا ہے اور مرد وعورت میں ہوس کو بڑھاتا ہے ایک جادو ہوتا ہے جس سے مرد عنین ہو جاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ شیطان وہ ہے کہ اس کے جادو سے بڑے بڑے مردان خدا نامرد اور کم ہمت ہو گئے بس اس کمبخت کے ہاتھ سے خدایا مجھے بچا بس یہ دعا کر کے اب پھر اس خبیث کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے ہیں کہ۔

اے بلیس الخ۔ یعنی اے شیطان خلق کو جلانے والے فتنہ کے ڈھونڈنے والے تو نے کس وجہ سے مجھے جگایا سچ بتا۔

زانکہ حیلت الخ۔ یعنی اس لئے کہ میرے ساتھ حیلہ نہیں سماتا ہاں بات کو بیان کر دے بے کسی دھوکے کے۔ یہ سن کر خبیث کہتا ہے کہ۔

پھر ابلیس کا اپنی تلبیس کی حضرتؓ کے سامنے تقریر کرنا

گفت ہر مرد یکہ الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ جو آدمی کہ بدگمان ہوتا ہے وہ سچ بات کو باوجود سو نشانیوں کے بھی نہیں سنتا۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ کو مجھ سے بدگمانی ہوگئی ہے اس لئے آپ میری سچ بات کو بھی غلط ہی جانتے ہیں۔

ہر درونے الخ۔ یعنی جو دل کہ خیال کا سوچنے والا ہو گیا جب تم دلیل لاؤ گے اس کا خیال زیادہ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو بدگمانی ہو جائے تو اس سے جتنی باتیں کرو وہ بدگمان زیادہ ہی ہوتا ہے۔

چون سخن الخ۔ یعنی جب اس بدگمان میں کوئی بات جائے وہ بھی علت ہو جائے جیسا کہ غازی کی تلوار چور کے لئے آلہ (چوری کا) ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے کہا کہ چونکہ تم کو بدگمانی میری طرف سے ہے اس لئے ساری باتوں کو غلط ہی سمجھتے ہو ورنہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔

پس جواب الخ۔ یعنی پس جواب اس بدگمان کا سکوت ہے اور سکون اس لئے کہ بیوقوف کے ساتھ بات کرنا جنون ہے خبیث رافضی معلوم ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔

توزحق ترس الخ۔ یعنی تو حق تعالیٰ سے ڈر اور حق تعالیٰ سے اس نفس کا قطع ہونا چاہ کہ تو اس کے ہی شر سے جس میں ہے۔

توزمن الخ۔ یعنی ارے بھلے آدمی تو حق کے سامنے میری وجہ سے کیا روتا ہے اس مردود نفس کے شر سے رو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس قدر شریر ہوں بھی نہیں جتنا کہ تیرا نفس ہے اس لئے میری وجہ سے کیا حق تعالیٰ سے پناہ مانگ رہا ہے اس نفس سے جس کو کہ بغل میں لئے بیٹھا ہے پناہ مانگ بعض بزرگوں نے لکھا بھی ہے کہ نفس زیادہ پریشان کرتا ہے شیطان اس قدر نہیں کرتا۔ اور اس بات کو جس کا دل چاہے آزما کر دیکھ لے پہچان اس کی یہ لکھی ہے کہ دیکھو کہ جو وسوسہ آرہا ہے آیا ایک وسوسہ ہی بار بار آتا ہے یا کہ نئے نئے وساوس آتے ہیں۔ اگر بار بار آتا ہے وہ تو نفس کا ہے اور یہی اکثر ہے کہ ایک وسوسہ آیا اس کو دفع کیا اور پھر وہی موجود ہے اور اگر نئے نئے وسوسے آئیں تو سمجھ لو کہ وساوس شیطانی ہیں اور نئے وساوس بہت کم آتے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ شیطان تو صرف اضرار اور اضلال چاہتا ہے تو جب وہ ایک وسوسہ کو دیکھتا ہے کہ اس سے کام نہیں چلا تو دوسرا وسوسہ لاتا ہے اور نفس کا مقصود ہوتا ہے حصول حظ مزا لینا تو جب وہ اس قصد سے وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کو کوئی زائل کر دے تو اس کو لذت تو آئی ہی نہیں اس لئے وہ اسی کو پھر لاتا ہے اور یہ قاعدہ بھی کلی نہیں بلکہ اکثری اور اس کے ضمن میں مولانا کو یہ بھی بتلانا ہے کہ اس شیطان سے تو بچتے ہو مگر اس سے بڑھ کر دشمن تو تمہاری بغل میں دھرا ہوا ہے غرض کہ شیطان نے کہا کہ مجھ سے کیا پناہ مانگتے ہو اپنے نفس سے پناہ مانگو۔

خود خوری حلوا الخ۔ یعنی تو خود تو حلوا کھائے اور تیرے دُل ہو جائے اور بخار آئے اور طبیعت خراب ہو جائے۔

بے گنہ لعنت الخ۔ یعنی بے خطا شیطان کو لعنت کرتے ہو تم اس تلبیس کو اپنے ہی اندر سے کیوں نہیں

دیکھتے۔ مطلب یہ کہ خود تو برا کام کیا اور لعنت شیطان پر بھلا اس کے کیا معنی ہیں ارے بھائی یہ تو خود تمہارے اندر سے ساری باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی مضمون کو استاد ذوق نے لکھا ہے کہ مجھ کو آتی ہے ہنسی ان حضرت انسان پر + فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

نیست از ابلیس الخ۔ یعنی ارے گمراہ یہ ابلیس کی طرف سے نہیں بلکہ تیری ہی طرف سے ہے کہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی طرف جا رہا ہے۔

چونکہ در سبزہ الخ۔ یعنی اے لومڑی جبکہ تو سبزہ میں دنبہ کو دیکھتی ہے وہ جال ہوتا ہے تجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ شاید لومڑی کے پکڑنے کے لئے دنبہ وغیرہ کو سبزہ میں باندھتے ہوں گے اس پر وہ آتی ہوگی تو جال میں پھنس جاتی ہوگی اس لئے فرماتے ہیں کہ اے کمبخت نفس جو لومڑی کی طرح مکار ہے تو جو ان علوم و معارف کے شکار کرنے کے لئے جا رہا ہے تجھے یہ بھی خبر ہے کہ وہاں جال ہے اور جہنم میں جا کر گرے گا۔

زان ندانی الخ۔ یعنی تو اس لئے نہیں جانتا کہ تجھے عقل سے دور کر دیا ہے اور دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اوندھا کر دیا ہے۔

حب الاشیاء الخ۔ یعنی محبت اشیاء کی تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے اور تیرے نفس برے نے جنایت کی ہے تو اس سے جھگڑا مت کر۔

تو گنہ بر من الخ۔ یعنی تو مجھ پر گناہ مت رکھ اور ٹیڑھا میڑھا مت دیکھ میں برے آدمی سے بیزار ہوں اور حرص سے اور کینہ سے۔

من بدی کردم الخ۔ یعنی میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اب تک پشیمان ہوں اور انتظار میں ہوں کہ میری رات دن سے بدل جائے۔

حرص و کینہ الخ۔ یعنی حرص اور کینہ مختلف طبائع سے آتا ہے اور مجھے بھی چار ضدوں نے ترکیب دی ہے۔

ہم امیدے الخ۔ یعنی میں بھی امید کر رہا ہوں درد و سوز کے ساتھ کہ میری شب دیجور (دیکھئے) کب روز ہوتی ہے۔

متہم گشتم میان الخ۔ یعنی میں ساری مخلوق میں متہم اور بدنام ہو گیا اور ہر مرد و عورت میرے اوپر اپنے فعل کو رکھ دیتے ہیں۔

گرگ بیچارہ الخ۔ یعنی بھیڑیا بیچارہ اگرچہ بھوکا ہو مگر بدنام ہوگا کہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند الخ۔ یعنی جبکہ وہ ضعف کی وجہ سے چل نہ سکے تو لوگ کہتے ہیں کہ مجرب غذا کی وجہ سے تخمہ ہو گیا ہے اسی طرح میں اگرچہ کیسا ہی مسکین ہوں مگر سب مجھ ہی کو بدنام کرتے ہیں۔ خیر اپنے منہ سے گرگ تو بنا خبیث مردود۔

شرح حبیبی

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت	داد سوئے راستی می خواندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائے گا	انصاف تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے
راست گوتا وارہی از چنگ من	مکر نہ نشاند غبار جنگ من
سچ کہہ دے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے	مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کر سکتی ہے
گفت چوں دانی دروغ وراست را	اے خیال اندیش و پر اندیشہا
اس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟	اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے
گفت پیغمبر نشانے دادہ است	قلب و نیکو را محک بنہادہ است
انہوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے	کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کر دی ہے
گفتہ است الکذب ریب فی القلوب	باز الصدق طمانین و طروب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنے والا ہے)	پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)
دل نیارا مد ز گفتار دروغ	آب و روغن ہیچ نفروز دفروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے	پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے
در حدیث راست آرام دلست	راستی ہادانۂ دام دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے	سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں
دل مگر رنجور باشد بد دہاں	کونداند چاشنی این و آں
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو	کیونکہ وہ اس کے اور اس کے مزے کو نہیں سمجھتا ہے
چوں شود از رنج و علت دل سلیم	طعم صدق و کذب را باشد علیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے	تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے
حرص آدمؑ چوں سوئے گندم فزود	از دل آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کی طرف بڑھی	(حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اڑا لے گئی

پس دروغ وعشوہ ات را گوش کرد	غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا	فریب کھا گئے اور قاتل زہر پی لیا
گندم از کژدم ندانست آں نفس	می برد تمیز از مست ہوس
اس وقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے	(ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کر دیتی ہے
خلق مست آروز اند و ہوا	زاں پذیرا اند دستان ترا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں	اس لئے تیرے مکر کو قبول کر لینے والے ہیں
ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد	گوش خودرا آشنائے راز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا	اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا
ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند	بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے	اس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب او

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئ بنشاندند او می گریست	گفت نائب قاضیا گریہ زچیست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسندنشین کیا وہ رونے لگا	نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے
ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست	وقت شادی و مبارک باد تست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے	تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے
گفت آہ چوں حکم راند بیدلے	درمیان آں دو عالم جاہلے
اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے	ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟
آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند	قاضئ مسکیں چہ داند زاں دو بند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں	دو بندشوں (جہل اور غفلت) کیوجہ سے قاضی بے چارہ کیا جانے
جاہل ست و غافل ست از حال شاں	چوں رود در خون شان و مال شاں
وہ ان کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے	وہ ان کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت خصماں عالم اندو علتی	جاہلی تو لیک شمع ملتی
اس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اورغرضی ہیں	آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں
زانکہ تو علت نداری درمیاں	آں فراغت ہست نور دیدگاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے	(غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے
واں دو عالم را غرض شاں کور کرد	علم شاں را علت اندر گور کرد
ان دونوں واقف کاروں کو ان کی غرض نے اندھا کر دیا ہے	ان کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے
جہل را بے علتی عالم کند	علم را علت کژو ظالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے	غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے
تاتو رشوت نستدی بینندۂ	چوں طمع کردی ضریر و بندۂ
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے	جب تونے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے
از ہوا من خوی را وا کردہ ام	لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے	میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں
چاشنی گیر دلم شد با فروغ	راست را داند حقیقت از دروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہوگیا ہے	سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

اس کے جواب میں امیر معاویہؓ نے پھر فرمایا کہ سچ کے سوا کوئی چیز تجھے نہیں چھڑا سکتی انصاف تجھے راستی کی طرف بلاتا ہے یعنی انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ تو سچ بولے۔ پس تو سچ کہہ دے تاکہ میرے پنجہ سے نجات پائے ورنہ مکروفریب میری منازعت کو نہیں دبا سکتا۔ شیطان نے کہا کہ تم تو وہمی ہو آخر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا معیار ہے جس سے تم جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکتے ہو اور جس کے بنا پر میرے بیان کو جھوٹ کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ اور جھوٹ کی ایک شناخت بتلائی ہے اور اس کو کھرے کھوٹے کی پہچان کے لئے معیار قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا الصدق طمانیة والکذب ریبة یعنی جھوٹی بات سے دل کو تسکین نہیں ہوتی (جس طرح کہ تیل میں پانی کی آمیزش سے روشنی نہیں بڑھتی) اور سچی بات سے دل کو سکون ہو جاتا ہے اور سچی باتیں دل کے لئے دانہ دام ہیں۔ بجز اس دل کے جو بیمار ہو اور جس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا ہو کیونکہ وہ بے شک دونوں میں امتیاز نہیں کر سکتا لیکن جب دل امراض سے صحیح وسالم ہوتا ہے تو وہ صدق وکذب کے مزہ کو ضرور جان لیتا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر آدم علیہ السلام نے میرے جھوٹ کو کیوں نہ پہچان

لیا کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے دل میں دانہ گندم کھانے کی حرص بڑھی تو اسی حرص نے ان کے دل کے مزاج کو اعتدال سے کسی قدر منحرف کر دیا لہٰذا انہوں نے تیر امکر وفریب سن لیا اور دھوکا کھا گئے اور سم قاتل کو کھا لیا اور ان کو امتیاز نہ ہوا کہ یہ دانہ گندم ہے یا حقیقت میں کژدم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہوس مست ہوس کی تمیز کو کھو دیتی ہے۔ نیز چونکہ مخلوق ہوا وہوس میں مبتلا ہے اس لئے وہ تیرے فریب کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جو شخص اپنی خصلت ہوا و ہوس سے جدا کر چکا ہے وہ حقیقت پر مطلع ہوتا ہے اور ہرگز دھوکا نہیں کھاتا جیسا کہ ایک حکایت مشہور ہے تو اس کو سن تا کہ یہ عقدہ حل ہو جائے اور تجھے میرے قول کی صداقت معلوم ہو جائے لوگوں نے ایک شخص کو قاضی بنا کر بٹھلا تو وہ رونے لگا اس کے نائب نے کہا قاضی صاحب آپ کیوں روتے ہیں یہ آپ کے رونے پیٹنے کا وقت نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے خوشی اور مبارک باد کا وقت ہے۔ قاضی نے فرمایا کہ بھائی میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک متردد اور ناواقف شخص دو واقفوں کا فیصلہ کیونکر کر سکتا ہے۔ مدعی و مدعا علیہ تو حقیقت حال سے واقف ہیں قاضی بے چارہ جو دو قیدوں میں پھنسا ہوا ہے ایک جہل دوسری غفلت وہ ان دو قیدوں کے باعث حقیقت حال کو کیونکر جان سکتا ہے اور جبکہ یہ ان کی حالت سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہے پھر یہ ان کے خون و مال میں مداخلت کیونکر کر سکتا ہے نائب نے کہا کہ بے شک وہ دونوں مدعی و مدعا علیہ واقف ہیں۔ مگر مریض ہوا وہوس میں اس لئے جاہل ہیں۔ اور آپ گو ناواقف ہیں مگر بایں ہمہ شمع ملت ہیں۔ چونکہ آپ کی کوئی غرض نہیں ہے لہٰذا یہ آپ کا غرض سے خالی ہونا آپ کی دل کی آنکھوں کو منور کرنے والا ہے اور اس کی بدولت آپ حقیقت حال سے واقف ہو سکتے ہیں اور مدعی و مدعا علیہ کی اغراض نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور آپ کے علم کو خاک میں ملا دیا۔ پس بے غرضی سے جہل مبدل بہ علم ہو جاتا ہے اور غرض علم کو دل سے نکال دیتی ہے۔ بس جب تک آپ رشوت نہ لیں گے آپ بینا رہیں گے اور جب رشوت لیں گے تو نابینا اور بندۂ غرض ہو جائیں گے۔ آپ کو حق ناحق کچھ نہ دکھلائی دے گا۔ محض وہ غرض پیش نظر ہوگی جبکہ تو یہ قصہ سن چکا اور تجھے معلوم ہو گیا کہ ہوا وہوس ہی وہ شے ہے جو چشم دل کو اندھا کر دیتی ہے تو اب سمجھ کہ میں نے اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے بالکل الگ کر لیا ہے اور غذائے ہوا وہوس نہیں کھائی ہے اس لئے میرا اسرار و معارف کا مزہ چکھنے والا دل منور ہے اور میں سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتا ہوں۔

شرح شبّیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے بالحاح سوال کرنا اسکا جواب

گفت غیر راستی الخ۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ سوائے سچ کے تجھے کوئی چھڑا نہیں سکتا انصاف تجھے راستی کی طرف بلا رہا ہے۔

راست گوتا الخ۔ یعنی سچ کہہ دے تا کہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے اس لئے کہ مکر میری لڑائی کے غبار کوفرو نہ کرے گا مطلب یہ کہ مکر سے میں تجھے چھوڑ ونگا نہیں سچ سچ کہہ دے تو خیر چھوڑ بھی دوں گا۔

گفت چون دانی الخ۔ یعنی شیطان نے کہا کہ تم جھوٹ سچ کو کس طرح جانو گے اے بدگمان اور پر اندیشہ۔ مطلب یہ کہ اگر میں نے سچ کہا بھی تب بھی تمہیں کیسے خبر ہوگی کہ میں سچ ہی بول رہا ہوں۔

گفت پیغمبر نشانے الخ۔ یعنی امیر نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نشانی دی ہے نیک قلب کو کسوٹی بنایا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا قلب اس کو فوراً قبول کرلے گا۔

گفتہ است الکذب الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ سے قلب میں ایک شبہ رہتا ہے اور پھر صدق قلوب کے اندر اطمینان اور خوشی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے **الصدق طمانیة والکذب ریبة** اسی طرف اشارہ ہے۔

دل نیارامد الخ۔ یعنی جھوٹ سے قلب کو آرام نہیں ملتا۔ پانی اور تیل کب روشنی بڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ کب قلب میں سکون پیدا کرسکتا ہے تو اگر مجھے اطمینان ہوگیا تو سمجھ لونگا کہ سچ ہے۔

در حدیث الخ۔ یعنی حدیث میں ہے کہ سچ آرام دل کا ہے اور راستیان دام دل کا دانہ ہیں۔ یعنی جب سچ بولا اور قلب کو اطمینان ہوا اور قلب مسخر ہوا۔

دل مگر رنجور الخ۔ یعنی دل جو کہ بیمار اور بدوہان ہوتا ہے وہ اس کی اور اس کی چاشنی کو نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جو قلب کہ سلیم نہ ہو اس کو تو بے شک صدق و کذب میں تمیز نہیں ہوتی ورنہ ضرور ہوتی ہے۔

چون شود از الخ۔ یعنی جبکہ رنج و علت سے دل سلیم ہوجائے وہ صدق و کذب کے مزے سے واقف ہوجاتا ہے۔

حرص آدم الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کو حرص نے جب گندم کی طرف بڑھایا تو آدم علیہ السلام کے دل سے سلیمی جاتی رہی۔

پس دروغ و عشوہ الخ۔ یعنی پس انہوں نے تیرے مکر اور جھوٹ کو سن لیا اور دھوکہ میں آ گئے اور زہر قاتل کو پی لیا۔

کژدم از گندم الخ۔ یعنی اس وقت بچھو میں اور گیہوں میں فرق نہیں جانتا اور وہی حرص مست ہوس سے تمیز کو لے جاتی ہے۔

خلق مست الخ۔ یعنی چونکہ مخلوق حرص و ہوا میں مست ہیں اس لئے تیرے مکر کو قبول کرلیتے ہیں۔

ہر کہ خود را الخ۔ یعنی جس نے کہ ہوا و ہوس سے اپنے کو چھڑا لیا اس نے اپنے کان کو آشنا راز کا کیا۔ مطلب یہ کہ اس کو اسرار و حقائق حق پر اطلاع ہوگئی۔

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جیسے کہ حکایت میں بیان کیا ہے لوگوں نے ذرا تم اس کو سنو تا کہ یہ بندھا ہوا بند کھل جائے۔ آگے ایک قاضی کی حکایت لاویں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کو لوگوں نے قاضی بنا دیا تو وہ مسند

پر بیٹھ کر رونے لگا۔ نائب نے دریافت کیا کہ حضرت روتے کیوں ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اصل واقعہ سے تو فریقین ہی مطلع ہوتے ہیں اور میں ناواقف محض۔ تو کیا خبر ہے کہ کیا فیصلہ کردوں اس لئے رو رہا ہوں کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے تو اس نائب نے کہا کہ اگر آپ کی نیت بخیر ہے اور آپ کو کسی قسم کی حرص نہیں ہے تب تو خواہ کچھ بھی فیصلہ کردو وہ بھی درست ہے اور مواخذہ نہیں ہے اور اگر حرص ہے تو پھر درست بھی کرو تب بھی مواخذہ ہے تو اس حکایت کو اس پر لاتے ہیں کہ ہر کہ خودرا از ہوا خود باز کرد الخ کہ دیکھو اس نے بھی کہا کہ اگر آپ کو حرص نہیں ہے تو کچھ غم نہیں ہے اب حکایت سنو۔

ایک قاضی کا آفت قضا کی شکایت کرنا اور اسکے نائب کا جواب

قاضی بہ نشاندند الخ۔ یعنی ایک قاضی کو لوگوں نے مسند پر بٹھایا اور وہ رو رہے تھے تو نائب نے کہا کہ اجی قاضی صاحب روتے کس لئے ہو۔

این نہ وقت گریہ الخ۔ یعنی یہ وقت تو آپ کی گریہ وفریاد کا نہیں ہے بلکہ خوشی اور مبارک بادی کا وقت ہے۔

گفت آہ چون الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ افسوس ایک بے دل کس طرح حکم چلادے دو عالم (اصلی معاملہ) کے اندر ایک جاہل یعنی فریقین تو عالم ہیں اصل معاملہ سے اور میں جاہل تو دو عالموں میں ایک جاہل کیا فیصلے کرے گا۔

آن دو خصم از الخ۔ یعنی وہ دونوں فریق خود تو واقعہ سے واقف ہیں اور بے چارہ قاضی ان دونوں باتوں کو کیا جانے۔

جاہل ست و غافل الخ۔ یعنی ان کی حالت سے بالکل غافل اور جاہل ہے تو ان کے خون اور مال میں کس طرح دخل دے۔

گفت خصمان الخ۔ یعنی نائب نے عرض کیا کہ دونوں فریق بے شک عالم ہیں مگر غرض مند ہیں اور تم باوجود یہ کہ جاہل ہو مگر شمع ملت ہو۔

زانکہ تو علت الخ۔ یعنی اس لئے کہ تم کوئی علت ہی درمیان نہیں رکھتے ہو اور نور دیدہ کے لئے یہ کافی ہے۔

وان دو عالم الخ۔ یعنی وہ دونوں عالم ہیں مگر غرض نے ان کو اندھا کردیا ہے اور ان کی اس علت نے ان کے علم کو گور میں گرادیا ہے۔

جہل را بے علتی الخ۔ یعنی بے غرضی تو جہل کو بھی عالم بنادیتی ہے اور غرض علم کو بھی دلوں سے نکال دیتی ہے۔ آگے حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ

تا تو رشوت الخ۔ یعنی جب تک کہ تو رشوت نہ لے تو بینا ہے اور جب تو نے طمع کی تو تو اندھا ہے اور قیدی ہے۔ پس جب معلوم ہوگیا کہ حرص وہوا وہ شے ہے کہ انسان کو حقیقت بینی سے اندھا کردیتی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو حقیقت اشیاء کو انسان جانتا ہے لہٰذا بہ برکت فیض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرص وہوا تو میرے اندر ہے نہیں لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو مجھے فوراً معلوم ہوجائے گا۔

از ہوا من الخ۔ یعنی حرص و ہوا کو میں نے اپنی خصلت سے باہر کر دیا ہے اور شہوتی لقمے میں نے بہت کم کھائے ہیں لہٰذا مجھے حقیقت کی پہچان ہے۔

چاشنی گیرالخ۔ یعنی میرا چاشنی گیر دل بافروغ ہوگیا ہے وہ سچ کی حقیقت کو کذب سے جان لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ لطف حق کی چاشنی کو یہ میرا قلب بھی چکھ چکا ہے اس لئے یہ حقائق اشیاء کو پہچان لیتا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا دل فوراً قبول کر لے گا۔ یہ فرما کر حضرت امیرؓ کو جلال آ گیا اور اس سے سختی فرما کر اقرار کرا ہی لیا آگے مولانا اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعوں جواب من بگو	راست گو و در دروغے رہ مجو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے	سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر
تو چرا بیدار کردی مر مرا	دشمن بیدار یستی اے دغا
تو نے مجھے کیوں جگایا ؟	اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے
ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری	ہمچو خمرے عقل و دانش رابری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے	شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے
چار میخت کردہ ام ہیں راست گو	راست را دانم تو حیلتہا مجو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے سچ کہہ دے	میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا
من زہر کس آں طمع دارم کہ او	صاحب آں باشد اندر طبع و خو
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں	جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے
من زسر کہ می نجویم شکری	ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں	میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں
ہمچو گبراں می نجویم از بتے	کہ بود حق یا ز حق او آیتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں	کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک	من در آب جو نجویم خشت خشک
میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں	میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں
من نجویم پاسبانی راز دزد	کار ناکردہ نجویم ہیچ مزد
میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں	کام کئے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں
من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر	کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ امید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے	کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

امیر نے فرمایا او سگ ملعون میری بات کا جواب دے اور سچ سچ بتلا جھوٹ کو مت ڈھونڈ کہ بے سود ہے بتا تو نے مجھے کیوں جگایا۔ اے سراپا دغا تو بیداری کا دشمن ہے پھر کیا وجہ تھی کہ تو اس کا طالب ہوا تو تو پوستے کی طرح نیند لاتا ہے اور شراب کی طرح عقل وفہم کو زائل کر دیتا ہے پھر کیا سبب ہے کہ تو نے اپنی اس خاصیت کو چھوڑ کر اس کی ضد اختیار کی ہے دیکھ تو حیلے تلاش نہ کرنا کیونکہ میں سچ کو پہچانتا ہوں میرے سامنے حیلہ نہ چلے گا تو سچ سچ بیان کر دے تو میرے شکنجہ میں ہے میں تجھ کو بدوں سچ کہے نہ چھوڑوں گا میں ہر شخص سے اسی بات کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی طبیعت وسرشت میں ہے لہٰذا میں سرکہ سے شکر ہونے کی توقع نہیں رکھتا اور مخنث سے سپاہ گری کا امیدوار نہیں ہوتا۔ میں کافروں کی طرح بت میں خدائی یا نشانی خدا نہیں ڈھونڈتا میں گوبر میں بوئے مشک نہیں تلاش کرتا اور ندی کے پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈتا میں چور سے پاسبانی کی توقع نہیں رکھتا اور بدوں کام کئے مزدوری کا امیدوار نہیں ہوتا علیٰ ہذا میں شیطان سے بھی اس کا متوقع نہیں کہ وہ مجھے کسی بہتری کے لئے جگائے کیونکہ وہ نااہل ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کا ابلیس لعین سے اقرار کرالینا

اے سگ الخ۔ یعنی ارے ملعون کتے میرا جواب دے سچ کہہ دے کسی جھوٹ میں راستہ مت ڈھونڈ۔

تو چرا الخ۔ یعنی تو نے مجھے کیوں جگایا ارے دغاباز تو تو بیداری کا دشمن ہے۔

ہمچو خشخاشے الخ۔ یعنی افیون کی طرح تو تو بالکل نیند اور غفلت ہی لاتا ہے اور شراب کی طرح تو تو عقل و دانش کو بھی لے جاتا ہے۔ جب تیرے یہ کام ہیں تو اب بجائے غفلت لانے کے تیرا بیدار کرنا خالی از علت نہیں ہے جلد بتا کہ کیا بات ہے۔

چار میخت کردہ الخ۔ یعنی میں نے تجھے محبوس کر لیا ہے اب سچ بتا دے میں تو سچ کو جانتا ہوں تو بہت حیلے مت ڈھونڈ۔

من ز ہر کس الخ۔ یعنی میں ہر شخص سے وہی امید رکھتا ہوں جو کہ اس کی طبیعت اور خصلت کے اندر ہو یعنی اگر کوئی

صحیح بولے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جھوٹ کہے تب معلوم ہو جاتا ہے لہٰذا ٹھیک بتا دو۔ آگے مثالیں ہیں کہ من ز سرکہ الخ۔ یعنی میں سرکہ سے شکر ہونے کو نہیں ڈھونڈ تا اور ہر مخنث کو میں لشکری نہیں بناتا۔

ہمچو گبران الخ۔ یعنی کافروں کی طرح میں بت سے اس امر کا امیدوار نہیں ہوں کہ وہ خود حق ہوگا یا حق تعالیٰ کی جانب سے کوئی نشانی ہوگی مطلب یہ کہ میں اصل واقعی امر کو جانتا ہوں مجھے کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔

من ز سرگین الخ۔ یعنی میں گوبر میں سے مشک کی بو نہیں تلاش کرتا اور پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈ تا

من نجویم الخ۔ یعنی میں چور سے پاسبانی کا متلاشی نہیں ہوں اور بے کام کئے ہوئے میں مزدوری کا متلاشی نہیں ہوں۔ غرضکہ مطلب یہ کہ میں بے جوڑ کام نہیں کرتا کہ تو کہے تو غلط اور میں اس کو صحیح سمجھوں۔ بلکہ غلط کہے گا تو غلط اور درست کہے گا تو درست سمجھوں گا۔

من ز شیطان الخ۔ یعنی میں شیطان سے اس کا متلاشی نہیں ہوں کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے بیدار کرے گا اس لئے کہ وہ تو غیر ہے غرضیکہ اس سے یہی کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ سچ بول دو تب اس نے جو دل کی بات تھی وہ کہہ دی۔

شرح حبیبی

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر	میر از و نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں	امیر (المومنین) نے نہ سنی جھگڑا اور انکار کیا
از بن دنداں بگفتش بہر آں	کردمت بیدار میداں اے فلاں
ان سے عاجزی سے اس نے کہا، اس لئے	سمجھ لیجئے میں نے آپ کو بیدار کیا ہے، اے فلاں
تارسی اندر جماعت در نماز	از پئے پیغمبر دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہوجائیں	پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے
گر نماز از وقت رفتے، مر ترا	ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گزر جاتی تو آپ کے لئے	یہ دنیا، بے رونق اندھیری ہو جاتی
از غبین و درد رفتے اشکہا	از دو چشم او مثال مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے	ان کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے	لاجرم شکیبد ازوے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے	لامحالہ تھوڑی دیر بھی اس سے صبر نہیں کر سکتا ہے
از غبین و درد بودے صد نماز	کو نماز و کو فروغ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا	کجا نماز اور کجا اس عاجزی کا نور

شیطان نے بہت کچھ عذر کئے اور بہت دھوکے دیئے لیکن امیر نے ایک بھی نہ سنی اور لڑتے رہے اور یوں ہی جھگڑتے اور تردید کرتے رہے۔ آخرش مجبور ہو کر اس نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے جگایا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز و جماعت میں پہنچ جاؤ کیونکہ اگر تمہاری نماز با جماعت فوت ہو جاتی تو یہ جہاں تمہاری نظر میں فرط غم سے تیرہ و تار ہو جاتا اور اس خسارہ اور تکلیف کے باعث تمہاری آنکھوں سے مشکوں کی طرح آنسو جاری ہوتے کیونکہ ہر شخص کو ایک طاعت کے ساتھ خاص دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اس کے بغیر دم بھر صبر نہیں کر سکتا ہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ تم کو نماز سے زیادہ دلچسپی ہے اگر تمہاری نماز فوت ہو گئی تو یہ تمہاری نظر میں بہت بڑا خسارہ ہوگا اور بہت بڑی تکلیف دہ بات ہوگی اور یہ خسارہ و تکلیف تمہارے لئے اجر کے لحاظ سے سو نمازوں کے برابر ہو جائے گی۔ پھر کجا ایک نماز اور کجا وہ فروغ نیاز۔ جو سو نمازوں کے برابر ہو چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہو بھی چکا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شرح شبّیری

ابلیس لعین کا حضرت معاویہؓ سے اپنا راز دل کہہ دینا

گفت بسیار آن الخ۔ یعنی شیطان نے بہت سے مکر اور عذر کئے مگر حضرت امیرؓ نے کوئی نہ سنا اور سختی اور زجر فرمایا۔

از بن دندان الخ۔ یعنی تہ دل سے ان سے عرض کیا کہ جناب میں نے اس لئے جگایا تھا کہ

تارسی الخ۔ یعنی تا کہ تم نماز کے لئے جماعت میں حضرت پیغمبرؐ دولت بلند کے پیچھے پہنچ جاؤ۔

گر نماز الخ۔ یعنی اگر آپ کی نماز بے وقت ہو جاتی تو یہ جہان آپ کی نظر میں تاریک ہو جاتا۔

از غبین و درد الخ۔ یعنی رنج اور کلفت کی وجہ سے بہت آنسو نکلتے آپ کی آنکھوں سے مشک کی طرح مطلب یہ کہ اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ کو رنج ہوتا اور آپ روتے اور اس سے ترقی درجات کی ہوتی۔ اس لئے میں نے جگا دیا کہ خیر جتنے ہیں اسی قدر مراتب رہیں بڑھیں تو نہ۔ **اللھم احفظنا من مکائدہ۔** بھلا کوئی بتائے کہ حضرت معاویہؓ ہی کا ظرف تھا کہ جو انہوں نے اس کے کہنے کو نہ مانا اور برابر پوچھتے ہی رہے ورنہ کسی کا ذہن ہے جو اس قدر دور پہنچے **اللھم احفظنا**۔

ذوق دارد الخ۔ یعنی ہر شخص ایک طاعت میں ایک ذوق رکھتا ہے اور ضرور اس سے ایک گھڑی کو صبر نہیں پا سکتا۔

آن غبین الخ۔ یعنی وہ رنج اور درد سو نماز کے برابر ہو جاتا تا کہاں تو وہ نماز اور کہاں فروغ اس نیاز کا۔ یعنی

اس کا مرتبہ بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ آگے ایک حکایت اس عاجزی اور نیاز کی فضیلت کی مظہر لاتے ہیں۔

فضیلت حسرت خوردن آں شخص بر فوت نماز جماعت

نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں	مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا	لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے
گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود	کہ زمسجد می بروں آیند زود
اس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟	کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں
آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز	باجماعت کرد و فارغ شد زراز
ایک شخص نے اس سے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز	باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے
تو کجا در می روی اے مرد خام	چوں پیمبر باز داد آخر سلام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے	جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا
گفت آہ و درد زاں آمد بروں	آہ او می داد از دلبوئے خوں
اس نے آہ کہا' اور اس آہ سے درد ظاہر ہوا	اس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی
آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را	ویں نماز من ترا بادا عطا
ایک شخص نے اس سے کہا یہ آہ دے دے	اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے
گفت دادم آہ پذرفتم نماز	اوستد آں آہ را باصد نیاز
اس نے کہا میں نے آہ دیدی' نماز قبول کر لی	اس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کے ساتھ تھی
بانیاز و با تضرع باز گشت	باز بود و در پے شہباز رفت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا	باز تھا اور بعد میں شہباز (ہو کر) لوٹا
شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے	کہ خریدی آب حیوان و شفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اس سے کہا	کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی
حرمت ایں اختیار و ایں دخول	شد نماز جملۂ خلقاں قبول
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے	تمام لوگوں کی نماز قبول ہو گئی

ایک شخص صحابی مسجد میں جارہا تھا اور لوگ باہر نکل رہے تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ جماعت کیا ہوئی۔ کہ لوگ اس قدر جلد مسجد سے نکل کر جارہے ہیں کیا آج جماعت نہ ہوگی کسی نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت اور راز و نیاز با حق سبحانہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی سلام پھیر چکے ہیں تو تم اس وقت جماعت کی توقع میں مسجد میں کیسے جارہے ہو یہ سن کر اس نے ایک آہ کی جس کے ساتھ اس کے جلے ہوئے دل سے دھواں نکلا اس کی آہ سے بوئے خون آتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل پُرخون سے نکلی ہے کسی نے کہا اچھا اگر تجھ کو فوت نماز با جماعت کا اس قدر ملال ہے تو اس آہ کا ثواب مجھے دیدے اور میں نے اپنی نماز باجماعت کا ثواب تجھے دیا۔ اس نے کہا اچھا میں نے آہ کا ثواب دیا اور جماعت کا ثواب لیا۔ اس نے اس آہ کا ثواب لے لیا۔ جو نہایت خشوع کے ساتھ کی گئی تھی اور اس نیاز و خشوع کا ثواب لے کر واپس لوٹا۔ اس سے اس کو اتنی ترقی ہوئی کہ پہلے باز تھا اب شہباز سے لگا کھانے لگا۔ رات کو ہاتف نے خواب میں کہا کہ تو نے تو آب حیات اور سراسر شفا خرید لی۔ تیرے اس اختیار اور اس دخول فی العقد کے سبب تمام مخلوق کی نماز مقبول ہوگئی اس سے تو سمجھ سکتا ہے کہ تیرا یہ فعل کتنا مکرم عند اللہ ہے۔

شرح شبّیری

ایک شخص کا جماعت کی نماز فوت ہو جانے پر حسرت کھانا

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص مسجد کے اندر جارہے تھے اور لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔

گشت پرسان الخ۔ یعنی وہ پوچھنے لگے کہ جماعت کو کیا ہوا کہ مسجد سے جلدی ہی باہر آرہے ہیں۔

آن یکے گفتش کہ الخ۔ یعنی ایک نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز پڑھ لی اور مناجات سے فارغ ہو گئے ہیں۔

تو کجا در می روئے الخ۔ یعنی اے مرد خام تو کہاں جارہا ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جماعت کی طلب میں فضول جارہے ہو ورنہ مسجد کے جانے سے نہیں روکتے۔

گفت آہ الخ۔ یعنی اس نے ایک آہ کی اور اس سے دھواں نکلا اور اس کی آہ دل سے خون کی بو آرہی تھی۔

آن یکے گفتا بدہ الخ۔ یعنی ایک شخص نے اس سے کہا کہ اس آہ کا ثواب تو مجھے دیدے اور میری باجماعت نماز کا ثواب حق تعالیٰ تجھے دیدے۔

گفت دادم الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ میں نے آہ دی اور نماز قبول کی تو اس دوسرے نے اس آہ کو سو نیاز کے ساتھ لے لیا۔ مطلب یہ کہ اس کے ثواب کو اس نے بہت شوق سے لے لیا۔

بانیاز و باالخ۔ یعنی وہ بانیاز اور باتضرع واپس چلے گئے۔ وہ باز تھے اور شہباز کے پیچھے گئے۔ مطلب یہ کہ اول تو ان کا

درجہ اتنا نہیں تھا مگر جب اس تضرع وزاری کا ان کو ثواب مل گیا تو ایک بہت بڑی شے ہاتھ آ گئی اور اس کو لے کر وہ چلے گئے۔
شب بخواب الخ۔ یعنی رات کو ایک ہاتف نے اس آہ لینے والے سے کہا کہ تو نے تو آب حیوان اور شفا کو خرید لیا۔
حرمت این الخ۔ یعنی اس اختیار اور اس قبول کی برکت سے تمام لوگوں کی نماز بھی قبول ہوگئی۔ مطلب یہ کہ اس آہ کی وہ برکت تھی کہ اس کی برکت سے اور لوگوں کی نماز بھی سب کی قبول ہوگئی تو چونکہ نماز کے فوت ہونے میں یہ درجات عالیہ حاصل ہوتے تھے اس لئے اس شیطان لعین نے حضرت امیر کو بیدار کیا تھا آگے اسی کا تتمہ ہے فرماتے ہیں کہ

تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر وفریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے مکر وفریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر راد	مکر خود اندر میاں باید نہاد
اس کے بعد شیطان نے کہا' اے دانا امیر!	(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیے
گر نمازت فوت می شد آں زماں	می زدی از درد دل آہ و فغاں
اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی	تو آپ دل کے درد کے ساتھ آہ و فغاں کرتے
آں تاسف وآں فغان وآں نیاز	در گذشتے از دو صد رکعت نماز
وہ افسوس کرنا' اور وہ فریاد اور وہ عاجزی	نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی
من ترا بیدار کردم از نہیب	تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے اس خوف سے آپ کو جگا دیا	تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے
تا چناں آہے نباشد مر ترا	تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے	تاکہ اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو
من حسودم از حسد کردم چنیں	من عدوم کار من مکرست وکیں
میں تو حاسد ہوں' میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا	میں تو دشمن ہوں' میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے
مکر من دیدی مباش ایمن زمن	تا شوی صدر جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا' مجھ سے مطمئن نہ ہوئیے	تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

شرح حبیبی

عزازیل نے کہا اے حکیم امیر اب میں تجھ کو اپنے مکر کا حقیقی راز پھر بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ جب میں ایک

واقعہ ایسا دیکھ چکا تھا تو میں نے خیال کیا کہ اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو اس وقت تم درددل سے آہ وفغاں کرتے اور وہ تاسف وہ آہ وہ خشوع دوسو رکعت سے بڑھ جاتا لہٰذا میں نے تم کو اس خوف سے جگادیا کہ مبادا ایسے آہ اس حجاب کو نہ جلادے جو ہنوز تمہارے اور حق کے درمیان باقی ہے اور قرب کامل تم کو نہ حاصل ہو جائے اور تا کہ تم کو یہ نصیب نہ ہو۔ اور اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو سکے۔ میں فی الحقیقت حاسد ہوں اور یہ جو کچھ میں نے کیا ہے حسد سے کیا ہے میں فی الحقیقت دشمن ہوں اور میرا کام مکر وعداوت ہی ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کے سامنے ابلیس لعین کا اپنے مکر وفریب کے اقرار کرلینے کا تتمہ

پس عزازیلش الخ۔ یعنی پس عزازیل نے ان سے عرض کیا کہ اے جوان مرد اب اپنے مکر کو درمیان رکھنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اب خلاصی اسی میں ہے کہ جو بات ہے اصل وہ ظاہر کردینی چاہیے۔

گرنمازت الخ۔ یعنی اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ درددل کی وجہ سے آہ وہ فغاں کرتے۔

آن تاسف الخ۔ یعنی اس افسوس اور فغاں اور نیاز کا ثواب دوسو رکعت نماز سے بھی بڑھ جاتا اس لئے کہ اصل تو تضرع وزاری ہے اور جبکہ نماز کا تدارک اس کی قضا سے ہو جاتا اور تضرع وزاری اس درجہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ ثواب بہت زیادہ ہو جاتا۔

من ترا بیدار الخ۔ یعنی میں نے تم کو اس خوف سے جگادیا کہ کہیں ایسی آہ حجاب کو نہ جلادے۔ مطلب یہ کہ مجھے خوف ہوا کہ اس افسوس وغیرہ میں تم کو عروج ہوگا اور وصل ہوگا اور جس قدر کہ پردے درمیان میں ہوں وہ سب مرتفع ہو جائیں گے لہٰذا میں نے چاہا کہ جو مرتبہ حاصل ہے خیر وہی رہے اور تو نہ بڑھے۔

تا چنان الخ۔ یعنی تا کہ تم کو وہ آہ نہ مل سکے اور تا کہ اس درجہ تک تم کو راہ نہ مل سکے مطلب یہ کہ کہیں وہ آہ تم کو مفید ہو جاتی اور وہ درجہ حاصل ہو جاتا اس لئے میں نے جگادیا۔

من حسودم الخ۔ یعنی میں تو حاسد ہوں میں نے ایسا حسد کی وجہ سے کیا ہے اور میں تو دشمن ہوں میرا کام ہی مکر اور کینہ ہے۔ آگے نالائق نصیحت کرتا ہے کہ

مکر من دیدی الخ۔ یعنی تم نے میرا مکر دیکھ لیا اب مجھ سے بے خوف مت رہنا تا کہ زمانہ میں تم صدر جہان رہو۔ اور اگر کہیں میرا اتباع کیا یا مجھ سے بے خوف ہو گئے تو بہت خرابی ہے۔ جب اس نے یہ کہا تب حضرت امیرؓ نے بھی تصدیق فرمائی۔

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی	از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تونے اب سچ کہا تو سچا ہے	تجھ سے یہی آتا ہے تو اسی کے لائق ہے
عنکبوتی تو مگس داری شکار	من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے	اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا
باز اسپیدم شکارم شہ کند	عنکبوتے کے بگرد من تند
میں سفید باز ہوں میرا شکار شاہ کرتا ہے	مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی
کار تو این ست اے دزد لعیں	سوئے دوغ آری مگس را ز انگبیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے	مکھی کو شہد سے ہٹا کر چاچھ پر لاتا ہے
رو مگس می گیر تا تانی ہلا	سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ	مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا
ور بخوانی تو بسوئے انگبیں	ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا	یقینا وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہو گا
تو مرا بیدار کردی خواب بود	تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا	تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا
تو مرا در خیر زاں می خواندیؔ	تا مرا از خیر بہتر راندیؔ
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا	تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

شرح حبلیبی

یہ سن کر امیر نے فرمایا کہ ہاں اب تونے سچ کہا ہے اور اب تو سچا ہے یہی بات تیرے مناسب ہے اور تجھے یہی ہونا تھا۔ لیکن یہ میں تجھ کو سمجھائے دیتا ہوں کہ تو ایک مکڑی ہے اور مکھیوں کا شکار کرنا تیرا کام ہے اور ضعیف الایمان لوگوں کو بہکا سکتا ہے میں مکھی اور ضعیف الایمان نہیں ہوں۔ میرے پھانسنے کی تکلف نہ اٹھا ورنہ محروم ہو

گا۔ میں حق سبحانہ کا باز ہوں اور وہی میرا شکار کرتا ہے۔ مکڑی کی مجال نہیں کہ میرے اوپر جالا تن دے اے ملعون چور تیرا کام یہ ہے کہ تو مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں کو شہد اور نافع و مرغوب چیز سے ہٹا کر چھاچھ اور نامرغوب شے کی طرف لائے۔ پس جا جہاں تک تجھ سے ہو سکے مکھیوں ہی کو پکڑتا رہ۔ دیکھ چھاچھ یعنی مضر و نامرغوب اشیاء کی طرف مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں ہی کو بلانا مجھ باز کی طرف رخ بھی نہ کرنا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے گا اور اچھی بات کی بھی ترغیب دے گا تو وہ بھی جھوٹ اور نامرغوب ہوگا۔ گو بادی النظر میں شہد اور اچھی بات معلوم ہو۔ تو نے مجھے بیدار کیا لیکن یہ بیدار کرنا گو فی نفسہ بیدار کرنا تھا مگر بلحاظ سلانے کے سلانا تھا اور تو نے مجھے کشتی دکھلائی گو وہ واقع میں کشتی نہ تھی لیکن وہ بلحاظ اس کشتی کے جو دوسری صورت میں مجھے ملتی گرداب تھی اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بہتری کی طرف بلایا تا کہ تو مجھے اس بہتر شے سے دور کر دے۔

شرح شبّیری

حضرت امیرؓ کا ابلیس کے اس قول میں تصدیق فرمانا

گفت اکنون الخ۔ یعنی فرمایا کہ اب تو نے سچ کہا اور اب تو سچا ہے اس لئے کہ تجھ سے تو ایسی بات آتی ہے اور تو تو اس کے لائق ہے۔

عنکبوتی تو مگس الخ۔ یعنی تو ایک مکڑی (کی طرح جال تانے ہوئے) ہے اور مکھیوں کا شکار کر رہا ہے تو ارے کتے میں مکھی نہیں ہوں محنت مت کر۔ مطلب یہ ہے کہ تو اور تیرے مکر سب ضعیف ہیں اور تو ضعفاء اور ناقصین ہی کو جال میں پھنسا سکتا ہے اور الحمد للہ میں قوی اور کامل ہوں لہٰذا فضول محنت مت کر میں تیرے جال میں پھنسنے والا نہیں ہوں۔

باز اسپیدم الخ۔ یعنی میں تو سفید باز ہوں میرا شکار تو بادشاہ کرتا ہے اور کوئی مکڑی میرے گرد کیا جال تن سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ خود ہی ضعیف ہو وہ کسی قوی کو کیا مغلوب کر سکتا ہے۔

کار تو انیست الخ۔ یعنی ارے ملعون چور تیرا تو کام ہی یہ ہے کہ مکھی کو شہد سے چھاچھ کی طرف لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تو تو لوگوں کو بہکا کر عمدہ سے ارذل کی طرف لاتا ہی ہے تیرا تو کام ہی ہے پس اگر تو نے میری ساتھ ایسا کیا تو کیا عجب ہے۔ اور ان کے ساتھ کذب کا معاملہ کر میں تیرے قابو کا نہیں ہوں۔

در نجوانی ہم الخ۔ یعنی اور اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے تو وہ بھی یقیناً کذب اور دروغ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر تو کبھی داعی الی الخیر بھی ہو جائے تب بھی یقیناً اس میں کوئی نہ کوئی دھوکا اور مکر ہوگا جیسا کہ خود اس قصہ میں ہے کہ اٹھایا نماز کے لئے اور کس قدر عظیم مکر نکلا۔

تو مرا بیدار الخ۔ یعنی تو نے مجھے (بظاہر) جگایا اور وہ (فی الواقع) خواب تھا اور تو نے (بظاہر) کشتی دکھائی

اور (فی الواقع) وہ گرداب تھا۔ مطلب یہ کہ اس میں بھی غفلت عن الحق تھی اس لئے کہ اگر تو نہ جگا تا تو اس تضرع و زاری سے اور مرتبہ بلند ہوتا تجھ کمبخت کا بیدار کرنا بھی منحوس ہی ہے جیسا کہ خود ہے

تو درین الخ۔ یعنی تو اس بھلائی میں مجھے اس لئے بلا رہا تھا کہ ایک اچھی خیر سے مجھے ہٹا دے۔ چنانچہ کامیاب ہوا آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک چور کے پکڑنے کو اس کا تعاقب کیا اور قریب تھا کہ ایک جست کر کے اس کو پکڑ لے جب اس چور کے ساتھی نے دیکھا کہ میرا ساتھی پکڑا جاتا ہے تو اس متعاقب کو آواز دی کہ ارے کمبخت یہاں آ دیکھ کیا آفت برپا ہے یہ سمجھا کہ شاید اور چور میرے گھر میں گھس گئے ہیں وہ اس چور کا تعاقب چھوڑ کر لوٹا کہ بتا کیا ہے تو وہ بولا کہ دیکھ چور کے نشان قدم یہ ہیں ان پر چلا جا اور اس کو پکڑ لینا اس نے کہا خدا تجھے غارت کرے تو نشان قدم بتاتا ہے اور میں نے اس ذات ہی کو پکڑ لیا تھا تو دیکھو اس نے بظاہر ایک خیر کی طرف بلایا تھا مگر فی الواقع وہ شر تھا اور اس سے ایک بہت بڑی چیز کھو دی اسی طرح یہ شیطان بظاہر ایک خیر کی طرف بلاتا ہے مگر اس کے اندر بہت بڑا ضرر مضمر ہوتا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

فوت شدن دزد بآواز دادن آں شخص صاحب خانہ را کہ نزدیک شدہ بود کہ دزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

ایں بداں ماند کہ شخصے دزد دید	در وثاق اندر پئے ادمی دوید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا	گھر میں (اور) وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگا
تا دو سہ میداں دوید اندر پیش	تا در افگند از تعب اندر خویش
دو تین میدانوں تک اس کے پیچھے دوڑا	یہاں تک کہ مشقت سے اس (چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا
اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش	تابد واندر جہد دریا بدش
اس حملہ کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا	یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے
دزد دیگر بانگ کردش کہ بیا	تا بہ بینی ایں علامات بلا
دوسرے چور نے اس کو پکارا کہ آ	تاکہ تو مصیبت کی ان علامتوں کو دیکھ لے
زود باش و باز گرد اے مرد کار	تا بہ بینی حال ایں جا زار زار
جلدی کر، واپس آ، اے کام کے دھنی!	تاکہ تو یہاں کا حال زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مرد گشت اندیشہ ناک	گفت با خود کشتہ گیر ایں جامہ چاک
جب اس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا	اپنے آپ سے بولا اس مرتے کو مردہ سمجھ
گفت باشد کاں طرف دزدے بود	گر نہ گردم زود زاں بر من دود
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اس طرف چور ہو	اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دے گا
برزن و فرزند من دستے زند	کشتن ایں دزد سودم کے کند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے	(پھر) مجھے اس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دے گا؟
ایں مسلماں از کرم می خواندم	گر نگردم زود پیش آیدندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے	اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہو گا
برامید شفقت آں نیک خواہ	دزد را بگذاشت باز آمد براہ
اس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر	چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا
گفت اے یار نکو احوال چیست	ایں فغان و بانگ تو از دست کیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟	یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟
گفت اینک بیں نشان پائے دزد	ایں طرف رفت ست دزد زن بمزد
اس نے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے	بھڑوا چور اس طرف گیا ہے
نک نشان پائے دزد قلتباں	درپئے او رو بدیں نقش و نشاں
دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے	اس علامت اور نشان کے ذریعہ اس کا پیچھا کر
گفت اے ابلہ چہ میگوئی مرا	من گرفتہ بودم آخر دزد را
اس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟	میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا
دزد را از بانگ تو بگذاشتم	من تو خر را آدمی پنداشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا	میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا
ایں چہ ژاژ ست و چہ ہرزہ اے فلاں	من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بے ہودگی ہے	میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟
گفت من از حق نشانت میدہم	ایں نشانست از حقیقت آگہم
اس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں	یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

گفت طراری تو یا خود ابلہی	بلکہ تو دزدی وزیں حال آگہی
اس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے	بلکہ تو چور ہے اور اس حالت سے واقف ہے
خصم خود را می کشیدم مو کشاں	تو رہا نیدی و را کاینک نشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا	تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے
تو جہت گومن برونم از جہات	در وصال آیات کو یا بینات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں	وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟
صُنع بیند مرد محجوب از صفات	در صفات آنست کو گم کرد ذات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو	صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو
واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر	کے کنند اندر صفات او نظر
اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں	وہ اس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟
چونکہ اندر قعر جو باشد سرت	کے برنگ آب افتد منظرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو	پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟
ور برنگ آب باز آئی زقعر	پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آ جائے	تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا
طاعت عامہ گناہ خاصگاں	وصلت عامہ حجاب خاص داں
عوام کی طاعت خاصان خدا کا گناہ ہے	عوام کا وصال خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اورا از وزارت معزول کردہ بود و محتسب داد

بادشاہ کے اس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

گر وزیرے را کند شہ محتسب	شہ عدو او بود نبود محبّ
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے	تو بادشاہ اس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہو گا
ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر	بے سبب نبود تغیر ناگزیر
اس وزیر نے کوئی خطا کی ہو گی	لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اول محتسب بد خود و را	بخت وروزی آں بدست زابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خوداس کے لئے	وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی
لیک کاں اول وزیر شہ بدست	محتسب کردن سبب فعل بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو	(اس کو) کوتوال بنانا کسی برے کام کی وجہ سے ہے
چوں تراشہ زآستانہ پیش خواند	باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا	پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا
تو یقیں میداں کہ جرمے کردۂ	جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو یقین کر لے تونے کوئی غلطی کی ہے	تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے
کہ مراروزی وقسمت ایں بدست	پس چرادی بودت آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی	تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟
قسمت خودخود بریدی توزجہل	قسمت خود را فزاید مرد اہل
تو نے نادانی سے اپنے حصے کو خود منقطع کر دیا	لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے
یک مثال دیگر اندر کژ روی	شاید ار از نص قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال	مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

تیرے اس فعل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان کے اندر چور کو دیکھا اور اس کے پیچھے دوڑا غرض دو تین میدان اس کے پیچھے دوڑا حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہو گیا جس دوڑ میں کہ وہ اس کے پاس پہنچ گیا اور کود کر اس کو پکڑنے کو ہوا۔ دفعتۃً ایک چور نے آواز دی کہ ادھر آ تا کہ مصیبت کے نشان دیکھے۔ اے مصروف کار شخص فوراً لوٹ آ اور یہاں کی حالت زار دیکھ جب اس شخص نے یہ بات سنی تو اس کو سوچ ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ اس چور کو تو مرنے دو اور ادھر چلو ممکن ہے کہ اس طرف کوئی اور چور ہو اور مجھ پر دوڑ پڑے یا میرے بیوی بچوں پر ہاتھ صاف کرے اگر اس چور کو مار بھی دیا تو ایسی حالت میں کیا مفید ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی مہربانی سے مجھے بلا رہا ہے اگر میں فوراً واپس نہیں ہوتا ہوں تو ممکن ہے کہ میں پشیمان ہوں اس بظاہر نیک خواہ آدمی کی شفقت کے بھروسہ اس نے چور کو تو چھوڑ دیا اور خود پلٹ پڑا اور جا کر پوچھا کہ میاں یہ شور و فریاد تمہاری کس کے دست تعدی سے تھی اس نے کہا مجھے یہ کہنا مقصود تھا کہ یہ چور کا نقش قدم ہے اور وہ دیوث چور اس طرف کو گیا ہے یہ اس دیوث چور کے نشانات قدم ہیں بس تم ان نشان پر اس چور کا تعاقب کرو۔ اس نے کہا ارے احمق تو کیا کہہ رہا ہے میں

نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا تیری آواز سن کر اور گھبرا کر چھوڑ دیا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تو کوئی آدمی ہوگا مگر تو تو گدھا نکلا۔ ارے یہ کیا ہرزہ درآئی اور بے ہودہ سرائی ہے نشان کو کہتے ہیں میں نے تو حقیقت کو پالیا تھا۔ اس نے کہا میں آپ کو بہت صحیح نشان دے رہا ہوں میں خوب واقف ہوں یہ آپ کے لئے نشان ہے اس نشان سے آپ اس کو پکڑ سکتے ہیں۔ اس نے کہا تو یا تو کوئی لٹھ کٹا ہے یا احمق۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی چور ہے کہ میں اس چور کو موئے پیشانی پکڑ کر لانے ہی کو تھا تو نے دھوکہ دے کر اسے چھڑا دیا اور اب کہتا ہے کہ یہ نشان ہے۔ اب مولانا ایک محجوب کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں کہ تو وجوہات بیان کرتا ہے اور میں وجوہ و دلائل سے بالاتر ہوں مجھے وصال ومشاہدہ ذات حاصل ہے کہیں وصال میں بھی آیات و بینات کارآمد ہوتے ہیں قاعدہ ہے کہ جو صفات سے محجوب ہوتا ہے وہ افعال کو دیکھتا ہے اور صفات میں وہ مصروف ہوتا ہے جس کی ذات تک رسائی نہیں۔ جو واصل ہیں وہ تو مشاہدہ ذات میں مستغرق ہیں وہ صفات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ گو معتقد صفات ہیں اور ان کا بھی اعتراف کرتے ہیں اس کو یوں سمجھو کہ جب ندی کی تہہ میں تمہارا سر ہو تو رنگ آب پر تم کو نظر نہ ہوگی گو تم رنگ کے نافی بھی نہ ہو گے۔ لیکن اس حالت میں اگر تم تہہ میں سے رنگ کی طرف متوجہ ہو تو تم بہت خسارہ میں ہو کہ پشمینہ دے کر ٹاٹ خریدا۔ اور اصل چھوڑ کر تابع پر نظر کی یوں ہی ذات کو چھوڑ کر صفات پر نظر کرنے والے کی حالت سمجھو۔ اس سے تم کو اس کا راز معلوم ہوا ہوگا کہ عام لوگوں کی طاعتیں خواص کے معاصی ہیں اور عوام کا وصال خواص کا حجاب ہے۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنا دے تو اس سے معلوم ہوگا کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہے اور خوش نہیں اور اس نے کوئی قصور کیا ہے جس کی یہ سزا دی گئی ہے کیونکہ یہ تغیر بلا وجہ نہیں ہوسکتا اور جو پہلے ہی سے محتسب ہے اس کے لئے یہ ابتدا ہی سے خوش قسمتی ہے لیکن جو شخص پہلے وزیر تھا اس کو محتسب بنا دینا یہ اس کے جرم کا نتیجہ ہے پس اگر تم کو بادشاہ حقیقی نے آستانہ سے اپنے حضور میں بلا لیا ہے اور بعد سے قرب عطا فرمایا ہے اور پھر قریب سے بعید کر دیا اور آستانہ پر پہنچا دیا ہے تو تم کو یقین کرنا چاہیے کہ تم نے کوئی قصور کیا ہے لیکن اس وقت تم اپنی جہالت سے جبر کا عذر پیش کرتے ہو مگر یہ تمہاری غلطی ہے اگر تمہارے مقدر ہی میں یہ تھا تو کل وہ دولت تم کو کیسے مل گئی تھی بس بات یہ ہے کہ تم نے اپنے حصہ کو اپنی نادانی سے خود قطع کر دیا۔ اس لئے تم اہل نہیں ہو دیکھو جو اہل ہوتے ہیں وہ اپنے حصہ کو بڑھاتے ہیں قطع نہیں کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

ایک صاحب خانہ کے ہاتھ سے ایک چور کا بھاگ جانا ایک دوسرے شخص کے آواز دینے کی وجہ سے

این بدان الخ۔ یعنی یہ تو اس کے مشابہ ہے کہ ایک شخص نے گھر میں چور دیکھا تو وہ اس کے پیچھے دوڑا۔

تا دوسہ میدان الخ ۔یعنی دو تین میدان تک تو اس کے پیچھے بھاگا یہاں تک کہ اس چور نے تعب کی وجہ سے اس کو پسینہ میں ڈال دیا۔

اندآن الخ ۔یعنی اس حملہ میں کہ اس کے نزدیک آ گیا کہ ایک دو مرتبہ کود ے تو اس کو پالے

دزد دیگر الخ ۔یعنی ایک اور چور نے اس متعاقب کو آواز دی کہ اے یہاں آ تاکہ تو علامات مصیبت کو دیکھے۔

زود باش الخ ۔یعنی جلدی کر اور لوٹ اے مرد کار تاکہ تو یہاں کا حال ابتر اور خراب دیکھے

چون شنید الخ ۔یعنی جب اس نے یہ سنا تو اندیشہ ناک ہو گیا اور اپنے سے کہا کہ اس جامہ چاک کو مرا ہوا فرض کر لو مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس چور کو چھوڑ دو سمجھو کہ جیسے یہ تھا ہی نہیں

گفت باشد الخ ۔یعنی اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید اس طرف کوئی چور ہو تو اگر میں جلدی نہ لوٹوں تو وہ مجھ پر حملہ کر بیٹھے۔

درزن الخ ۔یعنی میری بیوی بچوں پر وہ حملہ کرے تو اس چور کا مار ڈالنا مجھے کیا فائدہ دے گا۔

این مسلمان الخ ۔یعنی یہ مسلمان کوئی کرم کی وجہ سے مجھے بلا رہا ہے تو اگر میں جلدی سے واپس نہ ہونگا تو مجھے سخت ندامت ہوگی۔

برامید شفقت الخ ۔یعنی اس نیک خواہ کی شفقت کی امید پر چور کو چھوڑ دیا اور راستہ پر لوٹ آیا۔

گفت اے یار الخ ۔یعنی اس نے کہا کہ ارے یار کیا حال ہے۔ یہ فغاں اور آواز کس کے ہاتھ سے ہے۔

گفت اینک الخ ۔یعنی وہ آواز والا بولا کہ یہ چور کے نشان قدم ہیں کہ اس طرف کو وہ بھڑوا چور گیا ہے۔

نک نشان پائے الخ ۔یعنی اس چور قلتبان کے پاؤں کے یہ نشان ہیں تو اس کے پیچھے جا اس نقش ونشان پر۔

گفت اے ابلہ الخ ۔یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے بیوقوف تو مجھے کیا کہہ رہا ہے آخر میں نے تو اس چور کو پکڑ ہی لیا تھا۔

دزد را الخ ۔یعنی تیری آواز کی وجہ سے اس چور کو میں نے چھوڑ دیا اور میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا۔

اینچہ ژاژ الخ ۔یعنی ارے یہ کیا بے ہودگی اور بدتمیزی ہے میں نے تو خود حقیقت کو پالیا تھا نشان کیا چیز ہوتی ہے۔

گفت من الخ ۔یعنی اس داعی نے کہا کہ میں تجھے بالکل ٹھیک نشان بتا رہا ہوں اور یہ اس امر کی نشانی ہے کہ میں حقیقت سے آگاہ ہوں۔

گفت طراری الخ ۔یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے تو گرہ کٹ ہے یا کوئی بیوقوف ہے بلکہ تو تو خود چور ہے اور حقیقت حال سے آگاہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی کا ساتھی ہے۔

خصم خود را الخ ۔یعنی میں تو اپنے دشمن کو بال کھینچتا ہوا لاتا تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ اس کا نشان قدم ہے تو اب بتا کہ اس کے نشان قدم کو لے کر کیا چاٹوں۔

تو جہت گو من الخ ۔یعنی تو تو جہات بتا رہا ہے اور میں جہات سے باہر ہوں۔ وصال میں آیات ہوں یا

بینات (سب بے سود ہیں) مطلب یہ کہ میں وہاں تک پہنچ چکا تھا اب جو تو مجھے یہ نشانیاں بتا رہا ہے یہ تو میرے لئے بالکل بے سود ہیں یہاں مولانا کو یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ جو اولیاء اللہ فنا ہو جاتے ہیں اور جن کو فناء کامل حاصل ہو جاتی ہے پھر ان کی نظر اسباب پر یا جہات پر یا صفات پر نہیں رہتی بلکہ ان کی نظر محض ذات کی طرف ہوتی ہے جس کو مشاہدہ ذاتی اور معائنہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اسی کو آگے بھی بیان فرماتے ہیں کہ

صنع بیند الخ۔ یعنی افعال تو وہ دیکھے گا جو صفات سے محجوب ہو اور صفات میں وہ رہے گا جو ذات سے گم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تجلی افعالی تو اسے ہوتی ہے کہ جسے تجلی صفاتی نہیں ہوتی اور تجلی صفاتی اسے جسے تجلی ذاتی نہیں ہوتی اور جسے تجلی ذاتی اور معائنہ ہو گیا وہ تو واصل حق اور فنافی الذات ہو گیا اسے ان اشیاء کی طرف نظر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

واصلان الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ واصلین جو کہ ذات حق میں فنا ہیں وہ صفات میں کب نظر کرتے ہیں آگے اس کی مثال ہے کہ

چونکہ اندر الخ۔ یعنی جبکہ قعر ندی میں تیرا سر ہو تو پھر پانی کے رنگ پر کب تیری نظر پڑی یعنی اگر پانی کے اندر کوئی ڈوبا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو پانی کے اوپر کی سطح بالکل نظر نہ آئے گی تو اس طرح جو حضرات کہ ذات میں فنا ہو گئے ہیں ان کی نظر بھی ظاہر پر اور صفات پر نہیں رہتی۔

ور برنگ الخ۔ یعنی اور اگر رنگ آب پر تو قعر سے واپس اوے تو ایسا ہے جیسے پشمینہ دے کر ٹاٹ لے لیا۔ مطلب یہ کہ اگر اس حالت سے کہیں رجوع ہو اور تجلی ذاتی یا افعالی ہونے لگی تو پھر سمجھو کہ بہت بڑی شے کھودی اور کم قیمت شئے لے لی تو اس طرح یہ صاحب خانہ بھی ذات تک پہنچ چکا تھا مگر اس نے بلا لیا تو اس کو ترک کر دیا تو کس قدر سخت نقصان ہوا اس طرح اس راہ میں نقش شیطان اسی طرح راہزن ہوتے ہیں اور نزول کرا دیتے ہیں لہٰذا ان کے دھوکہ سے بچے رہنا۔

طاعت عامہ الخ۔ یعنی عوام کی طاعت خاص لوگوں کے لئے گناہ ہے اور عوام کا وصل خواص کا حجاب جانو اس کے معنی یہ ہیں کہ حسنات الابرار سیئات المقربین جو عوام ہیں اور کم درجہ کے ہیں ان کے لئے تو تجلی افعالی یا صفاتی ہی بہت بڑی شے ہے اور ان کی معراج ہے مگر جن کو تجلی ذاتی ہو چکی ہے ان کے لئے تجلی افعالی یا صفاتی ہونا موت ہے اور ان کا نزول ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا مثال ہے فرماتے ہیں کہ

گر وزیرے الخ۔ یعنی اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنادے تو بادشاہ اس کا دشمن ہے دوست نہیں ہے۔

ہم گناہے الخ۔ یعنی اس وزیر نے ضرور کوئی گناہ کیا ہوگا بلا کسی سبب کے ایسا نامعقول تغیر تو نہ ہوگا۔

وانکہ ز اول الخ۔ یعنی جو شخص کہ اول سے محتسب ہے خود اس کی یہ بخت اور روزی ہے ابتداہی سے

لیک کان الخ۔ یعنی لیکن جو کہ اول سے وزیر شہ تھا اس کو محتسب کر دینا کسی فعل بد کی وجہ سے ہے اس لئے کہ احتساب کا مرتبہ تو وزارت سے کم ہی ہے تو ایک ہی درجہ ایک کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے

آ گے ایک اور مثال ہے۔

ہوتا ہے مگر ایک بزرگ کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے آ گے ایک اور مثال ہے

چون تراشہ الخ ۔یعنی جبکہ تجھے بادشاہ نے آستانہ کے سامنے بلا لیا اور پھر آستانہ ہی کی طرف لوٹا دیا۔

تو یقین میدان الخ ۔یعنی تو یقیناً جان لے کہ کوئی جرم تو نے کیا ہے اور جہل کی وجہ سے جبر کو سامنے لایا ہے تو یعنی کیا تو خود ہے اور اب جہل کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ کیا کریں تقدیر میں ہی اس طرح تھا اور کہتا ہے کہ

کہ مرا روزی الخ ۔یعنی کہ میری روزی اور قسمت تو یہی تھی (مولانا فرماتے ہیں کہ) بس کل کیلئے یہ دولت تیرے ہاتھ میں تھی۔

قسمت خود الخ ۔یعنی اپنی قسمت کو خود تو نے ہی جہل کی وجہ سے قطع کر دیا ہے اور جو کہ اہل ہوتے ہیں وہ اپنی قسمت کو بڑھاتے ہیں اور تو ایسا کمبخت ہے کہ اور گھٹا تا ہے تو معلوم ہو گیا کہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ جو ایک کے لئے موجب زیادتی درجہ ہیں اور دوسرے کے لئے موجب کمی درجہ کے ہیں آ گے فرماتے ہیں کہ

یک مثال دیگر الخ ۔ یعنی ایک اور مثال کجروی کے اندر چاہیے کہ نقل قرآن سے سنے تو یہ پھر ماقبل کی طرف رجوع ہے اور فعل شیطان کی کجی پر چور کی اور صاحب خانہ کی مثال لائے تھے اب یہ دوسری مثال اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

قدتم الربع الثالث
من الدفتر الثانی
وللہ الحمد

الربع الرابع من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

قصہ منافقان ومسجد ضرار ساختن ایشاں

منافقوں اور ان کے مسجد ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژبازئ در جفت وطاق	با نبی می باختند اہل نفاق
اسی طرح الٹی بازی داؤں میں	نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے
کز برائے عز دین احمدیؐ	مسجدے سازیم وبود آں مرتدی
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے	ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (ان کی) بے دینی تھی
ایں چنیں کژ بازئ می باختند	مسجدے جز مسجدش می ساختند
جس طرح کی الٹی بازی انہوں نے کھیلی	ان کی مسجد کے علاوہ انہوں نے ایک مسجد بنائی
فرش و سقف و قبہ اش آراستہ	لیک تفریق جماعت خواستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا	لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا
نزد پیغمبر بلا بہ آمدند	ہمچو اشتر پیش او زانو زدند
خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے	اونٹ کی طرح ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے
کاے رسول حق برائے محسنی	سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم	اس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں
تا مبارک گردد از اقدام تو	تا قیامت تازہ بادا نام تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہوجائے	خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے
مسجد روز گل ست و روز ابر	مسجد روز ضرورت وقت صبر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے	(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کے لئے ہے

تا غریبے یابد آنجا خیر و جا	تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ کوئی مسافر اس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے	تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں
تاشعار دیں شود بسیار و پر	زانکہ بایاراں شود خوش کار مر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پر ہو جائے	کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے
ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ	تزکیۂ ما کن زماں تعریف دہ
تھوڑی دیر کیلئے اس جگہ تشریف رکھیں	ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں
مسجد و اصحاب مسجد را نواز	تو مہی ما شب دمے باما بساز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے	ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں
تاشود شب از جمالت جملہ روز	اے جمالت آفتاب جاں فروز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے	اے وہ (ذات) کہ آپ کا جمال روح کو روشن کرنیوالا سورج ہے
اے دریغا کاں سخن از دل بدے	تامراد آں نفر حاصل شدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں	تاکہ اس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا
لفظ کاید بے دل و جاں برزباں	ہمچو سبزہ توں بود اے دوستاں
جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے	اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے
ہم ز دورش بنگر و اندر گذر	خوردن و بورا نہ شاید اے پسر
اس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا	اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے
سوئے لطف بے وفایاں ہیں مرو	کان پل ویراں بود نیکو شنو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا	اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے
گر قدم راجا ہلے بروئے زند	بکشند پل واں قدم را بکشند
اگر کوئی ناواقفیت سے اس پر قدم رکھے گا	پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا
ہر کجا لشکر شکستہ می شود	از دوسہ سست و مخنث می بود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے	تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے
درصف آید با سلاح و مرد وار	دل بروبنہند کاینک یار غار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے	(لشکری) اس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

روبگرد اند چو بیند زخمہا	رفتن او بشکند پشت ترا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے	اس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے
ایں درازست وفراواں می شود	وانچہ مقصودست پنہاں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے	اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

جس طرح ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے یوں ہی کجروی کے متعلق ایک اور قصہ ہے اگر تو نقل قرآنی سے سننا چاہتا ہے تو سن وہ قصہ شیطان الجن کا تھا یہ شیاطین الانس کا ہے بات یہ ہے کہ جس طرح شیطان امیر معاویہ کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہا تھا یوں ہی منافقین داؤں پیچ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہے تھے یعنی انہوں نے ظاہر کیا کہ ہم دین احمدیؐ کی عزت کے لئے ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں حالانکہ منشاء اس کا کفر تھا دوسری ٹیڑھی چال یہ چلے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد بنا ڈالی اور اس کی چھت فرش اور گنبد وغیرہ کو خوب سجایا اس سے ان کو ظاہر تو اعزاز دین کرنا تھا مگر اصل مقصد تفریق جماعت تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ازراہ چاپلوسی حاضر ہوئے اور اونٹ کی طرح گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اے رسولؐ خدا براہ کرم اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمائیے تاکہ آپ کے قدموں سے وہ متبرک ہو جائے خدا کرے آپ کا نام تا قیامت تازہ رہے۔ یہ مسجد اس لئے بنائی گئی ہے کہ گارے کیچڑ میں نماز پڑھنے میں آسانی ہو جس دن ابر ہو تو یہاں نماز پڑھ لی جائے۔ غرض کہ جب کوئی شدید ضرورت و مجبوری پیش آئے تو اس مسجد سے کام نکالا جائے اس میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ مسافر آرام کر سکتا ہے اور اس کو کھانا وغیرہ مل سکتا ہے اور یہ بھی غرض ہے کہ مسجدیں زیادہ ہوں اور شعار دین زائد ہوں اس لئے کہ جو کام ناگوار ہوتا ہے دوستوں کے ساتھ وہ کام بھی گوارا ہو جاتا ہے پس جب دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ ایک مسجد اور بنی ہے تو اور لوگ بھی مسجدیں بنائیں گے لہٰذا جناب والا خود مسجد کی بھی عزت افزائی فرمائیں اور مسجد والوں کی بھی۔ آپ چاند ہیں اور ہم رات آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بھی گزاریں تو مناسب ہے تاکہ ہم بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہوں آپ وہاں تشریف لے چلئے اور ہم کو پاک کیجئے اور وعظ و نصیحت فرمائیے تاکہ ہماری ظلمت دور ہو کر روشنی پیدا ہو جائے کیونکہ آپ کا جمال وہ آفتاب ہے جو جانوں کو روشن کرتا ہے۔ اب مولاناؒ فرماتے ہیں کہ تقریر نہایت پاکیزہ اور مضمون نہایت پسندیدہ ہے لیکن اے کاش یہ تقریر دل سے ہوتی تاکہ ان کا مقصد حاصل ہوتا لیکن یہ الفاظ دل و جان سے نہ تھے اور جو الفاظ دل سے نہ نکلیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوڑی پر سبزہ کہ بس دور سے دیکھ لو اور چلے جاؤ نہ کھانے کے کام کا ہے نہ سونگھنے کے بلکہ محض دل خوش کن ہے فائدہ کچھ نہیں پس مناسب مقام ہم تم کو ایک نصیحت کرتے ہیں خوب کان کھول کر سن لو وہ یہ کہ بے وفاؤں کی

ظاہری مہربانی پر ہرگز نہ جانا اس لئے کہ وہ ایسی ہے جیسے بوسیدہ پل کہ جب کوئی ناواقفیت سے اس پر از راہ اعتماد قدم رکھے تو فوراً ٹوٹ جائے اور پاؤں کو بھی توڑ دے۔ پس جب کوئی ان کے لطف ظاہری پر اعتماد کرے گا نقصان اٹھائے گا دوسری مثال اور سنو جب کبھی لشکر شکست کھاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں دو تین مخنث ہوتے ہیں اور وہ ہتھیار سجا کر مردانہ صف جنگ میں شریک ہوجاتے ہیں لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا معین و مددگار سمجھتے ہیں لیکن جب ان کے کوئی زخم لگتا ہے یا دوسروں کے زخموں کو دیکھتے ہیں تو بھاگ نکلتے ہیں اور ان کا بھاگنا تمام فوج کی کمر توڑ دیتا ہے۔ یہ نتیجہ کیوں ہوا اس لئے کہ انہوں نے ان بے وفاؤں کی ظاہری مہربانی پر اعتماد کیا خیر یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اس کو طول ہوتا جاتا ہے اور جو اصل مقصود ہے وہ مخفی ہوا جاتا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

منافقوں کا اور ان کی مسجد ضرار بنانے کا قصہ

شرح شبّیری

اینچنیں الخ۔ یعنی اسی طرح کی کج بازی جفت اور طاق میں اہل نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلتے تھے۔ مطلب یہ کہ حضرت کے ساتھ منافقین شرارتیں اور دھوکہ کرتے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہتے تھے کہ

کز برائے الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عزت کے لئے ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (فی الواقع) ارتداد تھا اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسا کرتے تھے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اس قسم کی ٹیڑھی چال ان کے ساتھ چلتے تھے اور ایک مسجد ان کی مسجد کے علاوہ بناتے تھے۔

فرش الخ۔ یعنی اس کا فرش اور چھت اور گنبد سنوارتے تھے لیکن وہ جماعت کی تفریق چاہتے تھے۔

نزد الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرارت سے آئے اور اونٹ کی طرح ان کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرم کی وجہ سے اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمائیے۔

تامبارک الخ۔ یعنی تاکہ وہ آپ کے قدموں کی بدولت مبارک ہوجائے آپ کا نام مبارک قیامت تک زندہ رہے۔

مسجد الخ۔ یعنی وہ مسجد کیچڑ کے دن کی ہے اور ابر والے دن کی اور ضرورت کے دن اور صبر کے وقت کی مطلب یہ کہ مسجد قبا دور ہے اس لئے بارش وغیرہ میں جانے میں دقت ہوتی ہے لہٰذا یہاں قریب نماز ہوجایا کرے گی جبکہ ضرورت ہوگی اور یہ مصلحت ہے کہ

تاغریبے الخ۔ یعنی تاکہ کوئی مسافر اس جگہ آرام اور جگہ پائے اور تاکہ یہ خدمت کا گھر زیادہ ہوجائے کہ

دور ہوجائینگے ایک مسجد قبا اور ایک اور یہ مصلحت ہے کہ۔

تا شعار الخ۔ یعنی تا کہ دین کا شعار زیادہ ہوجائے اور مشکل کام دوستوں پر آسان ہوجائے کہ بارش وغیرہ میں وہاں جانا مشکل ہے یہاں جانا آسان ہوگا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی اس جگہ تشریف لے چلئے اور ہمارا تزکیہ فرمایئے اور کچھ دیر وعظ فرما دیجئے۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد کو اور اصحاب مسجد کو نواز دیجئے آپ چاند ہیں اور ہم رات ہیں ہمارے ساتھ موافقت فرمایئے تو ہم بھی منور ہوجائیں۔

تا شود الخ۔ یعنی تا کہ رات آپ کے جمال کی وجہ سے دن ہوجائے اے وہ کہ آپ کا جمال جان کا روشن کر دینے والا ہے۔

مطلب یہ کہ ہمارے قلوب سیاہ جو شب کی طرح ہیں وہ منور ہوجائیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی کاش کہ وہ بات دل سے ہوتی تا کہ اس جماعت کی مراد حاصل ہوجاتی۔

لفظ الخ۔ یعنی جو لفظ کہ بے دلی سے زبان پر آئے تو اے دوستو اس کو کوڑی کے سبزہ کی طرح سمجھو کہ اوپر تو اچھا ہے اور اندر سے غلاظت بھری پڑی ہے۔

ہم الخ۔ یعنی اس کو دور ہی سے دیکھ لو اور چلے جاؤ وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے اے صاحبزادہ

سوئے الخ۔ یعنی بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف ہرگز مت جا کہ وہ ٹوٹا ہوا پل ہے اچھی طرح سن لو۔

گر قدم الخ۔ اگر کوئی جاہل قدم کو اس پر مارے تو وہ پل بھی ٹوٹ جائے اور اس کے قدم کو بھی توڑ دے۔ تو اسی طرح جو شخص کہ ایسے مکاروں کے ساتھ رہتا ہے تو یہ خود بھی غارت ہوتے ہیں اور اس کو بھی غارت کر دیتے ہیں آگے ایک مثال ہے کہ۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ لشکر کو شکست ہوتی ہے وہ دو تین سست اور مخنثوں کی بدولت ہوتی ہے۔

درصف الخ۔ یعنی صف میں ہتھیاروں کے سمیت مردوں کی طرح آتا ہے تو اس پر دل رکھتے ہیں کہ یہ ہے یار غار۔ یعنی لڑائی میں وہ نامرد آتا تو اس طرح ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ بس جو ہے یہی ہے اور کام یہی کرے گا اور کون کرے گا اور جب مقابلہ ہوتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

رو الخ۔ یعنی جب زخم کو دیکھا تو منہ پھیر لیتا ہے اور اس کا بھاگنا تمہاری کمر بھی توڑ دیتا ہے اور سارا لشکر ہمت ہار دیتا ہے اور بھاگ پڑ جاتی ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ (مضمون) تو بہت دراز ہے اور طویل ہوتا جاتا ہے اور جو مقصود ہے وہ پوشیدہ ہوتا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو تو جہاں تک بیان کیا جائے گا طویل ہی ہوتا رہے گا مگر ہمیں جو مقصود قصہ منافقوں کا بیان کرنا تھا وہ رہا ہی جاتا ہے آگے پھر وہی قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

فریقین منافقان پیغمبر علیہ السلام را تا کہ بمسجد ضرار برند و اظہار نا کردن مصطفیٰؐ مکر ایشاں را از کمال حلم خود

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا تا کہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری سے ان کے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسول حق فسونہا خواندند	رخش دستان و حیل می راندند
اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پرانہوں نے بہت سے منتر پڑھے	مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے
چاپلوسی و فسونہا خواندند	نزل خدمت سوئے حضرت راندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے	خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھائی
آں رسول مہربان و رحم کیش	جز تبسم جز بلے ناورد پیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ	سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے
شکر ہائے آں جماعت یاد کرد	در اجابت قاصداں را شاد کرد
اس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا	قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا
می نمود آں مکر ایشاں پیش او	یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو
آپ کے سامنے ان کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا	فوراً اس طرح جیسا کہ دودھ میں بال
موی را نادیدہ میکرد آں لطیف	شیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ مہربانؐ بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے	وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے
صد ہزاراں موی مکر و دمدمہ	چشم خوابانید آں دم از ہمہ
مکر اور فریب کی لاکھوں بال تھے	اس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی
راست می فرمود آں بحر کرم	برشما من از شما مشفق ترم
اس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے	میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں
من نشستہ بر کنار آتشے	با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں	جو بہت تیز کنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سود واں	ہر دو دست من شدہ پروانہ راں
تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو	میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بن گئے ہیں
چوں براں شد تا رواں گردد رسول	غیرت حق بانگ زد مشنو زغول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجد ضرار کی طرف روانہ ہوں	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی چھلاوے کی آواز نہ سنو
کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند	جملہ مقلوب ست انچہ آوردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے	جو انہوں نے کہا ہے سب الٹا ہے
قصد ایشاں جز سیاہ روئی نبود	خیر دیں کے جست ترسا و یہود
ان کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا	عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟
مسجدے بر جسر دوزخ ساختند	با خدا نرد دغاہا باختند
انہوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے	انہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے
قصد شاں تفریق اصحاب رسول	فضل حق را کے شناسد ہر فضول
ان کا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے	کوئی بے ہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟
تا جہودے را ز شام اینجا کشند	کہ بوعظ او جہوداں سرخوش اند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں	جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں
گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما	برسر راہیم و بر عزم غزا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم	سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے
زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں	سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
جب میں سفر سے واپس آ جاؤں گا، تب	اس مسجد کی طرف چلوں گا
دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت	با دغایاں از دغا نردے بباخت
ان کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے	دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا قصہ مسجد ضرار کی طرف عود فرماتے ہیں۔ لیکن جس تفصیل کے ساتھ مولانا نے اس کو بیان فرمایا ہے وہ کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ مولانا کو کسی نامعتبر طریق سے معلوم ہوا ہوگا۔ مولانا نے اس کو معتبر

سمجھ کر نقل فرما دیا۔ لہٰذا جو باتیں اس میں ایسی ہیں جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر الزام عائد ہوتا ہے ان کا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینے کی تو ضرورت نہیں کیونکہ اس جواب کی تو اس وقت ضرورت ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ اور ثابت ہے نہیں تو جواب کی بھی ضرورت نہیں تو جواب نہیں ان کا جواب صرف اسی قدر ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ ہاں مولانا کی طرف سے جواب کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کیسے کر لی۔ سو اس کا جواب اپنے محل پر ذکر کیا جائے گا اس تفصیل کے بعد حل مثنوی سنو۔

ان منافقوں نے خوشامدیں کیں اور مکر وفریب کے منتر بہت کچھ پڑھے اور حیلہ وخداع سے آپ کی مہمانی کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نہایت ہی مہربان تھے اور رحم جن کا شیوہ تھا اس مکر کو سمجھ تو گئے (اقول ہو لیس بثابت) مگر بایں ہمہ بنا بر شفقت آپ مسکراتے رہے اور درست اور بجا ہی فرماتے رہے (یہ اس بنا پر تھا کہ آپ کو منافقین کے افشائے راز کا ہنوز حکم نہ ہوا تھا بلکہ یہی حکم تھا کہ ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جائے اور آپ کا یہ فرمانا جھوٹ بھی نہیں تھا کیونکہ درست و بجا دو طرح کہا جاتا ہے کبھی تصدیق کے لئے اور کبھی تکذیب کے لئے۔ درحقیقت یہ درست و بجا تکذیب کے لئے تھا مگر چونکہ ان کے افشائے راز کا بھی حکم نہ تھا اس لئے وہ لہجہ نہ تھا جس سے تکذیب ظاہر ہوا اور وہ سمجھ جائیں لہٰذا یہ درست و بجا توریہ کے طور پر تھا) اور اس جماعت کا شکر یہ ادا کیا اور ان کی درخواست کو قبول فرما کر ان کے دل کو خوش کیا ان کا آپ کے ساتھ مکر آپ کو ان چکنی چپڑی باتوں میں یوں معلوم ہوتا تھا جس طرح دودھ میں بال۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بال کو یوں ظاہر فرماتے تھے جیسے آپ دیکھتے ہی نہیں اور اپنی ظاہری تصدیق سے آپ اس دودھ اور چکنی چپڑی باتوں کی تعریف فرماتے تھے اس میں سینکڑوں مکر وفریب اور بال تھے لیکن اس وقت آپ سب سے چشم پوشی فرما رہے تھے اور ان پر اپنے سمجھ جانے کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ دل شکستہ ہو جائیں گے۔ واقعی اس بحر کرم نے نہایت ہی صحیح فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ مشفق ہوں کہ آتش روشن اور ناگوار طور پر شعلہ زن آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو اور میں اپنے دونوں ہاتھوں سے تم کو ہٹا رہا ہوں۔ جب آپ بمقتضائے شفقت وغیرہ اس طرف چلنے پر آمادہ ہو گئے اور چلنے کو بالکل تیار ہو گئے تو حق سبحانہ کو غیرت آئی اور حکم ہوا کہ ان راہزنوں کی باتیں نہ سنو۔ ان شریروں نے چال اور فریب کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں سب الٹی ہیں ان کا مقصود صرف اپنا منہ کالا کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت یہود کی ہے اور ابو عامر راہب کی پیرو ہے بھلا یہودی و نصرانی دین الٰہی کے کیا خیر خواہ ہو سکتے ہیں ان لوگوں نے اپنی مسجد کو دوزخ کے پل پر تعمیر کیا ہے اور اس کی بدولت یہ دوزخ میں جائیں گے کیونکہ خدا کے ساتھ یہ لوگ فریب کی چالیں چلتے ہیں ان کا مقصد جماعت صحابہؓ کی تفریق ہے لیکن یہ بے ہودے فضل حق سبحانہ کو نہیں جانتے جو صحابہ پر مبذول ہے کہ وہ ان کو ہر ضرر سے بچانے والا ہے اور کبھی گوارا نہیں کرتا کہ ان کو ضرر پہنچے اور غرض ان کی یہ ہے کہ اس یہودی کی طرح سخت دشمن کافر نصرانی ابو

عامر راہب کو جس کے وعظ سے یہ پھولے ہوئے ہیں ہرقل سمیت مدینہ پر چڑھا لائیں۔ حق سبحانہ کا یہ حکم سن کر آپ نے اپنی روانگی کو ملتوی فرما دیا لیکن چونکہ آپ بعنایت شفقت ان کو رسوا کرنا نہیں چاہتے تھے اور رسوائی کا حکم بھی نہ ہوا تھا لہٰذا آپ نے فرمادیا کہ اس وقت تو ہم کو سفر درپیش ہے اور غزوہ تبوک کو جارہے ہیں جب اس سفر سے لوٹیں گے ان شاء اللہ اس وقت چلیں گے یہ فرما کر آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے اور ان دغا بازوں کے ساتھ آپ نے بھی دغا کی چال چلی یعنی آپ کو دغا مقصود نہ تھی بلکہ یہ آپ کی تدبیر مشابہ دغا تھی۔ بنا بر مشاکلت اس کو دغا کہہ دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا وعدہ فرمانے کا الزام ہے اور نہ مولانا پر اس کی تصدیق کا کیونکہ اول تو واقعہ اس صورت سے ثابت ہی نہیں دوسرے وعدہ معلق ومشیت الٰہی تھا لہٰذا جھوٹا نہ تھا اور جب جھوٹا نہ تھا تو مولانا پر بھی الزام نہیں کہ انہوں نے جھوٹے وعدہ کی نسبت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر سچ سمجھ لیا اور اگر وعدہ کو بصورت حتمی سمجھا جائے کہ ہم ضرور آئیں گے تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو کوئی الزام نہیں کیونکہ واقعہ ثابت ہی نہیں۔ ہاں مولانا پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو کیونکر سچا سمجھ لیا۔ سو اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ مولانا دھوکے کے مقابلہ میں دھوکے کو جائز رکھتے ہونگے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ اس دھوکے سے دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ اپنا تحفظ مدنظر ہو اور یہاں ایسا ہی تھا کہ ان کے شر سے بچنا مقصود تھا نہ کہ ان کو نقصان پہنچانا اور ماخذ اس خیال کا ممکن ہے الحرب خدعۃ یا جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا ہو ویویدہ ما قال مولانا فی الابیات السابقۃ۔

ـ ہر دروغے را دروغے شد جزا + کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا + اس وقت مولاناؒ سے بھی اعتراض دفع ہوگیا۔

منافقوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانا تاکہ مسجد ضرار میں تشریف لے جائیں

شرح شبّیری

بر رسول الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے رسول پر بہت افسون پڑھ رہے تھے اور مکر اور حیلہ کا گھوڑا اچلا رہے تھے۔

چاپلوسی الخ۔ یعنی چاپلوسی اور افسون پڑھ رہے تھے اور خدمت کی مہمانی کو بارگاہ کی طرف چلارہے تھے۔ مطلب یہ کہ مکر و چاپلوسی اور خوشامد کررہے تھے اور اپنی ان باتوں کو بطور تحفہ کے اور نزل خدمت کے بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کررہے تھے۔

آن الخ۔ یعنی وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رحم کیش سوائے تبسم کے اور بہت بہتر کے کچھ سامنے نہ لاتے تھے مطلب یہ کہ وہ تو مکر سے حضورؐ کو پھسلا رہے تھے اور آپ باوجود یہ کہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں (جیسا کہ لتعرفنھم فی لحن القول سے معلوم ہوتا ہے) غایت لطف و کرم کی وجہ سے یہی فرماتے تھے کہ بہتر ہے، بہت اچھا آجاؤں گا۔

شکرہائے الخ۔ یعنی اس جماعت کے شکریہ کو یاد کیا اور قبول فرما لینے میں قاصدوں کو شاد کیا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا فرمایا کہ تم نے مجھے بلایا اور اس کے بعد بلانے والوں سے آنے کا وعدہ کرلیا تا کہ وہ بھی خوش ہو جائیں۔

می نمود الخ۔ یعنی ان کا مکر آپ کے سامنے ایک ایک اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ جیسے دودھ میں بال۔

موے الخ۔ یعنی بال کو بے دیکھا ہوا کر رہے تھے وہ لطف و کرم والے اور دودھ کی تعریف کر رہے تھے اور وہ دانا۔ مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ ان کے مکر ان کے اقوال میں اس طرح سے ظاہر تھے کہ جیسے کہ دودھ میں بال مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مکروں سے اس طرح چشم پوشی فرما رہے تھے کہ گویا ان کو خبر ہی نہیں اور ان کے اس بناء مسجد کی تعریف اور خود ان کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا کہ یہ اگر چہ دل سے کافر ہیں مگر چونکہ زبان سے اسلام کا دعویٰ ہے لہٰذا ان سے برتاؤ مسلمانوں ہی جیسا کیا جائے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو اقرار فرما لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی یہی تھا کہ تشریف لے جائیں گے مگر اندر سے دل نہ چاہتا تھا اور وہاں جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشاشت نہ تھی اب یہاں یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ نے خدانہ کردہ وہ جھوٹ بولا نہیں ہی وعدہ کیا اور اس کے ایفاء کا بھی قصد تھا مگر دل تنگی سے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو وعدہ کیا جائے اور اس کو پورا کیا جائے وہ بشاشت ہی سے ہوا کرے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ فرمایا ہے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں مکر اور افسونوں کے بال تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چشم پوشی کی اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی تعریف اور حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

راست الخ۔ یعنی اس بحر کرم نے درست فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں یہ مضمون قرآن شریف کا ہے کہ آیا ہے کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم اور خود حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں۔ آگے یہی حدیث ہی کا مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

من الخ۔ یعنی میں ایک آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں جو کہ با فروغ ہے اور بہت بڑے شعلوں والی ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک آگ ہے اور اس کے کنارہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔

ہمچو الخ۔ یعنی تم پروانہ کی طرح اس آگ کی طرف دوڑ رہے ہو اور میرے دونوں ہاتھ پروانہ کو ہٹانے والے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاء ت ماحولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا و جعل یحجز ھن و یغلبنه فیقتحمن فانا آخذ بحجز کم عن النار وانتم تقتحمون تو دیکھو کہ اس مثال سے غایت لطف و کرم ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ یارب تو کریمی و رسول تو کریم + صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر (مستعد) ہوئے کہ روانہ ہوں تو غیرت حق نے آواز دی کہ ان غولوں کی مت سنو۔ مصرعہ اولی کی عبارت میں تھوڑی تقدیم تاخیر ہے عبارت صاف یہ ہے کہ چون رسولؐ بران شد تاروان کردو غیرت حق الخ۔ غرضکہ آپ کا قصد تو جانے کا تھا ہی لہٰذا وحی آ گئی کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے اور یہ جو کچھ کہ لائے ہیں سب الٹا ہے (اور بے ہودہ ہے)

قصدا لخ۔ یعنی ان کا مقصد اس سے سوائے سیہ رونی کے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ نصرانی یا یہودی دین کی خیر کب ڈھونڈ تے ہیں۔

مسجد ے الخ۔ یعنی دوزخ کے پل پر ایک مسجد بناتے تھے اور حق تعالی کے ساتھ دھوکہ کی نرد کھیلتے تھے۔ یہ اشارہ اس آیت۔ **علی شفا جرف هار فانهار به الخ**۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کی غرض فاسد تھی جس کا انجام کہ دخول نار تھا اس لئے گویا کہ انہوں نے اس مسجد کو کنارۂ دوزخ ہی پر بنایا تھا۔

قصد شان الخ۔ یعنی ان کا مقصود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں تفریق تھی مگر فضل حق کو ہر فضول کب پہچان سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو کیا خبر تھی کہ اس میں رحمت حق مضمر ہے اور جن میں کہ یہ تفریق کرانا چاہتے تھے ان حضرات پر رحمت حق تھی اس لئے حق تعالی نے ان کو بتا دیا۔

تاجہو دے الخ۔ یعنی تا کہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں کیونکہ اس کے وعظ سے یہودی خوش ہیں قصہ اس کا یہ ہے کہ ایک شخص ابن عامر نامی نصرانی شام میں تھا اور مدینہ منورہ میں اکثر یہودی منافق تھے تو اس ابن عامر نے ان لوگوں کو لکھا کہ تم ایک بیٹھک مسجد کے طور پر بناؤ تا کہ اس کے اندر سب صلاح ومشورے ہوا کریں اس کے بعد ہرقل سے لشکر لے کر ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا لہٰذا ان منافقوں نے یہ مسجد اس لئے بنائی تھی لہٰذا فرماتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس یہودی کو یہاں بلا لیں۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لیکن اب ہم سر راہ پر ہیں اور لڑائی کے قصد میں ہیں مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ ابھی تو ہم سفر میں ہیں اور لڑائی کو جا رہے ہیں اس کے بعد آئیں گے اس لئے کہ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری تھی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اول تو مولاناؒ نے وحی کی ممانعت کا ذکر کیا اس کے بعد اس کو بیان کیا کہ حضورؐ نے وعدہ فرمایا تو کیا بعد وحی وعدہ فرمایا تھا بات یہ ہے کہ اول تو مولانا نے قصہ کو مجمل طور پر بیان فرما دیا تھا اور اب اس کو مفصل طور پر بیان فرما رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

زین الخ۔ یعنی (آپ نے فرمایا کہ) اس سفر سے جبکہ میں واپس ہوں گا اس وقت اس مسجد کی طرف آؤنگا اب دیکھو کہ اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے حضور کو بشاشت نہ تھی ورنہ کیا مشکل تھا کہ چند قدم تشریف لے جاتے مگر اس وقت یہی چاہا کہ ٹال دیں۔

دفع الخ۔ یعنی آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ کی طرف تشریف لے گئے۔ دغا بازوں کے ساتھ دغا کی ایک

بازی کھیلی۔ اس دغا سے مراد یہ مکروفریب نہیں ہے بلکہ یہ مکر وہ ومکراللہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ وہاں مکر حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی طرح یہاں دغا بھی حضور کی طرف نسبت کر دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ ان کے کرتوت کا بدلا آپ نے بھی دیا۔

چوں بیامد از غزا باز آمدند	چنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
جب (رسولؐ) غزوے سے آئے وہ پھر آئے	(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا
گفت حقش کاے پیغمبرؐ فاش گو	عذر آور جنگ باشد باش گو
اللہ (تعالیٰ) نے ان سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے	(جانے سے) عذر کر دیجئے جنگ ہوتی ہے تو ہو
گفت اے قوم دغل خامش کنید	تانگویم راز ہا تاں تن زنید
(پیغمبرؐ نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو	خاموش ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں
گفت تاں بس بد درون ودشمنید	من نخواہم آمد از من بگذرید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو	میں نہیں آؤں گا میرا خیال چھوڑ دو
چوں نشان چند از اسرار شاں	در بیاں آورد بد شد کار شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان	بیان کر دیئے تو ان کا کام بگڑ گیا
قاصداں زو باز گشتند آں زماں	حاش للہ حاش للہ دم زناں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت	خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے
ہر منافق مصحفے زیر بغل	سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر	مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا
تا خورد سوگند کایماں جنتے ست	زانکہ سوگند آں کژاں راسنتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے	اس لئے کہ قسم کھانا ان کجوں کی عادت ہے
چوں ندارد مرد کژ در دیں وفا	ہر زمانے بشکند سوگند را
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں رکھتا ہے	ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے
راستاں را حاجت سوگند نیست	زانکہ ایشاں را دو چشم روشنے ست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے	اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقض میثاق وعہود از احمقی ست	حفظ ایمان و وفا کار تقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بے وقوفی ہے	قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے
گفتؐ پیغمبر کہ سوگند شما	راست گیرم یا کہ پیغام خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم	سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام
باز سوگند دگر خوردند قوم	مصحف اندر دست و برلب مہر صوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی	ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مہر
کہ بحق ایں کلام پاک وراست	کہ بنائے مسجد از بہر خداست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم	مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے
اندرینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست	قصد مازاں صدق وذکر و یاربیست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے	اس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ آواز خدا	می رسد در گوش من ہمچوں صدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز	میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے
مہر برگوش شما بنہاد حق	تا بآواز خدا نارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مہر لگا دی ہے	تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے
نک صریح آواز حق می آیدم	ہمچو صاف از درد می پالایدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے	جو مصفیٰ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے
چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت	بانگ حق بشنید کاے مسعود بخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے	اللہ (تعالیٰ) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!
از درخت انی انا اللہ می شنید	باکلام انوار می آمد پدید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سنتے تھے	کلام کیساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے
چوں زنور وحی و امی ماندند	باز نو سوگند ہا می خواندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آ جاتے	پھر نئی قسمیں کھانے لگتے
چوں خدا سوگند را خواندہ سپر	کے نہد اسپر زکف پیکار گر
جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے	جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبرؐ بہ تکذیب صریح	قد کذبتم گفت با ایشاں فصیح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے	صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدن یکے از اصحاب بانکار کہ حضرت رسالت رسولؐ چرا ستاری نمیکند

صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرت رسالت رسول پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے ز یاران رسول	در دلش انکار آمد زاں نکول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے	دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا
کاینچنیں پیران باشیب و وقار	می کندشاں ایں پیمبر شرمسار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو	یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں
کو کرم کوستر پوشی کو حیا	صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟	انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں
باز دردل زود استغفار کرد	تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی	تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ نہ ہو
لیک آں نقش کجش از دل نرفت	مہر بد از طبع بے حاصل نرفت
لیکن ان کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا	دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی
شومی یاری اصحاب نفاق	کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے	مومن کو ان (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنا دیا
بازمی زارید کاے علام سر	مرمرا مگذار بر کفراں مصر
انہوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جانکار!	مجھے کفر پر مصر نہ رکھ
دل بدستم نیست ہمچو دید چشم	ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے	ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا
اندریں اندیشہ خوابش در ربود	مسجد ایشانش پر سرگیں نمود
اس فکر میں ان کو نیند آ گئی	ان کو ان کی مسجد گوبر سے پر نظر آئی

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ	می دمید از سنگہا دود سیاہ
اس کے پتھر ناپاکی میں بُری جگہ (تھے)	اس کے پتھروں سے کالا دھواں اٹھ رہا تھا
دود در حلقش شد و حلقش بخست	از نہیب دود تلخ از خواب جست
دھواں ان کے حلق میں گھسا اور ان کے حلق کو خستہ کر دیا	کڑوے دھویں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے
در زماں در رو فتاد و می گریست	کاے خدا ایں ہا نشان منکریست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے	اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں
خلم بہتر از چنیں حلم اے خدا	کو کند از نور ایمانم جدا
اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا	جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر رہا ہے

شرح حبیبی

جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافق طلب وفاء وعدۂ گزشتہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حق سبحانہ نے فرمایا کہ آپ حیلہ حوالہ سے کام نہ لیجئے بلکہ صاف انکار کر دیجئے۔ لڑائی ہوگی بلا سے ہو کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مکارو چپ رہو کیوں اپنے راز کھلواتے ہو۔ تم بڑے بد باطن اور دشمن ہو مجھے معاف رکھو میں نہ آؤں گا لو تم کو کھاتے پتے کی باتیں بتائے دیتا ہوں اور یہ کہہ کر آپ نے کچھ پتے دینے شروع کئے۔ یہ سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور چل دیئے۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو الزام ہم نے اپنے سر لے لیا اور گویا کہ ان کے بیانات کو تسلیم کر لیا بہت بُرا ہوا۔ یہ خیال کر کے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے پھر لوٹے اور بڑی پختگی کے ساتھ آئے گویا کہ ہر منافق بغل میں ایک قرآن دبائے ہوئے ہے۔ غرض اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے قسمیں کھانے کی غرض سے خوب تیار ہو کر آئے۔ کیونکہ قسمیں جھوٹوں کی سپر ہیں اور ان کا یہی شیوہ ہے چونکہ ٹیڑھے لوگ دین میں وفا تو رکھتے نہیں اس لئے ہر وقت قسم کو توڑتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں سچے لوگوں کے لئے فضول قسموں کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا نے ان کو دو باطنی روشن آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ ان قسموں کی لغویت کو محسوس کرتے ہیں۔ عہد و پیمان کو توڑنا حماقت کا کام ہے اور قسموں کو لغویت سے محفوظ رکھنا اور بات کا پکا ہونا یہ متقی کا کام ہے۔ یہ مضمون بمناسبت مقام تبعاً بیان ہو گیا ہے۔ اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قسموں کو سن کر فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ میں تمہاری قسموں کا اعتبار کروں یا حق سبحانہ کی قسم کا۔ انہوں نے پھر نہایت پختگی کے ساتھ قسم کھائی جیسے کہ کوئی شخص قرآن ہاتھ میں لے کر اور منہ میں روزہ رکھ کر کہتا ہو کہ اس کلام پاک کی قسم جو آپ پر نازل ہوا ہے کہ ہم نے

مسجد خدا ہی کے لئے بنائی ہے اس میں کوئی مکر اور کوئی حیلہ نہیں اور ہمیں سوائے خلوص اور ذکر اللہ کے اور کچھ مقصود نہیں اور آپ جو فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ اس کی تکذیب کرتے ہیں شاید جناب کے سننے یا سمجھنے میں کچھ خلل واقع ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ تمہارے کانوں پر حق سبحانہ کی مہر ہے اس لئے تم نہیں سن سکتے اور تمہارے کان اس آواز تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم خود بھی سن سکتے تھے۔ مجھے بالکل مغالطہ نہیں ہوا بلکہ حق سبحانہ کی صاف اور صریح آواز ہے جو میرے لئے حق و باطل کو بالکل جدا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ لوگ نور وحی سے بالکل الگ تھے اس لئے اس پر بھی قسمیں کھائے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ صاحب ہم اپنے قصد و ارادہ سے خود واقف ہیں پھر ہم کیسے کہیں کہ واقعی ہمارا ارادہ مکر اور فریب کا تھا بات یہ ہے کہ حق سبحانہ قسم کو سپر فرما چکے ہیں۔ پھر یہ جنگجو ڈھال کو ہاتھ سے کیسے رکھ سکتے تھے اس لئے برابر قسموں کو آڑ بنایا کئے۔ آخر تنگ ہو کر آنحضرتؐ نے صاف فرما دیا کہ تم یقیناً جھوٹے ہو اور تمہاری بات میں سچ کا احتمال بھی نہیں اور اس شد و مد سے انکار کیا کہ اس انکار سے ایک صحابی کے دل میں بھی انقباض پیدا ہوا کہ ایسے بڈھے اور معزز لوگوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں شرمندہ فرماتے ہیں اس وقت آپ کی کرم طبعی اور پردہ پوشی وحیائے جبلی کو کیا ہوا۔ انبیاء تو ہزاروں عیب چھپاتے ہیں پھر فوراً ہی دل میں توبہ استغفار کی کہ پیغمبر کی نسبت میرے دل میں کیسا گندہ خیال آیا۔ ایسا نہ ہو اس اعتراض سے میں حق سبحانہ کی جناب میں نادم ہوں لیکن اب بھی وہ بے ہودہ وسوسہ ان کے دل سے بالکل نہ نکلا اور ان کی طبیعت سے منافقین کی بُری محبت بالکل زائل نہ ہوئی۔ دیکھو منافقین کی دوستی کی شامت نے ایک مومن کو بُرا اور نافرمان بنا دیا و لائے کفار یہ بد بلا ہے اس سے بچنا چاہیے خیر پھر وہ حق سبحانہ کی حضور میں گڑگڑائے کہ اے واقف راز تو مجھے اس کفران پر مصر مت چھوڑ اور میرے دل سے اس وسوسہ کو دور کر دے جس طرح آنکھ سے دیکھنا میرے قبضہ میں ہے یوں دل کا خیال میرے قبضہ میں نہیں ورنہ میں اس دل سے اتنا بیزار ہوں کہ اس کو آگ لگا دیتا اسی خیال میں ان کو نیند آ گئی اور انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد گوبر پر بنائی گئی ہے جس میں اشارہ تھا اس کی طرف کہ یہ اغراض خبیثہ پر بنائی گئی ہے اور اس کے پتھر گوہ میں سنے ہوئے ہیں اور ان سے کالا کالا دھواں نکل رہا ہے اس سے اشارہ تھا کہ یہ عمارت ان اغراض سے متلبس ہے جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں وہ دھواں ان کے حلق میں بھی پہنچا جس سے ان کے گلے میں سوزش پیدا ہو گئی اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ دیکھو تم بھی ان لوگوں کی خیر خواہی میں آ کر سزا کے مستحق ہو گئے۔ اب وہ اس تلخ دھوئیں کے خوف سے بیدار ہو گئے اور فوراً سجدہ میں گئے اور رو کر کہا کہ اے اللہ یہ میرے انکار کی بے ہودگی کی نشانی ہے اب میں سمجھ گیا کہ میرا انکار نہایت بے ہودہ تھا اے اللہ واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی جس کو برا سمجھتا تھا آپ کے حلم سے بہتر ہے جس کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ وہ حلم جس کو میں اچھا سمجھتا تھا ہرگز اچھا نہیں کیونکہ وہ تو مجھ کو نور ایمان سے علیحدہ کرنے والا ہے اس لئے کہ جب میں اس حلم کو اچھا سمجھوں گا اور وہ پایا نہ جائے گا بلکہ اس کی

ضد پائی جائے گی تو لامحالہ اس ضد کو برا سمجھوں گا اور یہ میرے سلب ایمان کا باعث ہوگا تو لامحالہ وہ حلم برا ہوگا۔

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے تو وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور اس گزرے ہوئے وعدہ کے (ایفا کے) طالب ہوئے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ سے فرمادیا کہ ظاہر طور پر آپ فرمادیجئے اور عذر کردیجئے لڑائی ہوگی تو ہونے دیجئے۔ مطلب یہ کہ اب ان سے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے ساتھ برتاؤ چاپلوسی کا کیا جائے بلکہ آپ تو صاف فرمادیجئے کہ ہم نہ آئیں گے اب اگر یہ مخالف بھی ہوجائیں تو ہوجانے دیجئے۔ کچھ پرواہ نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم مکار بس خاموش رہو کہیں میں تمہارے راز نہ کہہ دوں۔ اس سے بس چپ ہی رہو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ تو پڑھ ہی دی تھی مگر خود ان کے منہ پر کھلم کھلا کہتے ہوئے لجتے تھے اس لئے فرمایا کہ پس چپ ہی رہو ورنہ پھر سب کہنا پڑے گا۔

گفت الخ۔ یعنی تم بس بدباطن اور دشمن ہو میں ہرگز نہ آؤنگا مجھ سے درگزر کرو۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ان کے اسرار میں سے چند نشانیاں بیان میں لائے تو ان کا سارا کام خراب ہوگیا اس لئے کہ جو سوچا تھا اس کے بالکل خلاف ہوا۔

قاصدان الخ۔ یعنی وہ قاصد اسی وقت وہاں سے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے واپس ہوگئے۔ مطلب یہ کہ اپنے اس خیال تفریق وغیرہ سے تبریہ کرتے تھے کہ توبہ توبہ بھلا ایسا خیال ہو بھی سکتا ہے استغفر اللہ۔

ہرالخ۔ یعنی ہر منافق ایک قرآن شریف بغل میں دابے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھوکے کے واسطے لایا۔

تا خورد۔ یعنی تاکہ وہ قسم کھائے کہ قسمیں تو ڈھال ہیں اس لئے کہ قسمیں کج لوگوں کا طریقہ ہیں۔ یعنی جو لوگ کجرو ہوتے ہیں وہ تو ذرا ذرا سی بات میں قسم کھایا کرتے ہیں اور ان کا تو طریقہ یہی ہے لہٰذا وہ بھی قسمیں کھانے کو ایک ایک مصحف بغل میں دابے ہوئے چلے آئے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کجرو آدی دین میں وفا نہیں رکھتا تو وہ ہر گھڑی ایک قسم کو توڑتا ہے۔

راستانرا الخ۔ یعنی سچوں کو حاجت قسم کھانے کی نہیں ہے اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں مطلب یہ کہ جو کجرو ہیں ان کو تو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر ہر بات پر قسم کھائیں مگر جو سچے ہوتے ہیں ان کو حاجت قسم کی نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کی تو دونوں آنکھیں روشن ہیں اور وہ ہر بات کو کالمعائنہ دیکھ رہے ہیں اور ان کے قلب کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے لہٰذا ان کو قسم کھانے کی حاجت نہیں ہوتی یہ تو کذابوں ہی کا طریقہ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

نقض الخ۔ یعنی میثاق اور عہد کا توڑ نا احمق پن کی بات ہے اور قسموں کی حفاظت اور ان کو پورا کرنا متقی آدمی کا کام ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری قسم کو سچ سمجھوں یا کہ حق تعالیٰ کی قسم کو کہ فرماتے ہیں **واللہ یشھدان المنافقین لکاذبون۔**

باز الخ۔ یعنی پھر لوگوں نے دوسری قسم کھائی کہ قرآن تو ہاتھ میں اور منہ پر مہر روزہ کی۔ یعنی قسم کھاتے تھے کہ ہم اس قرآن کی قسم کھاتے ہیں اور ہمارے منہ میں روزہ ہے کہ ہم سچے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

کہ بحق الخ۔ یعنی کہ قسم ہے اس کلام پاک اور سچے کی کہ اس مسجد کی بنا خدا ہی کے واسطے ہے اور کہتے تھے کہ

اندر ینجا الخ۔ یعنی اس جگہ کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد اس بنانے سے صدق اور ذکر اور یارب کہنا ہے مطلب یہ کہ صرف ذکر اللہ کی غرض سے بنائی ہے اور کوئی غرض فاسد نہیں ہے۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی آواز میرے کان میں صدا کی طرح آ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ میں اس ممانعت کو اس وقت بھی سن رہا ہوں گویا کہ ابھی تک وہی آواز آ رہی ہے کہ **لاتقم فیہ ابدا** اب ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم کو تو کہیں بھی سنائی نہیں دیتی اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

مہر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کانوں پر مہر لگا دی ہے تا کہ آواز خدا تم تک سبقت نہ لاوے۔ مطلب یہ کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہے اس لئے تم سن نہیں سکتے ورنہ آواز برابر آ رہی ہے۔

نک الخ۔ یعنی یہ صریح حق تعالیٰ کی آواز مجھے آ رہی ہے اور صاف کی مثل درد سے مجھے صاف کر رہی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ آواز آنا کچھ جائے تعجب نہیں ہے اس لئے کہ پہلے انبیاء کو بھی بلا واسطہ آواز آئی ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح کہ وہ درخت کی طرف سے حق تعالیٰ کی آواز کو سن رہے تھے کہ اے مسعود نصیب والے۔ قرآن شریف میں جو ہے کہ حق تعالیٰ کی آواز آئی **یا موسیٰ انی انا اللہ** تو اس ندا یا موسیٰ کو اس طرح تعبیر کر دیا۔

از درخت الخ۔ یعنی درخت سے آواز انی انا اللہ کو سنتے تھے اور کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو میں تمہارے کہنے کو کس طرح مان لوں آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ نور وحی سے وہ عاجز رہتے تھے تو پھر نئی قسمیں کھاتے تھے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب اس قدر ان کی تکذیب کر دی گئی تھی تو اب ان کو کیا امید تھی کہ ان کی تصدیق کی جائے گی۔ تو پھر وہ اس قدر قسمیں کیوں کھاتے تھے مولانا اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے قسم کو ڈھال فرمایا ہے تو بھلا لڑنے والا اسپر کو ہاتھ سے

کب رکھتا ہے قرآن شریف میں ہے اتخذوا ایمانهم جنة تو دیکھو جب کوئی لڑتا ہے تو اگر چہ یقین ہے کہ میں ہار جاؤنگا مگر تب بھی طبعًا بے اختیار سپر سامنے آ ہی جاتی ہے تو اسی طرح ان کو اگر چہ یقین تھا کہ ہماری باتیں سب غلط ثابت ہوں گی مگر وہ قسمیں کھا ہی رہے تھے کہ شاید یقین آ جائے۔

باز الخ۔ یعنی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تکذیب صریح سے قد کذبتم ان سے صاف طور پر فرما دیا۔ آگے مولانا ایک اور قصہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ان کو کاذب فرما دیا تو ایک صحابی کو یہ وسوسہ ہوا کہ اگر چہ وہ کاذب ہی تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح صاف طور پر نہ فرمانا چاہیے تھا کہ اس میں ان کی دل شکنی ہے اس پر حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو غالب کیا اور اس میں ان کو اس مسجد کو پر گندگی دکھا دیا تب انہوں نے اس وجہ سے توبہ کی اور اسی میں مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے ایسے وسوسے سب صحابہ کو آئے مگر ہم بیان نہیں کرتے اس لئے کہ شاید کسی کو ان حضرات کی طرف سے بدگمانی ہو جائے مگر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ مسجد ضرار کا جس طرح کہ مولانا نے بیان کیا ہے کہیں مذکور نہیں ہے اور پھر یہ قصہ صحابی کا تو کہیں ہے ہی نہیں تو انہوں نے یہ قصہ کہاں سے نقل کیا ہے اس کی توجیہ یہ کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث منامی کو بیان کر رہے ہیں ممکن ہے کہ ان پر یہ سب حالات اس طرح سے منکشف ہوئے ہوں کہ یوں ہوا ہے اور خواب محتاج تعبیر ہوتا ہے مگر انہوں نے تعبیر نہیں دی بلکہ اس کو واقعہ ہی سمجھ کر یہاں ذکر کر دیا اور چونکہ یہ قصہ ایسا ہے جس پر مدار تو ہے نہیں نہ کوئی حکم اس سے نکلتا ہے اس لئے اگر اس کو روایت اپنے لفظوں میں بھی کر دیا جائے تب بھی مضائقہ نہیں ہے اگر چہ یہ ایک توجیہ بھی ہے مگر خیر چونکہ بزرگوں سے حسن ظن ہے اس لئے بنایا جائے گا ورنہ کہیں یہ قصہ نظر سے تو گزرا نہیں اور ممکن ہے کہ مولانا نے کسی سیر کی کتاب میں دیکھا ہو اور اس سے نقل کیا ہو اب سنو کہ فرماتے ہیں۔

ایک صحابی کا سوچنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لحاظ کیوں نہیں کرتے

تا کیے الخ۔ یعنی حضور نے اس قدر صریح طور پر انکار فرمایا کہ یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یار کے دل میں اس انکار سے شبہ پیدا ہوا۔

کاین الخ۔ یعنی کہ ایسے باوقار بوڑھوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ فرما رہے ہیں۔

کو کرم الخ۔ یعنی کہاں ہے کرم اور کہاں ہے عیب پوشی اور حیا اس لئے کہ انبیاء تو لاکھوں عیوب کو چھپاتے ہیں۔

باز الخ۔ یعنی پھر جلدی سے دل میں استغفار کی تا کہ اس اعتراض سے پھر شرمندہ نہ ہو۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ نقش کج اس کے دل سے نہ گیا اور وہ مہر بد اس کے بے حاصل طبیعت سے زائل نہ ہوئی۔

شومی الخ۔ یعنی اصحاب نفاق کی صحبت کی نحوست نے مومن کو بھی اپنی طرح برا اور عاق بنا لیا۔

بازی الخ۔ یعنی وہ پھر روتے تھے کہ اے دانائے رازہائے پوشیدہ مجھے اس ناشکری پر مصر نہ فرمائیے۔

دل الخ۔ یعنی دل میرے قبضہ میں نہیں ہے مثل آنکھ کے دیکھنے کے ورنہ اس وقت تو غصہ کی وجہ سے دل کو

جلا ڈالتا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ آنکھ کا کھول دینا تو کچھ قبضہ میں ہے مگر یہ کہ وہ دیکھے بھی یہ قبضہ میں نہیں ہے۔اسی طرح دل بھی قبضہ میں نہیں ورنہ اس کو غارت کر دیتا کہ اس میں اس قدر عظیم الشان وسوسہ آتا ہے۔

اندرین الخ۔یعنی اس سوچ میں ان کو نیند آ گئی تو ان کی مسجد کو گوبر سے بھرا ہوا دیکھا۔

سنگہاش الخ۔یعنی اس کے پتھر ناپاکی میں اور جگہ خراب اور اس کے پتھروں میں سے سیاہ دھواں نکل رہا تھا۔

دوردالخ۔یعنی ان کے حلق میں دھواں گیا تو ان کا حلق گھٹا تو اس دھوئیں کی سختی سے نیند سے اٹھ بیٹھے۔

درزمان الخ۔یعنی اسی وقت سجدہ میں گر پڑے اور روتے تھے کہ اے الٰہی یہ تو منکری کی نشانی ہے۔

حلم الخ۔یعنی ایسے حلم سے تو نفرت ہی بہتر ہے اے خدا جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر دے یعنی بے شک وہ اس کے سزاوار تھے اور اس حلم سے یہ اور نفرت ہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر بکاوی کوشش اہل مجاز	تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کریگا	تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی
ہر یکے از یکدگر بے مغز تر	صادقاں را یک ز دیگر نغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہو گی	سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہو گی
صد کمر بستہ بمکر آں قوم سست	از نفاق و زرق و دین نادرست
اس سست قوم نے مکاری پر سو (طرح سے) کمر باندھی تھی	نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے
صد کمر آں قوم بستہ برقبا	بہر ہدم مسجد اہل قبا
وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئے تھی	قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے
ہمچو آں اصحاب فیل اندر حبش	کعبۂ کردند و حق آتش زدش
ان ہاتھی والوں کی طرح جنہوں نے حبشہ میں	کعبہ بنایا اور اللہ نے اس میں آگ لگا دی
قصد خانہ کعبہ کردند ز انتقام	حال شاں چوں شد فروخواں از کلام
بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا	ان کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے
مرسیہ رویان دیں را خود جہیز	نیست الا حیلت و مکر و ستیز
دین کے روسیاہوں کا سامان	حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

شرح حبیبی

واقعی بات یہ ہے کہ جو لوگ دین کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں ان کی کوششیں سراسر گندہ ہوتی ہیں اور ان کی

کوششوں میں یوں گندگیوں کی تہیں لگی ہوتی ہیں جس طرح پیاز کے چھلکے۔ان میں سے ہر ایک دوسری سے نکمی ہوتی ہے برخلاف ان لوگوں کے جو سچے ہیں ان کی ہر کوشش دوسری سے عمدہ ہوتی ہے جب یہ استطرادی مضمون سن چکے تو اب اصل مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ان لوگوں نے اپنے نفاق اور دغا اور بددینی کے سبب سینکڑوں مکر کے پٹکے اپنی کمر پر باندھ رکھے تھے اور مسجد قبا کے ویران کرنے کے لئے ہزاروں جدوجہد کیں لیکن سب غارت ہوگئیں جس طرح اصحاب فیل نے حبشہ میں خانۂ کعبہ بنایا اور خدا نے اس کو اپنے ایک نیک بندے کے ہاتھوں آگ لگا دی تھی اور پھر انہوں نے اس کے انتقام کے لئے خانۂ کعبہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن تم کلام اللہ میں اس کا حال بھی پڑھ لو کہ کیا ہوا۔غرض بددین لوگوں کا سرمایہ سوائے مکر وحیلہ ومخالفت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔اسی سے وہ اطفاء نور حق کی کوشش کرتے ہیں۔ ویابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ۔

شرح شبّیری

گر بکاوے الخ۔یعنی اگر تم اہل مجاز کی کوشش میں کاوش کرو تو اسی طرح تہ بر تہ گندگی پیاز کی طرح دیکھو۔

ہر یکے الخ۔یعنی اہل مجاز تو ایک دوسرے سے بے مغز ہی زیادہ ہوتے ہیں اور صادق ایک دوسرے سے اچھے ہوتے ہیں آگے پھر ان منافقوں کا قصہ ہے کہ

صد کمر الخ۔یعنی قوم سست نفاق اور مکر اور دین نادرست میں خوب مستعد تھی۔

صد کمر الخ۔یعنی اس قوم نے قبا پر سو کمریں باندھ رکھی تھیں اہل قبا کی مسجد کے ہدم کے واسطے۔مطلب یہ کہ خوب مستعد تھے آگے ان کی اس مسجد کی ایک مثال فرماتے ہیں

ہمچو الخ۔یعنی مانند اصحاب فیل کے کہ انہوں نے حبش میں ایک کعبہ بنایا تھا اور حق تعالیٰ نے اس میں آگ لگا دی تھی قصہ اس کا مشہور و معروف ہے۔

قصد الخ۔یعنی اول اصحاب فیل نے قصد کعبہ کا انتقام کی وجہ سے کیا تو جو ان کا حال ہوا اس کو قرآن شریف سے پڑھ لو کہ آیا ہے۔الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ۔آگے مولانا فرماتے ہیں۔

مرسیہ الخ۔یعنی سیہ رویان دین کے لئے خود کوئی اور سامان ہی نہیں ہے مگر حیلہ اور مکر اور لڑائی کہ ان کے پاس یہی سامان ہے۔

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں	واقعہ باشد یقیں شاں سر آں
ہر صحابی نے اس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں	واقعہ یہاں تک کہ ان کو اصلیت کا یقین آ گیا
واقعات ار باز گویم یک بیک	پس یقیں گردد صفا بر اہل شک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں	تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

لیک می ترسم ز کشف راز شاں	نازنینا نند و زیبد ناز شاں
لیکن ان کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں	وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں ان کو ناز کرنا زیب دیتا ہے
شرع بے تقلید می پذرفتہ اند	بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
انہوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے	بغیر کسوٹی کے اس نقد کو لیا ہے
حکمت قرآں چو ضالہ مومن ست	ہر کسے از ضالۂ خود موقن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے	ہر شخص کو اپنی گم شدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آ جاتا ہے

شرح حبیبی

ہر صحابی نے اس مسجد سے ایسے واقعات دیکھے جن سے کہ اس مسجد کی حقیقت منکشف اور متیقن ہوگئی اگر میں ایک ایک واقعہ کو بیان کروں تو اہل قلب کو ان کی صفائی قلب متیقن ہو جائے لیکن ان کے رازوں کو کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں مبادا کوئی اپنی کج طبع سے شبہ میں نہ پڑ جائے اور صحابہ کی نسبت یہ خیال نہ کرے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور آپ کی تصدیق نہ کرتے تھے حالانکہ یہ سب باطل ہے اور بالکل غلط ہے ان کا اگر کوئی اعتراض بھی ہو تو وہ حقیقت میں اعتراض نہیں بلکہ ناز ہے اور یہ لوگ نازنین ہیں محبوب خدا اور رسول ہیں ان کا ناز بجا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ بدوں تقلید کے انہوں نے شرع کو قبول کیا ہے اور بلا استدلالات کی کسوٹی پر جانچے ہوئے اس سونے کو لیا ہے اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ جب انہوں نے دین الٰہی کی حقانیت دلیل سے معلوم نہیں کی تو ضرور تقلید ہی تھی پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ تقلید بھی نہ تھی کیونکہ تصدیق تقلیدی واستدلالی میں منحصر نہیں بلکہ اس کا ایک طریق مشاہدہ بھی ہے پس چونکہ حکمت قرآن یعنی حق مومن کی گم شدہ اونٹنی ہے جس کو وہ روز الست سے جانتا ہے لیکن عوارض کے سبب کبھی وہ مخفی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب اس کا سامنا ہوتا ہے اور عوارض زائل ہو جاتے ہیں تو وہ فوراً اس کو پہچان لیتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر کوئی اپنی کھوئی ہوئی چیز کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

شرح شبّیری

ہر صحابی الخ۔ یعنی ہر صحابی نے اس مسجد کا ظاہر طور پر ایک واقعہ دیکھ لیا یہاں تک کہ ان پر اس کا سب بھید ظاہر ہو گیا۔

واقعات الخ۔ یعنی اگر ایک ایک کر کے واقعات کو بیان کروں تو اہل شک کو صاف طور پر یقین ہو جائے۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن میں ان کے راز کے اظہار سے ڈرتا ہوں اس لئے کہ وہ نازنین ہیں اور ان کا ناز ان پر پھبتا ہے اور اگرچہ اب بھی یہ تو معلوم ہو گیا کہ ان کو شبہ ہوا مگر جب ہر ایک کا شبہ الگ الگ بیان کیا جائے گا تو وہ

بُری بات ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ میں اور زیادہ اظہار نہیں کرتا۔

شرع الخ۔ یعنی شریعت کو بے تقلید (استدلال) کے قبول کرلیا ہے اور بے کسوٹی کے اس نقد ایمان کو حاصل کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کو استدلال کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ ان کو تو عین الیقین ہو گیا اور بالکل ظاہر طور پر انہوں نے ایمان کی باتوں کو دیکھ لیا اور ان کو قبول کرلیا آگے فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔ یعنی حکمت قرآنی مومن کی گم شدہ شے کی طرح ہے اور ہر شخص اپنی گم شدہ شے میں یقین کرنے والا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے جو بے استدلال کے ایمان کو قبول کرلیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ **کل مولود یولد علی الفطرۃ** تو ہر شخص کے اندر استعداد قبول حق کی ہوتی ہے اور جب وہ شے جس کی قبولیت کی استعداد ہے سامنے آتی ہے تو وہ استعداد ظاہر ہوتی ہے اور یہ شخص پہچان لیتا ہے کہ ہاں یہ وہی شے ہے کہ جواب تک میرے قلب میں پوشیدہ تھی اور جس کا ظہور نہ ہوا تھا اور اس وقت ظاہر ہوا ہے ورنہ دیکھو غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اس کو اس شے کے متعلق کچھ بھی اطلاع نہ ہوتی اور پہلے سے کچھ خبر نہ ہوتی تو یہ جو سنتے ہی بشاش ہو جاتا ہے اور اس کو قبول کر لیتا ہے یہ کیوں۔ معلوم ہوتا ہے اس کے اندر پہلے سے بھی وہ شے اجمالی درجہ میں تھی اس کو سنتے ہی خوش ہوتا ہے کہ الحمدللہ کہ تفصیل کا علم ہو گیا اور یہ بات ہر شخص کو پیش آتی ہے اور اس کی مثال محسوسات میں ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کی کوئی شے گم ہوگئی وہ خواہ اس کی تلاش میں تھا یا تلاش میں بھی نہ تھا بلکہ اچانک سامنے پڑی ہوئی وہ شے مل گئی تو اب اس شخص کو اس کی ضرورت نہیں کہ اس شے کو پہچاننے کے لئے وہ استدلال کرے کہ چونکہ میری چیز ایسی تھی اور اس میں یہ علامت تھی وغیرہ وغیرہ اس لئے یہ میری ہے بلکہ وہ دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ میری ہے اسی طرح چونکہ انسان میں استعداد فطری ہوتی ہے اس لئے اس کے سامنے اس کی استعداد کے موافق جو شے آئے گی وہ اس کو بے استدلال کے پہچان لے گا۔ ہاں بوجہ تفاوت بین الاستعداد کے یہ ضرور ہوگا کہ جس کی استعداد کامل ہوگی وہ ایسی اشیاء کو شناخت کرے گا اور جس کی ناقص ہوگی وہ ویسی کو مگر ہاں پہچان ضرور ہوگی تو اسی طرح چونکہ حضرات صحابہ کی استعداد کامل تھی اس لئے بلا کسی استدلال کے وہ حضرات علوم و معارف و حقائق کا بالکل معائنہ کرتے تھے اور ان کے لئے وہ مثل عین الیقین کے ہو جاتا تھا پھر ان میں بھی جو اکمل تھے ان کو کسی فکر اور سوچ کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام کہ فرماتے ہیں **لما رایت وجھه علمت انه لیس بوجه کذاب** تو دیکھو اس پہچان لینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پہلے سے بھی کوئی بات تھی اور کوئی علامت مضمر تھی کہ جو دیکھتے ہی ان کو نظر آ گئی آگے اس مثال کو خود واضح فرماتے ہیں کہ

اشترے الخ۔ یعنی تم نے اگر ایک اونٹ گم کیا ہے اور اس کو کوشش سے تلاش کر رہے ہو تو جب وہ مل جائے گا تو تم کس طرح معلوم نہ کرلو گے کہ وہ تمہارا ہے۔ یقیناً جب اس پر نظر پڑے گی اس وقت کہہ دو گے کہ یہ میرا ہے

اس لئے کہ وہ تمہارے پاس رہا ہے تم نے اس کو بارہا دیکھا ہے اگرچہ آج بعد ایک مدت کے ملا ہے مگر تم کو دیکھتے ہی اس کی وہ ساری علامتیں معلوم ہوگئیں اور اس کو فوراً ہی پہچان لیا اسی طرح چونکہ علوم ومعارف کو تم روز ازل میں دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو اس لئے یہاں سنتے ہی فوراً معلوم ہو گیا کہ آہا یہ تو وہ ہے جو ہم سن چکے ہیں ہاں اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اس کا ادراک ہو تو وہ بھی ایک استدلال ہو گیا کہ چونکہ ہم نے اس کو پہلے دیکھا ہے اور فلاں جگہ یہ ہمارے پاس رہی ہے لہٰذا یہ ہماری ہے۔ نہیں بلکہ اول وہلہ میں جو اس پر نظر پڑی بس معلوم ہو گیا کہ میری ہے کسی فکر اور غور کی ضرورت نہیں ہے آگے اس کو ایک قصہ سے واضح فرماتے ہیں کہ

قصہ آں شخص کہ اشتر ضالۂ خود را می جست ونشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چست	چوں بیابی چوں ندانی کان تست
تونے اونٹ گم کیا اور اس کو چستی سے ڈھونڈا	جب تو اسے پالے گا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے
ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ	از کف بگریختہ در پردۂ
گم شدہ چیز کیا تھی؟ گم شدہ اونٹنی	جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی 'چھپ گئی
آمدہ دربار کردن کارواں	اشتر تو زاں میاں گشتہ نہاں
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا
کارواں در بار کردن آمدہ	اشتر تو زاں میانہ گم شدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس درمیان میں گم ہو گیا
می دوی ایں سو وآں سو خشک لب	کارواں دور شد ونزدیک ست شب
تو خشک ہونٹوں کیساتھ ادھر دوڑتا ہے	قافلہ دور ہو گیا اور رات نزدیک ہے
رخت ماندہ بر زمیں در راہ خوف	تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے	تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے
کاے مسلماناں کہ دیدست اشترے	جستہ بیروں بامداد از آخرے
کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے	جو صبح کو چرے سے نکل بھاگا ہے
ہر کہ بر گوید نشان از اشترم	مژدگانی می دہم چندیں درم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا	میں اس کو اتنے درہم انعام میں دوں گا

بازمی جوئی نشاں از ہر کسے	ریشخندت می کند زیں ہر خسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے	اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اڑاتا ہے
کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف	اشترے سرخے بسوئے آں علف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو ادھر جا رہا تھا	ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب
آں یکے گوید بریدہ گوش بود	واں دگر گوید جلش منقوش بود
ایک کہتا ہے کہ کن کٹا تھا	دوسرا کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی
آں یکے گوید شتر یک چشم بود	واں دگر گوید زکر بے پشم بود
ایک کہتا ہے اونٹ کانا تھا	دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا
از برائے مژدگانی صد نشاں	از گزافہ ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں	گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں
اے دل ایں اسرار را در گوش کن	قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! ان رازوں کو سن لے	اگر تیری قسمت میں ہے اس سے خوشگوار غذا حاصل کر لے
ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت	می کند موصوف غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خدا شناسی میں	غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

شرح حبیبی

اچھا فرض کرو کہ تمہارا ایک اونٹ گم ہو گیا اور تم نے اس کو ڈھونڈنا شروع کیا تو بتلاؤ کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو تم اسے کیسے نہ پہچان لو گے کہ یہی میرا مملوک ہے پس تم ضالہ مومن کو بھی اسی اونٹنی کی مثل سمجھو جو گم ہو گئی ہے اور تمہارے ہاتھ سے بھاگ کر تمہاری نظر سے اوجھل ہو گئی ہے۔ یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قافلہ لدنے لگا ہے اور تمہارا اونٹ غائب ہو گیا ہے تم ادھر ادھر دوڑ رہے ہو۔ ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی ہے قافلہ دور نکل گیا ہے رات ہونے کو ہے اسباب زمین پر پڑا ہوا ہے راستہ خطرناک ہے تم یہ حالت دیکھ کر اونٹ کے پیچھے نہایت مستعدی کے ساتھ گھوم رہے ہو اور لوگوں سے پوچھتے ہو کہ مسلمانو! میرا اونٹ آخور پر سے کہیں نکل گیا ہے کسی نے دیکھا ہو تو بتا دو جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا اس کو اس قدر درہم مزدوری دونگا۔ جب ایک جگہ پتہ نہیں لگتا تو پھر تم دوسری جگہ تلاش کرتے ہو اور وہاں لوگوں سے پوچھتے ہو وہ لوگ تم پر ہنستے ہیں ایک کہتا ہے کہ ہاں میں نے دیکھا ہے ایک سرخ رنگ اونٹ اس طرف کو اس چراگاہ کو جا رہا تھا۔ ایک کہتا ہے اس

کا کان کٹا ہوا تھا۔ کوئی کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی کوئی کہتا ہے اونٹ کانا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ خارش کے سبب اس کی اون اڑ گئی تھی غرض دل لگی کے ساتھ مزدوری کے لالچ میں ہر ذلیل سینکڑوں نشان بیان کر رہا ہے یہ تو واقعہ ہے لیکن اے دل تو اسے قصہ نہ سمجھ بلکہ اگر تیری قسمت میں ہے تو اس سے عمدہ غذا حاصل کر۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو معرفت میں اٹکل پچو موصوف غیبی کی صفت بیان کرتے ہیں اور حقیقت سے بالکل واقف نہیں۔

قصہ اس شخص کا کہ گم شدہ اونٹ کا پتہ پوچھ رہا تھا

شرح شبّیری

ضالہ الخ۔ یعنی ضالہ کیا ہوتا ہے ایک گم شدہ ناقہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے کہیں بھاگ گئی ہو۔

کاروان الخ۔ یعنی قافلہ تو اسباب لاد رہا ہے اور تمہارا اونٹ درمیان میں سے گم ہو گیا ہو۔

می دوی الخ۔ یعنی تم ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہو اور لب خشک ہیں کہ قافلہ تو دور چلا گیا ہے اور رات نزدیک ہے۔

رخت الخ۔ یعنی اسباب تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور راستہ پر خوف ہے اور تم اونٹ کے پیچھے چاروں طرف دوڑتے پھرتے ہو کہ شاید کہیں مل جائے اور پوچھتے ہو کہ

کا ے الخ۔ یعنی کہ اے مسلمانو! کسی نے ایک اونٹ دیکھا ہے کہ وہ صبح ہی ایک آخور میں سے چھوٹ گیا ہے۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جو کوئی کہ میرے اونٹ کا پتہ دے گا میں اس کو اتنے درہم مزدوری دونگا۔

باز الخ۔ یعنی پھر تم ہر شخص سے نشانی پوچھ رہے ہو تو اس پر ہر شخص تمہارے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ

کاشتری الخ۔ یعنی کہ ایک اونٹ سرخ ہم نے دیکھا ہے کہ اس طرف کو چراگاہ کی طرف جا رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ کان کٹا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ ہاں اس کی جھول منقش تھی

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ اونٹ یک چشم تھا اور دوسرا کہہ رہا ہے کہ خارش کی وجہ سے بے اون کے تھا۔ غرض کہ ہر شخص غلط سلط اٹکل پچو علامتیں بتا رہا ہے۔

از برائے۔ یعنی مزدوری کے لیئے کو سینکڑوں نشانیاں بے ہودگی کی وجہ سے ہر کمینہ بیان کر رہا ہے۔ تو دیکھو کہ یہ ساری اس اونٹ کی نشانیاں بیان کر رہے ہیں مگر وہ اونٹ کا مالک سب کو جانتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہیں اور یہ سارے جھوٹے ہیں۔ اسی طرح جو کہ طالب حق ہوتا ہے اس کو حق کی تلاش ہوتی ہے اور لوگ اس کو بہکاتے ہیں کوئی اس کو دیر کی طرف بلاتا ہے تو کوئی مسجد کی طرف کوئی یہودی ہے تو کوئی نصرانی غرضکہ سب اس کو بتا رہے ہیں کہ حق یہ ہے مگر اس کا قلب کسی کو قبول نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں اور کوئی بھی حق نہیں کہتا اور اگر کسی نے اس اونٹ والے کے سامنے اس کے اونٹ کی نشانی درست بتا دی تو بس وہ فوراً خوش ہو گیا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا کہ ہاں بے شک میرا اونٹ وہی ہے تو یہ اس لئے ہے کہ اس نے اسے بار بار دیکھا ہے تو اسی

طرح جب حق بات اس جوئندہ کو ملی فوراً دل کو لگ گئی اور اس نے پہچان لیا کہ بس حق یہی ہے اور اس کو قبول کر کے اس کہنے والے کا اتباع کرتا ہے اس لئے کہ اس استعداد فطری کے درجہ میں اس نے اس شئے حق کو بار ہا دیکھا ہے اور سنا ہے جب وہ کان میں پڑی پس پھڑک اٹھا کہ ہاں وہی ہے اسی طرح حضرات صحابہ کے سامنے حق بالکل ظاہر تھا اور جہاں کسی کے منہ سے حق نکلا اور انہوں نے اس کو قبول کیا اور اسی لئے حضرت معاویہؓ نے شیطان کی باتوں کو باور نہ کیا تھا اس لئے کہ کذب تھا ان کے دل کو نہ لگتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے اس خلوص کا جو بناء مسجد کے بارہ میں وہ ظاہر کرتے تھے اعتبار نہ کیا آگے فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی اے دل ان اسرار کو کان میں رکھ اگر تیرا حصہ ہے تو اس عمدہ کو پی لے مطلب یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ قبول استعداد فطری پر موقوف ہے تو اب فرماتے ہیں کہ اے دل اب ذرا سن اور اگر تیرے اندر بھی مادہ قبول حق ہے تو قبول کر اور فرماتے ہیں کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جس طرح کہ ہر شخص معرفت میں موصوف غیبی کی صفت کو بیان کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ سب محق اور مبطل اپنی اپنی طرح حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں اور اس کی یاد میں ہیں تو بھی لگ اور حق کی تلاش کر اور محققین کو ڈھونڈ اور حق کو باطل سے متمیز کر اور اپنی استعداد فطری کے موافق قبول حق میں کوشش کر۔ اب آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

متردد شدن درمیان مذاہب مختلفہ و بیروں شدن و مخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی از نوع دیگر کردہ شرح	باحثے مر گفت او را کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی	متکلم نے اس کی بحث پر جرح کی
صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند	باقیاں از زرق جائے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں	باقی مکاری سے مر رہے ہیں
ہر یک از رہ ایں نشانہا زاں دہند	تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اس لئے علامتیں بتاتا ہے	تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اسی راہ کا ہے
ایں حقیقت داں نہ حق انداایں ہمہ	نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں	نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں
زانکہ بے حق باطلے ناید پدید	قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
اس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے	بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی امید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقد رواں	قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں صحیح سکہ چالو نہ ہوتا	کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟
تا نباشد راست کے باشد دروغ	آں دروغ از راست میگیرد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو گا؟	جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے
برامید راست کژ را می خرند	زہر در قندے رود انگہ خورند
سیدھے کی امید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں	زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں
گر نباشد گندم محبوب نوش	چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو	گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟
پس مگو ایں جملہ دینہا باطل اند	باطلاں بر بوئے حق دام دل اند
یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں	باطل، حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں
پس مگو جملہ خیال ست و ضلال	بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے	دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے
حق شب قدر ست در شبہا نہاں	تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق، شب قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے	تاکہ جان ہر رات کو آزمائے
نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں	نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شب قدر نہیں ہیں	نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں
درمیان دلق پوشاں یک فقیر	امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے	آزما لے جو حق ہے اس کو اختیار کر لے
مومن کیس ممیّز کو کہ تا	باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنے والا کہاں ہے؟ تاکہ	شاہ کو گدا سے ممتاز کر لے
گر نہ معیوبات باشد در جہاں	تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں	سب بے وقوف تاجر بن جائیں
پس بود کالہ شناسی سخت سہل	چونکہ عیبے نیست چہ نااہل واہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو	جب کوئی عیب نہیں ہے پھر کیا اہل کیا نااہل

ور ہمہ عیب ست دانش سود نیست	چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے	جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہے ہی نہیں
آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست	وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں بیوقوفی ہے	جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے
تاجران انبیاء کردند سود	تاجران رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کما لیا	رنگ و بو کے تاجر اندھے اور بہرے ہیں
می نماید مارت اندر چشم مال	ہر دو چشم خویش را نیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے	اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے
منگر اندر غبطۂ ایں بیع و سود	بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ	فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

شرح حبیبی

یہاں سے ''ہر کسے در معرفت میکند موصوف غیبی راصفت'' کی قدرے تفصیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فلسفی حق سبحانہ کے اوصاف ایک انداز سے بیان کرتا ہے اور صفات خاصہ کی نفی کرتا ہے قدرت کو تسلیم نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ متکلم اس کے بیان پر ردوقدح کرتا ہے اور صفات کو مؤول کہتا ہے وغیرہ وغیرہ ایک اور ہے جو دونوں پر اعتراض کرتا ہے اور خود نیا ہی راگ الاپ رہا ہے۔ ایک اور ہے کہ وہ ان سب کے علاوہ دھوکا کر رہا ہے اور اس ترویج باطل میں مرا جاتا ہے غرض ہر شخص اس راستہ کا پتہ بتلا رہا ہے تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس راہ کا جاننے والا ہے۔ مگر یہ حقیقت دانی کے مدعی نہ بالکل حق پر ہیں اور نہ بالکل باطل پر کیونکہ بدوں وجود حق یا آمیزش حق کے باطل کا ظہور نہیں ہوسکتا کیونکہ دیکھو بیوقوف جو کھوٹا سونا خریدتا ہے وہ خالص سونے کے دھوکے میں خریدتا ہے۔ اگر خالص سونے کا وجود ہی نہ ہوتا یا اس میں اس کا کچھ بھی شائبہ نہ ہوتا تو یہ اس کو کبھی نہ خریدتا۔ یوں ہی سمجھو کہ اگر حق کا وجود بھی نہ ہوتا یا اس باطل میں اس کی اصلا آمیزش نہ ہوتی تو خود یہ اہل باطل ہی اس کو اختیار نہ کرتے پس ان اہل باطل کا اس باطل کو اختیار کرنا ہی دلیل ہے وجود حق فی نفسہ کی۔ یا اس باطل میں اس کی قدرے آمیزش کی کیونکہ اگر سکہ رائج عالم میں نہ ہوتو کھوٹے سکے نہیں چل سکتے۔ کھوٹے تو کھروں میں مل کر یا کھروں کے دھوکے میں چلتے ہیں جب کھرے کا وجود ہی نہیں تو دھوکا کیسا۔ یوں ہی اگر دنیا میں سچ نہ ہوتو جھوٹ کا وجود بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جھوٹ کو راستی ہی سے فروغ ہوسکتا ہے کیونکہ یا تو وہ سچ کے ساتھ مختلط ہوتا ہے اور سچ اور جھوٹ میں

امتیاز ہوتا نہیں اس لئے چل جاتا ہے یا سچ کو اس سے مشابہت ہوتی ہے۔اس لئے سچ کے دھوکے میں چل جاتا ہے پس اگر سچ کا وجود ہی نہ ہوتا تو جھوٹ کیونکر چلتا۔علی ہٰذا اٹیڑھے کو تو راستی ہی کی امید پر خریدتے ہیں اور زہر جب قند میں ملتا ہے تب ہی کھاتے ہیں۔ یوں ہی اگر گیہوں نہ ہو جو ایک محبوب غذا ہے تو گندم نما جوفروش کا دھوکا ہرگز نہیں چل سکتا پس جب تم کو معلوم ہو گیا کہ برے کو اچھے ہی کے دھوکے میں اختیار کیا جاتا ہے اور برے کا وجود اچھے کے بدوں نہیں ہوسکتا تو تم کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ دنیا بھر کے تمام دین باطل ہیں نہیں بلکہ ان میں بعض ادیان حق بھی ہیں جیسے ادیان میں دین اسلام۔اور فرق اسلامیہ میں فرقۂ حقہ اہل سنت و جماعت اور ادیان باطلہ وفرق باطلہ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں وہ اسی دین وفرقہ حق کے سبب کھینچتے ہیں کیونکہ اتنا لوگوں کو علم ہے کہ ان ادیان یا ان فرقوں میں ایک دین اور ایک فرقہ حق ہے لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا ہے اس لئے کوئی نصرانی ہو جاتا ہے اور کوئی یہودی۔کوئی مجوسی کوئی رافضی کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ لیکن اگر حق کا وجود ہی نہ ہوتا تو کوئی کسی مذہب کو اختیار ہی نہ کرتا کیونکہ جانتے کہ باطل ہے۔لہٰذا تم یہ ہرگز نہ کہنا کہ تمام مذاہب خیالات باطلہ وگمراہی ہیں نہیں سب باطل نہیں بلکہ بعض حق بھی ہیں جیسے اسلام دیگر ادیان میں اور فرقہ حقہ اہل سنت و جماعت دیگر فرق اسلامیہ میں اس لئے کہ کوئی خیال عالم میں بدوں کسی واقعیت کے موجود ہی نہیں ہوسکتا جیسے کے ہم اوپر مختلف مثالوں سے ثابت کر چکے ہیں پس سمجھو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں ایک سچا مذہب یہی ہے یعنی اسلام اور اس مذہب کے فرقوں میں ایک فرقہ حق بھی ہے یعنی اہل سنت و جماعت۔ دیکھو شب قدر حق ہے لیکن وہ تمام راتوں میں مخفی ہے اور خفا کا مقصود یہ ہے کہ جان راتوں کا امتحان کرے اور پہچانے کہ کون سی رات شب قدر ہے۔اسی طرح حق سبحانہ نے حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا کہ آدمی ان میں سے حق کو پہچان کر اختیار کرے۔پس جس طرح نہ تو یہ ہے کہ تمام راتیں شب قدر ہوں اور نہ یہ ہے کہ کوئی رات بھی شب قدر نہ ہو۔ یوں ہی یہ بھی نہیں کہ تمام عالم باطل پرست ہو۔اور یہ بھی نہیں کہ کوئی بھی حق پرست نہ ہو۔نہیں بلکہ کچھ لوگ باطل پرست ہیں اور کچھ حق پرست۔پس یہ جس قدر دلق پوش اور مدعی حق پرستی ہیں ان میں ایک جماعت واقعی حق پرست بھی ہے لہٰذا تم جانچ لو اور جانچ کر جو سچا ہو اس کو قبول کرلو۔کہاں ہے ہوشیار اور حق و باطل میں تمیز کرنے والا جو بادشاہ اور گدا میں امتیاز کرے اور اہل اللہ کو مدعیوں سے ممتاز کر کے اہل اللہ کا دامن پکڑے۔کاش کوئی ایسا ہو کہ تمیز کرے کیونکہ اس تمیز کی ضرورت ہے وہ اس لئے کہ یہ لوگ مدعیوں میں مخلوط ہیں اور خلط کی ضرورت اس لئے ہے کہ قوت ممیزہ کی ضرورت اور اس کا شرف ظاہر ہو۔کیونکہ اگر دنیا میں تمام معیوبات ہی ہوں تب تو تمام احمق تاجر بن جائیں اس لئے کہ اس وقت مال کو سمجھنا اور اس کا عیب پہچاننا بالکل ہی آسان ہے اور جبکہ عیب ہی نہ ہو تو اہل و نااہل سب برابر ہو جائیں۔ نہ کوئی اہل ہو نہ دوسرا نااہل نیز اگر سب عیب ہی ہو اور ہنر کا وجود ہی نہ ہو تو عقل بے سود ہے کیونکہ جب سب لکڑیاں ہی ہیں تو عود موجود ہی نہیں کہ اس کو دانش وعقل کے ذریعہ سے لکڑیوں میں سے ممتاز کیا

جائے اور عقل کا فائدہ ظاہر ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حق و باطل مخلوط ہیں اس لئے اگر کوئی کہے کہ سب حق ہی ہیں وہ احمق ہے اور جو کہے کہ سب باطل ہی ہیں وہ شقی و محروم ہے اور حق یہی ہے کہ اچھا اور برا مال اور حق و باطل عالم میں دونوں موجود ہیں اور اس کی خرید و فروخت کرنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک انبیاء ہیں جنہوں نے اپنی مہارت سے اچھے مال اور حق کو پہچانا اور نفع اٹھایا دوسرے وہ ہیں جن کو کھرے مال کے پہچاننے میں دھوکا ہوا اور ظاہری حالت کو دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ یہ لوگ اندھے ہیں اور خسارہ اٹھائیں گے۔ اے ظاہر پرست دیکھ تجھے سانپ مال دکھائی دیتا ہے۔ آنکھوں کو مل اور غور سے دیکھ یہ مال نہیں بلکہ مار ہے تو اس ظاہری بیع و منفعت کے رشک کو چھوڑ بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھ کہ ان کے لئے اس بیع و منفعت کا کیا نتیجہ ہوا۔

مذاہب مختلفہ میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

شرح شبّیری

فلسفی الخ۔ یعنی فلسفی تو دوسری طرح شرح کرتا ہے اور ایک بحث کرنے والا اس کے کہنے میں جرح کرتا ہے۔ باحث سے مراد متکلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو فلاسفہ جو حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں تو وہ تو حق تعالیٰ کی صفات کا بالکل ہی انکار کرتا ہے اور ذات بحت کا قائل ہے کہ اس میں کوئی شریک نہیں حتیٰ کہ صفات بھی نہیں۔ متکلمین یہ کہتے ہیں کہ نہیں تم غلط کہتے ہو بلکہ صفات ثابت ہیں مگر وہ بعض صفات کو ثابت کرتے ہیں اور بعض میں تاویل کرتے ہیں مثلاً ید وجہ وغیرہ میں وہ تاویل کرتے ہیں تو جس میں کہ وہ تاویل کرتے ہیں ان کا گویا انکار کر رہے ہیں تو دیکھو متکلمین فلاسفہ کے خلاف ہوئے۔

وان الخ۔ یعنی وہ دوسرا دونوں میں طعنہ کر رہا ہے اور وہ دوسرا مکر کی وجہ سے جانکنی کر رہا ہے۔ مصرعہ اول کے وللن دگر سے مراد صوفیہ ہیں بلکہ بعض نسخوں میں صوفیان در ہر دو طعنہ الخ ہے اور مصرعہ ثانی کے وان دگر سے مراد عوام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کرام کا مسلک ان سب سے الگ ہے۔ نہ متکلمین کے موافق نہ فلاسفہ کے۔ اس لئے کہ یہ حضرات کل صفات کو ثابت کرتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور عوام ان سب سے الگ ہیں وہ اس لاعلمی میں اور جہل ہی میں مبتلا ہو کر مصیبت اٹھا رہے ہیں تو دیکھو سب کے سب الگ نشانیاں بتا رہے ہیں مگر ان میں سے حق ایک ہی ہے اور وہ مسلک ہے جو سلف صالحین کا تھا اور اس مسلک پر ان چاروں میں سے صوفیہ ہیں لہٰذا اول تو مولانا کا خود صوفیہ میں داخل ہونا ہی اس کی کافی دلیل ہے کہ مولانا کے نزدیک مسلک صوفیہ حق ہے مگر مولانا نے الفاظ سے بھی ظاہر فرمایا کہ فلسفی کا مذہب بیان فرما کر متکلم کو اس میں جارح ٹھہرایا اور ان دونوں میں صوفیہ کو طاعن کہا اور عوام کو جان کنی میں مگر صوفیہ پر کوئی طعن نہیں کیا جس

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی مذہب اصوب اور حق ہے مولانا کے نزدیک۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک اس راہ کے اس لئے پتے دے رہے ہیں تا کہ گمان ہو کہ یہ سب اس جگہ کے ہیں۔

این الخ۔ یعنی یہ حقیقت جان لو کہ نہ تو (علی الاطلاق) یہ سارے حق ہیں اور نہ (علی الاطلاق) سارے گمراہ ہیں بلکہ اس باطل میں بھی کچھ حق ہے اس لئے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ضلالتیں ہیں اول سب کی مناشی اول بالکل درست ہوتے ہیں اس کے بعد خرابیاں واقع ہو جاتی ہے۔ ان فرق میں ہی جو اوپر گزرے ہیں دیکھ لو کہ ایک تو فلاسفہ ہیں اور ایک متکلمین اور دونوں صفات کے منکر ہیں ایک کل کے اور دوسرے بعض کے مگر اصل منشاء اس کا توحید ہے کہ غلبۂ توحید میں ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ صفات بھی غیر ہیں انکا بھی انکار کر دیا تو اب یہ گمراہی ہوگئی مگر اصل میں یہ حق اور ہدایت ہی تھی اگر اپنے درجہ پر رہتی۔ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک باطل کے ساتھ حق ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ وہ باطل حق کی صورت میں رواج پا نہیں سکتا۔ باطل بصورت حق تو جب ہی رواج پائے گا۔ جبکہ اس کے اندر بھی کچھ شائبہ حق کا ہو۔ اس کی مثال آگے مولانا بہت سی فرما دیں گے ان میں سے ایک یہاں سمجھ لو کہ دیکھو چاندی کھوٹی جو ہوتی ہے اس کو جب بازار میں چلاتے ہیں تو کیا کہہ کر یہ کہہ کر کہ یہ چاندی ہے اب جو بیوقوف ہے وہ اس ساری کو چاندی سمجھ لیتا ہے اور جو سمجھدار ہوتا ہے وہ چاندی کو الگ اور کھوٹ کو الگ کر دیتا ہے مگر جو چاندی اس کے اندر بالکل نہ ہوتی تو اس شخص کی ہمت یہ نہ پڑتی کہ وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ چاندی ہے اس کی ہمت تو جب ہی ہوئی کہ جب اس نے دیکھ لیا کہ اس میں چاندی بھی ہے۔ شاید میرا یہ کہنا چل جائے اسی طرح اگر باطل کا منشاء بھی حق نہ ہوتا اور وہ از سر تا پا باطل ہی باطل ہوتا تو پھر تو مبطلین کو یہ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوتی کہ یہ حق ہے ان کا اس کو بصورت حق رواج دینا اس کی دلیل ہے کہ اس کے اندر بھی حق ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ حق و باطل کو متمیز کیا جائے مگر یہ کل نہ بالکلیہ حق ہیں نہ بالکلیہ گمراہ ہیں اور یہ ظاہر بات ہے جو مذہب کہ حق ہے وہ تو بالکلیہ حق ہے جیسا کہ سلف صالحین کا۔ مگر بحث اس میں ہے کہ جو باطل ہیں ان میں بھی حق ہے یا نہیں تو ثابت ہو گیا کہ ان میں بھی حق ہے آگے اسی مضمون کو مع امثلہ و نظائر کے خود مولانا فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ بے حق کے کوئی باطل ظاہر نہیں ہوتا۔ کھوٹے کو بیوقوف سونے کی بو سے خرید لیتا ہے۔ یہ دلیل انی ہے لمی نہیں ہے ایک علامت کی طرح سے فرماتے ہیں کہ دیکھو جہاں کہیں باطل ہے کچھ نہ کچھ حق ضرور ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جو بیوقوف ہے وہ چاندی کے ساتھ تو کھوٹ کو اسی قیمت سے خرید لے گا اور اگر بالکل کھوٹ ہو تو اس کو تو چاندی کے بھاؤ میں کوئی اندھا ہی خرید لے ورنہ ہرگز خرید نہیں سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر جہان میں کھرا چلتا ہوا نہ ہوتا تو کھوٹے کو کب کوئی چلا سکتا۔

تا نباشد الخ۔ یعنی جہان میں جب تک سچ نہ ہو تو جھوٹ کب ہو سکتا ہے وہ جھوٹ تو سچ ہی سے فروغ پاتا ہے کہ کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کر بیان کیا دوسرے کو دھوکا ہو گیا کہ شاید کل صدق ہے۔

برامید الخ۔ یعنی صدق کی امید پر کج کو خرید لیتے ہیں اور زہر جب قند میں مل جاتا ہے اس وقت کھا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر زہر ہی زہر ہو تو ہرگز کوئی بھی نہ کھائے۔

گر نباشد الخ۔ یعنی اگر یہ خوش ذائقہ گیہوں نہ ہوں تو گندم نما جو فروش آدمی کیا لے جائے۔ اس کو تو کچھ حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ جب گندم ہے ہی نہیں تو دکھائے گا کیا۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی پس یہ مت کہو کہ سارے دین (بالکلیہ) باطل ہیں کہ باطل لوگ بوئے حق کی وجہ سے دل کو کھینچ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اصل فطرت سے تو سب طالب حق ہی ہیں اس لئے چونکہ باطل میں شائبہ حق کا بھی ہوتا ہے اس لئے اس کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ ورنہ دل باطل کی طرف کیوں کھنچتا اور فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی بس یہ مت کہو کہ سب خیال اور گمراہی ہی ہے اس لئے کہ عالم میں خیال بھی بے حقیقت نہیں ہے مطلب یہ کہ دنیا میں کوئی خیال بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور جس کا کوئی صحیح منشاء نہ ہو ہر خیال کا ضرور کوئی صحیح منشاء ہوتا ہے اس کے بعد اس میں گمراہی آجاتی ہے مگر اصل میں وہ درست ہی تھا آگے اور مثالیں ہیں۔

حق الخ۔ یعنی یقیناً شب قدر ان راتوں ہی میں پوشیدہ ہے تاکہ انسان ہر رات کا امتحان کرے۔ مطلب یہ دیکھو حق تعالیٰ نے شب قدر کو متعین نہیں فرمایا بلکہ دائر سائر رکھا ہے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ جو شائقین ہیں وہ اکثر راتوں میں تلاش کریں گے اور بمقتضائے **الاعمال بالنیات** ان کو شب قدر ہی کا ثواب ملے گا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہونگے تو جس طرح ان ساری راتوں میں شب قدر ایک ہی ہے اسی طرح ان سارے مذاہب میں مذہب حق ایک ہی ہے مگر ہے ان ہی سب میں۔

نے ہمہ الخ۔ یعنی اے جوان نہ تو ساری راتیں شب قدر ہوتی ہیں اور نہ ساری راتیں خالی ہوتی ہیں اسی طرح نہ تو سارے مذاہب میں حق ہوتا ہے اور نہ سارے مذاہب حق ہوتے ہیں۔

درمیان الخ۔ یعنی ان گدڑی پوشوں ہی میں ایک فقیر (کامل) بھی ہوتا ہے تو تم امتحان کرلو اور جو کہ حق ہو اس کو لے لو۔ اوپر تو مولانا نے اس کو بیان کیا تھا کہ کل طرق وباطل ہیں نہ کل حق ہیں۔ لہٰذا ان سب میں سے حق کو تمیز کرلو لیکن اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے کسی راہبر کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہاں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو کامل بھی ان گدڑی پوشوں ہی میں ہوتا ہے لہٰذا خذ ما صفا ودع ما کدر جو کامل ہے اس کا اتباع کرو اور جو ناقص ہیں ان کو الگ کرو اور ان سے قطع تعلق کردو۔

مومن الخ۔ یعنی مومن دانا کہاں ہے جو کہ بادشاہ کو فقیر سے ممیز کر کے جان لے اور فرماتے ہیں کہ

گر نہ الخ۔ یعنی اگر معیوبات دنیا میں نہ ہوں تب تو سارے بیوقوف تاجر ہو جائیں۔

پس بود الخ۔ یعنی پھر تو اسباب شناسی بہت سہل ہو جائے۔ کیونکہ جب کوئی عیب ہی نہیں ہے تو پھر کیا نا اہل اور کیا اہل مطلب یہ کہ اگر دنیا میں عیب دار اشیاء نہ ہوں تو پھر کیا ہے جو چاہے تاجر ہو اور جس کا دل چاہے مشتری

ہواس لئے کہ اب بوجہ اشیاء کے برے بھلے ہونے کے ہی تو دو فرقے ہو رہے ہیں کہ بعض اس کے تاجر ہیں اور بعض اس کے ورنہ پھر تو سب اچھی ہی چیزیں ہوں اور خریداری بہت آسان ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اچھے کے ساتھ برا اور حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے یہ تو اس وقت ہے کہ جب عیب ہو ہی نہیں۔

درہمہ الخ۔ یعنی اگر کل عیب ہی عیب ہو تو پھر دانش کا کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ سب لکڑی ہی لکڑی ہے عود ہے ہی نہیں۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کوئی سب کو حق کہے وہ احمق ہے اور جو کہ سب کو باطل کہے وہ بد بخت ہے غرضکہ نہ تو بالکلیہ حق ہے اور نہ بالکلیہ باطل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

تاجران الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کے تاجروں نے تو نفع حاصل کیا اور رنگ و بو ظاہری کے تاجر کور و کبود ہیں۔

می نماید الخ۔ یعنی سانپ تیری نگاہ میں مال معلوم ہو رہا ہے تو ذرا اپنی ان دونوں آنکھوں کو اچھی طرح مل لو تا کہ صاف دکھائی دینے لگے مطلب یہ کہ چشم قلب کو کھولو اور اس سے حقیقت بینی حاصل کرو۔

منگر الخ۔ یعنی اس بیع و شراء کے رشک کو مت دیکھو بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اس مال و متاع کو دیکھ کر اور دنیا کی آب و تاب کو دیکھ کر اس پر فریفتہ مت ہو اور دنیا داروں کو دیکھ کر رشک مت کر اس لئے کہ یہ تو دیکھ کہ جو مال والے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ دیکھو فرعون کس قدر صاحب مال و صاحب قوت ظاہری تھا مگر جو اس کا انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح اور اقوام کو دیکھ لو کہ ان کا انجام خسران اور ہلاکت ہی ہوا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ ہر شے کی حقیقت پر نظر کرنا چاہیے صرف اس کے ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرر کن نظر	زانکہ حق فرمود ثم ارجع بصر
اس آسمان پر مکرر نظر ڈال	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے پھر نگاہ لوٹا
یک نظر قانع مشوزیں سقف نور	بارہا بنگر بہ بیں ھل من فطور
نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن	بار بار دیکھ دیکھ کوئی شگاف ہے؟
چونکہ گفت ست کاندریں سقف نکو	بارہا بنگر جو مرد عیب جو
چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اچھی چھت میں	عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ
پس زمین تیرہ رادانی کہ چند	دیدن و تمیز باید در پسند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کس قدر	دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تاپالائیم صافاں راز درد	چند باید عقل مارا رنج برد
تاکہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کرلیں	ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہئے؟
امتحانہائے زمستان و خزاں	تاب تابستاں بہارٔ ہمچو جاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں	گرمیوں کی گرمیٔ جان جیسی بہار
بادہا و ابرہا و برقہا	تاپدید آرد عوارض فرقہا
ہوائیں اورابراور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں اسلئے ہیں)	تاکہ یہ عوارضٔ فرقوں کو واضح کردیں
تابروں آرد زمین خاک رنگ	ہرچہ اندرجیب دارد لعل وسنگ
تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے	جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں
ہرچہ دزدیدست ایں خاک دژم	از خزانہ حق و دریائے کرم
اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے	اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے
شحنۂ تقدیر گوید راست گو	آنچہ بردی شرح دہ اے حیلہ جو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہۓ سچ بتا دے	اے حیلہ جو! جو کچھ تونے چرایا ہے اس کی تشریح کردے
تامیان قہر و لطف آں خفیہا	ظاہر آیدز آتش خوف و رجا
تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں	خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں
آں بہاراں لطف شحنہ کبریاست	واں خزاں تخویف وتہدید خداست
موسم بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے	اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے
واں زمستاں چار میخ معنوی	تاتوا ے دزد خفی ظاہر شوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے	تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا تمیز بین الحق والباطل کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے فارجع البصر هل ترى من فطور. ثم ارجع البصر كرتين یعنی آسمان کو دیکھو اور دیکھو کہ کیا اس میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے اور صرف ایک ہی نظر پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ بار بار دیکھو اور یوں دیکھو جیسے کوئی عیب کو تلاش کرتا ہے تاکہ تم کو ہماری صنعت کا استحکام نظر آئے۔ اب تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ اپنی

حکمت وقدرت کے اعتراف کے لئے حکم دیتے ہیں آسمان کو بنظر عیب جوئی دیکھنے کا حالانکہ وہاں کوئی عیب بھی نہیں تو اس کی مرضیات ونامرضیات کے معلوم کرنے کے لئے زمین کو بنظر عیب جوئی دیکھنا جہاں عیوب وسیئات واقع میں موجود ہیں کیا کچھ پسند نہ ہوگا اور جبکہ یہاں حق و باطل مخلوط ہیں تو حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے ہماری عقل کو کس قدر زحمت اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک مولانا نے عالم میں نیک و بد کے مخلوط ہونے اور ان کی تمیز کی ضرورت کو بیان کیا تھا۔ یہاں سے اشخاص میں صفات نیک و بد کے اختلاط اور اس کی تمیز کی ضرورت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تکوینیات میں قانون خداوندی یوں واقع ہے کہ وہ امتحانات جو موسم سرما' موسم خزاں موسم گرما کی تپش موسم بہار ہواؤں ابر و برق سے کئے جاتے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ان کے آثار سے اشیاء میں امتیاز ہو اور زمین میں جو کچھ لعل اور پتھر مستور ہیں اور جو کچھ اس نے حق سبحانہ کے خزانہ سے چرایا ہے وہ نکل آئے۔ شحنہ تقدیر الٰہی کہتا ہے کہ سچ سچ کہہ دے اور جو کچھ تو نے حق سبحانہٗ کے خزانہ سے چرایا ہے صاف صاف بتادے۔ یہ چور زمین کہتی ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں لیا۔ اب کوتوال اس کو اڑنگہ میں پھانستا ہے کبھی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے اور کبھی الٹا لٹکاتا ہے اور بری سے بری گت بناتا ہے تاکہ لطف وقہر نرمی وسختی مل کر آتش خوف وآب رجا کے سبب پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جائیں۔ اب سمجھو کہ شحنہ سے مراد حق سبحانہ ہیں اور لطف سے مراد بہار اور ڈرانے دھمکانے سے خزاں۔ شکنجہ سے جاڑا اور مقصود یہ ہے کہ چور کا چور ہونا ظاہر ہو جائے اور اس کے پاس سے مال برآمد ہو جائے۔

پس مجاہد راز مانے بسط دل	یک زمانے قبض و درد و غش و غل
تو مجاہدہ کرنے والے کے لئے کسی وقت دل کا انبساط	کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت
زانکہ ایں آب وگل کابدان ماست	منکر و دزد ضیائے جانہاست
اس لئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں	ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں
حق تعالیٰ گرم وسرد و رنج و درد	برتن مامی نہد اے شیر مرد
اللہ تعالیٰ گرم اور سرد اور رنج اور درد	اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے
خوف وجوع ونقص اموال وبدن	جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ	سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں
ایں وعید و وعدہا انگیخت ست	بہرایں نیک وبدے کامیخت ست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں	کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

جب مضمون بالا سن چکے تو اب سمجھو کہ مجاہد کو جو دو حالتیں پیش آتی ہیں یعنی کبھی بسط ہوتا ہے اور کبھی قبض اور تکلیف اور کھوٹ اور نقصان اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا جسم عنصری ہماری جانوں کی روشنی چرائے ہوئے اور استعداد

فطری کو دبائے ہوئے ہے اور چوری سے انکار کرتا ہے لہذا حق سبحانہ اجسام کو تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں اور طرح طرح کی زحمتوں میں گرفتار کرتے ہیں کبھی خوف طاری کرتے ہیں کبھی بھوکا رکھتے ہیں کبھی امراض جسمانیہ میں مبتلا کرتے ہیں اور کبھی اموال میں نقصان کرتے ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ جو مال اس نے جان کا چرایا ہے وہ برآمد ہو جائے اور یہ جو وعدہ و وعید اس نے کئے ہیں یہ سب اس لئے ہیں کہ نیک و بد مخلوط ہیں۔ان میں امتیاز ہو جائے۔ یہ تو حق سبحانہ نے اپنے بندوں پر فضل و احسان کے لئے اپنی طرف سے سامان کیا ہے اس مال کے برآمد ہونے کا۔ایک تدبیر اور ہے جو بندوں کی اختیاری ہے اس کو ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

چونکہ حق و باطلے امیختند	نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کر دی ہے	کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے
پس محک می بایدش بگزیدۂ	در حقائق امتحانہا دیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے	جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو
تاشود فاروق ایں تزویرہا	تا بود دستور ایں تدبیر ہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے	تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیراعظم بن جائے

جبکہ تم کو معلوم ہے کہ حق و باطل مخلوط ہیں اور کھوٹے کھرے سب کے سب ایک ہی تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں۔تو کھوٹے کھرے کی پہچان کے لئے ضرورت ہے ایک کسوٹی کی جو اعلیٰ درجہ کی اور جو بہت سے امتحانات میں پاس ہو چکی ہو یعنی شیخ کامل کی تاکہ وہ ان تلمیعات کو بالکل الگ کر دے اور تاکہ وہ تمہاری تدابیر کا وزیراعظم بن جائے جو کچھ تم تدبیر کرو اس کے حکم سے اور اس کی ماتحتی میں کرو۔تمیز حق و باطل کے لئے یہ امور یعنی شیخ کامل کو تلاش کرنا اور اس کی رائے پر عمل کرنا اختیاری ہیں۔

شیر دہ اے مادر موسیٰ و را	و اندر آب افگن میندیش از بلا
اے موسیٰ کی ماں! اس کو دودھ پلا	اور دریا میں ڈال دے مصیبت کی فکر نہ کر
ہر کہ در روز الست آں شیر خورد	ہمچو موسیٰ شیر را تمیز کرد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا	اس نے موسیٰ کی طرح دودھ کو پہچان لیا
خود برتو ایں حکایت روشن ست	کہ غرض نے ایں حکایت گفتن ست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے	کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے
گر تو بر تمیز طفلت مولعی	ایں زماں یا ام موسیٰ ارضعی
اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے	اب اے موسیٰ کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعم شیر مادرش	تا فرو ناید بہ دایہ بدسرش
تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے	تاکہ بُری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھکے

یہ مضمون بھی تتمہ ہے مضمون ماسبق کا۔ فرماتے ہیں کہ اے سالک جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو دودھ پلا کر صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا اور اس دودھ کے سبب فرعون کے یہاں انہوں نے اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ یوں ہی تو بھی ابتداءً ہی قبل اس کے کہ تو بری دایہ کا دودھ پئے یعنی نفس کی تعلیمات سے متاثر ہوا پنے دل کی معرفت حق سبحانہ کے دودھ کا ذائقہ چکھا کر دریائے امتحان میں ڈال دے اور یہ کچھ مشکل نہیں کیونکہ جس نے روز الست میں ایک مرتبہ اس کا ذائقہ چکھ لیا ہے وہ تو اس شیر کو بہت جلد پہچان لے گا۔ بسلامۃ الاستعداد والقوۃ الذائقہ وقرب العہد پس اس وقت چکھانا فی الحقیقت یاد دلانا ہے اس امر کا جس سے ذہول ہو گیا ہے لہٰذا اگر تجھے خواہش ہے کہ تیرے بچے کو برے بھلے دودھ میں تمیز حاصل ہو جائے تو تو پیشتر ہی سے اس کو شیر معرفت حق چکھا دے۔ یعنی اس چکھے ہوئے کو یاد دلا دے تاکہ اس دودھ کا مزہ چکھ کر یعنی معرفت حق سبحانہ سے آشنا ہو کر کسی بری دایہ نفس و شیطان کی طرف منہ نہ لے جائے لیکن اگر تو نے ابتدا ہی میں ایسا نہ کیا اور وہ اس بری دایہ کے دودھ سے آشنا ہو گیا تو پھر زحمت ہوگی اور شیر روز الست کو یاد دلانا مشکل ہوگا لبعد العہد و فساد الذائقہ والاستعداد تجھے خود معلوم ہے کہ ہم کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ عنوان ہے اس مقصود کے ادا کا جس کو تو او پر سن چکا ہے اس کو سن کر تجھ کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ہر چیز کا امتحان کرنا تاکہ وہ چیز جو اس میں پوشیدہ ہے ظاہر ہو جائے

شرح شبّیری

اندریں الخ۔ یعنی آسمان میں بار بار نظر کر واس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم ارجع البصر کرتین۔

یک نظر الخ۔ یعنی اس سقف نور میں ایک ہی نظر پر قانع مت ہو بلکہ بار بار دیکھو اور دیکھو کہ اس میں کوئی سوراخ ہے جیسا قرآن شریف میں حکم ہے ثم ارجع البصر ھل ترے من فطور۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سقف نکو میں بار بار عیب جوئندہ کی طرح دیکھو۔

پس الخ۔ یعنی پس اس زمین تاریک کو تم کو معلوم ہے کہ کس قدر مرتبہ دیکھنا اور ممیز کرنا پسند حق ہوگا۔

تا بپالائم الخ۔ یعنی تاکہ ہم صاف کو درد میں سے صاف کر لیں تو اس کے لئے ہماری عقل کو کس قدر محنت کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ تاکہ ہم بھلے برے کو ممیز کر لیں تو اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ غور و فکر اور مجاہدات و ریاضات کریں تاکہ حقائق و معارف و علوم جو کہ استعداد فطری سے ہمارے اندر ہیں ظاہر ہوں۔ آگے ایک مثال

ہے کہ دیکھو زمین جو کہ بہت سے خزانوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو علوم و معارف کی طرح ہیں جب اس پر سختیاں ہوتی ہیں یہ سب کو اگل دیتی ہے اور وہ سختیاں یہ ہیں کہ کبھی جاڑا ہے تو اس کے اجزا سکڑ گئے ہیں اور کبھی گرمی ہے تو ساری زمین جل رہی ہے اور کبھی ہوا ہے تو کبھی ابر ہے غرضکہ مختلف طرح سے شحنۂ تقدیر الٰہی اس کو سزا دیتا ہے تو یہ ساری چیزوں کو نکال کر پیش کر دیتی ہے جیسے کہ چور کہ کوتوال کی سختی پر ساری چیزیں بتا دیتا ہے تو اسی طرح اگر تم مجاہدہ و ریاضت کرو گے تو تمہارے اندر جو علوم و معارف بھرے ہوئے ہیں وہ سب ظاہر ہو جائیں گے اور یہ نفس تمہارا اس استعداد کو ظاہر ہونے سے ہرگز مانع نہ ہوگا۔ یہ حاصل ہے اس ساری سرخی کا۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

امتحانہائے الخ۔ یعنی جاڑے کے امتحانات اور خزان کے اور گرمی کی تابش اور بہار جو کہ جان کی طرح ہے

بادہاوالخ۔ یعنی ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (یہ ساری مختلف عقوبتیں اس لئے ہیں) تاکہ اپنے حوادثات کو ظاہر کر دے اور اس لئے ہیں کہ

تابرون الخ۔ یعنی تاکہ یہ زمین خاکی جو کچھ کہ باطن میں لعل و سنگ سے رکھتی ہے باہر نکال دے۔ لعل و سنگ سے مراد یہ سبزہ وغیرہ ہے مطلب یہی کہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ تاکہ اپنے مضمر خزانوں کو نکال ڈالے۔ چونکہ اس زمین کو چور سے تشبیہ دے کر اس کے لئے ان تغیرات کو سزا میں ثابت کیا ہے لہٰذا آگے تقدیر الٰہی کو کوتوال سے تشبیہ دیں گے اور اس کے عدم اظہار سبزہ وغیرہ کو چوری سے تشبیہ دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

ہرچہ الخ۔ یعنی اس خاک افسردہ نے جو کچھ خزانۂ حق اور دریائے کرم سے چرایا ہے (اس کے لئے)

شحنہ الخ۔ یعنی شحنۂ تقدیر کہتا ہے کہ سچ بتا جو کچھ کہ تو لے گئی ہے اس کی تفصیل بتا اے حیلہ جو

دزدالخ۔ یعنی چور یعنی خاک کہتی ہے کہ کچھ نہیں کچھ نہیں تو شحنۂ تقدیر اس کو شکنجوں میں کھینچتا ہے۔

شحنہ الخ۔ یعنی کوتوال کبھی تو اس سے شکر کی طرح مہربانی کرتا ہے (مثلاً کہتا ہے کہ بتا دے چھوڑ دیں گے) اور کبھی اس کو لٹکا دیتا ہے اور بدتر سے بدتر حال کرتا ہے۔

تامیان الخ۔ یعنی تاکہ قہر و لطف کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں آتش خوف ورجا سے ظاہر ہو جائیں غرضکہ وہ خوب تدبیریں کرتا ہے آگے اس شحنہ کی عقوبات وغیرہ کو منطبق کریں گے۔ فرماتے ہیں کہ

آن الخ۔ یعنی وہ بہار کوتوال حق کی مہربانی ہے اور خزاں تہدید اور تخویف ہے حق تعالیٰ کی جیسے وہاں شحنہ کبھی لطف اور کبھی قہر کرتا ہے اسی طرح یہاں زمین پر کبھی لطف بہار ہے اور کبھی قہر خزان ہے۔

وان الخ۔ یعنی وہ جاڑا چارمیخ معنوی ہے تاکہ تو اے پوشیدہ چور ظاہر ہو جائے چونکہ جاڑے میں ہر شے سکڑتی ہے زمین کے اجزا بھی سکڑتے ہیں اس سکڑنے کو چارمیخ سے تشبیہ دی اور معنوی اس لئے کہا کہ یہ حسی تو ہے نہیں تو کہتے ہیں کہ جاڑا شکنجہ ہے کہ اس زمین کو اس شکنجہ میں کھینچا جاتا ہے۔ آگے اس ساری تشبیہات کو حالت سالک پر منطبق فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پھر مجاہد کو کبھی تو بسط دل ہوتا ہے (جو کہ مشابہ بہار کے ہے) اور کبھی قبض اور گھٹن اور درد اور گھوٹ ہے جو کہ مشابہ خزان کے ہے۔ آ گے سالک پر ان احوال مختلفہ کے طیران کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی یہ اس لئے کہ یہ آب وگل جو ہمارے بدن ہیں ہماری جان کی ضیا اور نور کے منکر ہیں۔ لہٰذا

حق تعالیٰ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ اس گرم وسرد اور رنج وتکلیف کو ہمارے بدن پر رکھتے ہیں اے شیر مرد اور

خوف الخ۔ یعنی خوف اور بھوک اور نقص اموال اور بدن سب کے سب نقد جان کے ظاہر ہونے کے لئے ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ وعید اور وعدے جو کہ حق تعالیٰ نے اٹھا رکھے ہیں اس نیک و بدی کے (ظہور کے) لئے ہیں جس کو کہ ملا دیا ہے

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ لوگوں نے حق و باطل کو ملا دیا ہے کھوٹے کھرے کو ایک ہی برتن میں ڈال رکھا ہے۔

پس محک الخ۔ یعنی پس اس کے لئے ایک کسوٹی چاہیے عمدہ جو کہ حقائق میں امتحانات کو دیکھے ہوئے ہو۔ اوپر تک تو تعلیم تھی کہ خود مجاہدہ کرو اور اس سے علوم وفنون کو حاصل کرو اس شعر سے تعلیم ہے اتباع شیخ کامل کی کہ اول مجاہدہ اور ریاضات کرو ان کے پرکھنے کو کہ آیا درست ہیں یا گمراہ کنندہ ہیں ایک کسوٹی یعنی شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ جو بتائے کہ اب یہ اچھی ہے اور یہ حالت بری ہے لہٰذا اول تو اس نفس کی سرزنش کرے اور اس کے درست اور غیر درست ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش کر۔ جب اس کو تلاش کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تم کو سیدھا راستہ بتادے گا اور دوسرے راستہ سے ہٹادے گا دونوں کو متمیز کردے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

تاشود الخ۔ یعنی تاکہ ان جانوں کا متمیز کرنے والا ہو اور تاکہ ان تدابیر کے لئے مدبر بن جائے یعنی شیخ کامل ان شیطان کے چالوں سے راہ حق کو متمیز کردے اور ان ساری تدابیر وصول میں سے ایک تدبیر کو سوچ کر اس کو عمل میں لائے آ گے مولانا اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کامل کے لئے ضرورت ہے پہچان کی تو وہ فطرت سلیمہ ہوتی ہے وہ تو چونکہ حق تعالیٰ کے ہاں اس مزہ کو چکھ چکا ہے جس کے پاس اس کو دیکھے گا فوراً اس کو قبول کرلے گا مگر مولانا اس کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا تھا کہ تم ان کو دودھ پلا دو اور اس کے بعد جب خوف ہو تو دریا میں ڈال دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی دایہ کا دودھ منہ میں نہ لیا اس لئے کہ وہ اپنی والدہ کے دودھ کا مزہ چکھ چکے تھے اور جب ان کی والدہ نے دودھ دیا تو اس کو فوراً پینے لگے اور پہچان گئے کہ یہ وہی دودھ ہے اسی طرح جس نے کہ روز ازل میں اس کا مزہ چکھ لیا ہے وہ تو فوراً ہی پہچان لے گا لہٰذا اپنی اس استعداد سلیمہ کو معاصی سے برباد مت کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شناخت مرد کامل کی ہوگی اور اس کو صیغۂ امر سے تعبیر فرماتے ہیں کہ

شیرده الخ۔ یعنی اے مادر موسیٰ علیہ السلام تم ان کو دودھ پلا دو ان کو پانی میں ڈال دو اور بلا سے مت ڈرو۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے واوحینا الیٰ ام موسیٰ ان ارضعیه فاذاخفت علیه فالقیه فی الیم ولاتخافی ولاتحزنی انار ادوه.

الیک الخ تو جس طرح کہ ان کو حکم ہوا تھا اسی لئے کہ تا کہ ان کو اس کے مزہ کی پہچان ہو جائے۔اسی طرح جس کو وہاں شناخت ہو چکی ہے وہ فوراً پہچان لیتا ہے۔

ہر کہ الخ۔یعنی جس کسی نے کہ روز الست میں وہ دودھ کھالیا اس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح دودھ کو شناخت کر لیا۔مطلب یہ کہ جس نے یہ چاشنی وہاں چکھ لی وہ جس کے پاس وہ شے دیکھے گا فوراً معلوم کر لے گا کہ وہی ہے۔

خود الخ۔یعنی تجھ پر خود یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری غرض اس سے حکایت کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔چونکہ اوپر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ تھا تو شاید سامع کو شوق ہو کہ اب حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان فرمادینگے اس لئے فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم کو مقصود یہ نہیں کہ ہم حکایات کو بیان کریں بلکہ مقصود اس سے اخذ نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے منتظر مت ہو کہ ہم حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کریں گے بلکہ چونکہ ہمارا مطلب صرف اتنی بات سے بھی نکل آیا لہٰذا آگے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت ہی نہیں ہے۔آگے فرماتے ہیں کہ

گرتو الخ۔یعنی اگر تو اپنے بچہ کے پہچان کی حریص ہو تو اے ام موسیٰ اس وقت دودھ پلا دو۔مطلب یہ ہے کہ اے ام موسیٰ اگر تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ تمہارا بچہ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمہارے دودھ کو پہچان لیں تو اس وقت دودھ پلا دو پھر جب وقت آئے گا فوراً پہچان لیں گے اور مقصود مولاناؒ کا یہ ہے کہ اے سالک اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا نفس حق کو پہچان لے نفس وشیطان سے بچا رہے تو اس دنیا میں اس کو مجاہدہ وریاضت کر کے اس کا مزہ چکھا دو۔جب وہ حق کو پائے گا اس کو قبول کرے گا اور دوسروں سے اعراض کرے گا اوپر تو اس کا بیان تھا کہ جس کی استعداد درست ہو گی وہی حق کو قبول کرے گا اور یہاں سے اس کا بیان ہے کہ تم مجاہدات وریاضات میں اپنے قلب کو شناسا حق بنالو تو وہ فوراً حق کو قبول کر لے گا۔

تابہ الخ۔یعنی تا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزہ چکھ لے اور تا کہ کسی بری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھک جائے۔مطلب یہ کہ اس کو طعم حق چکھا دو تا کہ اس کو تو قبول کرے اور نفس وشیطان کے پھندے میں نہ پھنسے جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور دایوں کے دودھ نہ پیتے تھے آگے پھر اس قصہ شتر گم کردہ کو پورا بھی کرتے ہیں اور اس کے فائدے بھی بیان کرتے ہیں۔

شرح فائدۂ حکایت آں شخص شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اشترے گم کردۂ اے معتمد	ہر کس از اشتر نشانت می دہد
اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے	ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے
تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست	لیک دانی کایں نشانیہا خطاست
تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے	لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشتر گم نہ کرد او از مرے	ہمچوں آں گم کردہ جوید اشترے
جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے	اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے
کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام	ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام
کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے	جو اس کو پائے اس کے لئے میں انعام لایا ہوں
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر ایں بازی کند
تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے	اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے
او نشان کژ نہ بشناسد ز راست	لیک گفتت آں مقلد را عصاست
وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے	لیکن تیری گفتگو اس مقلد کی لاٹھی ہے
ہر چرا گوئی خطا بود آں نشاں	او بتقلید تو می گوید ہماں
جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے	وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے
چوں نشان راست گویند و شبیہ	پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ
جب وہ سچی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں	تو تجھے یقین آ جاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے
آں شفائے جانِ رنجورت شود	مظہر حس چو گنجورت شود
وہ (علامت) تیری فکر مند جاں کی شفا بن جاتی ہے	تیرے خزانچی جیسے حس کو ظاہر کرنے والی بن جاتی ہے
رنگ روئے و قوت بازو شود	خلق و خلق یکتو ات صد تو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے	تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سو گنا ہو جاتا ہے
چشم تو روشن شود پایت دواں	جسم تو جاں گردد و جانت رواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں	تیرا جسم روح (حیوانی) بن جاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) روح (انسانی) بن جاتی ہے
پس بگوئی راست گفتی اے امین	ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا	یہ علامتیں واضح پیغام ہیں
فیہ آیات ثقات بینات	ایں براتے باشد و قدر و نجات
اس میں روشن معتبر علامتیں ہیں	یہ دستاویز ہیں اور (قابل) قدر ہیں اور (ذریعہ) نجات ہیں
ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو	وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
جب اس نے یہ علامت بتا دی تو کہے گا آگے چل	(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو	بوئے بردی زاشترم بنما کہ کو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا	تو نے میرے اونٹ کا سراغ پا لیا، دکھا وہ کہاں ہے؟
پیش آں کس کہ نہ صاحب اشتریست	کو دریں جست شتر بہر مریست
اس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے	جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے
زیں نشان راست نفزودش یقیں	جز زعکس ناقہ جوئے راستیں
اس سچی علامت نے اس کے یقین میں اضافہ نہیں کیا	دقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا
بوئے برد از جدو گرمیہائے او	کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
اس کی کوشش اور اس کی سرگرمیوں سے اس کو پتہ لگا	کہ اس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے
اندریں اشتر نبودش حق ولے	اشترے گم کردہ است وہم بلے
اس اونٹ میں اس کا کوئی حق نہ تھا لیکن	اس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے
طمع ناقہ غیر روپوشش شدہ	انچہ زوگم شد فراموشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اس کے چہرہ کا پردہ بن گیا	جو اس کا کھویا گیا ہے اس کو اس نے بھلا دیا ہے
ہر کجا او می دود ایں ہم دود	از طمع ہمدرد صاحب می شود
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے	لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے
کاذبے با صادقے چوں شد رواں	آں دروغش راستی شد ناگہاں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے	اس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے
اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت	اشتر خود نیز آں دیگر بیافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا	اس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا
چوں بدیدش یاد آورد آن خویش	بے طمع شد ز اشتر آں یار بیش
جب اس نے اس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آ گیا	(اور) اس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا
آں مقلد شد محقق چوں بدید	اشتر خود را کہ آنجا می چرید
وہ مقلد محقق بن گیا جب اس نے دیکھا	اپنے اونٹ کو کہ اس جگہ چر رہا ہے
او طلبگار شتر آں لحظہ گشت	می بجستش تا ندید او را بدشت
وہ اسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا	جب تک اس کو جنگل میں نہ دیکھا تھا اس کی جستجو میں نہ تھا

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد	چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اس کے بعد اس نے تنہا روی شروع کر دی	اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا
گفت آں صادق مرا بگذاشتی	تابہ اکنوں پاس من می داشتی
سچے نے اس سے کہا تونے مجھے چھوڑ دیا	اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا
گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام	وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
اس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا	لالچ سے خوشامد میں لگا تھا
ایں زماں ہمدرد تو گشتم کہ من	در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں	طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں
از تو می دزدیدمے وصف شتر	جان من دید آن خود شد چشم پر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا	میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا
تا نیا بیدم نہ بودم طالبش	مس کنوں مغلوب شد زر غالبش
جب تک میں نے اس کو نہ پایا تھا میں اس کا طلبگار نہ تھا	تانبا اب مغلوب ہو گیا اس پر سونا غالب آ گیا
سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر	ہزل شد فانی و جد اثبات شکر
(خدا کا) شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں	شکر ہے، مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آ گئی
سیئاتم چوں وسیلت شد بحق	پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں	تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر
مر ترا صدق تو طالب کردہ بود	مر مرا جد و طلب صدقے کشود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا	میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی
صدق تو آورد در جستن ترا	جستنم آورد در صدقے مرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا	میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا
تخم دولت در زمیں می کاشتم	سخرہ و بیکار می پنداشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا	(جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا
آں نہ بد بیکار کسبے بد درست	ہر یکے دانہ کشتم صد برست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی	میں نے جو ایک دانہ بویا سو آگے

دزد سوئے خانہ شد زیر دست	چوں درآمد دید کاں خانہ خود ست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا	جب اندر پہنچا دیکھا کہ اسی کا گھر ہے
گرم باش اے سرد تا گرمی رسد	با درشتی ساز تا نرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو	سختی جھیل تاکہ راحت ملے

شرح حبیبی

مولانا یہاں سے پھر قصۂ اشتر کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرا اونٹ گم ہو گیا ہے اور ہر شخص تجھے اس اونٹ کا پتہ بتلا رہا ہے گو تجھے یہ معلوم نہیں کہ اونٹ کہاں ہے مگر اتنا جانتا ہے کہ یہ اتے پتے سب غلط ہیں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا اس کے خیال میں کوئی اونٹ گم نہیں ہوا مگر اس کی دیکھا دیکھی وہ اونٹ کو تلاش کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میرا بھی اونٹ کھویا گیا ہے جو شخص پائے گا میں اس کے لئے انعام لایا ہوں۔ میں اسے انعام دوں گا۔ اس کا مقصد اس مکاری سے یہ ہے کہ وہ بھی تمہارے اونٹ میں شریک ہو جائے اور دعویٰ کرے کہ یہ اونٹ میرا ہے یہ چال وہ محض طمع کی بنا پر کرتا ہے۔ فی الحقیقت نہ وہ جھوٹی نشانی کو جھوٹی جانتا ہے نہ سچی کو سچی۔ محض تیرا بیان اس کا سہارا ہے جو تو کہتا ہے وہ بھی وہی کہتا ہے جس نشان کو تو غلط کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہاں میرے اونٹ کی یہ نشانی نہیں۔ اور جب لوگ سچا پتا اور صحیح حلیہ بیان کرتے ہیں تو اس سے تجھ کو تو یقین ہو جاتا ہے اور اصلاً شک نہیں رہتا اور اس سے تیری مبتلائے رنج جان کو شفا حاصل ہوتی ہے اور تیرے حواس کو جو کہ محسوسات کے لئے بمنزلۂ خزانچی کے ہیں قوت وغلبہ حاصل ہوتا ہے اور تیرے منہ پر رونق آتی ہے اور بازو میں قوت ہوتی ہے جسم اور خصلت میں سوگنا ترقی ہوتی ہے۔ آنکھ میں روشنی پیدا ہوتی ہے پاؤں میں چستی آتی ہے جسم گویا کہ روح حیوانی بن جاتا ہے اور روح حیوانی روح انسانی ہو جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ تو نے بہت سچ کہا اور یہ نشانیاں سراسر کامیابی ہے۔ تیرے اس بیان میں معتبر اور کھلی نشانیاں ہیں یہ پروانہ ہے حصول مدعا کا اور قابل قدر اور باعث ہے رنج وتشویش سے رہائی کا۔ جب تو نے یہ پتہ بتلایا ہے تو چل آگے ہو۔ یہ چلنے کا وقت ہے لہٰذا تو آگے آگے چل میں تیرے پیچھے پیچھے چلتا ہوں اس لئے کہ تو نے میرے اونٹ کا نشان معلوم کر لیا ہے اب مجھے چل کر دکھا دے کہ کہاں ہے۔ برخلاف اس کے جس کا اونٹ اس کے زعم میں گم نہیں ہوا ہے اور جو محض دیکھا دیکھی اور بطمع اونٹ کو تلاش کرنے لگا ہے اس کو اس نشان سے کچھ بھی یقین نہیں بڑھتا۔ بجز اس کے کہ وہ سچے ناقہ جو کی نقل کرے اور جو آثار اس کے اندر واقعی طور پر پیدا ہوئے ہیں ان کو یہ مصنوعی طور پر اور یہ تکلف اپنے اندر پیدا کرے اور یہ سمجھ کر کہ صادق کی خوشی بے جا نہیں ہے یہ بھی ویسی ہی کوشش اور جد و جہد شروع کرے۔ نیز گو اس اونٹنی میں ان کا حق نہیں تھا مگر حقیقت میں اس کا اونٹ بھی کھویا گیا تھا اور گو ناقہ غیر کی طمع نے

اس کے منہ پر پردہ ڈال دیا تھا اور جو کچھ اس کا کھو گیا تھا اس کا اسے خیال بھی نہیں تھا مگر جہاں وہ جاتا ہے یہ بھی جاتا ہے اور طمع سے اپنے ساتھی کا شریک درد بنتا ہے یعنی اپنے کو بھی اسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جس میں کہ وہ مبتلا ہے غرض جبکہ ایک جھوٹا ایک سچے کے ساتھ چلتا ہے تو اچانک اس کا جھوٹ سچ بن جاتا ہے یعنی جس جنگل میں کہ اس کا اونٹ تھا اپنے اونٹ کو بھی وہیں پاتا ہے جب اس کو اونٹ ملتا ہے اس وقت اپنی ملک یاد آتی ہے اور اپنے ساتھی کے اونٹ سے بے طمع ہو کر اپنے اونٹ کی طرف جاتا ہے اور وہ جو پہلے مقلد اور نقال تھا اب محقق ہو جاتا ہے جبکہ اپنے اونٹ کو وہاں چرتے دیکھتا ہے اور جبکہ اس کو دیکھ لیتا ہے اس وقت اس کا طلب گار بنتا ہے اور جب تک دیکھا نہیں تھا اس وقت تک اس کا طلب گار نہیں تھا اس کے بعد وہ الگ چلنا شروع کرتا ہے اور اپنی اونٹنی کو مطمع نظر بناتا ہے۔ اس وقت یہ طالب صادق کہتا ہے کہ اب تک تو میرا لحاظ رکھتا تھا اب تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس وقت وہ جواب دیتا ہے کہ اس وقت تک میں بوالہوس تھا اور طمع سے تمہاری خوشامد کرتا تھا اس وقت میں فی الواقع تمہارا شریک درد ہوا ہوں جبکہ تم سے طلب میں جدا ہوں اس سے پہلے تو میں اونٹ کے اوصاف تم سے چراتا تھا لہٰذا تمہاری تقلید کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ مجھے اپنی ملک مل گئی ہے تو اب میں سیر چشم ہو گیا ہوں اور مجھے تم سے استغناء ہو گیا ہے جب تک میں نے پایا نہ تھا اس وقت تک میں اس کا طالب نہ تھا اب تانبا مغلوب ہو گیا ہے اور سونا غالب۔ یعنی صدق غالب ہو گیا ہے اور کذب مغلوب۔ شکر ہے کہ میری تمام برائیاں طمع وغیرہ طاعات بن گئیں اور ہزل فنا ہو کر جد بن گئی۔ میری برائیاں جبکہ موصل الی الحق ہو گئی ہیں اب تم کو ان برائیوں پر اعتراض اور طعن نہ چاہیے تمہارا تو صدق ذریعہ طلب بنا تھا اور میری طلب آلۂ صدق ہوئی ہے تم نے تو صدق کی بناء پر طلب شروع کی تھی اور میری طلب نے مجھے صدق تک پہنچایا ہے۔ میں زمین میں دولت کا بیج بو رہا تھا مگر اس کو لغو اور بے سود سمجھتا تھا مگر وہ بیکار نہ تھا بلکہ واقع میں کمائی تھی۔ جو دانہ میں نے بویا اس سے سو پھل پائے۔ میری مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کوئی چور چھپ کر کسی گھر میں جائے اور بعد کو وہ اسی کا گھر ثابت ہو۔ خلاصہ یہ کہ حق کے طالب اور واصل بحق دو قسم کے ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ حق سبحانہ کو پہچانتے ہیں مگر اس تک پہنچنے کا طریق نہیں جانتے اس لئے ان کو ایک ہادی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ہادی کے ذریعہ سے حق سبحانہ تک پہنچتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو جانتے نہیں مگر کسی غرض فاسد سے وہ طالب صادق کی شکل بناتے ہیں اور راہ بر کے ساتھ چلتے ہیں۔ جب وہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اس وقت وہ طالب صادق بنتے ہیں اور بجائے مقلد کے محقق بن جاتے ہیں اس لئے کہ طلب کاذب بھی دیگر با قاعدہ ہو تب بھی آدمی محروم نہیں رہتا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اگر طلب صادق بھی نہ ہو تو کاذب ہی سہی طلب ہونی چاہیے اور مجاہدات و ریاضات کرنے چاہئیں تا کہ ایک روز آرام و آسائش حاصل ہو۔

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر ست	تنگ آمد لفظ معنیٰ بس پر ست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے	الفاظ تنگ ہیں معنیٰ بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنیٰ ہمیشہ نارساں	زاں پیمبر گفت قد کل اللساں
لفظ معنیٰ (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں	اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آ گئی
نطق اصطرلاب باشد در حساب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
حساب کرنے میں لفظ ' اصطرلاب ہیں	وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے
خاصہ چرخے کایں فلک زو پرہ ایست	آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اس کا ایک تنکا ہے	(یہ) سورج اس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

اب ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں جو ظاہر تمثیل سے پیدا ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ آپ کی تمثیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب دو ہیں کیونکہ تمثیل میں مشبہ بہ آپ نے دو اونٹ بنائے ہیں ایک وہ جو طالب صادق کا مطلوب ہے۔ دوسرا وہ جو طالب کاذب کا مطلوب ہے حالانکہ مطلوب ایک ہے۔ تقریر جواب شبہ مذکور یہ ہے کہ مطلوب دو نہیں ہیں بلکہ مطلوب ایک ہی ہے معنیٰ چونکہ کثیر ہیں الفاظ میں سما نہیں سکتے اس لئے تعدد کا شبہ ہوتا ہے مگر ہم معذور ہیں کیونکہ الفاظ ہمیشہ ناکافی ہوتے ہیں ان سے پورا مدعا ظاہر ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کل اللسان فرمایا ہے۔ یعنی عارف کی زبان کند ہو جاتی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں جہاں تک الفاظ مساعدت کرتے ہیں ہم بیان کرتے ہیں۔ نطق کو حقائق سے وہی نسبت سمجھنی چاہیے جو اصطرلاب کو چرخ و آفتاب سے پس جس طرح اصطرلاب چرخ و آفتاب کے اوصاف کما حقہ بیان نہیں کر سکتے۔ یوں ہی نطق بھی معارف کو کافی طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اس سماء رفعت کی حالت جس کے سامنے یہ چرخ معروف ایک تنکا ہے اور وہ آفتاب حقیقی جس کے سامنے یہ آفتاب مشہور ایک ذرہ ہے اس کی حالت تو کما حقہ کیا ہی بیان کر سکتا ہے آگے پھر مسجد ضرار کے قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں

اونٹ تلاش کرنے والے کی حکایت کے فائدہ کی شرح

شرح شبّیری

اشترے الخ۔ یعنی اے معتمد تو نے ایک شتر گم کیا ہے اور لوگ تجھے اس کی نشانیاں بتا رہے ہیں۔

تو نمی دانی الخ۔ یعنی تجھے اس کی تو خبر نہیں کہ وہ شتر کہاں ہے لیکن تو یہ جانتا ہے کہ ساری نشانیاں غلط ہیں اس لئے کہ وہ اونٹ تیرا دیکھا ہوا ہے لہٰذا ان نشانی ہائے غلط کو تو سمجھ رہا ہے کہ ہاں یہ غلط ہیں اور تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے اسی طرح جبکہ حق کی تلاش ہوتی ہے اور مختلف فرق کے لوگ مختلف باتیں کہتے ہیں تو چونکہ استعداد فطری۔ اس کو مقتضی ہے کہ حق کو قبول کیا جائے لہٰذا ہرگز اس کے دل کو وہ اقوال باطل نہیں لگتے۔ اگر چہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ حق کہاں

ہے مگر یہ جانتا ہے کہ یہ سب غلط کہتے ہیں یہ تو اس کی مثال ہے جو تلاش میں حق کے ہو آگے اس شخص کی مثال فرماتے ہیں جو کہ دیکھا دیکھی لوگوں کی طلب حق کرتے ہیں مگر اصل مقصود ان کا کچھ اور ہوتا ہے مثلاً یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں طلب کے لئے جاتے ہیں اور مثل طالب صادق کے خود بھی اعتقاد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ رہیں گے دعوتیں کھانے کو ملیں گی یا خوب عزت و جاہ ہوگی کہ فلاں حضرت کے خادم ہیں تو جس کی کہ یہ فاسد نیت ہو ظاہر ہے کہ اس کو طلب حق نہیں ہے لہٰذا اس سے جو کوئی بھی کہے گا کہ حق یہ ہے کہ اس کو اصل کی تو خبر نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ طلب نہیں کرتا تو اس کی استعداد بھی مخفی ہے پس وہ کہہ دیتا ہے کہ ہاں یہی ہے غرض ایسے شخص کا اعتبار ہی کیا ہے جس کا دل چاہے اس کو بہکائے۔ اب اس کی مثال سنو کہ فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی جس نے کہ شتر گم نہیں کیا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے اس گم کردہ اشتر کی طرح ایک شتر کی تلاش میں ہے اور کہتا ہے کہ

کہ بلے الخ۔ یعنی کہ ہاں میں نے بھی ایک اونٹ کو گم کیا ہے اور جو کوئی اس کو پائے میں اس کی اجرت لایا ہوں غرضیکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہتا ہے اسی کو وہ دہرا دیتا ہے اور یہ اس لئے کرتا ہے کہ

تا درالخ۔ یعنی تا کہ اونٹ میں تیرے ساتھ شرکت کرے تو اونٹ کی طمع میں یہ بازی کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ وہ اس لئے کہتا پھرتا ہے کہ میں بھی تلاش حق میں ہوں تا کہ دعوتیں وغیرہ خوب کھانے کو ملیں۔ غرضکہ اس حرص و طمع کی وجہ سے وہ بھی اس طالب کے ساتھ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ

اونشان الخ۔ یعنی وہ غلط نشانی کو درست نشان سے متمیز نہیں کر سکتا لیکن تیرا کہنا اس مقلد کے لئے سہارا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا چونکہ شتر گم ہی نہیں ہوا تو اس کو کسی نشانی کی بھی خبر نہیں بلکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہہ رہا ہے وہ بھی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے اصل اور حقیقت کی اصلا خبر نہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جس کو کہ تم کہتے ہو کہ یہ نشانی غلط تھی تو وہ بھی تمہاری تقلید سے وہی کہہ دیتا ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کوئی درست نشانی اور متشابہ بحق نشانی کہیں گے تو تم کو یقین ہو جائے گا اور اس میں کسی قسم کا شک نہ رہے گا اور یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔ یعنی وہ تیری جان رنجور کے لئے شفا ہو جائے گی اور تیری حس کی جو خزانہ کی طرح ہے مظہر ہو جائیگی۔

رنگ الخ۔ یعنی وہ تیرے چہرہ کا رنگ ہو جائے اور قوت بازو ہو جائے اور تیرے اعضاء اور تیرے اخلاق ایک حصہ سے سو حصہ ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ یہ حالت ہو کہ جامہ میں پھولا نہ سمائے۔

چشم الخ۔ یعنی تیری آنکھ روشن ہو جائے اور تیرے پاؤں دوڑنے لگیں اور تیرا جسم جان ہو جائے اور تیری جان رواں ہو جائے غرض کہ بوجہ فرط خوشی کی ہر حالت میں ترقی ہو جائے۔

پس الخ۔ یعنی پھر تو اس بتانے والے سے کہے کہ اے امین تو نے ٹھیک کہا وہ نشانیاں بالکل درست ہیں۔

فیہ الخ۔ یعنی اس میں مضبوط نشانیاں ہیں ظاہر اور یہ ایک دستاویز ہو جائے اور موجب قدر اور نجات ہو جائے
این الخ۔ یعنی جب اس نے یہ نشانیاں بتائیں تو تو نے اس سے کہا کہ آگے چلو کہ یہ وقت قصد کا ہے تم قصد کے آگے ہو جاؤ۔

پیروی الخ۔ یعنی اے راست گو میں تیری پیروی کرتا ہوں۔ تو نے میرے شتر کی نشانی معلوم کر لی ہے اب بتا کہ کہاں ہے یہ تو اس کی حالت ہوگی کہ جس کا شتر فی الواقع کھو گیا ہے اس کو تو نشانی کے سنتے ہی فوراً یقین ہو جائے گا کہ بے شک اس نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے آگے اس کی حالت بیان فرماتے ہیں جو کہ صرف دیکھا دیکھی ہی تلاش کر رہا تھا اور اس کے ساتھ تھا کہ اس نشان راست سے اس کی یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔ یعنی اس کو جو کہ صاحب اشتر نہیں ہے اور اس تلاش شتر میں صرف مقابلہ کی وجہ سے ہے۔

زین الخ۔ یعنی اس نشان راست سے اس کو کوئی یقین نہ بڑھے گا سوائے ناقہ جو واقعی کے عکس کہ اس کو تو یقین کی زیادتی ہوئی اور اس کو اور زیادہ شک بڑھ جائے گا کہ نہ معلوم یہ ہے یا اور کوئی ہے۔

بوئے الخ۔ یعنی اس کی کوشش اور جوش سے کچھ بو لے گیا کہ یہ ہائے ہوئے فضول نہیں مطلب یہ کہ جو صرف دیکھا دیکھی تلاش کر رہا تھا اس کو اس نشان راست کے معلوم ہونے سے یقین میں تو کچھ ترقی ہوئی نہیں اس لئے کہ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ شتر کیسا ہوتا ہے مگر ہاں جب دیکھا کہ وہ صاحب شتر اس نشان کو سن کر پھولا نہیں سماتا اور بے انتہا مسرور ہے تو یہ بھی سمجھا کہ کوئی بات ضرور ہے اور یہ سمجھ کر اس نے بھی غل مچایا کہ ہاں ہاں صاحب میرا اونٹ ہی ہے جس کی یہ نشانی ہے اسی طرح ایک تو وہ ہے جو کہ طالب حق ہے اور دوسرا وہ جو کہ صرف اس کی دیکھا دیکھی طالب حق بنا ہے اور اس کی نیت فاسد ہے تو اس طالب حق واقعی کو تو جب کہیں حق ملے گا بے انتہا مسرور ہوگا اور جو کوئی اس کو موصل الی الحق ہوگا یعنی شیخ کامل فوراً اس کا اتباع کرے گا کہ بس مجھے تو حاصل ہو گیا۔ اب خدا کے لئے تشریف لے چل کر مجھے راستہ پر لگا دیجئے اور بتا دیجئے کہ میرا مطلوب کہاں ہے اور اس دوسرے شخص کو کچھ بھی خبر نہ ہوگی بلکہ اس دوسرے کو دیکھ کر یہ بھی کہے گا کہ بے شک حضرت بڑے مرتبے اور پائے کے بزرگ ہیں بس حضور ہی میری دستگیری فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ دیکھو اس پہلے نے جو شناخت کر لیا صرف اسی لئے کہ پہلے روز ازل میں وہ دیکھے ہوئے تھا کہ حق اس کو کہتے ہیں۔ آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

اندر رین الخ۔ یعنی اس مقابل کو اس شتر میں تو کوئی حق نہیں ہے مگر اس نے بھی ایک شتر گم کیا ہے۔

طمع الخ۔ یعنی ناقۂ غیر کی طمع اس کی روپوش ہوگئی ہے اور اس کا جو گم ہو گیا ہے وہ اس کو فراموش ہو گیا ہے۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ وہ صادق دوڑ رہا ہے (تلاش میں) وہاں یہ بھی دوڑ رہا ہے اور طمع کی وجہ سے اپنے ساتھی کا ہمدرد بنتا ہے۔ مطلب مولانا کا یہ ہے کہ فی الواقع تو اس سے بھی حق زائل ہو گیا ہے اور کھو گیا ہے مگر یہ اس کو بھول گیا اور اس نے اپنی استعداد کو کمزور کر لیا کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میری بھی کوئی شے کھو گئی تھی

بلکہ دوسروں کی شے تلاش کرنے میں لگ گیا مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے اس کے اندر بھی خلوص آ جاتا ہے اور صدق پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی طالب حق ہو جاتا ہے اور اس کی استعداد میں قوت ہوتی ہے اور یہ بھی تلاش میں لگ جاتا ہے اور اس کو بھی مطلوب مل جاتا ہے اسی کو آگے فرما رہے ہیں کہ

کاذبے الخ ۔ یعنی ایک کاذب جب ایک صادق کے ساتھ چلا تو وہ اس کا کذب بھی ناگہاں صدق ہو گیا۔

در آن الخ ۔ یعنی اس جنگل میں کہ وہ اونٹ دوڑ رہا تھا اس دوسرے نے بھی اپنا اونٹ وہیں پالیا۔

چون الخ ۔ یعنی جب اس کو دیکھا تو اس کو اپنی چیز یاد آئی اب وہ دوسرے کے اونٹ سے بے طمع ہو گیا۔

آن الخ ۔ یعنی وہ مقلد اب محقق ہو گیا جبکہ اس نے اپنے اونٹ کو دیکھ لیا جو کہ وہاں چر رہا تھا۔

اوطلبگار الخ ۔ یعنی وہ شتر کا متلاشی اس وقت ہوا ہے اور جب تک اس کو جنگل میں دیکھ نہ لیا تھا اس کو تلاش بھی نہ کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ یہ طالب کاذب اس صادق کے ساتھ تلاش میں تھا اور اس کی دیکھا دیکھی کہہ رہا تھا کہ میں بھی طالب ہوں مگر اب تک بالکل بے خبر تھا حتیٰ کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے یہ ہوا کہ اچانک اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو حق نظر آ گیا اب تو اس کو وہ استعداد فطری یاد آئی اور اس نے پہچان لیا کہ بے شک یہ وہی ہے جس کو کہ میں اتنے روز سے بھولا ہوا تھا اب یہ خود محقق ہو گیا اور تلاش حق شروع کر دی تو اس پہلے نے تو تلاش پہلے کیا تھا اور ملا بعد میں تھا اور اس کو ملا پہلے ہی اور تلاش اس نے بعد میں کیا ہے اس لئے کہ جب مل گیا طلب تو اسی وقت ہوئی ہے پہلے سے طالب ہی کب تھا۔

بعد از اں الخ ۔ یعنی بعد اس کے تنہا چلنا شروع کیا اور اپنے ناقہ کی طرف آنکھ کھول دی مطلب یہ کہ جب اس کو خود حق واضح ہو گیا تو پہلے تو صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی تلاش میں تھا اور اب خود اس کی طرف چلا اور طلب حق میں منفرد ہو گیا اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ اول طلب دوسروں کی حرص سے ہوتی ہے اس کے بعد خود طلب لگ جاتی ہے تو ایک مرتبہ تو اس وقت تنہا روی ہوتی ہے یہاں تو تنہا روی صرف ساتھیوں اور دیگر طالبین سے ہوتی ہے اس کے بعد جب یہ شخص خود محقق ہو جاتا ہے تو اب یہ شیخ سے بھی منفرد ہو جاتا ہے اور اپنی تحقیقات پر عامل ہوتا ہے ہاں جو کچھ ہے وہ ہے طفیل شیخ ہی کا۔ مگر یہ شخص اس حالت تحقیق میں شیخ سے منفرد ہو جاتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ غرض کہ اس وقت تو یہ طالب کاذب دیگر طالبین سے ہو کر طلب میں محقق ہو گیا ہے۔

گفت الخ ۔ یعنی وہ صادق کہتا ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ اب تک تو میرا ساتھ دیا ہے۔

گفت الخ ۔ یعنی اس طالب جدید نے کہا کہ اب تک تو میں مسخرہ پن میں تھا اور طمع کی وجہ سے چاپلوسی میں تھا۔

این الخ ۔ یعنی میں اب تیرا (اصلی) ہمدرد (ساتھی) ہوا ہوں کہ اب طلب میں تجھ سے جدا ہو گیا ہوں تو جس طرح کہ تو اے طالب صادق بے کسی حرص اور تقلید کے تلاش کر رہا تھا اسی طرح اب میں تلاش کر رہا ہوں ورنہ اول میں تیرا ساتھی ہی نہ تھا اس لئے کہ میری حالت اور تھی اور تمہاری حالت دوسری تھی اور کہتا ہے کہ

ازتوالخ۔یعنی میں تجھ سے شتر کے اوصاف کو چرا رہا تھا اب میں نے خود اپنی مِلک کو دیکھ لیا تو اب میں چشم پور ہو گیا۔مطلب یہ کہ پہلے سے تو تمہاری سنی سنائی اور دیکھا دیکھی طلب کرتا تھا مگر اب میری طلب صادق ہوگئی ہے۔

تانیا بیدم الخ۔یعنی جب تک کہ میں نے پا نہ لیا تھا میں اس کا طالب ہی نہ تھا اب تانبا مغلوب ہو گیا اور سونا اس پر غالب ہو گیا۔مطلب یہ کہ اول تو کذب اور ریا غالب تھی اور صدق اور خلوص مغلوب تھا مگر بحمد اللہ اب حق غالب ہے اور کذب اور ریا مغلوب ہے۔

سیئاتم الخ۔یعنی میری سیئات شکر ہے کہ طاعات بن گئیں اور ہزل فانی ہو گیا۔جدّ ثابت ہو گئی شکر ہے مطلب یہ کہ پہلے سے تو چونکہ نیت خراب تھی یہ ساری طلب وغیرہ سیئات ہی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ اب موجب طاعت ہو گئیں بلکہ وہ بھی طاعات ہی ہو گئیں اور پہلے تو صرف ایک مسخرہ پن ہی تھا مگر الحمدللہ کہ وہ سب جدّ ہو گیا اور اس سے مقصود اور مطلوب حاصل ہو گیا۔فالحمدللہ

سیئاتم الخ۔یعنی میری سیئات جب وسیلہ حق کا ہو گئیں تو اب سیئات پر کوئی اعتراض مت کرو۔

مرترا الخ۔یعنی تمہاری تو صدق نے تم کو طالب بنا دیا تھا اور میری کوشش اور طلب نے صدق پیدا کر دیا مطلب یہ کہ تم نے تو اول طلب کیا پھر اس کو پالیا اور مجھے اول مل گیا اس کے بعد میرے اندر طلب اور خلوص پیدا ہوا ہے لہٰذا میں تمہارے اعتبار سے بالعکس ہوں۔

صدق الخ۔یعنی تیرا صدق تجھے طلب میں لایا اور میری طلب نے صدق کو پیدا کر دیا اور وہ کہتا ہے کہ میری یہ حالت تھی کہ

تخم الخ۔یعنی دولت کا بیج میں زمین میں بو رہا تھا اور اس کو فضول اور بیکار سمجھ رہا تھا۔

آن الخ۔یعنی وہ بیکار نہیں تھا بلکہ ایک اچھی کمائی تھی اور جو دانہ میں نے بویا تھا وہ ایک کے سو اُگے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ طلب اگرچہ کاذب تھی مگر اخیر میں اس کا انجام بہتر ہوا اور مجھے حق تعالیٰ نے بے انتہا ثواب عطا فرمایا اور اس طلب ہی کی بدولت رہنمائی فرمائی۔آگے اس حالت کی ایک مثال فرماتے ہیں

دزد الخ۔یعنی ایک چور ایک گھر میں چھپ کر گیا اور جب اندر آیا تو دیکھا کہ وہ خود اسی کا گھر ہے۔تو اسی طرح یہ طالب کاذب تقلید کی وجہ سے اس کی پیروی اور طلب حق کی کر رہا تھا مگر جب اس میدان میں پہنچے جہاں کہ اس طالب صادق کا مطلوب تھا تو اب ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور ان کو بھی اپنا مطلوب نظر آ گیا اور معلوم ہوا کہ اہا اب تک تو دوسروں کی تقلید میں تھے مگر آج معلوم ہوا کہ خود اپنا مطلوب بھی یہیں ہے آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

گرم باش الخ۔یعنی اے سرد ذرا گرم رہ تاکہ گرمی پہنچے اور درستی کے ساتھ موافقت کرتا کہ نرمی حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو کہ اس سے پھر رحمت حق نازل ہوگی اوپر جو کہا تھا کہ ایک تو اپنے شتر کو فی الواقع تلاش کر رہا تھا اور دوسرا اس کی تقلید کر رہا تھا مگر جب اس کا شتر ملا تو اس کا بھی مل گیا اور حق کو تشبیہ

شتر سے دی تھی تو اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جس طرح وہ شتر دو تھے ایک تو اس صادق کو ملا اور دوسرا کاذب کو اسی طرح شاید حق بھی دو ہی ہوں اور ہر شخص کے لئے حق جدا گانہ ہو۔ لہٰذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

آن دو اشتر الخ۔ یعنی وہ دو اشتر نہیں ہیں وہ ایک ہی شتر ہے مگر الفاظ تنگ ہیں اور معنی بہت پُر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس سے کہیں حق کو دو مت سمجھنا بلکہ بات یہ ہے کہ نوع میں تو ایک ہیں صرف تشخصات باعتبار اختلاف طالب کے الگ الگ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ حق ایک عرض ہے مگر قائم بہ کے اختلاف سے اس میں بھی اختلاف ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کریں اپنے نزدیک تو خوب واضح بیان کیا مگر نظم کا میدان تنگ ہی ہوتا ہے۔ ان الفاظ میں یہ علوم عالیہ اس طرح کہ کوئی شبہ خلاف ظاہر نہ رہے آ نہیں سکتے اور سچ یہ ہے کہ مولانا ہی کی کرامت اور قدرت علی الکلام ہے جو ان علوم کو اس میدان نظم میں لاتے ہیں ورنہ دوسرے کو ہرگز اتنی قدرت نہیں جزاہم اللہ خیراور حمہم۔

لفظ الخ۔ یعنی معانی کے لئے الفاظ ہمیشہ کم ہوتے ہیں اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قدکل اللسان یہ قول بعض عارفین سے تو منقول ہے مگر حدیث میں کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ شاید مولانا کو اس کی کوئی سند وغیرہ معلوم ہو خیر معنی اس کے صحیح ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت میں زبان گنگ ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جب صاحب حال پر غلبہ حال کا ہوتا ہے تو اس کی زبان بوجہ حیرت کے گنگ ہو جاتی ہے اور وہ کچھ بیان نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جب انسان محقق ہو جاتا ہے تو بوجہ عارف ہونے کے زبان بند ہو جاتی ہے اور کچھ منہ سے نکال ہی نہیں سکتا تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو الفاظ میں معرفت حق جو کہ معانی ہیں بیان نہیں ہو سکتے آگے اسی کی ایک اور مثال ہے کہ

نطق الخ۔ یعنی نطق اصطرلاب کی طرح ہے حساب میں تو وہ چرخ و آفتاب کی کیا قدر جانے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اصطرلاب ایک وہ شے ہے کہ جس سے مسافت آسمان و زمین وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے مگر کیا اصطرلاب آسمان اور دیگر علویات کو محیط ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں تو اسی طرح نطق بھی علوم و معارف کو محیط نہیں ہو سکتا۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ آسمان جو اس آسمان سے اس جانب میں ہے کہ یہ آفتاب اس کے آفتاب کے سامنے ایک ذرہ ہے مطلب یہ کہ جب نطق و اصطرلاب اس آسمان ظاہری کے متعلق بھی کل امور کا احاطہ نہیں کر سکتا تو بھلا عالم غیب کے حالات کا تو کیا احاطہ کرے گا پس اسی لئے بیان کافی نہ ہوسکا۔ اگرچہ حتی الامکان بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے آگے اسی مسجد ضرار کے متعلق فرماتے ہیں۔

در بیان آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرار ست

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود	خانۂ حیلت بدو دام جہود
جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی	مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

پس نبی فرمود کانرا بر کنند	مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند
تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس کو اکھاڑ دیں	کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں
صاحب مسجد چو مسجد قلب بود	دانہا بر دام ریزی نیست جود
مسجد والا مسجد کی طرح الٹا تھا	تو جال پر دانہ ڈالے سخاوت نہیں ہے
گوشت کاندر شست تو ماہی ریاست	آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست
وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اچکنے والا ہے	ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے
مسجد اہل قبا کاں بد جماد	آنچہ کفوآں نہ بد راہش نہ داد
قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی	جو (مسجد) اس کے ہم جنس نہ تھی اس نے اس کو راستہ نہ دیا
در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت	زد دراں ناکفو میر داد نفت
جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا	اس غیر جنس میں حاکم اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا
پس حقائق را کہ اصل اصلہاست	داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست
تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں	سمجھ لے ان میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں
نے حیاتش چوں حیات او بود	نے مماتش چوں ممات او بود
نہ اس (مفضول) کی زندگی اس فاضل جیسی ہو گی	نہ اس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی
گور او ہرگز چو گور او مداں	خود چہ گویم حال فرق آنجہاں
اس (مفضول) کی قبر کو اس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ	اب میں اس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟
برمک زن کار خود اے مرد کار	تانسازی مسجد اہل ضرار
اے مصروف عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے	کہیں تو اہل ضرار کی مسجد بنا لے
بس براں مسجد کناں تسخر زدی	چوں نظر کردی تو خود زانساں بدی
تو نے اس مسجد کے بنانے والوں کی بہت مذاق اڑائی	جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

شرح حبیبی

جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مسجد حقیقۃً مسجد نہیں بلکہ مکر خانہ اور یہودیوں کا جال ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو منہدم کرا دیا جائے اور کوڑا کرکٹ اس مقام پر ڈالا جائے۔ جس طرح کہ وہ مسجد مسجد نہ

تھی بلکہ اس کا عکس تھا یوں ہی بانی مسجد بھی درحقیقت بانی مسجد نہ تھے بلکہ برعکس اس کے ہادم مسجد تھے اس پر تم شبہ نہ کرنا کہ مسجد بنانا ہدم مسجد کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ دیکھو جال پر دانہ ڈالنا بظاہر سخاوت ہے مگر حقیقت میں طمع ہے۔ یوں ہی گوشت شست میں مچھلی کے پھانسنے کے لئے لگایا جاتا ہے سو وہ بظاہر تو بخشش و سخاوت ہو مگر فی الحقیقۃ طمع ہے یوں ہی ان کے فعل کو سمجھ لو کہ بظاہر مسجد بنانا تھا لیکن چونکہ اس سے مسجد قبا کو ویران کرنا بلکہ اسلام ہی کو مٹانا تھا اس لئے وہ فعل ہدم مسجد تھا۔ دیکھو مسجد قبا باوجودیکہ جماد تھی مگر چونکہ مسجد ضرار اس کی کفو اور برابر کی نہ تھی اس لئے اسے اپنے سے لگا نہ کھانے دیا اور اپنا مماثل نہ ہونے دیا اور جمادات میں بھی یہ ظلم نہ ہوسکا کہ ایک غیر کفو دوسرے کے برابر ہو جائے بلکہ سراپا عدل حق سبحانہ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد قبا نے اس میں نفت چھڑک کر آگ لگادی۔ پس حقائق انسانیہ جو ان جمادات کی اصل کی اصل ہیں کیونکہ ان کی اصل افعال ہیں اور افعال کی اصل افراد انسانیہ۔ وہاں تو فرق مراتب اور بعد منازل ہونا ہی چاہیے۔ اسی لئے ایک کی حیات حقیقۃً دوسرے کی حیات کے مثل نہیں ہوسکتی۔ گو صورۃً مثل ہو اور اس کی ممات حقیقۃً اس کی ممات کی مثل نہیں ہوسکتی اس کی گور اس کی قبر کی مانند نہیں ہوسکتی جب دنیاوی امور میں یہ فصل ہے تو آخرت کے فصل کا تو کیا ہی بیان کروں جبکہ حقائق۔ افعال اور آثار افعال میں باوجود تشابہ صوری کے معنوی فرق و فصل ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے کاموں کی کسوٹی پر کس لیا کرو تاکہ جو مسجد تم بناؤ وہ مسجد ضرار نہ ہو کیونکہ بسا اوقات تمیز نہ کرنے سے تم غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بانیان مسجد ضرار کا مضحکہ اڑاتے ہو مگر نظر غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تم خود بھی ان ہی میں سے ہو چنانچہ ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو اس کی تصدیق ہوگی۔

بیان اس کا کہ ہر نفس میں مسجدِ ضرار کا فتنہ ہے

شرح شبّیری

چون پدید الخ۔ یعنی جبکہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی بلکہ حیلہ بازی کا گھر اور دام کفر تھا۔

پس الخ۔ یعنی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو اکھاڑ ڈالو اور خاشاک و خاکستر کی کوڑی بنادو۔

صاحب الخ۔ یعنی مسجد کی طرح مسجد والے بھی کھوٹے تھے اور تم دانوں کو دام پر ڈالو تو یہ سخاوت تھوڑی ہے۔ مصرعہ ثانی مثال ہے کہ دیکھو اگر تم جال پر دانہ پھیلاؤ تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ بڑے سخی ہیں کہ جانوروں کو دانہ کھلاتے ہیں ہرگز نہیں تو اسی طرح انہوں نے مسجد بنائی۔ مگر چونکہ اس کے اندر مکر و حیلہ مستتر تھا اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے مسجد بنائی تھی آگے اور مثال ہے کہ

گوشت الخ۔ یعنی جو گوشت کہ تمہاری شست میں مچھلی کو اچکنے والا ہے تو ایسا لقمہ نہ تو بخشش ہے اور نہ سخاوت

ہے تو اسی طرح وہ مسجد کوئی عمل نیک نہ تھا۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد اہل قبا کی جو کہ جمادات سے تھی تو جو کوئی اس کی کفو نہ تھی اس کو اس نے راہ نہ دی۔

در جمادات الخ۔ یعنی جمادات میں جبکہ ایسا حسد چلا ہے اور اسی وجہ سے اس ناکفو میں اس نے نفت لگا دیا۔ نفت ایک روغن ہوتا ہے جن میں کہ آگ جلدی لگتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جمادات میں بھی یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ مسجد قبا جو کہ جمادات میں سے تھی جبکہ اس کے مقابلہ کے لئے دوسری مسجد بنی اور وہ اس کے مقابلہ کی نہ تھی تو اس نے اس کو بھی جلنے نہ دیا۔

پس الخ۔ پس وہ حقائق جو کہ اصل الاصول ہیں اور جن میں فرق اور فصل ہیں۔

نے الخ۔ یعنی نہ تو ان کی حیات اس کی طرح ہو اور نہ ان کی موت اس کی موت کی طرح ہے۔

گور او الخ۔ یعنی اس کی گور کو بھی اس کی گور کی طرح مت جانو تو اس جہان کے فرق کا حال تو کیا بیان کروں۔

بر محک الخ۔ یعنی اے مرد کار اپنے کام کو اول کسوٹی پر لگا لو تاکہ تم بھی کہیں اہل ضرار کی سی مسجد نہ بناؤ۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ کو جمادات میں بھی رشک ہے کہ غیر جنس کو دیکھ نہیں سکتے اور ان میں آپس میں کس قدر عظیم الشان فرق ہوتا ہے تو جو کہ حقیقت میں الگ ہیں ان میں تو زمین و آسمان کا فرق ہوگا اور جب دنیا میں ان میں اس قدر فرق ہے تو فرق آخرت کو تو کیا بیان کریں کہ وہ تو بیان سے خارج ہے۔ لہٰذا اب تم جو کام کرو اس کو دیکھ بھال لیا کرو اور شیخ سے پوچھا کرو تاکہ وہ تم کو بھلے برے میں فرق بتا دے ورنہ کہیں تم بھی ظاہر میں تو نیک کام کرو اور وہ اصل میں برائی ہو جائے۔

پس الخ۔ یعنی پھر ان بانیان مسجد پر تو تم تمسخر کرتے ہو اور جب نظر فکر سے دیکھا تو تم خود بھی ان میں سے تھے لہٰذا جو کام کرو ذرا نیت وغیرہ کو دیکھ لو کہیں خراب تو نہیں ہے ورنہ پھر خرابی واقع ہوگی۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چار آدمی تھے اور ہر ایک دوسرے کے عیوب پر ہنس رہا تھا مگر خود اسی میں مبتلا تھا فرماتے ہیں کہ

حکایت ہندو کہ با یاران خود جنگ می کرد کہ بدکار رید وخبر نداشت کہ خود نیز بداں مبتلا ست

اس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو اور اس کو خبر نہ تھی کہ خود اس برائی میں مبتلا ہے

چار ہندو در یکے مسجد شدند	بہر طاعت راکع و ساجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے	عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے
ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد	در نماز آمد بہ مسکینی و درد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی	مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

موذن آمد زاں یکے لفظے بجست	کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
موذن آیا' ان میں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا	اے موذن! تو نے اذان دیدی؟ وقت ہوگیا ہے
گفت آں ہندوے دیگر از نیاز	ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا	ہائے! تو نے بات کر لی اور نماز ٹوٹ گئی
آں سوم گفت آں دوم راکاے عمو	چہ زنی طعنہ باوخود را بگو
تیسرے نے دوسرے سے کہا ' اے چچا!	اس کو کیا طعنہ دیتا ہے' خود کو دے
آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من	در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن
چوتھا بولا' خدا کا شکر ہے کہ میں	ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا
پس نماز ہر چہاراں شد تباہ	عیب جویاں بیشتر گم کردہ را
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی	عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے
اے خنک جانے کہ عیب خویش دید	ہر کہ عیبے گفت آں بر خود گزید
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے	جو کوئی عیب بتائے' اپنے لئے تسلیم کر لے
زانکہ نیمے او زعیستاں بدست	واں دگر از وے زغیستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا' عیبوں کی دنیا کا ہے	دوسرا (آدھا) عالم غیب کا ہے
چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست	مرہمش بر خویش باید کار بست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں	ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے
عیب کردن ریش را داروے اوست	چوں شکستہ گشت جائے ارحمواست
زخم کو برا سمجھنا (ہی) اس کا علاج ہے	جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے
گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش	بوکہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو (بھی) مطمئن نہ ہو	ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے
لاتخافوا از خدا نشنیدہٗ	پس چہ خود را ایمن و خوش دیدہٗ
تونے خدا سے ''نہ ڈرو'' نہیں سنا ہے	تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟
سالہا ابلیس نیکو نام زیست	گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
شیطان سالہا سال ناکامی سے جیا	(پھر) رسوا ہوا' دیکھا اس کا کیا نام ہے؟

در جہاں معروف بود علیائے او	گشت معروفی بعکس اے وائے او
جہاں میں اس کی بلندی مشہور تھی	(اس کی) شہرت برعکس ہو گئی اس پر افسوس ہے
تانۂ ایمن تو معروفی مجو	پاک شو از خوف پس از امن گو
جب تک تو مطمئن نہ ہو' شہرت نہ چاہ	پہلے خوف سے پاک ہو جا' پھر امن کی بات کر
تا نروید ریش تو اے خوش ذقن	برد گر سادہ زنخ طعنہ مزن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے	دوسرے صاف تھوڑی والے کو طعنہ نہ دے
ایں نگر کہ مبتلا شد جان او	در چہے افتاد تا شد پند تو
یہ غور کر کہ اس کی جان مبتلا ہوئی	وہ کنوئیں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے (باعث) نصیحت بنا
تو نہ نیفتادی کہ باشی پند او	زہر او نوشیدہ تو خور قند او
تو نہ گرا کہ اس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا	اس نے زہر پیا ہے تو اس کی شکر کھا

شرح حبیبی

چار ہندوستانی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے اور اطاعت حق سبحانہ کے لئے رکوع سجدے کرنے شروع کئے۔ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مصروف تھا۔ اتفاقاً موذن آ گیا اس وقت ایک کے منہ سے نکل گیا کہ ارے موذن وقت ہو گیا ہے تو نے اذان کہی یا نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ارے تو نماز میں بول پڑا۔ تیری نماز ٹوٹ گئی تیسرے نے دوسرے سے کہا کہ چچا آپ دوسروں کو کیا کہتے ہیں خود آپ کی بھی نماز ٹوٹ گئی۔ اپنے کو تو کچھ کہئے چوتھے نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا لہٰذا چاروں کی نمازیں برباد ہو گئیں بات یہ ہے کہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا پہلے تباہ ہوتا ہے۔ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے اور جو کوئی عیب ظاہر کرے اپنے اندر مان لے کیونکہ اس کا عیب دار ہونا کچھ مستبعد نہیں اس لئے کہ وہ روح کے لحاظ سے عالم امر سے ہے اور جسم کے اعتبار سے عالم خلق سے پس نصف حصہ اس کا غیبستان سے ہے اور نصف عیبستان سے جبکہ آدمی خود عیب سے پاک نہ ہو تو نہایت حماقت ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی کرے۔ بلکہ جبکہ اس کے سر میں خود سینکڑوں زخم ہیں تو اس کو ان کا علاج کرنا چاہیے نہ کہ دوسروں کی فکر میں پڑنا اور اپنے زخم کو برا کہنا یہ ہی اس کا مداوا ہے کیونکہ جب وہ انکسار اختیار کرے گا تو مستحق رحم ہو گا اور اگر فرض کیا جائے کہ تجھ میں وہ عیب نہیں تب بھی دوسروں کی عیب جوئی کی اجازت نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن ہے کہ وہی عیب تجھ سے بھی ظاہر ہو جائے کیونکہ خدا نے کسی کو خوف سے مطمئن نہیں کر دیا اور یہ نہیں کہہ دیا کہ اب ہم سے

ڈرنے کی حاجت نہیں پھر کون سی وجہ ہے کہ آدمی مطمئن ہو جائے۔ اور اسے یہ خیال نہ ہو کہ مبادا میں بھی اس عیب میں مبتلا ہو جاؤں دیکھو ابلیس نے برسوں نہایت نیک نامی کے ساتھ زندگی بسر کی لیکن آخر میں رسوا ہو گیا۔ اب دیکھو مخلوق اسے کیا کہتی ہے۔ عالم میں اس کا نام علو مرتبت میں مشہور تھا۔ اب وہ ذلت میں مشہور ہو گیا۔ پس جب تک تم کو اطمینان نہ حاصل ہو جائے جو آخر دم تک حاصل نہیں ہو سکتا اس وقت تک نیک نامی کے طالب نہ ہو پہلے خوف سے پاک ہو لو جو مرنے سے پہلے ناممکن ہے پھر اطمینان کی باتیں کرو جب تک تمہاری داڑھی نہ نکل آئے اس وقت تک تم کو ان لوگوں پر ہنسنے کا حق حاصل نہیں جن کے داڑھی نہیں نکلی کیا عجب ہے کہ تمہاری بھی نہ نکلے۔ پس کسی عیب دار کو دیکھ کر اس کی تحقیر اور عیب جوئی نہ کرنی چاہیے بلکہ تم کو شکر کرنا چاہیے کہ دوسرے شخص کی جان بلا میں پھنسی اور وہ کنوئیں میں گرا اور تمہارے لئے ذریعہ عبرت ہو گیا اور تم نہ گرے کہ اس کے لئے ذریعہ عبرت ہوتے بلکہ زہر اس نے کھایا تم اس سے یہ نتیجہ حاصل کرو۔ اب ہم تمہاری عبرت کے لئے ایک قصہ نقل کرتے ہیں سنو۔

ان چار ہندیوں کی حکایت کہ آپس میں لڑ رہے تھے اور اپنے عیوب سے بے خبر تھے

شرح شبّیری

چار الخ۔ یعنی چار ہندوستانی ایک مسجد میں گئے اور اطاعت کے لئے نماز پڑھنے لگے۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک نے الگ نیت پر تکبیر کہی اور نماز میں مسکینی اور درد کے ساتھ مشغول ہوئے۔

موذن الخ۔ یعنی مؤذن آ گیا تو ان میں سے ایک نے ایک لفظ کہا کہ مؤذن اذان بھی دے دی وقت تو ہو گیا ہے

گفت الخ۔ یعنی تو دوسرے ہندی صاحب بولے ذرا عاجزی سے کہ ارے تو نے بات کر لی تیری نماز باطل ہو گئی۔

آن الخ۔ وہ تیسرے صاحب دوسرے سے بولے کہ چچا اس کو کیا طعنہ مار رہے ہو اپنے کو تو کہو۔

آن الخ۔ یعنی وہ چوتھے صاحب بولے کہ الحمد للہ کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا۔ مطلب یہ کہ الحمد للہ کہ میں نہ بولا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس نماز چاروں کی تباہ ہو گئی اور عیب گو لوگوں نے بہت راہ گم کی ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اوروں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر نہیں کرتے وہ اکثر گمراہ ہوتے ہیں۔

اے خنک الخ۔ یعنی کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے اپنا عیب دیکھا اور جس نے کوئی عیب بیان کیا اس کو اپنے اوپر لے لیا اس کا حاصل یہ ہے کہ السعید من وعظ بغیرہ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس شخص میں نصف تو عیبستان سے ہوتا ہے اور وہ دوسرا نصف اس کا غیبستان

سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص میں دو درجہ ہیں ایک تو یہ کہ اس عالم دنیا میں رہتا ہے اور اس عالم سے تعلق ہے اور دوسرا تعلق عالم غیب سے ہے تو اس عالم کے تعلق کی وجہ سے تو اس میں عیوب موجود ہوئے اور اس عالم کے تعلق کی وجہ سے اپنے عیوب پر نظر ہوئی۔ آگے ایک مثال ہے کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے سر پر سینکڑوں زخم ہیں تو اس کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے اور دوسرے کے زخموں کی مرہم پٹی کی فکر کو چھوڑنا چاہیے۔ آگے بتاتے ہیں کہ ان عیوب کا مرہم کیا ہے۔

عیب الخ۔ یعنی زخم کا عیب کرنا اس کی دوا ہے اور جو شکستہ ہوگیا تو اب رحم کی جگہ ہے۔ مطلب یہ کہ اصل تو یہ ہے کہ جب زخم کو زخم سمجھے۔ یہ اس کی دوا ہے اور جب اقرار عیب کر لیا تو اب اس پر حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گر ہمان الخ۔ یعنی اگر وہ عیب تمہارے اندر نہ ہو تو اس سے بے خوف مت ہو اس لئے کہ شاید وہی عیب تم سے ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ حدیث میں ہے من ضحک ضحک لہٰذا ہر وقت ڈرنا ضروری ہے۔

لاتخافوا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ سے لاتخافوا تو نہیں سن لیا ہے پھر کس لئے اپنے کو بے خوف اور خوش بنا رکھا ہے۔ آگے بے خوفی کی ایک نظیر فرماتے ہیں

سالہا الخ۔ یعنی سالہا سال تک ابلیس نیک نام رہا مگر اب ایسا رسوا ہے کہ دیکھو اس کا نام کیا ہے (یعنی ابلیس ہے)

در جہان الخ۔ یعنی جہان میں اس کی بلند مرتبگی مشہور تھی مگر افسوس کہ اب اس کے عکس مشہور ہوگیا۔

تانہ الخ۔ یعنی جب تک کہ تم ایمن نہیں ہو معروفی کو مت تلاش کرو اور اول خوف سے پاک ہو جاؤ پھر امن کی بات کرنا۔ مطلب یہ کہ جب تک کہ حقیقتاً بے خوف نہ ہو جاؤ اس وقت تک عافیت کے طالب مت ہو اول خوف کی باتوں سے پاک ہو جاؤ پھر بے خوف رہو۔

تانہ روید الخ۔ یعنی اے خوش ذقن جب تک کہ تمہاری داڑھی نہ نکل آئے دوسرے سادہ رویوں پر طعنہ مت کرو کہ آہا دیکھئے آپ کے داڑھی نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ تمہارے بھی نہ نکلے پھر کیا کرو گے۔

این الخ۔ یعنی اس کو دیکھو کہ اس کی جان مبتلا ہو رہی ہے اور ایک کنویں میں گر پڑا ہے یہاں تک کہ وہ تمہارے لئے نصیحت (اور عبرت) ہوگیا ہے۔

تو نیفتاد الخ۔ یعنی تو نہیں گر پڑا ہے کہ اس کے لئے تو عبرت ہوتا۔ اس نے تو زہر پی لیا ہے تو اس کی قند پی لے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کر حق تعالیٰ نے دوسروں کو مبتلا مصائب کر دیا کہ تو اس سے نصیحت حاصل کرے اور اگر خدانخواستہ کہیں ایسا ہوتا کہ تم مبتلا ہو جاتے اور اس کے لئے نصیحت ہوتی۔ تو کیسی بات ہوتی لہٰذا ان پر ہنسو مت بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو۔ آگے اس کے متعلق دو قصے بیان فرماتے ہیں۔

قصد کردن غزان بکشتن یک مردے تا آں مرد دیگر بترسد

عزان کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تا کہ دوسرا ڈرے

آں غزان ترک خونریز آمدند	بہر یغما برد ہے ناگہ زدند
خونریز ترک غز آئے	لوٹ کے لئے انہوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا
دو کس از اعیان آں دہ یافتند	در ہلاک آں یکے بشتافتند
اس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انہوں نے پکڑ لیا	ان میں سے ایک کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے
دست بستندش کہ قربانش کنند	گفت اے شاہان و ارکان بلند
اس کے ہاتھ باندھ دیئے تا کہ اس کو ذبح کریں	اس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!
در چہ مرگم چرا می افگنید	از چہ آخر تشنۂ خون منید
مجھے موت کے کنویں میں کیوں گراتے ہو؟	آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟
چیست حکمت چہ غرض در کشتنم	چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟	جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں
گفت تا ہیبت بریں یارت زند	تا بترسد او و زر پیدا کند
اس نے کہا تا کہ تیرے اس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے	تا کہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے
گفت آخر او ز من مسکیں تر ست	گفت قاصد کردہ است او راز رست
اس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے	اس نے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے
گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم	در مقام احتمال و در شکیم
اُس نے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں	دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں
خود ورا بکشید اول اے شہاں	تا بترسم من دہم زر رانشاں
اے شاہو! پہلے اس کو قتل کر دو	تا کہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں
پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما	آمدیم آخر زماں در انتہا
تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم	آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

آخرین قرنہا پیش از قرون	درحدیث ست آخرون السابقون
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں	حدیث میں ہے (ہم) آخیر میں ہیں، پہلے ہیں
تا ہلاک قوم نوحؑ و قود ہودؑ	عارض رحمت بجان مانمود
یہاں تک کہ قوم نوح اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے	رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا
کشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو	ورخوداین برعکس کردے وائے تو
ان کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں	اگر وہ اس کے بالعکس کرتا، تیری تباہی تھی

شرح حبیبی

کچھ ترکوں نے خونریزی اور لوٹ کے لئے اچانک ایک گاؤں پرحملہ کر دیا اس گاؤں کے چودھریوں میں سے دو کو گرفتار کیا اور ایک کو مار ڈالنے کے لئے دوڑے اوراس کو ذبح کرنے کے لئے اس کے ہاتھ باندھ دیئے اس نے کہا کہ اے بادشاہو اور عالی مرتبہ لوگو آخر تم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں دھکیلتے اور کس وجہ سے میرے خون کے پیاسے ہو میرے مار ڈالنے میں کیا حکمت اور کیا غرض ہے۔ میں تو فقیر اور ننگا آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا وجہ یہ ہے کہ تیرے مارنے سے تیرا ساتھی ڈر جائے گا اور مال بتادے گا اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے اپنی یہ حالت قصداً بنائی ہے ورنہ اس کے پاس روپیہ ہے اس نے کہا کہ یہ تو آپ لوگوں کا محض خیال ہی خیال ہے اس میں ہم دونوں برابر ہیں دونوں میں احتمال اور شبہ برابر ہے پس پہلے تم اسے مار ڈالو تاکہ میں ڈر کر مال بتادوں مجھے کیوں مارتے ہو۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ باوجودیکہ ہم سب برابر تھے اور ہم کو پہلے لوگوں پر کوئی ترجیح نہ تھی مگر اس نے محض اپنے فضل سے ہم کو آخر میں پیدا کیا اور رتبہ میں پہلوں سے مقدم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **نحن الآخرون السابقون** جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نوح وقوم ہود کی ہلاکت نے ہم کو رحمت حق سبحانہ کا چہرہ دکھلایا۔ یا یوں کہو کہ ابر رحمت نے ہم کو ہلاکت قوم نوح وہود کا مشاہدہ کرایا۔ وہذا ہوالاظہر اور عارض رحمت کا لفظ اس عارض قہر کے لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے جو قوم ہود کے قصہ میں قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے اوران کو مارا کہ ہم ڈریں لیکن اگر الٹا معاملہ کرتا تو پھر ہمارا کہاں ٹھکانہ تھا۔

قوم غزان کا ایک شخص کو قتل کرنیکا قصد کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

شرح شبّیری

آن الخ۔ یعنی ان غزان ترک نے جو کہ خونریز ہوتے ہیں لوٹ کے واسطے ایک گاؤں پر حملہ کیا۔ غزان

ترک میں سے ایک قوم کو کہتے ہیں۔
دو کس الخ۔ یعنی اس گاؤں کے چودھریوں میں سے دو آدمیوں کو انہوں نے پالیا تو ان میں سے ایک کے ہلاک کرنے میں جلدی کی۔
دست الخ۔ یعنی ان لوگوں نے اس کے ہاتھ باندھے تاکہ اس کو ذبح کریں تو وہ بولا کہ اے بادشاہو اور اے ارکان بلند۔
درچہ الخ۔ یعنی تم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں ڈالتے ہو اور آخر میرے خون سے تم کیوں پیاسے ہو۔
چیست الخ۔ یعنی میرے مارنے میں کیا غرض ہے اور کیا حکمت ہے جبکہ میں ایک فقیر ننگا آدمی ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر میں کچھ مالدار ہوتا تب بھی خیر یہ تھا کہ میرے مارنے سے تمہیں مال ملتا مگر اب کیا فائدہ ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس قاتل نے کہا کہ تاکہ تیرے ساتھی پر ہیبت بیٹھ جائے اور تاکہ وہ ڈر جائے اور روپیہ ظاہر کردے۔
گفت الخ۔ یعنی اس دست و پابستہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ غریب ہے تو وہ قاتل بولا کہ اس نے یہ (حالت) قصداً بنا رکھی ہے اور اس کے پاس روپیہ بہت ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ جب وہم ہے تو پھر ہم دونوں برابر ہیں اور مقام احتمال اور شک میں ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم دونوں کے پاس شبہ ہے کہ شاید میں مالدار ہوں اور شاید یہ ہو جب دونوں برابر ہیں تو مجھے مت مارو بلکہ
خود الخ۔ یعنی خود اسی کو مار ڈالو اے سرکار تاکہ میں ڈر کر روپیہ کا پتہ بتا دوں یعنی پھر مجھے مت مارو بلکہ اس کو مار ڈالو تاکہ اس کے قتل سے مجھے عبرت ہو اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ میرے قتل سے اس کو عبرت ہو اس لئے کہ حالت تو ہماری دونوں ہی کی مشکوک ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
پس الخ۔ یعنی پس حق تعالیٰ کے الطاف دیکھو کہ ہم سب کے بعد آخر زمانہ میں تو آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ
آخرین الخ۔ یعنی سارے اقران کے آخر میں ہیں اور سب سے بڑھے ہوئے ہیں حدیث میں ہے **نحن آخرون السابقون** مطلب یہ کہ دیکھو یہ امت ہے تو سب کے بعد مگر درجہ میں سب سے افضل ہے فالحمد للہ علی ذلک اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں ہے نحن آخرون السابقون اور اس اخیر زمانہ میں پیدا کرنے میں یہ لطف اور نعمت ہے کہ پہلے لوگوں کو ہمارے لئے عبرت بنایا اور ان کے قصے ہم کو سنائے تاکہ عبرت حاصل ہو مگر ہمیں ان کے لئے عبرت نہیں بنایا تو دیکھو کس قدر بڑی رحمت اور فضل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ
تا ہلاک الخ۔ یعنی تاکہ قوم نوح اور قوم ہود کی ہلاکت کو عارض رحمت نے ہمیں دکھلایا۔ عارض کہتے ہیں اس کو جو لشکر کو ملاحظہ کے لئے پیش کرے۔ مطلب یہ کہ رحمت حق نے ان کے حالات اور ان کی ہلاکت کے اسباب کو ہمارے سامنے پیش کیا جس سے کہ ہمیں عبرت ہوئی۔
کشت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا تاکہ اس سے ہم ڈریں اور اگر کہیں اس کا عکس ہوتا تو بڑی خرابی

ہوتی۔ آگے پہلے لوگوں کی ناشکری و کفر وغیرہ کے حالات کا بیان ہے جو اس امت کو عبرت کے لئے سنائے گئے ہیں۔

در بیان حال خود پرستاں و ناشکراں در نعمت وجود انبیاء و اولیاء

ان لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر چہ زایشاں گفت از عیب و گناہ	وز دل چوں سنگ و زجان سیاہ
ان کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر) فرمایا	اور ان کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا
وز سبکداری فرمانہائے او	وز فراغت از غم فردائے او
اور اس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا	اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا
وزہوس وز عشق ایں دنیائے دوں	چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا	اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا
واں فرار از نکتہائے ناصحاں	واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنے والوں کے نکتوں سے بھاگنے کا	اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا
بادل و با اہل دل بیگانگی	باشہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہل دل سے اجنبیت کا	اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا
سیر چشماں را گدا پنداشتن	وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اہل قناعت کو بھکاری سمجھنا	اور حسد سے انہیں چھپا دشمن سمجھنا (ان سے تو نے عبرت نہ پکڑی)
گر پذیرد خیر تو گوئی گداست	ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کر لے تو تو کہتا ہے گدا ہے	ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے
گر درآمیزد تو گوئی طامع ست	ورنہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے	ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے
گر تحمل کرد گوئی عاجز ست	ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے	اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے
یا منافق وار عذر آری کہ من	ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں	بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پروائے سر خاریدن ست	نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے	نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے
اے فلاں مارا بہمت یاد دار	تاشویم از اولیا پایان کار
اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے	تا کہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں
ایں سخن ہم نے ز درد و سوز گفت	خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی	نیند کا ماتا بڑ بڑایا اور پھر سو گیا
ہیچ چارہ نیست از قوت عیال	از بن دنداں کنم کسب حلال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے	بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں
چہ حلالے کشتۂ ز اہل ضلال	غیر خون تو نمی بینم حلال
حلال کیا؟ تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے	تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں
از خدا چارہ استش و از قوت نے	چارہ است از دین و از طاغوت نے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے	دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے
ایکہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری ز نعم الماھدون
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے	"ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں" کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چوں داری ز اللہ کریم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید	صبر چوں داری ازاں کت آفرید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ	صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر مکدر پانی کے صبر نہیں ہے	اللہ تعالٰی کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن	صبر چوں داری زحی ذوالمنن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے	حی ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟
اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا	آں فریب غول میداں برتر آ
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا	اس کو چھلاوے کا فریب سمجھ اس سے نکل

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار	گفت ہذا رب ہاں کو کردگار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟	کہا یہ خدا ہے ہاں خدا کہاں ہے؟
من نخواہم درد و عالم بنگریست	تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا	جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں
بے تماشای صفتہائے خدا	گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر	اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے
چوں گوارد لقمہ بے دیدار او	بے تماشای گل و گلزار او
اس کے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوار ہو سکتا ہے؟	(اور) اس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے
جز بامید خدا زیں آب خور	کہ خورد یک لقمہ الا گاؤ و خر
اس دنیا میں اس کے وصل کی امید کے بغیر	گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟
آنکہ کالانعام بدبل ھم اضل	گرچہ پرمکرست آں گندہ بغل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ	گرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں
مکر او سر زیرو او سر زیر شد	روزگارش برد و روزش دیر شد
اس کا مکر ذلیل اور وہ خود ذلیل ہو گیا	اس کا زمانہ گزرا اس کا وقت ضائع ہوا
فکر کاہش کند شد عقلش خرف	عمر شد خیرے ندارد چوں الف
اس کی گھاس کی فکر ست پڑ گئی اس کی عقل کمزور ہو گئی	عمر ختم ہو گئی الف کی طرح اس کے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے
انچہ می گوید دریں اندیشہ ام	ایں ہم از دستان ایں نفس ست ہم
وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں	یہ بھی اس نفس کی مکاری ہے
وانچہ می گوید غفورست و رحیم	نیست آں جز حیلۂ نفس لئیم
وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے	کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے
اے زغم مردہ کہ دست از ناں تہی ست	چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست
تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے	جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شرح حبیبی

حق تعالیٰ نے پہلی امتوں کے جو کچھ عیوب' معاصی' سنگدلی' سیاہ جانی احکام کا استخفاف' آخرت سے بے فکری ہوا و ہوس۔ عشق دنیائے دنی' عورتوں کی طرح مغلوب نفس ہونا ناصحوں کے نصیحتوں سے گریز' نیکوں کی صحبت سے بھاگنا' قلب روشن اور اہل دل سے لگاؤ نہ ہونا۔ اہل اللہ کے ساتھ چالبازی اور مکاری' سیر چشموں کو حریص سمجھنا حسد سے ان کا چھپا دشمن ہونا وغیرہ وغیرہ (یہ سب باتیں تمہاری عبرت کے لئے ہیں مگر افسوس تم کو شبہ نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے ساتھ تمہارا وہی برتاؤ ہے جو انکا تھا۔ چنانچہ اگر اہل اللہ کوئی تمہارا ہدیہ قبول کر لیتے ہیں تو ان پر گداگری کا الزام لگایا جاتا ہے اور اگر قبول نہیں کرتے تو ان کو مکار فریبی دغاباز کہا جاتا ہے اگر وہ ملتے ہیں تو ان کو حریص کہا جاتا ہے اور جو عزلت اختیار کرتے ہیں تو ان پر غایت تکبر کا الزام لگایا جاتا ہے اگر وہ تحمل کرتے ہیں تو وہ مجبور سمجھے جاتے ہیں اور اگر غیرت کو کام میں لاتے ہیں تو تندخو بدمزاج کہلاتے ہیں کبھی ان کے ساتھ منافقانہ عذر کیا جاتا ہے کہ کیا کہوں بیوی بچوں کے خرچ سے پریشان ہوں مجھے تو سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں اور دین کے کاموں میں مصروفی کی ذرا بھی مہلت نہیں حضور ہم کو دعا میں یاد رکھیں کہ حق سبحانہ ہم کو بھی دولت باطنی عطا فرمائیں۔ لیکن یہ بات بھی کچھ سوز و گداز سے نہیں ہوتی بلکہ نیند اور غفلت میں ایک بات زبان سے نکل جاتی ہے اور پھر وہی غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے بال بچوں کے کھانے پینے کی فکر ہے اور میں نہایت جان کاہی کے ساتھ کسب حلال میں مصروف ہوں۔ ارے گمراہ کیسا حلال میرے نزدیک تو تیرا خون حلال ہے اور تو واجب القتل ہے غضب کی بات ہے کہ خدا کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے اور کھانے پینے کے بغیر نہیں یہ دین کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے۔ شیطان کے بغیر نہیں۔ ارے تجھ کو دنیائے دنی کے بغیر صبر نہیں خالق دنیا کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تو ناز و نعم کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ حق سبحانہ کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تجھ کو پاک و ناپاک حلال و حرام امتعہ دنیویہ کے بغیر صبر نہیں تجھے اپنے پیدا کرنے والے کے بغیر کیونکر صبر آتا ہے۔ ارے تجھ کو چوڑے اور کیچڑ کے بغیر صبر نہیں تو حق سبحانہ کے صاف شفاف چشمہ فیض کے بغیر کیونکر صبر کرتا ہے ارے تجھ کو بیوی بچوں کے بغیر صبر نہیں حی ذوالمنن کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے ارے تو کہتا ہے کہ خدا مجھے یوں ہی بخش دے گا اس کو فریب شیطان سمجھ۔ کاش کوئی خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہو جنہوں نے غار سے نکلتے ہی طلب حق شروع کر دی تھی اور خدا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں عالم علوی و عالم سفلی کی طرف اس وقت تک التفات نہ کرونگا جب تک یہ نہ معلوم کر لوں کہ دونوں مجلسیں کس کی ملک ہیں۔ جب تک حق سبحانہ کی صفات کا مشاہدہ نہ کرونگا روٹی بھی کھاؤنگا تو میرے گلے میں اٹکے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بدوں اس کے دیدار کے اور بدوں اس کے گل و گلزار صفات و افعال کے نظارہ کے کیونکر روٹی ہضم ہوتی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ بغیر وصل حق

سجانہ کی امید کے بجز گاؤخر کے یعنی ان لوگوں کے جو چوپایوں کے مثل ہوں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہوں اگرچہ چالاک ہوں کوئی بھی لقمہ نہیں کھا سکتا۔ ایسے لوگوں کا مکر بھی سرنگوں ہے اور وہ خود بھی سرنگوں ہیں ان کا زمانہ کار ختم ہو چکا ہے اور دن ناوقت ہو گیا ہے۔ ان کا دماغ ٹھن ہو گیا ہے عقل بہک گئی ہے ان کی عمر برباد ہو چکی ہے اور وہ الف خالی ہیں اور توشۂ آخرت کچھ بھی ان کے ہمراہ نہیں اور وہ جو کہتا ہے کہ میں زاد آخرت کی فکر میں ہوں۔ یہ بھی اس کے نفس کا مکر ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے یہ بھی اس کے نفس کی چال ہے۔ اس سے کوئی پوچھے تو کہہ تو جو اس غم سے جان گھلا دیتا ہے کہ میں خالی ہاتھ ہوں میرے پاس کھانے کو نہیں یہ کیوں جب تو خدا کو غفور و رحیم سمجھتا ہے تو یہ ڈر کیسا۔ پس سمجھ لے کہ یہ سب حیل نفسانیہ ہیں اور بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک طبیب کا ایک بڈھے کی شکایت کو ناشی از ضعف بتانا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ

خود پرستوں اور ناشکروں کی حالت کا بیان کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کے وجود پر شکر نہ کیا اور ان کے حقوق ادا نہ کئے

شرح شبّیری

ہر چہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جو ان کی حالت بیان کی عیب اور گناہ اور ان کی سنگدلی سے اور جان سیاہ سے۔

وز الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے احکام کو ہلکا سمجھنا اور غم فردا سے فراغت ہونا۔

وز الخ۔ یعنی اور ہوس سے دنیائے کمینی کے عشق سے اور عورتوں کی طرح اس نفس کے تابع ہونے سے۔

وان الخ۔ یعنی اور وہ نفرت ناصحوں کی باتوں سے اور وہ بھاگنا نیکوں کی صحبت سے۔

بادل الخ۔ یعنی دل اور اہل دل کے ساتھ بیگانگی اور (حقیقی) بادشاہوں کے ساتھ مکر اور فریب۔

سیر چشمانرا الخ۔ یعنی سیر چشم حضرات کو فقیر سمجھنا اور حسد کی وجہ سے اس کو خفیہ دشمن سمجھنا۔ یہ سب قصے جو سنائے گئے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہم عبرت حاصل کریں۔

گر پذیر دالخ۔ یعنی اگر یہ حضرات کوئی شے قبول کرلیں تو کہتے ہیں کہ فقیر ہے اور اگر نہ قبول فرمائیں تو کہو کہ مکر ہے اور دھوکا ہے اور دغا ہے۔

گردر آمیز دالخ۔ یعنی اگر اختلاط کریں تب تو کہو کہ لالچی ہے اور اگر اختلاط نہ کریں تو کہتے ہیں کہ تکبر میں حریص ہیں۔

گر تحمل الخ۔ یعنی اگر (تمہاری ایذاءدہی پر) تحمل کریں تو کہتے ہو کہ عاجز ہیں اور اگر غیرت مند ہوں (اور تم سے بدلہ لیں) تو کہتے ہیں کہ مکار ہے۔ غرض کہ کسی طرح ان کو چین نہیں لینے دیتے اور ہر حال میں ان کے مخالف اور دشمن ہیں یہ تو ان کی حالت ہے جو مخالف ہیں آگے موافقین کی حالت کا بیان ہے کہ

یامنافق الخ۔یعنی یامنافقوں کی طرح عذر کرتے ہو کہ حضرت یہ خادم فرزندوزن کے نفقۂ میں لگا رہتا ہے۔
نے مراالخ۔یعنی مجھے سر کھجلانے تک کی فرصت نہیں ہے اور نہ دین سیکھنے کی فرصت ہے۔
اے فلاں الخ۔یعنی اجی حضرت مجھے دعا میں یاد فرمایا کیجئے تا کہ میں بھی اولیاء کاملین میں سے ہو جاؤں مولاناؒ فرماتے ہیں کہ
این الخ۔یعنی یہ بات بھی درد دل سے نہیں کہی بلکہ ایک سوتے ہوئے کی طرح بڑبڑایا اور پھر سو گیا۔یعنی خواب غفلت سے ذرا بیدار ہوا ہی تھا کہ پھر سو گیا اور غافل ہو گیا کاش اگر دعا کی فرمائش ہی دل سے کرتا۔تب کچھ بھی شاید کام چل جاتا اب نہ تو خود کچھ کرے اور دوسروں سے کہے تو وہ صرف نام کرنے کو وہ بھی دل سے نہیں تو بتاؤ کام چلے تو کس طرح چلے اور عرض کرتے ہو کہ
ہیچ الخ۔یعنی بال بچوں کے نفقہ سے مجبور ہوں اور تہ دل سے کسب حلال کرتا ہوں۔چونکہ حلال روزی تو دنیا میں کم ہے اس لئے تمام وقت اسی دھندی میں کٹ جاتا ہے اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ نالائق مکروفریب کی باتوں سے باز نہیں آتا۔اس لئے فرماتے ہیں کہ
چہ حلال الخ۔یعنی حلال کیا ہے ارے تو اہل ضلال میں سے ہو گیا ہے اور میں تو سوائے تیرے خون کے اور کچھ حلال سمجھتا نہیں ہوں۔
از خدایت الخ۔یعنی تجھے خدا سے تو چارہ ہے اور روزی سے نہیں اور دین سے تو چارہ ہے اور طاغوت سے نہیں ہے مطلب یہ کہ خدا کو تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسب کو نہیں چھوڑ سکتا۔شرم کر شرم۔
ایکہ صبرت الخ۔یعنی ارے تجھے اس دنیائے کمینی سے تو صبر آتا نہیں پھر حق تعالیٰ سے کس طرح صبر آتا ہے۔
ایکہ صبرت الخ۔یعنی ارے تجھے اس نازونعم دنیاوی سے تو صبر آتا ہی نہیں پھر اللہ کریم سے کس طرح صبر آ گیا۔
ایکہ صبرت الخ۔یعنی ارے تجھے اس مجموعہ پاک و پلید سے تو صبر ہوتا ہی نہیں پھر اس سے کس طرح صبر کر لیتا ہے کہ جس نے تجھے پیدا کیا۔
ایکہ صبرت الخ۔یعنی ارے تجھے آب سیاہ (ذلیل شے) سے تو صبر ہو ہی نہیں سکتا۔پھر حق تعالیٰ کی چشم رحمت سے کس طرح صبر کرتا ہے۔
ایکہ صبرت الخ۔یعنی ارے تجھے فرزندوزن بغیر تو صبر ہوتا ہی نہیں تو پھر حق ذوالمنن سے کس طرح صبر کرتا ہے۔
ایکہ میگوئی الخ۔یعنی اے تو جو کہہ رہا ہے کہ خدا تجھے بخش دے گا تو اس کو شیطان کا دھوکہ سمجھ اور اس سے آگے بڑھ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا تو اس کو وسوسۂ شیطان سمجھو اور اس سے درگزر کر آگے ترقی کرو۔
کوخلیلے الخ۔یعنی کہاں ہیں خلیل جو کہ غار سے باہر آئے اور کہا کہ ھذا ربی (پھر کہا کہ) ہاں کردگار کہاں

ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بچپن سے ایک تہہ خانہ میں پلے تھے اور جب نکلے تو ستاروں اور آفتاب وغیرہ کو دیکھ کر کہہ اٹھے کہ ھذا ربی مگر چونکہ فطرت اور استعداد سلیم تھی اس لئے فوراً اس کے افول کے بعد طلب حق میں لگ گئے تو اس مشہور کی بنا پر مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا حضرت خلیل اللہ کی طرح اب کون سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہے کہ جو خود ہی قدرت حق کی شناخت کرے بلکہ اب تو یہی ہے کہ جس کو حق تعالیٰ ہدایت دیں اور خود طلب کرے اسی کو میسر ہوسکتی ہے آگے بھی ان ہی کے اقوال کی ر بت بالمعنی فرماتے ہیں۔

من نخواہم الخ۔ یعنی میں دونوں عالم میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں (اس لئے کہ بے تحقیق طالب ہونا) بت گری ہے جب تک کہ یہ نہ جان لوں کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے اس وقت تک میں کسی کا بھی طالب نہیں ہوتا اور یہ فرمایا کہ

بے تماشائے الخ۔ یعنی صفات حق کو دیکھے بغیر اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے ہی میں اٹک جائے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی اس کے دیدار بغیر اور اس کے گل وگلزار کے تماشا بغیر کس طرح لقمہ پچتا ہے۔

جز الخ۔ یعنی خدا کی امید بغیر اس دنیا سے سوائے گاؤ خر کے اور کون لقمہ کھا سکتا ہے۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حیوانات کی طرح تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ تو وہ گندہ فعل اگرچہ پر مکر ہے مگر

مکر او الخ۔ یعنی اس کا مکر بھی ذلیل ہوا اور وہ بھی ذلیل ہوا اور زمانہ اس کو لے گیا اور اس کا دن دیر ہوگیا یعنی حق تعالیٰ سے الگ ہوکر اور ان کو خفا کر کے بھلا کون ہے جو پھر چین سے رہ سکے ہاں جو کہ حیوانات کی طرح ہو بلکہ ان سے بھی گیا گزرا ہوا وہ ایسا کرتا ہے اور اگرچہ یہ کتنا ہی مکار ہو اور چلتا ہوا ہو مگر حق تعالیٰ کے سامنے کچھ نہیں چل سکتا آخر تباہ و برباد ہوگا اور اس کی یہ حالت ہوگی۔

فکر الخ۔ یعنی اس کی فکر کاہ کند ہوگئی اور اس کی عقل خراب ہوگئی اور اس کی عمر برباد ہوگئی اور الف کی طرح کچھ بھی نہیں رکھتا۔

آنچہ الخ۔ یعنی جو کہہ رہا ہے کہ میں اس فکر میں ہوں یہ بھی اس نفس کا مکر ہے یعنی جو کہتا ہے کہ مثلاً بیٹے کا نکاح کرلوں تب اللہ اللہ کروں یہ اس نفس کا مکر ہے اور اس طرح حق تعالیٰ کی طرف مشغولی سے باز رکھتا ہے۔

وانچہ الخ۔ یعنی یہ جو کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ غفور ورحیم ہے تو یہ بجز اس نفس لئیم کے حیلہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے بخش دیں گے یہ ساری مکاری اس نفس کی مکاری ہے کہ اس طرح معاصی میں مبتلا رکھتا ہے آگے اس غفور الرحیم سمجھنے کا ایک الزامی جواب فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی ارے تو جو غم سے مردہ ہو رہا ہے کہ روٹی سے ہاتھ خالی ہے تو جب غفور الرحیم ہے تو یہ خوف کیسا ہے یعنی تو جو مرا جا رہا ہے کہ کھانے کو نہیں ملتا تو کمبخت جب تو حق تعالیٰ کو غفور الرحیم سمجھتا ہے تو پھر یہ خوف کس

بات کا ہے سمجھ لے کہ غفور الرحیم ہے وہ بھوکا تھوڑا ہی رکھے گا دے ہی گا۔ لہٰذا یہ جس قدر ذکر اللہ میں دیر ہو رہی ہے یہ ساری اس نفس سرکش کی شرارت ہے لہٰذا اس کا علاج کر۔ آگے ایک حکیم اور بڈھے کی حکایت لاتے ہیں کہ اس بڈھے نے حکیم سے جو شکایت کی کہ حکیم نے سب کو بڑھاپے کی وجہ سے کہہ دیا تو وہ بڈھا خفا ہو گیا۔ اسی طرح یہ ساری خرابیاں ہمارے نفس کی بدولت واقع ہو رہی ہیں اور اگر کوئی ہم سے کہتا ہے تو ہمیں غصہ آتا ہے تو جس طرح اس بڈھے کا غصہ بے محل تھا اسی طرح ہمارا غصہ بھی ظاہر ہے کہ بے محل ہے اور اس کا علاج ضروری ہے ورنہ اگر کہیں اس کی سرکشی بڑھ گئی تو پھر لا علاج ہو جائے گا۔ اب حکایت سنو۔

شکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب اورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من	در ز حیرم از دماغ خویشتن
ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں	اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں
گفت از پیریست آں ضعف دماغ	گفت در چشمم زظلمت ہست داغ
اس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے
گفت از پیریست اے شیخ قدیم	گفت پشتم دردمی آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کیوجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے
گفت از پیریست اے شیخ قدیم	گفت پشتم درد می آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے
گفت ضعف معدہ ہم از پیریست	گفت وقت دم مرا دم گیریست
اس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے
گفت آرے انقطاع دم بود	چوں رسد پیری دو صد علت شود
اس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے	جب بڑھاپا آجاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آجاتی ہیں
گفت کم شد شہوتم یکبارگی	گفت کز پیریست ایں بیچارگی
اس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایک دم سے کم ہوگئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت پایم سست شد از رہ بماند	گفت کز پیریست در کنجت نشاند
اس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر سست ہوگئے ہیں چلنے سے عاجز آگئے ہیں	اس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کیوجہ سے ہے جس نے تجھے گوشہ نشین بنادیا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا	گفت کز پیریست ایں رنج وعنا
اس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہوگئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت تاریک ست چشمم اے حکیم	گفت کز پیریست اے پیر حلیم
اس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے	اس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت اے احمق بریں بر دوختی	از طبیبی تو ہمیں آموختی
اس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اس پر جم گیا	طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے
اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد	کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی	کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے
تو خر احمق زاندک مائگی	برزمیں ماندی ز کوتہ پائگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے	تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے
پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت	ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
تب طبیب نے اس سے کہا اے ساٹھے!	یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف	خویشتن داری وصبرت شد ضعیف
جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں	تیری قوت ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے
برنتابد دو سخن زوہے کند	تاب یک جرعہ ندارد قے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا ان سے ہائے ہائے کرتا ہے	ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

شرح حبیبی

ایک بڑے میاں نے کسی طبیب سے کہا کہ میں دماغ سے بہت زچ ہوگیا اس نے کہا بڑے میاں یہ ضعف دماغ بڑھاپے کے سبب سے ہے۔ اس نے کہا کہ میری آنکھ میں کچھ دھندلا پن ہے اس نے کہا بڑے میاں یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا میری کمر میں بھی بہت درد رہتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا اس نے کہا ضعف معدہ کا سبب بھی بڑھاپا ہے۔ اس نے کہا سانس لیتے وقت کبھی کبھی مجھے سانس بھی نہیں آتا اس نے کہا کہ بجا ہے بڑھاپے میں انقطاع دم بھی عارض ہو جاتا ہے پیری وصد عیب تو معلوم ہی ہے۔ اس نے کہا شہوت بھی نہیں ہوتی کہا یہ مجبوری بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے چلا

بھی نہیں جاتا اس نے کہا بڑھاپے ہی نے آپ کو گوشہ نشین بھی کیا ہے۔اس نے کہا کہ میری کمر بھی جھک گئی ہے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا کہ مجھے دکھلائی بھی کم دیتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے کے سبب ہے اس نے کہا کمبخت تو تو ایک ہی بات پر جم گیا۔کیا طب میں تو نے ایک ہی بات سیکھی ہے۔ارے بد دماغ تجھے عقل سے اتنا نہیں معلوم کہ خدا نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔تو احمق گدھا اپنی بے بضاعتی سے اسی پستی میں رہ گیا اور ایک بات کے سوا کچھ سیکھا ہی نہیں۔اس نے کہا کہ آپ پچپن سالہ سے گزر کر ساٹھ سالہ کے ہو گئے ہیں یہ قہر و غضب بھی آپ کا بڑھاپے کے سبب ہے۔چونکہ تمام اعضا میں ضعف آ گیا اس لئے خودداری اور تحمل کمزور ہو گیا ایسا شخص دو بات نہیں برداشت کر سکتا اور چلا اٹھتا ہے اور ایک جرعہ بھی نہیں پی سکتا فوراً قے کر دیتا ہے۔پس جس طرح پیری وصد عیب معلوم ہے یوں ہی نفس وصد حیلہ بھی سمجھنا چاہیے اور ہمارے اس کہنے پر کہ یہ بھی حیلہ نفس ہے یہ بھی حیلہ نفس ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہیے۔

ایک بڈھے کا ایک حکیم کے سامنے اپنے امراض کو بیان کرنا اور اس حکیم کا جواب

شرح شبّیری

گفت الخ۔یعنی ایک بڈھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں اپنے دماغ کی وجہ سے بڑی مشکل میں ہوں۔

گفت الخ۔یعنی اس طبیب نے کہا کہ یہ ضعف دماغ بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو اس بڈھے نے کہا کہ میری آنکھ میں ظلمت کا داغ ہے۔

گفت الخ۔یعنی طبیب نے کہا کہ ارے پرانے بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میری کمر میں بھی بہت درد ہے

گفت الخ۔یعنی طبیب نے کہا کہ اے ضعیف بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم بھی نہیں ہوتا۔

گفت الخ۔یعنی طبیب نے کہا کہ ضعف معدہ بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے تو وہ بولا کہ سانس لینے میں میرا سانس گھٹتا ہے۔

گفت الخ۔یعنی حکیم نے کہا کہ ہاں سانس کا انقطاع بھی ہوتا ہے اس لئے کہ جب بڑھاپا آتا ہے تو سینکڑوں بیماریاں ہو جاتی ہیں۔

گفت الخ۔یعنی اس بڈھے نے کہا کہ میری شہوت یکبارگی گم ہوگئی ہے تو طبیب نے کہا کہ یہ بے چارگی

بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میرا پاؤں ست ہو گیا اور چلنے سے عاجز ہو گیا۔ طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے سے ہے کہ تجھے ایک کونہ میں بٹھا دیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے طبیب نے کہا کہ یہ تکلیف اور مجبوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ حکیم جی میری آنکھ بھی تاریک ہے طبیب نے کہا کہ اے پیر حکیم یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے یہ سن کر بڑے میاں کو غصہ آ گیا اور بولے کہ

گفت الخ۔ یعنی بڈھا بولا کہ ارے احمق تو ایک ہی بات پر سل گیا ہے کہ تو نے طبیبی سے یہی سیکھا ہے اور بولا کہ

اے الخ۔ ارے متکبر عقل نے تجھے اتنی سمجھ نہیں دی کہ خدا تعالیٰ نے ہر درد کا علاج رکھا ہے اور تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جا رہا ہے کہ سب بڑھاپے کی ہی وجہ سے ہے۔

تو خر الخ۔ یعنی تو گدھا احمق کم علمی کی وجہ سے اور اپنی کوتہ پایگی کی وجہ سے زمین ہی پر پڑا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بولا کہ گدھے تجھے نہ عقل ہے اور نہ علم ہے ایک بات سیکھ لی وہی ہر بات میں کہہ دیتا ہے کچھ اور بھی سیکھا تھا یہ سن کر طبیب نے جواب دیا کہ

پس الخ۔ یعنی پس طبیب نے کہا کہ ارے ساٹھ برس کے بڈھے یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے

چون ہمہ الخ۔ یعنی جبکہ سارے اجزاء اور اعضاء کمزور ہو گئے تو خودداری اور صبر تمہارے اندر کم ہو گیا۔ لہٰذا غصہ زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں اس کا بھی برا نہیں مانتا۔

برنتابد الخ۔ یعنی بات میں صبر تو کر نہیں سکتا جلدی ہی غل مچانے لگتا ہے اور ایک گھونٹ کی تاب نہیں رکھتا بلکہ فوراً قے کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اب ضعیف ہو گئے ہو اس وجہ سے غصہ وغیرہ سب بڑھ گیا ہے تو دیکھو اسی طرح جو معاصی وغیرہ سرزد ہوں ان سب کو نفس ہی کی شرارت اور اسی کی طرف سے سمجھو کہ ساری اسی کی حرکتیں ہیں جیسے کہ وہاں ساری باتیں بڑھاپے کی وجہ سے تھیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست	در درون او حیات طیب ست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے	اس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے
از بروں پیرست و در باطن صبی	خود کیا نند آں ولی و آں نبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے	وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گر نہ پیدا اند پیش نیک و بد	چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں	(تو) کمینوں کو ان سے یہ حسد کیوں ہے؟
ورنمی دانند شاں علم الیقیں	چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
اگر وہ ان کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں	تو بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟
ور بدانندے جزائے رستخیز	چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے	تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں ٹکراتے؟
برتو می خندد مبیں او راچناں	صد قیامت در درونستش نہاں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اس کو ایسا نہ سمجھ	اس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں
دوزخ و جنت ہمہ اجزائے اوست	ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
اس کے اجزا سب دوزخ و جنت ہیں	(اس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اس سے بلند ہے
ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست	آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے	جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے
وردر ایں خانہ گستاخی زچیست	گر ہمی دانند کاندر خانہ کیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟	اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟
ابلہاں تعظیم مسجد می کنند	در جفائے اہل دل جد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں	اہل دل پر ظلم کے کوشاں ہیں
آں مجازست ایں حقیقت اے خراں	نیست مسجد جز درون سروراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے	بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے
مسجدے کاں اندرون اولیاست	سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے	وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اس میں ہے
تادل مرد خدا نامد بہ درد	ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
جب تک مرد خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی	خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا
قصد جنگ انبیامی داشتند	جسم دیدند آدمی پنداشتند
انہوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا	انہوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

درتو ہست اخلاق آں پیشنیاں	چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں	تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا
عادت آں ناسپاساں درتو رست	نایدت ہر بار دلو از چہ درست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے	ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے
آں نشانیہا ہمہ چوں درتو ہست	چوں توزایشانی کجا خواہی برست
جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں	جب تو ان میں سے ہے کہاں بچ سکتا ہے؟

شرح حبیبی

سب بڈھوں کی یہی حالت ہوتی ہے مگر بجز اس بڈھے کے جوحق سبحانہ کی محبت سے مست ہے اور جس کے اندر نہایت عمدہ زندگی بھری ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بڈھا معلوم ہوتا ہے مگر باطن میں بچہ ہے کہ اس کے قویٰ ترقی پر ہیں۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں یہ انبیاء واولیا ہیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے کمال کے لحاظ سے ہر نیک وبد کے سامنے ظاہر ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کمینوں کو ان کی کس بات پر حسد ہوتا اور اگر وہ ان کے کمال کو بعلم الیقین نہ جانتے ہوتے تو یہ عداوت۔ چالبازی کینہ کیوں ہوتی کیونکہ یہ سب تو کمال ہی سے ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ انکا کمال واضح ہے اور مخالفین بھی اس کو جانتے ہیں مگر افسوس ان کو اس کے نتیجہ بد کی خبر نہیں کیونکہ اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس کا نتیجہ قیامت میں کیا ہوگا تو اپنے کو تلوار سے کیوں ٹکراتے اور خود اپنے ہاتھوں کیوں ہلاک ہوتے اچھا ہم اب پھر مضمون سابق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ باایں ہمہ نفاق مذکورۂ بالا تجھ سے ہنسے تو اس کو ہنستا ہوا نہ جان بلکہ سمجھ کہ اس کے اندر سو قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ قیامت کے دوزخ وجنت تو دور ہیں خود اس کے تمام اجزاء دوزخ وجنت ہیں اور مظہر ہیں قہر ولطف حق سبحانہ کا لہٰذا وہ سراپا قہر و لطف الٰہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کے مقابلہ میں تو جو یہ گستاخیاں اور چالبازیاں اور نفاق کی باتیں کر رہا ہے اس پر اگر وہ ہنسیں تو اس کو ان کی رضا یہ سمجھنا بلکہ اس ہنسی میں سو قیامتیں پنہاں ہیں۔ اور جس طرح انکا لطف بیڑا پار کرنیوالا ہے یوں ہی انکا قہر باطن کو مسخ کر دینے والا ہے۔ یہ لوگ تمہارے اندیشہ سے بالاتر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جو کچھ تم سوچتے ہو وہ فانی ہے اور جو اندیشہ سے باہر ہے وہ خدا تعالیٰ ہے اور یہ لوگ متخلق باخلاق اللہ اور باقی بقاء الحق ہیں لہٰذا یہ بھی تمہارے اندیشہ سے باہر ہیں لیکن تمہیں ان کی حالت معلوم نہیں کیونکہ اگر تم جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے اور کون اپنی تجلی رکھتا ہے تو اس گھر کے دروازہ پر یہ گستاخی کیسی۔ پس معلوم ہوا کہ لوگ ان کے مرتبہ کو نہیں جانتے۔ یہ احمق مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے لیکن زیادتی یہ کرتے ہیں کہ اہل دل کو ستاتے

ہیں حالانکہ مسجد ان کے مقابلہ میں مجازاً بیت اللہ ہے اور یہ لوگ اس کے لحاظ سے حقیقتاً بیت اللہ ہیں اس لئے کہ مسجد بھی انہی کے باعث بیت اللہ ہے کیونکہ اس کی مسجدیت جو منشاء ہے اس کے بیت اللہ ہونے کا ان ہی سے مستفاد ہے لہٰذا اصل مسجد انہی حضرات کے دل ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ قلوب اولیاء اللہ میں ہیں۔ یعنی حق سبحانہ کی تجلی ان پر سب سے زیادہ اور سب سے خاص اور سب سے متمیز ہے لہٰذا سب ساجدین کے سجدہ گاہ قلوب اولیاء اللہ ہی ہوں گے۔ پس اصل مسجد وہی ہوں گے جب یہ معلوم ہوا کہ اصل مسجد یہ ہی ہیں۔ اب سمجھو کہ یہ حق سبحانہ کے نزدیک مکرم ہیں کہ حق سبحانہ کسی گناہ کے باعث کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔ بجز ایذاء اہل اللہ کے۔ اب تک خدا نے کسی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کیا جب تک کہ اس نے کسی باخدا کو ایذاء نہیں دی۔ ان کی ایذاء کا سبب صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان کو جسم سمجھا اور اپنی طرح آدمی خیال کیا اب تم سوچو کہ وہی باتیں تمہارے اندر بھی ہیں۔ پھر تم کو اندیشہ کیوں نہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو جو ان کا ہوا۔ تمہارے اندر انہیں لوگوں کی سی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ ہمیشہ درگزر نہ کریں گے۔ کبھی پکڑ بھی لیں گے کیونکہ جب تم اپنے اندر وہی نشانیاں رکھتے ہو جو امم سابقہ میں تھیں تو تم بھی اسی نتیجہ کے مستحق ہو جو ان کو ملا تھا۔

شرح شبّیری

جز مگر الخ۔ یعنی مگر سوائے اس بڈھے کے کہ جو حق تعالیٰ کا مست ہو کہ اس کے اندر حیات طیبہ موجود ہے۔ مطلب یہ کہ یہ حالت مذکورہ بے شک بڈھوں کی ہوتی ہے مگر ان ہی کی جن کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ نہ ہو ورنہ جس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہو اس کے اندر قوت قدسیہ ایسی ہے کہ اس کو اس حالت تک کہ اس کے حواس تک گم ہو جائیں نہ پہنچنے دے گی گو ظاہری اعضا کمزور ہو جائیں مگر پھر بھی اطاعت حق میں یہ اعضاء ظاہری بھی دوسرے تندرستوں اور جوانوں سے بہتر ہوتے ہیں جیسے کہ مشاہد ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ

از بردن الخ۔ یعنی ظاہر میں تو بڈھا ہے اور باطن میں بچہ ہے اور وہ کیا ہے وہ ولی اور نبی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ بظاہر ضعیف معلوم ہوں مگر باطن میں وہ جوان ہوتے ہیں اور ان کو باطن میں ہر وقت بچہ کی طرح نشو ونما ہوتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گرنہ الخ۔ یعنی اگر ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر نہیں ہیں تو پھر ان کینوں کو ان کے ساتھ حسد کیوں ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ایسی ہے کہ ہر کس و ناکس جانتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر ہر شخص کو علم نہ ہوتا تو پھر ان حضرات سے حسد کیوں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کچھ سمجھتے ہیں جب تو ان کو حسد ہوتا ہے۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر وہ علم الیقین کے درجہ میں نہیں جانتے تو پھر یہ بغض اور حیلہ سازی اور کینہ کیسا ہے۔ پس تو یہ یقینی ہے کہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ حضرات کامل ہیں اور ان کے پاس کچھ ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں ہے

اس کو سب جانتے ہیں مگر ہاں چیز کو نہیں جانتے اور وہ یہ کہ

وربدانندے الخ۔ یعنی اگر وہ قیامت کے دن کی جزا کو جانتے تو پھر اپنے کو شمشیر تیز پر کیوں مارتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ جانتے کہ ان بغض وحسد کا نتیجہ قیامت میں یہ ہوگا تو پھر ہرگز ان حضرات ؒ سے بغض نہ رکھتے کہ یہ بہت بری بلا ہے۔

برتو الخ۔ یعنی وہ تمہاری (باتوں) پر ہنسے تو تم ان کو ویسا ہی مت جانو کہ ان کے اندر سینکڑوں قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ کوئی بزرگ کسی بات پر ناراض ہوتے ہی نہیں بلکہ خوش رہتے ہیں تو اس سے دھوکہ میں مت پڑو کہ بعض مرتبہ وہ حلم سے کام لیتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھو کہ ان کی دل شکنی اور دل آزاری سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

دوزخ۔ یعنی دوزخ اور جنت سب ان کے اجزا ہیں اور تم جو کچھ سوچو وہ اس سے بالاتر ہے دوزخ اور جنت کا اس کے اجزا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح جسم کی ایذاء دہی سے اعضا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس طرح ان حضرات کی ایذاء دہی سے دوزخ اور جنت اس موذی سے بدلہ لے لیتے ہیں لہٰذا گویا کہ یہ دوزخ اور جنت ان حضرات ؒ کے اعضاواجزاء ہوئے دوسرے مصرعہ میں جو کہا ہے کہ تم کچھ سوچو اس سے یہ حضرات ؒ بالاتر ہیں اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ پھر نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

ہرچہ الخ۔ یعنی تم جو کچھ سوچتے ہو وہ سب فانی ہیں اور جو کہ اندیشہ میں نہیں آتا وہ حق تعالیٰ ہے مطلب یہ کہ ہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں کہ تم سوچو ان سب سے یہ حضرات برتر ہیں اور حق تعالیٰ اندیشہ اور ذہن میں آنہیں آسکتے لہٰذا وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہیں جو اعتراض پڑسکے۔

بردرِ الخ۔ یعنی اس گھر کے دروازہ پر گستاخی کیوں ہے جبکہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے مطلب یہ کہ جب لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہیں اور مقبولان حق ہیں پھر یہ گستاخی کیوں کرتے ہیں یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کے دلوں میں حق تعالیٰ بسے ہوئے ہیں اور قلوب خانۂ خدا ہیں۔

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ صرف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور اہل دل کے ستانے میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ

آن الخ۔ یعنی ارے گدھو وہ مسجد (ظاہری) تو مجاز ہے اور یہ (قلوب) مسجد حقیقی ہیں اور مسجد تو بجز قلوب سرداروں کے اور کوئی شے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل تو خانۂ خدا اور بیت اللہ قلب مومن ہی ہے کسی نے اسی کو کہا ہے کہ کعبہ بنگاہ خلیل آذرست + دل گزرگاہ جلیل اکبرست۔

مسجدے الخ۔ یعنی وہ مسجد جو کہ اولیاء اللہ کے قلوب ہیں وہ سب کے سجدہ گاہ ہیں اس لئے کہ اس جگہ خداوند تعالیٰ ہیں اندرون اولیاء اللہ مسجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اولیاء اللہ کے قلوب کے کل اشیاء تابع ہوتے ہیں اور مطیع و

فرمانبردار ہوتے ہیں یہی بعض مرتبہ بہ شکل سجدہ نظر آتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ ان کو منکشف ہوا کہ ایک تخت پر ایک بے کیف نور ہے اور کل خلائق اس کے سامنے سربسجود ہیں تو اس کو بعض سالکین نورحق سمجھ گئے حالانکہ وہ نور روح کا تھا۔ چونکہ وہ بھی تو عالم مجردات سے ہے اس لئے اس کا نور بے کیف نظر آیا اور وہ سجدہ اس روح کی اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار تھا اور اس کو نورحق سمجھ کر بعض نے اسکی پرستش کی ہے اللھم احفظنا۔ سچ یہ ہے کہ بزرگوں نے جو کہا ہے کہ کشف آفت ہے بالکل درست کہا ہے۔ اور اسی لئے ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اس لئے کہ ظلمانیہ میں انسان یہ تو سمجھتا ہے کہ میں حجاب میں ہوں اور اگر حجب نورانیہ ہیں پھر تو اپنے کو واصل سمجھنے لگتا ہے بڑی خرابی کی بات ہے خدا بچائے تو فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے قلوب تو وہ ہیں کہ جن کے تابعدار حق تعالیٰ نے تمام عالم کو بنایا ہے تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ظاہری بیت اللہ کی تو اس قدر عظمت اور اس بیت اللہ کے ساتھ یہ برتاؤ افسوس صد افسوس اور فرماتے ہیں کہ۔

تادل الخ۔ یعنی جب تک کہ کسی مرد خدا کا دل درد میں نہ آئے اس وقت تک حق تعالیٰ کسی قوم کو رسوا نہیں فرماتے۔ لہٰذا چاہیے کہ ان حضرات کی دل آزاری سے بچیں آگے پھر امم سابقہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

قصد الخ۔ یعنی وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے جنگ کا قصد کرتے تھے اور انہوں نے صرف جسم کو دیکھا اور صرف آدمی ہی سمجھا اور ان کے کمالات کو نہ دیکھا آگے فرماتے ہیں کہ

درتو الخ۔ یعنی تیرے اندر ان پہلوؤں کے اخلاق ہیں تو تو ڈرتا کیوں نہیں کہ کہیں تو بھی ان ہی میں سے نہ ہو جائے۔

عادت الخ۔ یعنی ان ناشکروں کی عادت تیرے اندر بھی پیدا ہوگئی تو ہر دفعہ ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا اور وہ عادت وہی دل آزاری اہل اللہ کی ہے تو سمجھ لو کہ اگر ایک بار وبال نہیں تو یہ نہیں کہ ہر بار نہ آئے ممکن ہے کہ کسی دفعہ ایسا وبال آئے کہ پھر سارا کیا کرایا غارت ہو والعیاذ باللہ۔

آن الخ۔ یعنی وہ نشانیاں جب تیرے اندر ہیں اور تو ان میں ہی سے ہے تو اب تو کہاں چھوٹ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ تو انبیاء علیہم السلام کو ایذاء دیتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے اور تم ان کے جانشینوں کی تکذیب اور دل آزاری کرتے ہو تو جب اس امر میں تم اور وہ دونوں شریک ہوئے تو اب بتاؤ کہ اس عذاب وغیرہ سے جو ان کو ملے گا تم بھی تو نہیں چھوٹ سکتے لہٰذا بہت جلدی استغفار کرو اور ان باتوں کو چھوڑو کہ ان کا وبال سخت ہے اور دوسروں کی باتیں اور ان پر وعیدیں سن کر خود سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ ساری نشانیاں خود ہمارے اندر ہیں تو کہیں خدا نخواستہ یہ وعیدیں بھی ہمارے ہی لئے ہوں جیسے کہ ایک شخص مر گیا تھا تو اس کا لڑکا نوحہ کرتا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ابا افسوس تمہیں ایک ایسے مکان میں لئے جاتے ہیں کہ جہاں نہ چراغ ہے نہ فرش ہے وغیرہ وغیرہ یعنی قبر میں تو ایک دوسرا لڑکا اپنے باپ سے بولا کہ ابا یہ تو ساری نشانیاں ہمارے گھر کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ہمارے یہاں لئے جاتے ہیں تو دیکھو دوسرے کی بات سن کر جس طرح اس بچہ نے یہ سمجھا کہ یہ علامات ہمارے گھر کی ہیں تم بھی تو سمجھو

اوران علامات سے توبہ کرو اور ان کو چھوڑ دو تاکہ کام بنے اس حکایت کو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

قصہٴ کودکے کہ در پیش تابوت پدر می نالید و سخن جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیش تابوت پدر	زار می نالید و بر می کوفت سر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے	بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا
کاے پدر آخر کجایت می برند	تا ترا در زیر خاکے آورند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟	تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں
می برندت خانۂ تنگ و زحیر	نے درو قالی و نے در وے حصیر
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں	نہ اس میں قالین ہے نہ اس میں بوریا ہے
نے چراغے در شب و نے روزناں	نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں	نہ اس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام	نے در و بہر ضیائے ہیچ جام
نہ اس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالا خانہ	نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے
نے در واز بہر مہماں آب چاہ	نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے	نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو
جسم تو کہ بوسہ گاہ خلق بود	چوں شود در خانۂ کور و کبود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا	سیاہ رنگ گھر میں اس کا کیا حال ہو گا؟
خانۂ بے زینہا رو جائے تنگ	کہ درو نے روی می ماند نہ رنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ	نہ اس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ
زیں نسق اوصاف خانہ می شمرد	وز دو دیدہ اشک خونی می فشرد
اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا	اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا
گفت جوحی با پدر اے ارجمند	واللہ ایں را خانۂ ما می برند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار!	خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو	گفت اے بابا نشانیہا شنو
شیخ چلی سے (اس کے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن	اس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے
ایں نشانیہا کہ گفت او یک بیک	خانۂ ماراست بے تزویر و شک
یہ جو اس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں	بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں
نے حصیر و نے چراغ و نے طعام	نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا	نہ اس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالا خانہ
زیں نمط دارند در خود صد نشاں	لیک کے بینند آں را طاغیاں
اسی طرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں	لیکن سرکش انہیں کب دیکھتے ہیں
خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاءً	از شعاع آفتاب کبریا
اس دل کا خانہ جو بے نور ہے	خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے
تنگ و تاریک ست چوں جان یہود	بے نوا از ذوق سلطان و دود
وہ یہود کے باطن کی طرح تنگ و تاریک ہے	محبت کرنے والے شہنشاہ کے ذوق سے محروم
نے دراں دل تاب نور آفتاب	نے کشاد عرصہ و نے فتح باب
اس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے	نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے
گور خوشتر از چنیں دل مر ترا	آخر از گور دل خود برتر آ
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے	بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل
یوسف وقتی و خورشید سما	زیں چہ وزنداں برآورد نما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے	اس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا
یونست در بطن ماہی پختہ شد	مخلصش را نیست از تسبیح بد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے	اس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے
گر نبودے او مسبح بطن نون	حبس و زندانش بدے تا یبعثون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ	تو قیامت تک ان کے لئے قید اور جیل خانہ ہوتا
او بہ تسبیح از تن ماہی بجست	چیست تسبیح آیت روز الست
انہوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی	تسبیح کیا ہے؟ الست کے دن کی علامت

گر فراموشت شد آں تسبیح جاں	بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے	تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سن لے
ہر کہ دید اللہ را اللٰہی ست	ہر کہ دید آں بحر را او ماہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے	جس نے اس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے
ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح	یونس محجوب از نور صبوح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح	وہ یونس ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے
گر مسبح شد تو از ماہی رہید	ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا، مچھلی سے نجات پا گیا	ورنہ اس میں ہضم اور ناپید ہو گیا
ماہیان جاں در تن دریا پرند	تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں	اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے
برتو خود را می زنند آں ماہیاں	چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں	آنکھ کھول تاکہ تو ان کو نمایاں دیکھ لے
ماہیاں را گر نمی بینی پدید	گوش تو تسبیح شاں آخر شنید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے	آخر تیرے کان نے ان کی تسبیح تو سنی ہے
ماہیان جملہ روح بے جسد	نے در ایشاں کبر و نے کین و حسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں	نہ ان میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد
صبر کردن جان تسبیحات تست	صبر کن کانست تسبیح درست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے	صبر کر اور صحیح تسبیح ہے
ہیچ تسبیحے ندارد آں درج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے	صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے
صبر چوں جسر صراط آں سو بہشت	ہست با ہر خوب یک لالائے زشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اس جانب بہشت ہے	ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے
تا ز لالا می گریزی وصل نیست	زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے	اس لئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

توچہ دانی ذوق صبر اے شیشہ دل	خاصہ صبر از بہر آں نقش چگل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟	خصوصاً اس صبر کا جو چگل کے معشوق کے لئے ہے
مرد را ذوق از غز او کرو فر	مر مخنث رابود ذوق از ذکر
مرد کو جہاد اورشان و شوکت کا ذوق ہے	نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے
جز ذکر نے دیں او و ذکر او	سوئے اسفل برد او را فکر او
اس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے	اس کا خیال اس کو پستی کی طرف لے گیا
گر برآید تا فلک از وے مپرس	کو بعشق سفل آموزید درس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اس کی پرسش نہ کر	اس لئے کہ اس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے
او بسوئے سفل می راند فرس	گرچہ سوئے علو جنباند جرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے	اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے
از علمہائے گدایاں ترس چیست	کاں علمہا لقمۂ ناں رارہی ست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟	کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں
ایں سخن ہا را نکو دریاب تو	ورنمی دانی شنو از باب تو
ان باتوں کو خوب سمجھ لے	اگر تو نہیں جانتا ہے تو اس سلسلہ کی (بات) سن لے

شرح حبیبی

ایک بچہ اپنے باپ کے تابوت کے سامنے روتا ہوا جا رہا تھا وہ زار زار روتا جاتا تھا اور سر پیٹتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے باپ یہ لوگ تجھے کہاں لے جا رہے ہیں یہ تجھے مٹی کے نیچے دبا دیں گے۔ یہ تجھے ایک تنگ اور تکلیف دہ مکان میں لے جا رہے ہیں جس میں نہ قالین ہے نہ بوریا نہ رات کو چراغ ہے نہ دن کو روٹی۔ اس میں کھانے کا تو نام ونشان بھی نہیں نہ اس میں دروازہ بنا ہوا ہے نہ چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ نہ اس میں روشندان ہے نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے نہ کوئی پڑوسی ہے جو بُرے وقت کا ساتھی ہو ارے تیرا جسم جو مخلوق خدا کا بوسہ گاہ تھا اس تیرہ و تار گھر میں کیسے رہے گا یہ تو ایسا بے پناہ اور تنگ گھر ہے کہ اس میں نہ منہ باقی رہتا ہے اور نہ رنگ۔ غرض اسی طرح وہ اس گھر کے اوصاف بیان کر رہا تھا اور آنکھوں سے اشک خون بہا رہا تھا۔ یہ سن کر جوجی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا اس کو تو ہمارے گھر لئے جاتے ہیں اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیوقوف نہ بنو

تمہارے گھر کیوں لے جاتے اس نے کہا آپ نشانیاں سن لیجئے اور دیکھیئے کہ بالکل ہمارے ہی گھر کی ہیں یا نہیں جو کچھ اس نے نشانیاں بیان کی ہیں ایک ایک ہمارے گھر میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دھوکا یا شبہ نہیں نہ ہمارے گھر میں بوریا ہے نہ چراغ ہے نہ کھانا ہے نہ اس کا دروازہ بنا ہوا ہے نہ اس میں چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ غرض جس طرح قبر کے نشانات جوجی کے گھر میں موجود تھے یوں ہی امم سابقہ کی نشانیاں سینکڑوں ان میں موجود ہیں لیکن یہ گمراہ ان کو دیکھتے نہیں جو دل کہ شعاع آفتاب کبریا سے منور اور حق سبحانہ کی معرفت رکھنے والا نہ ہو وہ بلا شبہ ارواح یہود کی طرح تاریک اور ذوق معرفت حق سبحانہ سے بے بہرہ ہے نہ اس میں نور معرفت حق سبحانہ کی چمک ہے نہ اس میں انشراح ہے اور نہ معارف الٰہیہ وفیوض ربانیہ کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے ارے بدنصیب ایسے دل سے تو تیرے لئے قبر بہتر ہے ارے اس قبر قلب سے نکل یعنی اس دل کو چھوڑ جو قبر کی مثل تنگ اور بے نور اور بے در ہے اور اس کو منور وسیع اور مفتوح الباب بنا آخر تو حیات رکھتا ہے جماد نہیں۔ نیز تو زندہ کی اولاد ہے پھر اس قبر کی مثل تنگ دل سے تیرا جی کیوں نہیں گھبراتا تو اصالۃً یوسف کی طرح حسین اور خورشید چہرہ ہے ارے اس جیل خانہ میں کیوں پڑا ہوا ہے اور دل تنگ میں کیوں محبوس ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنی نور فطری کو ظاہر کر کے ناظرین وعارفین کے دل کو خوش کر دیکھ تیرے یونس کو مچھلی نے کھالیا ہے اور وہ اسکے اندر گھٹ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے چھڑانے کے لئے تسبیح کی ضرورت ہے۔ اگر یونس علیہ السلام شکم ماہی میں تسبیح نہ کراتے اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ پڑھتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے اور نکل نہ سکتے۔ پس سمجھ لے کہ صرف تسبیح ہی اس سے چھڑانے والی ہے اور تسبیح ہی کی بدولت وہ اس جیل خانہ سے رہا ہوئے۔ پس تو تسبیح کر وہ تسبیح کیا ہے آیت روز الست یعنی معرفت حق سبحانہ اور اس کی الوہیت اور اپنی عبودیت کا صدق دل سے اقرار اور اس پر قائم رہنا۔ اگر وہ تسبیح تجھے یاد نہیں تو اور مچھلیوں سے سیکھ لے۔ اب ہم تجھ کو بتلاتے ہیں کہ وہ مچھلیاں کون ہیں سمجھ لے کہ جن لوگوں نے اللہ کو دیکھا اور اس کی معرفت حاصل کی وہ اللہ والا ہے اور جس نے اس دریا کی سیر کی وہ مچھلی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ مچھلیاں اہل اللہ ہیں اب ہم یہ بھی بتلاتے ہیں کہ یونس سے کیا مراد ہے اور ان کو کھانے والی مچھلی کون ہے اور دریا کیا ہے سو سن۔ دریا سے مراد عالم ہے اور یونس سے روح اور مچھلی سے تن پس تیری روح کو تیری تن پروری نے حق سبحانہ سے محجوب کر دیا ہے۔ اب اگر یہ تسبیح کرے تو اس مچھلی سے چھوٹ کر عارف ہو سکتی ہے ورنہ اسی کے بیچ میں ہلاک ہو جائے گی اور خسران ابدی میں مبتلا ہو جائے گی اوپر ہم نے عارفین سے تسبیح سیکھنے کی ترغیب دی تھی اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ عارفین کہاں ہیں سو جان لے کہ یہ لوگ دنیا ہی میں ہیں مگر تو ان کو اپنی کور باطنی کے باعث دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ تجھ سے دور بھی نہیں بلکہ قریب ہی ہیں چشم بصیرت حاصل کرتا کہ تو ان کو دیکھ سکے ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ سراسر روح ہیں اور ان میں تن پروری کا نام نہیں نہ ان میں تکبر ہے۔ نہ کینہ نہ حسد اور نہ کوئی خصلت ذمیمہ اچھا اگر وہ تجھے دکھلائی بھی نہیں دیتے تو ان کے پند ونصائح تو تیرے کانوں

میں پڑتے ہیں انہی پر عمل کر اور یوں ہی تسبیح خواں ہو۔ اچھا اس تسبیح کا ایک اصول ہم تجھے بتلاتے ہیں جب اس اصول پر کاربند ہوگا تو پوری تسبیح تجھے آ جائے گی وہ گر یہ ہے کہ مخالفت نفس کر اور اس میں جو کچھ تکلیف ہو اس پر صبر کر۔ اصل تسبیح یہ ہی ہے اس کے برابر کوئی تسبیح نہیں۔ جب تو صبر کرے گا تو یہ صبر جملہ کشادگیوں کا تیرے لئے آلہ بن جائے گا لان الصبر مفتاح الفرج صبر کو ایسا سمجھو جیسے پل صراط جس کے پار بہشت ہے جب تو اس مرحلہ کو طے کرلے گا تو پھر تیرے لئے راحت ہی راحت ہے۔ الم کا نام نہیں۔ راحت مطلوبہ کو حاصل کرنے کے لئے صبر کی تلخی سے پریشان مت ہو دیکھ تو سہی ہر محبوب کے لئے عموماً ایک زشت رو وزشت خو غلام ہوتا ہے۔ اب اگر تو اس بدرو بدخو غلام سے بھاگے گا تو وصل ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ غلام تو معشوق سے جدا نہیں۔ پس اس سے بھاگنا عین معشوق سے بھاگنا ہے۔ اے ضعیف القلب تجھے صبر کی لذت معلوم نہیں بالخصوص وہ صبر جو حق سبحانہ سے محبوب کے لئے ہو اور اس کو تو جان بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر کارے ہر مردے۔ مرد کو جنگ اور کروفر سے دلچسپی ہوتی ہے اور ہیجڑے کو خایہ سے وہ ہر وقت اسی کا ذکر کرتا ہے اور وہی اس کا دین وایمان ہے اور اس کی فکر اسکو اس پستی و ذلت کی طرف مائل رکھتی ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اگر ایسا شخص آسمان پر بھی پہنچ جائے اور کیسا ہی عالی رتبہ ہو جائے مگر تم کو اس سے ڈرنا نہ چاہیے کیونکہ اس نے تو نیچے ہی رہنے کے شوق کا سبق پڑھا ہے وہ گو کتنی ہی اولوالعزمی کی ڈینگیں مارے لیکن اس کا اسپ ہمت نیچے ہی کی طرف جائے گا اس کی ڈینگوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ سب ظاہری ہیں جیسے فقیروں کے جھنڈے کہ وہ دیکھے میں تو شاہی جھنڈوں کے مشابہ ہیں مگر واقع میں بالکل بے حقیقت ہیں ان سے فتوحات مقصود نہیں بلکہ وہ تو روٹی کمانے کا آلہ ہیں۔ ہماری ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لے اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی کے متعلق ایک قصہ سن۔

ایک لڑکے کا قصہ کہ وہ اپنے باپ کے تابوت کے آگے روتا جاتا تھا اور ایک جوجی کا قول

شرح شبّیری

کودکے الخ۔ یعنی ایک لڑکا اپنے باپ کے تابوت کے آگے زار و نزار رو رہا تھا اور سر کوٹ رہا تھا۔
کاے الخ۔ یعنی کہ اے ابا آخر یہ لوگ تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں کیا اس لئے کہ تم کو خاک کے نیچے سونپ دیں۔
می برندت الخ۔ یعنی یہ لوگ تمہیں ایک تنگ و تاریک گھر میں لئے جاتے ہیں کہ نہ اس میں قالین ہے اور نہ بوریے ہی کا فرش ہے۔
نے چراغ الخ۔ یعنی نہ رات کو چراغ ہے اور نہ دن کو روٹی ہے اور نہ اس میں کہیں کھانے کی بو ہے اور نہ نشان ہے۔

نے درش الخ۔ یعنی نہ اس کا دروازہ درست اور نہ چھت اور نہ کوٹھا اور نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی روشندان ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اس میں مہمان کے لئے کنوئیں کا پانی ہے اور نہ کوئی ہمسایہ ہے جو کہ پناہ ہو سکے۔
جسم تو الخ۔ یعنی تیرا جسم جو کہ خلق کا بوس گاہ تھا اس تنگ و تاریک گھر میں کیسے ہوگا۔
خانۂ الخ۔ یعنی ایک بے پناہ گھر ہے اور جائے تنگ ہے کہ اس میں نہ رونق رو ہے اور نہ رنگ۔
زین نسق الخ۔ یعنی اس طرح پر اس گھر کے اوصاف گن رہا تھا اور دونوں آنکھوں سے اشک خونیں جھاڑ رہا تھا۔
گفت الخ۔ یعنی جو جی صاحب اپنے والد سے بولے کہ اے قبلہ خدا کی قسم اس کو تو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں جو جی ایک فرضی نام ہے جیسے کہ شیخ چلی۔
گفت الخ۔ یعنی جو جی سے اس کے باپ نے کہا کہ ارے بیوقوف مت بن تو بولا کہ ابا جان ذرا نشانیاں تو سنیے۔
زین الخ۔ یعنی یہ نشانیاں جو اس نے ایک ایک کر کے بیان کی ہیں یہ تو ساری بے شبہ وشک ہمارے ہی گھر کی ہیں۔
نے حصیر الخ۔ یعنی بوریا ہے اور نہ چراغ ہے اور نہ کھانا ہے اور نہ دروازہ اس کا درست ہے اور نہ چھت ہے اور نہ کوٹھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
زین نمط الخ۔ یعنی اسی طرح لوگ اپنے اوپر سینکڑوں نشانیاں رکھتے ہیں لیکن سرکش لوگ ان کو کب دیکھتے ہیں۔
خانۂ الخ۔ یعنی وہ خانہ دل جو کہ آفتاب کبریا کی شعاع سے بے روشنی رہ جاتا ہے۔
تنگ الخ۔ یعنی وہ تنگ و تاریک جان یہود کی طرح ہے اور وہ سلطان ودود (حق تعالیٰ) کے ذوق ولطف سے بے نور ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اس دل میں نور آفتاب (حق) کی روشنی ہے اور نہ میدان جیسی وسعت ہے اور نہ فتح یاب ہے بلکہ ہر وقت تنگی ہی میں گزرتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب یہ حالت ہے تو اسی پر مولانا فرماتے ہیں کہ
گور خوشتر الخ۔ یعنی تجھے ایسے دل سے تو گور بہتر ہے تو آخر کار اپنے اس گور دل سے آگے بڑھ۔ مطلب یہ کہ تو نے جو اپنے قلب کو مردہ بنا رکھا ہے اس حالت سے درگزر اور اس حیات ابدی کا مزہ چکھ اور فرماتے ہیں کہ
زندہ الخ۔ یعنی اے شوخ وشنگ تو تو خود بھی زندہ ہے اور زندہ زادہ ہے پھر اس گور تنگ (دل تنگ) سے تیرا دم نہیں گھٹتا۔
یوسف الخ۔ یعنی تو تو (باعتبار) استعداد فطری کے) یوسف وقت ہے اور خورشید سما ہے لہٰذا اس چاہ وزندان سے نکل اور ظاہر ہو۔
یونست الخ۔ یعنی تیرا یونس بطن ماہی میں پختہ ہو گیا ہے اور تو اس کے مخلص کے لئے سوائے تسبیح کے چارہ نہیں ہے۔ یونس سے مراد استعداد بطن ماہی سے مراد یہ دنیا اور اس کے علائق۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں رہ کر تیری استعداد اصلی جاتی رہی ہے تو اب اس کی خلاصی تو طاعات سے ہی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ یونس علیہ السلام جب بطن ماہی میں قید ہوئے ہیں تو ان کی خلاصی بھی تسبیح وتہلیل ہی سے ہوئی تھی۔

گرنبودی الخ۔ یعنی اگر یونس علیہ السلام مسبح نہ ہوتے تو مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک جیل خانہ بن جاتا۔ اسی طرح اگر تم بھی طاعت کرو گے تو نفس اور شیطان کی قید سے چھوٹ جاؤ گے۔

اَن الخ۔ یعنی یونس علیہ السلام تن ماہی سے تسبیح کی وجہ سے نکل آئے اور وہ تسبیح کیا ہے وہ روز الست کی نشانی ہے یعنی استعداد فطری ہے کہ اسی کو درست رکھنے سے سب کام بنتے ہیں۔

گر فراموشت الخ۔ یعنی اگر تجھے وہ تسبیح اصل فراموش ہوگئی ہے تو ان مچھلیوں کی تسبیح کو سنو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہاری استعداد خراب ہی ہوگئی ہے اور تم کو یاد حق کسی وقت آتی ہی نہیں تو یہی دیکھو کہ مچھلیاں جو کہ حیوانات ہیں وہ کس طرح تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان من شئ الا یسبح بحمدہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ مسبح ہوں اور انسان نہ ہو۔ آگے فرماتے ہیں

ہر کہ دید الخ۔ یعنی جس نے کہ اللہ کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے اور جس نے کہ اس دریا کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہی ہوگیا۔

این الخ۔ یعنی یہ جہان دریا ہے اور تن ماہی کی طرح ہے اور روح یونس ہیں جو کہ نور صبوح سے محجوب ہیں۔

گر مسبح الخ۔ یعنی اگر مسبح رہا تب تو مچھلی سے چھوٹ گیا ورنہ اس میں ہضم اور ناپدید ہوگیا تو اسی طرح اگر تم اس جہان میں رہ کر طاعت نہ کرو گے تو یاد رہے کہ اس ماہی کی صورت میں جو کہ دنیا ہے اور نفس وشیطان ہے ہمیشہ پھنسے رہو گے اور اگر طاعت کرو گے تو ماہیان حقیقی یعنی اہل اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تم کو اس صوری ماہی سے نکالیں گے۔

ماہیان الخ۔ یعنی ماہیان حقیقی اس دریا میں بہت ہیں مگر تجھے دکھائی نہیں دیتیں۔ اس لئے کہ تو اندھا ہے ارے کمبخت

برتو خودرا الخ۔ یعنی وہ مچھلیاں تم پر گر رہی ہیں تم آنکھوں کو کھولو تو صاف طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ تمہارے پاس موجود ہیں اور تم ہی میں سے ہیں مگر ذرا چشم قلب کو کھولو اندھے کیوں بنے ہوئے ہو اگر آنکھیں کھولو گے تو تم کو وہ حضرات بالکل ظاہر طور پر نظر آئیں گے۔

ماہیان الخ۔ یعنی ایسی مچھلیاں جو کہ بالکل روح ہی روح ہیں اور بے جسد کے ہیں نہ ان میں تکبر ہے اور نہ کینہ ہے اور نہ حسد ہے۔

ماہیان را الخ۔ یعنی اگر تم مچھلیوں کو ظاہر طور پر نہیں دیکھتے تو تمہارے کان نے آخر ان کی تسبیح تو سنی ہے مطلب یہ کہ اگر دیکھ نہیں سکتے مگر ان حضرات کے اقوال تو سن سکتے ہیں ان کو سن کر ان پر ہی عمل کرو کہ اسی سے چشم مبصر بھی حاصل ہو جائے گی۔

صبر کردن الخ۔ یعنی صبر کرنا (مجاہدات وغیرہ پر) یہ تمام تسبیحوں کی جان ہے لہٰذا تو صبر کر کہ یہی تسبیح درست ہے۔ مطلب یہ کہ مجاہدہ کرو کہ سب اور باتوں سے جبکہ ان کے ساتھ یہ نہ ہو معہ ان کے یہ بہت نافع ہے۔

ہیچ تسبیحے الخ۔ یعنی کوئی تسبیح یہ درجہ نہیں رکھتی (جیسا کہ صبر کا درجہ ہے) تو صبر کر کہ صبر ہی کشادگی کی کنجی ہے۔

صبر الخ ۔ یعنی صبر راستہ کے پل کی طرح ہے کہ ہو سکے اس طرف بہشت ہے اور ہر اچھے کے ساتھ ایک لالائے زشت لگا ہوا ہے مطلب یہ کہ ان مجاہدات و ریاضات کو ایسا سمجھو جیسے کہ پل صراط کا پل کہ نیچے ۔ دوزخ ہے اور اس پر گزرنا بھی مشکل ہے مگر ساتھ ہی اس طرف بہشت بھی ہے اسی طرح مجاہدات کرو کہ نفس پر شاق ہیں مگر ان کے بعد عیش دائمی میسر ہے اور بھائی ہر اچھے کے ساتھ ایک برا تو لگا ہی ہوتا ہے جیسے کہ ۔ گل کے ساتھ کانٹا ۔ لالا کہتے ہیں محافظ اور خادم کو تو دیکھو ہر معشوق خوب کے ساتھ ایک محافظ اور خادم سخت اور کالا سیاہ بھی لگا ہوا ہے تو اسی طرح اس نعمت ابدی کے ساتھ یہ مجاہدہ و ریاضت لگی ہوئی ہے ۔

ناز لالاے الخ ۔ یعنی جب تک لالا جی سے بھاگو گے وصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ لالا تو معشوق سے الگ ہوتا ہے نہیں ۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر معشوق سے وصل چاہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ اول اس لالہ صاحب سے دوستی کرو اور اس کو اپنا بنالو پھر وہ تم کو معشوق تک پہنچا دے گا ۔ ورنہ یاد رہے کہ اسی طرح ترسو گے اور وصل حاصل نہ ہوگا ۔ اسی طرح اگر مجاہدہ و ریاضت سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ حق تعالیٰ سے الگ رہو گے اور اگر اس کی سختی اور گرانی کو جھیل گئے تو عیش ابدی میسر ہے ۔

تو چہ الخ ۔ یعنی اے نازک دل تجھے صبر کی کیا خبر خاص اس صبر کی جو اس نقش کامل کے لئے کرنا پڑے ۔ مطلب یہ کہ تمہیں ان مجاہدات و ریاضات کی کیا قدر ہے جو راہ حق اور طلب حق میں ہوتے ہیں اس لئے کہ ابھی تو تم نازک دل ہو اس طرح راہ حق طے ہوئی ہے ناز پروردہ تنعم نہ بروراہ بدوست ۔ عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد ۔ اور اے تراخارے بہ پانشکستہ کے دانی کہ چیست + حال شیران را کہ شمشیر بلا سر خورند + آگے مثال ہے کہ

مرد را الخ ۔ یعنی مرد کو عزت اور شوکت اور دبدبہ میں لطف آتا ہے اور مخنث کو ذکر سے لطف آتا ہے ۔ مخنث سے مراد مفعول ہے ۔

جز الخ ۔ یعنی سوائے ذکر کے نہ اس کا دین ہے اور نہ کسی کا ذکر ہے اس کا فکر اس کو اسفل کی طرف لے گیا ہے ۔

گر برآید الخ ۔ یعنی اگر وہ فلک تک پہنچ جائے تب بھی اس سے ڈرو مت اس لئے کہ اس نے تو نیچے پڑنے کا ہی سبق سیکھا ہے ۔

او بسوئے الخ ۔ یعنی وہ سفل کی طرف کو گھوڑا اچلا رہا ہے اگر چہ اوپر کی طرف گھنٹہ ہلا رہا ہے (گھنٹہ ہلنے سے مراد مخفی نہیں ہے) مطلب یہ کہ دیکھو جو مرد ہوتا ہے اس کو تو اس میں لطف آتا ہے کہ اس کی عزت ہو دبدبہ ہو شوکت ہو مراتب اعلیٰ حاصل ہوں اسی طرح جو اہل اللہ ہیں ان کو بھی یہی تمنا ہوتی ہے ان کو مراتب عالیہ حاصل ہوں ۔ حق تعالیٰ کے یہاں ان کی عزت ہو اور جو شخص مخنث ہوتا ہے اور اس کو عادت مفعولیت کی ہوتی ہے نیچے پڑنے اور ذکر سے ہی مزا آتا ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ طاعت حق نہیں کرتے وہ بھی اسفل ہی میں پڑے رہتے ہیں مولانا نے تو دونوں کی مثال دیدی ۔ اب جس کا دل چاہے وہ مخنث بنے اور جس کا دل چاہے مرد بنے ۔ غرضکہ

مقصود یہ ہے کہ اس ظاہری تن و توش اور ظاہری عزت و دبدبہ کا اعتبار مت کرو کہ بالکل بیکار ہے جبکہ اندر کچھ نہ ہو آگے اسی کی دوسری مثال ہے

ازعلمہائے الخ۔ یعنی فقیروں کے جھنڈے سے خوف ہی کیا اس لئے کہ وہ علم تو ایک روئی کے لقمہ کے تابع ہیں۔ مطلب یہ کہ ظاہر میں دیکھو فقیروں کا جھنڈا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ لڑائی کا جھنڈا مگر دیکھ لو کہ ایک روٹی دے دو سب تابع ہیں اس لئے کہ صرف صورت تو اس علم کی سی ہے مگر حقیقت اس جیسی نہیں ہے۔

این الخ۔ یعنی ان باتوں کو اچھی طرح حاصل کر لو اگر تم جانتے نہیں ہو تو باپ سے سن لو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص بظاہر تو بہت موٹا تازہ تھا مگر تھا مخنث تو اس سے ایک بچہ ڈر گیا تو اس سے مخنث نے کہا کہ تو ڈر مت اس لئے کہ میرا یہ جسم صرف دیکھنے ہی کا ہے اور اصل میں میں ایسا ہوں کہ ابھی میں نیچے پڑوں گا اور تو اوپر ہوگا نعوذ باللہ تو مولانا کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ظاہری جثہ اور دبدبہ اور حشمت و شوکت قابل لحاظ نہیں ہے بلکہ اگر حقیقت میں کچھ ہے وہی معتبر ہے اور حقیقت اولیاء اللہ کرام ہی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اصل مرد وہی ہیں اور یہ عوام سب مثل مخنث کے ہیں والعیاذ باللہ۔

ترسیدن کودکے ازاں شخص صاحب جثہ و گفتن آں شخص کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مرد توئی

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اس شخص کا کہنا کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد	زرد شد کودک زبیم قصد مرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا	بچہ اس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا
گفت ایمن باش اے زیبائے من	کہ تو خواہی بود بر بلائے من
اس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین!	کہ تو میرے اوپر ہو گا
من اگر ہولم مخنث داں مرا	ہمچو اشتر بر نشیں می راں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ	اوپر بیٹھ اونٹ کی طرح مجھے ہانک
صورت مرداں و معنیٰ ایں چنیں	از بروں آدم دروں دیو لعیں
مردوں کی صورت، اور باطن ایسا	باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان
آں دہل را مانی اے زفت چو عاد	کہ بر و آں شاخ را می کوفت باد
اے عاد کی طرح موٹے تو اس ڈھول کی طرح ہے	کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

روبہے اشکار خود را باد داد	بہر طبلے ہمچو خیکے پرزباد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا	اس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پر تھا
چوں ندید اندر دہل او فربہی	گفت حو کے بہ ازیں خیکے تہی
جب اس نے ڈھول کے اندر مٹاپا نہ دیکھا	بولی اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے
روبہاں ترسند ز آواز دہل	عاقلش چنداں زند کہ لاتقل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں	عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے کہ کچھ نہ بول

شرح حبیبی

ایک سنڈ مسنڈ آدمی جارہا تھا اس کو راستہ میں ایک لڑکا اکیلا مل گیا وہ اس لڑکے کی طرف بدنیتی سے بڑھا جب لڑکے نے دیکھا کہ اس کی نیت بد ہے تو اس کا منہ فق ہو گیا اور سمجھا کہ خدا خیر کرے آج بڑے زبردست سے پالا پڑا ہے جب اس شخص نے اس لڑکے کی بدحواسی دیکھی تو کہا کہ پری زاد تو ڈرمت میں تیرے اوپر نہ ہوں گا بلکہ تو ہی میرے اوپر ہوگا۔ میں گو دیکھنے میں سنڈ مسنڈ ہوں مگر میں ہیجڑا ہوں تو مجھ پر سوار ہو اور مجھے اونٹ کی طرح ہانک۔ اس واقعہ سے جس طرح ہمارے بیان بالا کی تصدیق ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنوعی اہل اللہ کی بھی بالکل یہ ہی حالت ہے کہ دیکھنے میں تو حضرت آدم کی طرح مقدس معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں شیطان کی طرح خبیث۔ اے مدعی اور ہوا کی طرح پھولے ہوئے تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے ڈھول جس کو ایک شخص بجا رہا تھا کہ ایک لومڑی نے ہوا سے پھولی ہوئی مشک کے مانند ڈھول کو دیکھ کر اپنے شکار کو کھو دیا تھا جب اس نے دیکھا کہ ڈھول تو بالکل خالی ہے اور اس کے اندر فربہی نہیں جو اس نے سمجھی تھی تو اس نے کہا کہ اس خالی مشک سے تو سور ہی اچھا ہے پس جس طرح ڈھول نے اپنی ظاہری صورت سے ایک لومڑی کو دھوکا دیا تھا یوں ہی یہ مصنوعی اہل اللہ اہل دنیا کو دھوکا دے سکتے ہیں اور وہ بھی ان سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ رہے حقیقت شناس سو وہ تو ان کو اس ڈھول بجانے والے کی طرح اتنا پیٹتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ اچھا اب ایک اور حکایت سنو تاکہ مضمون بالا اچھی طرح تمہارے ذہن نشین ہو جائے۔

ایک لڑکے کا ایک موٹے تازہ آدمی سے ڈرنا اور اس ڈبل آدمی کا اسکی تسکین کرنا

شرح شبّیری

کنگ زفتے الخ۔ یعنی ایک بڑے ڈبل کنگ نے ایک لڑکے کو تنہا پایا تو وہ بے چارا لڑکا اس کے ارادہ کی

وجہ سے زرد ہو گیا سمجھا کہ بس اب کمبختی آئی۔

گفت الخ۔ یعنی وہ کنگر بولا کہ ارے میرے پیارے تو بے خوف رہ اس لئے کہ تو تو میرے اوپر ہوگا۔ نعوذ باللہ۔

من اگر الخ۔ یعنی اگر میں ہولناک ہوں تو اس چیز کو مخنث جان اور اونٹ والے کی طرح مجھ پر بیٹھ اور مجھے چلا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی صورت تو مردوں کی اور حقیقت ایسی اور باہر سے تو آدمی اور کمبخت باطن میں ملعون شیطان تھا آگے اس مخنث کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آن دُہل الخ۔ یعنی ارے قوم عاد کی طرح موٹے تازے تو اس ڈھول کے مشابہ ہے کہ اس پر ایک شاخ کو ہوا مار رہی تھی۔

روبہے الخ۔ یعنی ایک لومڑی نے اپنے شکار کو ضائع کر دیا واسطے ایک طبل کے مشک کی طرح جو کہ ہوا سے پُر تھا۔ یعنی لومڑی نے سمجھا کہ اس میں آواز بہت ہے یہ بہت بڑا شکار ہے اس لئے جس کو وہ شکار کر رہی تھی اس کو چھوڑ چھاڑ اس ڈھول کی طرف روانہ ہوئی۔

چون الخ۔ یعنی اس نے اس ڈھول میں فربہی نہ دیکھی تو بولی کہ اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے۔ یعنی جب دیکھا کہ صرف آواز ہی آواز ہے اور اندر سے خالی ہے تو بہت پچھتائی اسی طرح عوام بھی بظاہر تو بہت ہی معزز اور مکرم معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے بالکل خالی اور کورے ہوتے ہیں۔

روبہان الخ۔ یعنی لومڑیاں تو ڈھول کی آواز سے ڈرتی ہیں اور عاقل آدمی اس کو مارتا ہے کہ چپ رہ۔

مطلب یہ کہ ان ظاہری کروفر والوں سے عوام کی تو پھونک نکلی جاتی ہے مگر جو عاقل ہیں ان کو پروا بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی عزت و آبرو کو ذلت سمجھتے ہیں اس لئے کہ صرف ظاہر ہی میں ہے حقیقت اور باطن میں کچھ نہیں آگے ایک اور حکایت اسی مضمون کی ہے۔

قصۂ تیر اندازے و ترسیدن او از سوار یکہ در بیشہ می رفت

ایک تیز انداز کا قصہ اور اس کا اس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب	مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبت ناک	ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا
تیر اندازے بحکم او را بدید	پس زخوف او کماں را بر کشید
ایک قدر انداز نے اس کو دیکھا	اس کے ڈر سے اس نے کمان تانی
تا زند تیرے سوارش بانگ زد	من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد
تاکہ اس پر تیر چلا دے سوار نے اس کو پکارا	میں کمزور ہوں اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من	کم کم در وقت جنگ از پیرزن
خبردار خبردار! تو مرے مٹاپے کو نہ دیکھ	کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں
گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش	برتو می انداختم از ترس خویش
اس نے کہا چلا جا' تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر	میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا
بے رجولیت چناں تیغے بمشت	بس کساں را کالت پیکار کشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار	بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا
گر بپوشی تو سلاح رستماں	رفت جانت چوں نباشی مرد آں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے	جب تو اس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی
جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر	ہر کہ بے سر بود زیں شہ بر وسر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے تلوار کو چھوڑ	جو بے سر تھا اس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا
آں سلاحت حیلہ ومکر تو است	ہم زتو زائید وہم جان تو خست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں	جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو خستہ کر دیا
چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل	ترک حیلت کن کہ پیش آید دول
جب تو نے ان حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا	حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں
چوں یکے لحظہ نخوردی برزفن	ترک فن گوئے طلب رب المنن
جبکہ حیلے سے تو نے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا	حیلے چھوڑ دے' اللہ کو طلب کر
چوں مبارک نیست برتو ایں علوم	خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں	اپنے آپ کو سادہ لوح بنا لے اور بدبختی سے نکل جا
چوں ملائک گوئی لا علم لنا	یا الٰہی! غیر ما علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے	اے خدا! سوائے اس کے جو تو نے سکھایا
حیلہ ومکر اندریں رہ سود نیست	ہر کہ شد مغرور عقل او کود نیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے	جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے
یک حکایت بشنوا اے صاحب قبول	در بیان جہل وعقل بوالفضول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے	جہل اور فضول عقل کے بارے میں

شرح حبیبی

ایک مسلح اور بارعب سوار ایک اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر ایک جنگل میں جارہا تھا۔ ایک نشانہ باز تیرانداز نے اسے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو کہ یہ شخص مجھے مار ڈالے کمان کھینچ لی اور تیر مارنے ہی کو تھا کہ سوار چلایا کہ ارے مجھے نہ مارنا میں گوسنڈ مسنڈ ہوں مگر واقع میں میں کمزور ہوں۔ دیکھ خبردار تو میرے موٹاپے پر نظر نہ کرنا کیونکہ میں تو لڑائی میں ایک بڑھیا سے بھی کمزور ہوں۔ اس نے کہا کہ خیر چلا جا ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا اور ڈر کر تیر مارنے ہی کو تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اس ہتھیار باندھنے کی بدولت بہت سے آدمی مارے گئے کیونکہ گو وہ واقع میں ضرر پہنچانے کے قابل نہ تھے مگر ان کے مسلح ہونے سے لوگوں کو اپنے ضرر کا خوف ہوا اور اس سے بچنے کے لئے انہوں نے ان پر وار کیا اور وہ مر گئے اگر یہ ہتھیار نہ باندھتے تو نہ کسی کو ضرر کا شبہ ہوتا اور نہ یہ مارے جاتے۔ یہ خیال تو کر جب آدمی میں مردانگی نہ ہو تو یوں ہاتھ میں تلوار لینی چاہیے ہرگز نہیں کیونکہ اگر تم بہادروں کی طرح مسلح ہو گے اور واقع میں مرد نہ ہو گے تو تمہاری جان ہی جائے گی اس واقعہ سے جس طرح مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اپنی جان کو سپر بنا اور رضا و تسلیم اختیار کر تلوار کو چھوڑ دے کیونکہ جو شخص مردہ بن گیا اور فنا اختیار کر لی وہی اس میدان کارزار عالم امتحان سے صحیح وسالم بچ کر چل دیا جس تلوار کے چھوڑنے کی ہم نے ہدایت کی ہے وہ حیلہ ومکر اور چون وچرا اور متعارف روشن خیالی ہے کہ یہ تجھ ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور تجھی کو زخمی کرتے اور ضرر دینی پہنچاتے ہیں جب تجھے معلوم ہو گیا کہ ان حیلہ ومکر و چون و چرا روشن خیالی سے تجھے کچھ فائدہ نہیں تو ان کو چھوڑ تا کہ تجھے بڑی دولتیں رضائے حق وقرب حق وغیرہ نصیب ہوں اور جبکہ اس دانائی سے تجھے ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملی اور کچھ بھی غذائے روحانی سے تو بہرہ یاب نہیں ہوا تو پس یہ ہوشیاری چھوڑ اور حق سبحانہ کو طلب کر اور جبکہ تجھے یہ علوم دنیاوی راس نہیں تو اپنے کو احمق بنا اور اس نحوست بعد عن الحق سے نکل جا اور یوں کہہ جیسے فرشتوں نے کہا تھا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم اس کے احکام پر اپنی عقل سے رائے زنی مت کر کہ یہ مطابق عقل ہے اور یہ مخالف عقل اور یوں ہونا چاہیے تھا یوں نہ ہونا چاہیے تھا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے عقل وجہل کی حالت معلوم ہو اور ظاہر ہو کہ بعض جہل عقل سے اچھے ہیں۔

ایک تیرانداز کا قصہ اور اس کا ایک سوار سے ڈرنا جو جنگل میں تھا

شرح شبّیری

یک سوارے الخ۔ یعنی ایک سوار معہ ہتھیاروں کے اور بہت ہی ہیبت ناک جنگل میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔

تیراندازی الخ۔ یعنی ایک حکمی تیرانداز نے اس کو دیکھا تو اس کے خوف سے کمان کو کھینچ لیا۔
تازند الخ۔ یعنی تا کہ ایک تیر رسید کرے تو اس کو سوار نے آواز دی کہ میں کمزور ہوں اگر چہ میرا جسم بہت ڈبل ہے۔
ہان الخ۔ یعنی ارے ارے میرے موٹاپے میں مت دیکھ کیونکہ لڑائی کے وقت بڈھی سے بھی کم ہوں۔
گفت الخ۔ یعنی تیرانداز نے کہا کہ جا تو نے اچھا ہوا کہ کہہ دیا ورنہ میں تیرے اوپر اپنے ڈر کی وجہ سے تیر پھینکتا یعنی چونکہ مجھے اپنی جان کا خوف تھا کہ اتنا ڈبل آدمی آ گیا ہے مار ڈالے گا اس لئے میں تجھی کو مار ڈالتا۔ لہٰذا اچھا ہوا کہ تو نے کہہ دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
بے رجولیت الخ۔ یعنی بے مردانگی کے ایسی تلوار ہاتھ میں لینا سخت بیوقوفی ہے اس لئے کہ بہت سے آدمیوں کو لڑائی کے آلات نے قتل کر دیا یعنی انہوں نے آلات حرب سجا لئے ان کی وجہ سے اور لوگ لڑے اور مارے گئے اور یہ اچھے خاصے رہے جیسے کہ اکثر نامرد بادشاہ ہوتے ہیں۔
گر بپوشی الخ۔ یعنی اگر تو رستموں کے ہتھیار پہنتا ہے تو تیری جان جائے گی جبکہ تو ان کا مرد نہیں ہے یعنی جب تم اس کے اہل نہیں ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جان جائے گی۔
جان سپر۔ الخ۔ یعنی صاحبزادے جان کو سپر بنا دو اور تلوار ظاہری کو چھوڑ و اس لئے کہ جو بے سر ہو گیا وہ اس بادشاہ سے غلبہ لے گیا۔
آن الخ۔ یعنی وہ ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہے کہ تجھی سے پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو زخمی کیا ہے۔
چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے ان حیلوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو ان حیلوں کو چھوڑ تا کہ دولتیں سامنے آئیں۔
چون یکے الخ۔ یعنی جبکہ تو نے ایک گھڑی بھی عقل اور مکر سے پھل نہ کھایا تو پھر اس کو چھوڑ اور حق تعالیٰ کو طلب کر۔
چون مبارک الخ۔ یعنی جبکہ تجھ پر یہ علوم مبارک نہیں ہے تو اپنے کو بے وقوف بنا لے اور اس منحوس سے گزر جا۔
چون الخ۔ یعنی ملائک کی طرح کہہ دو کہ یا الٰہی ہم اور کچھ نہیں جانتے بجز اس کے کہ جو آپ نے بتا دیا ہے مطلب ان کا یہ ہے کہ بس تفویض اختیار کرو اور عجز و تواضع اختیار کرو کہ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔
حیلہ و مکر الخ۔ یعنی اس راہ (حق) میں حیلہ اور مکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور جو شخص کہ عقل کا مغرور ہوا وہ کودن ہے۔
یک الخ۔ یعنی اے صاحب قبول جہل کے اور عقل بوالفضول کے بیان میں ایک حکایت سنو جس سے کہ معلوم ہوگا کہ اس عقل بے ہودہ سے تو جہل ہی بہتر ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی مالدار اونٹ پر ایک طرف ریگ اور دوسری طرف اناج بھرے ہوئے لئے جاتا تھا اور ایک عاقل مفلس پیدل جا رہا تھا اس نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے اس نے بتایا کہ ایک طرف ریت ہے اور دوسری طرف اناج ہے اس نے کہا کہ بھلا ریت کیوں بھرا ہے وہ اعرابی بولا کہ چونکہ اونٹ پر دونوں طرف بوجھ برابر ہونا چاہیے اس لئے ایک طرف اناج بھر کر اس کے ہم وزن ریت بھر لیا ہے اس عاقل نے کہا کہ اگر اناج ہی کو دونوں طرف نصف نصف بھر لیتا تو

اونٹ بھی ہلکا رہتا اور بوجھ دونوں طرف برابر ہو جاتا۔ اس کو یہ بات بہت پسند آئی غرض کہ اس طرح کر کے شکریہ میں اس عاقل کو شتر پر سوار کر لیا۔ اثناء گفتگو میں دریافت کیا کہ تمہارے پاس کس قدر اونٹ ہیں یا بکریاں یا گائیں ہیں وہ تو مفلس تھا اس نے سب سے انکار کیا یہ سن کر اس اعرابی نے اس کو اونٹ سے اتار دیا کہ تمہاری عقل جب اس قدر منحوس ہے کہ تم کو مفلس کر رکھا ہے تو اس سے میرا جہل ہی بہتر ہے کہ میں مالدار تو ہوں۔ یہ کہہ کر پھر اسی طرح ریت بھر لیا کہ میں تیری بات پر عمل بھی نہیں کرتا تو دیکھو ایسی عقل سے جہل ہی بہتر ہے آگے حکایت سنو۔

قصۂ اعرابی و ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آں فیلسوف او را

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے	یک جوالے زفت از دانہ برے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے	گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا (لے جا رہا تھا)
یک جوال دیگرش از ریگ پر	ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا	دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا
او نشستہ برسر ہر دو جوال	یک حدیث انداز کرد او را سوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا	ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا
از وطن پرسید و آوردش بگفت	وندراں پرسش بسے در ہا بسفت
اس کا وطن پوچھا اور اس کو گویا گیا	اور اس سوال میں بہت سے موتی پروئے
بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال	چیست آگندہ بگو مصدوق حال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں	کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا
گفت اندر یک جوالم گندم ست	در دگر ریگے نہ قوت مردم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں	دوسرے میں ریت ہے، انسانوں کی خوراک نہیں ہے
گفت تو چوں بار کردی ایں رمال	گفت تا تنہا نماند آں جوال
اس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟	اس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے
گفت نیم گندم آں تنگ را	در دگر ریز از پئے پا سنگ را
اس نے کہا اس بورے کے آدھے گیہوں	توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

تا سبک گردد جوال وہم شتر	گفت شاباش اے حکیم واہل وحر
تا کہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں	اس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے
ایں چنیں فکر دقیق ورای خوب	تو چنیں عریاں پیادہ درلغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے	تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے
رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد	کش بر اشتر برنشاند نیک مرد
دانا پر اس کو ترس آ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا	کہ وہ اس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے
باز گفتش اے حکیم خوش سخن	شمۂ از حال خود ہم شرح کن
پھر اس نے اس سے کہا اے شیریں کلام دانا!	کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا
اینچنیں عقل وکفایت کہ تراست	تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے	سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟
گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام	بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
اس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں عوام میں سے ہوں	میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے
گفت اشتر چند داری چند گاؤ	گفت نے این ونہ آں مارا مکاؤ
اس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں؟	کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید
گفت رختت چیست بارے در دکاں	گفت مارا کود کان وکو مکاں
اس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟	کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟
نیست قوت و نے رخوت و نے قماش	نے متاع ونیست مطبخ نیست آتش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب	نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ نہ دلیا
گفت پس از نقد پرسم نقد چند	کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
اس نے کہا تو میں نقد (کے بارے میں) پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟	کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے
کیمیائے مس عالم باتواست	عقل و دانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے	عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں
گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں	نیست عاقل تر زتو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے	تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب	در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے	میری ساری ملکیت میں رات کا گزارا
پابرہنہ تن برہنہ می روم	ہر کہ نانے می دہد آنجا روم
ننگے پیر ننگے بدن گھومتا ہوں	جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں
مرمرا زیں حکمت و فضل و ہنر	نیست حاصل جز خیال و دردسر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے	سوائے خیال اور درد سر کے کچھ حاصل نہیں ہے
پس عرب گفتش کہ شو دور از برم	تا نہ بارد شومی تو برسرم
تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دور ہو	تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے
دور بر آں حکمت شومت زمن	نطق تو شوم ست بر اہل زمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا	زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں
یا تو آں سو رو من ایں سو می روم	در ترا رہ پیش من واپس شوم
یا تو ادھر جا اور میں ادھر جاؤں	اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں
یک جوالم گندم و دیگر زریگ	بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا	ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے
کیں جوال گندم و ریگم یقیں	بہ بود زاں حکمت تو اے مہیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً	اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا
احمقی ام بس مبارک احمقی ست	کہ دلم بابرگ و جانم متقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے	کہ میرا دل صاحب ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں سے) محفوظ ہے

شرح حبیبی

ایک بدوی نے ایک اونٹ پر دو بڑی گونیں لاد رکھی تھیں ایک تو گیہوں سے بھری ہوئی تھی اور دوسری ریتے سے اور خود دونوں گونوں کے اوپر بیٹھا ہوا تھا کسی شخص نے ان گونوں کی بابت سوال کیا مگر اول وطن پوچھا اور اس طرح اس کو گویا کیا اور اس پوچھ گچھ میں بہت اعلیٰ درجہ کی باتیں کیں اس کے بعد پوچھا کہ ان بوروں میں کیا بھرا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں غذائے انسانی نہیں بلکہ ریت ہے اس نے سوال کیا کہ ریت کیوں بھرا ہے اس نے جواب دیا تاکہ ایک گون خالی نہ رہ جائے اور لادی نہ جا سکے اس نے کہا کہ یہ صورت بہت اچھی ہے کہ نصف گیہوں ایک

گون میں رہنے دو اور نصف دوسری میں بھر دو تا کہ گون بھی ہلکی ہو جائے اور اونٹ پر بھی زیادہ بوجھ نہ ہو۔ اس نے کہا واہ واہ کیا بات فرمائی ہے بے شک یوں ہی ہونا چاہیے۔ اچھا آپ یہ تو فرمائیے کہ آپ کی سمجھ اتنی تو باریک ہے اور آپ کی عقل اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ پیادہ ہیں اور تھک رہے ہیں اس کو حکیم کی اس بُری حالت پر رحم آیا اور چاہا کہ اس کو اونٹ پر سوار کرے مگر قبل سوار کرنے کے اس نے کچھ اور سوالات شروع کئے اور کہا کہ اے خوش گفتار حکیم آپ ذرا کچھ اپنی حالت بھی تو بیان فرمائیں اس قدر عقل اور اس قدر استغنا جو آپ کو حاصل ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی بادشاہ ہیں یا وزیر۔ آپ سچ فرمائیں کہ آپ کیا ہیں اس نے کہا نہ میں بادشاہ ہوں نہ وزیر بلکہ عامی آدمی ہوں تم میری حالت اور میرے کپڑے دیکھ لو اس نے کہا اچھا بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں اور کتنی گائیں ہیں۔ اس نے کہا نہ یہ ہیں نہ وہ تم میرے متعلق زیادہ تفتیش نہ کرو اس نے کہا اچھا آپ یہ فرمادیجئے کہ آپ کی دکان میں کیا مال ہے اس نے کہا بھائی میرے پاس دکان اور مکان کہاں یہاں تو نہ کھانا ہے نہ سامان۔ نہ اور کوئی اسباب نہ مال ومتاع نہ باورچی خانہ نہ آتش جو وغیرہ خوراک اس نے کہا اچھا اگر آپ کے پاس سامان نہیں تو نقدی ہوگی اب بتلاؤ کس قدر نقدی ہے کیونکہ آپ تو یگانۂ روزگار ہیں آپ کی نصیحت بہت پیاری ہے جو آپ کی عقل ودانش پر دلالت کرتی ہے تمہارے پاس تو ایک ایسی شے ہے جس سے تم دنیا بھر کا سونا سمیٹ سکتے ہو بلکہ وہ ایک ایسی کیمیا ہے جس سے تمام دنیا کو سونا بنا سکتے ہو کیونکہ عقل ودانش کے موتیوں کے تمہارے اندر انبار لگے ہوئے ہیں پس تم نے اپنے گھر میں بہت سے خزانے بھر رکھے ہوں گے کیونکہ تم سے زیادہ کوئی عقلمند نہیں اور تم سے کم عقل والوں کے یہاں سونے کے انبار ہیں تو تمہارے یہاں بدرجہ اولیٰ ہوں گے اس نے کہا اے سردارِ عرب واللہ میرے ملک میں تو رات کا کھانا بھی نہیں میری حالت تو یہ ہے کہ طلب رزق کے لئے ننگے پاؤں ننگے سر دوڑتا پھرتا ہوں اور جہاں روٹی ملنے کی توقع ہوتی ہے وہاں جاتا ہوں مجھے تو اس حکمت اور اس فضل و ہنر سے کچھ بھی فائدہ نہیں محض خیالی پلاؤ پکانا اور فضول دردسری ہے یہ سن کر عرب نے کہا کہ جلدی میرے پاس سے دفع ہو ایسا نہ ہو کہ تیری نحوست مجھ پر سوار ہو جائے۔ اس اپنی منحوس حکمت کو میرے پاس سے دور لے جا اور مجھ سے بات بھی نہ کر کہ تیری گفتار بھی لوگوں کے لئے موجب نحوست ہے۔ یا تو تو اس طرف جا میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تجھے آگے ہی جانا ضروری ہے تو میں واپس ہوتا ہوں۔ میری ایک گیہوں اور دوسری ریتی کی گون تیری اس ذلیل حکمت سے بہتر ہے اور میری حماقت ہی نہایت مبارک ہے کہ میرے دل کو آرام وراحت اور میری جان کو بلاؤں سے نجات حاصل ہے۔

ایک اعرابی کے گون میں ریت بھرنے کی اور ایک دانشمند کے اس کو ملامت کرنے کی حکایت

شرح شبّیری

یک عرابی الخ۔ یعنی ایک اعرابی ایک اونٹ پر ایک بہت بڑی گون گیہوں کی بھری ہوئے لادے ہوئے تھا۔

یک جوال الخ۔ یعنی ایک دوسری گون اس کی ریت سے بھری ہوئی اور وہ ان دونوں کو اونٹ پر لادے ہوئے تھا۔
اونشستہ الخ۔ یعنی وہ خود ان دونوں گونوں پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک بات کرنے والے نے اس سے سوال کیا
از وطن الخ۔ یعنی اس کا وطن پوچھا اور اس کو باتوں میں لگایا اور اس پوچھنے میں بہت سے موتی پر دئے یعنی چونکہ عقلمند تھا اس لئے اس میں بھی بہت سی کام کی باتیں کیں۔

بعد از ان الخ۔ یعنی اس کے بعد اس سے کہا کہ یہ دونوں گونیں کس چیز سے بھری ہوئی ہیں ٹھیک بتا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اس ایک گون میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں ریت ہے کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ عاقل بولا کہ تو نے اس ریت کو کیوں لادا ہے تو اعرابی نے کہا کہ تا کہ یہ گون دوسری تنہا نہ رہ جائے اور اگر اکیلی رہ جائے گی تو ایک ہی طرف بوجھ ہونے کی وجہ سے گر جائے گی لہٰذا اس طرف وزن برابر کرنے کو ریت بھر لیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اس گون کے نصف گیہوں اس دوسری میں وزن برابر کرنے کیلئے ڈال لے۔

تا سبک گردد الخ۔ یعنی تا کہ اونٹ بھی ہلکا ہو جائے اور گون بھی تو اعرابی بولا کہ اے حکیم اور اہل اور اے حر شاباش (خوب بات کہی)

اینچنین الخ۔ یعنی باوجود ایسی فکر دقیق اور رائے خوب کے تو اس طرح ننگے پاؤں تھک رہا ہے مطلب یہ کہ ایسا عاقل ہو کر اور اس حالت میں ہے بڑے افسوس کی بات ہے۔

رحمش آمد الخ۔ یعنی اس اعرابی کو حکیم پر رحم آیا اور قصد کیا کہ اس کو یہ نیک مرد اونٹ پر بٹھا دے (یہ قصہ کیا اور بٹھا لیا

باز گفتش الخ۔ یعنی پھر اس سے کہا کہ اے حکیم خوش سخن کچھ اپنا حال بھی تو بیان کرو۔

اینچنین الخ۔ یعنی ایسی عقل اور کفایت کہ تجھے ہے تو سچ بتا کہ تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے یہ بے چارہ سمجھا کہ اتنا عاقل ہے تو ضرور ہے کہ دنیاوی عہدوں وغیرہ میں سے ضرور کسی عہدہ ممتاز پر ہے اس لئے پوچھا اس عاقل نے جواب دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ میں تو دونوں نہیں میں تو عوام میں سے ہوں تو میری حالت کو اور کپڑوں کو دیکھ جب یہ جواب سنا تو سمجھا کہ خیر وزیر وغیرہ نہیں ہے تو رئیس تو ضرور ہے اس لئے پوچھا کہ

گفت اشتر الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا اونٹ اور گائیں کتنی ہیں عاقل نے کہا کہ (میرے پاس) نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے ہم سے کاوش مت کرو جب ریاست سے بھی انکار ہوا تو سمجھا کہ کوئی بہت بڑا تاجر ہوگا اس لئے دریافت کیا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا کہ دکان میں اسباب کس قدر ہے عاقل نے کہا کہ میاں ہماری کہاں دکان اور کہاں مکان یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

نیست الخ۔ یعنی نہ روزی ہے اور نہ اسباب ہے اور نہ عمدہ کپڑے ہیں اور نہ مال ہے اور نہ باورچی خانہ ہے اور نہ سالن ہے غرض کہ بالکل مفلس کورے ہیں۔ یہ سن کر اس کو خیال ہوا کہ شاید نقد روپیہ ضرور ہوگا اس لئے سوال کیا کہ

گفت الخ ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا میں نقد سے سوال کرتا ہوں کہ نقد کس قدر ہے اس لئے کہ تو تنہا جا رہا ہے اور محبوب بند ہے لہٰذا ایسے کے پاس کچھ نہ کچھ تو ضروری ہوگا۔

کیمیائے الخ ۔ یعنی تیرے پاس اس عالم کے مس کی کیمیا ضرور ہے جبکہ عقل و دانش کے موتی اس قدر تو بر تو ہیں کہ ظاہری موتی اور سونا چاندی تو کس قدر ہوگا۔

گنجہا الخ ۔ یعنی تو نے ہر مکان میں خزانے رکھے ہوں گے اس لئے کہ تجھ سے زیادہ تو کوئی جہان میں عاقل ہے ہی نہیں۔

گفت الخ ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اے عرب کے سردار خدا کی قسم میری ساری ملک میں رات کی روزی بھی نہیں ہے۔

پا برہنہ الخ ۔ یعنی میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن پھرتا ہوں اور جو کوئی روٹی دے وہیں چلا جاتا ہوں۔

مر مرا الخ ۔ یعنی مجھے اس حکمت اور فضل اور ہنر سے بجز خیال اور دردسر کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

پس الخ ۔ یعنی عرب نے کہا کہ میرے پاس سے دور ہو تاکہ تیری نحوست کہیں میرے اوپر نہ برسے۔

دور بر آن الخ ۔ یعنی اس اپنی حکمت منحوس کو مجھ سے دور لے جاؤ کہ تیرا علم اہل زمانہ کے لئے منحوس ہے۔

اگر عاقل یہ جانتا کہ یہ گت بنے گی تو شاید کہہ دیتا کہ میں بڑا مالدار ہوں مگر بے چارہ کو کیا خبر تھی اور یہ اعرابی یا تو اس قدر معتقد تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور یا اس قدر نفرت ہوئی کہ کہتا ہے کہ

یا تو آنسو الخ ۔ یعنی یا تو تو اس طرف جا تو میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تیرا راستہ آگے ہے تو میں واپس جاتا ہوں غرض کہ اب تو ساتھ چلنا بھی گوارا نہیں ہے۔

یک الخ ۔ یعنی میری ایک گون گیہوں کی اور دوسری ریت کی تیری ان ذلیل باتوں سے بہتر ہے۔ مردہ ریگ اصل میں مال میراث کو کہتے ہیں مگر چونکہ مفت مل جانے کی وجہ سے اس کی قدر کسی کے نزدیک نہیں ہوتی اور وہ ذلیل ہوتا ہے اس لئے اب ذلیل بات کو مردہ ریگ کہنے لگے ہیں۔

کین جوال الخ ۔ یعنی کہ ایک گون گیہوں کی اور ایک ریت کی یقیناً تیرے اس علم سے بہتر ہیں اے ذلیل وخوار اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجھے روٹی تو ملتی ہے۔

احمقی ام الخ ۔ یعنی میری حماقت مبارک حماقت ہے کہ میرا دل خوش ہے میری جان (بلاؤں سے) بچی ہوئی ہے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس اعرابی کے نزدیک اس شخص کا علم و ہنر سب بے کار تھا اسی طرح اولیا کرام کے نزدیک علم معاش و علم ظاہری بیکار اور فضول ہوتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جہد کن تا از تو حکمت کم شود	گر تو خواہی ایں شقاوت کم شود
تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے	اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے
حکمتے بے فیض نور ذوالجلال	حکمتے کز طبع زاید و ز خیال
وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو	وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو

حکمت دنیا فزاید ظن و شک	حکمت دینی برد فوق فلک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے	دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے
روبہان زیرک آخر زماں	بر فزودہ خویش بر پیشیاں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے	اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے
روبہان زیرک صاحب کمال	برفزودہ خویش راز اصحاب حال
صاحب کمال، چالاک لومڑیوں نے	اصحاب حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے
حیلہ آموزاں جگر ہا سوختہ	حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر	حیلے اور مکر سیکھے ہیں
صبر و ایثار و سخائےنفس وجود	باد دادہ کاں بود اکسیر سود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش	کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے
فکر آں باشد کہ بکشاید رہے	راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے	راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے
شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود	نے بمخزن نہاد لشکر شہ بود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو	نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو
تا بماند شاہیٔ او سرمدی	ہمچو عز و ملک دین احمدی
تاکہ اس کی شاہی ابدی رہے	جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت
تاقیامت نیست شرعش راز وال	گشتہ دور از ملک او عین الکمال
قیامت تک ان شریعت کو زوال نہیں ہے	نظر بد ان کی سلطنت سے دور ہے

شرح حبیبی

جب تجھے حکمت دنیوی کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ جہل دنیوی سے بھی من کل الوجوہ افضل نہیں تو اسے حکمت دینی سے تو کیا ہی نسبت ہوسکتی ہے۔ پس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری شقاوت دینی کم ہو تو اس کی کوشش کر کہ یہ حکمت اور روشن خیالی کم ہو یعنی وہ حکمت جو طبع وخیال سے پیدا ہوتی ہے اور جو نور حق سے مستفاد نہیں اس لئے کہ حکمت دنیوی سے تو ظنون فاسدہ اور شکوک وشبہات ہی بڑھتے ہیں اور دینی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں حکمت دینی

آدمی کو عروج روحانی کے لحاظ سے آسمان سے اوپر پہنچا دیتی ہے اور دولت باطنی سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اس آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے کو سلب سے اعلیٰ سمجھتے ہیں یہ مکر سیکھنے والے نہایت دل سوزی کر کے حیلے اور مکر سیکھتے ہیں اور صبر ایثار امانت نفس سخاوت جو منافع کے لئے اکسیر ہیں ان سب کو کھو بیٹھے ہیں حالانکہ فکر معاش کوئی حقیقی فکر نہیں فکر وہ ہے کہ جس سے راستہ کھلے اور راستہ بھی وہ جس سے کوئی بادشاہ ملے اور بادشاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے بادشاہ ہو اور متعارف خزانوں اور موتیوں ، بادشاہ نہ ہوا ہوتا کہ اس کی سلطنت ازلی وابدی ہو جس طرح کہ عزت احمدیؐ اور ملک ودین احمدی دائمی ہیں کہ ان کی شریعت کو تا قیامت زوال نہیں اور ان کی سلطنت سے چشم بد بالکل دور ہے۔ اچھا اہل اللہ کی بادشاہت کا ایک قصہ سن جس سے تجھے بیان بالا کی تصدیق ہو۔

شرح شبّیری

گر تو الخ۔ یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے یہ شقاوت کم ہو جائے تو مجاہدہ کرو تا کہ یہ علم ظاہری تم سے کم ہو

حکمتے الخ۔ یعنی جو علم کہ طبیعت سے پیدا ہوا اور خیال سے اور جو حکمت کہ بے فیض نور ذوالجلال سے ہو اس کو مجاہدہ وریاضت کر کے نکال ڈالو تا کہ علوم ومعارف تمہارے اندر پیدا ہوں اور فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔ یعنی علم دنیا تو ظن وشک کو بڑھاتا ہے اور حکمت دینی فلک کے اوپر لے جاتی ہے۔

روبہان الخ۔ یعنی یہ آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیاں اپنے کو سلف پر بڑھاتی ہیں مطلب یہ کہ مولانا اپنے زمانہ کے لوگوں کو جو علوم دنیا سیکھتے تھے فرماتے ہیں کہ یہ مکار لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کو پہلوں سے ترجیح دیتے ہیں مولانا تو اپنے زمانہ کے لوگوں کو فرما رہے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آجکل لوگوں کی جو نو تعلیم یافتہ ہیں یہی حالت ہے جیسا کہ ظاہر و باہر ہے۔

حیلہ الخ۔ یعنی حیلے سکھانے والے اور جگر سوختہ اور خود حیلے اور مکر سیکھے ہوئے ہیں۔ جگر سوختہ ہونے سے مراد مشقت کسب دنیا کی کہ ترقی ترقی پکار رہے ہیں اور اس کے لئے لاکھوں حیلے کرتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں آجکل یہ بات بالکل صادق ہے۔

صبر والخ۔ یعنی صبر ایثار وسخائے نفس اور بخشش کو برباد کر دیا ہے۔ کہ یہی نفع کی اکسیر تھی مطلب یہ کہ ان لوگوں نے اخلاق حمیدہ کو برباد کیا ہے حالانکہ یہی ایسی چیزیں ہیں جو کہ نافع دین ودنیا ہیں اور فرماتے ہیں کہ

فکر آن الخ۔ یعنی فکر وہ ہوتا ہے جس سے کہ ایک راستہ کھل جائے اور راستہ وہ ہے کہ اس کے آگے بادشاہ ملے۔

مطلب یہ کہ اصل فکر تو وہ ہے کہ جس سے راہ حق روشن ہو جائے اور راستہ مل جائے کہ جس پر چلنے سے حق تعالیٰ مل جائیں اور وہ راستہ ہے جس کو قرآن شریف میں صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ارشاد ہے ان ربی علیٰ صراط مستقیم کہ صراط مستقیم پر چلنے سے حق تعالیٰ ملتے ہیں اس آیت کی بھی تفسیر سہل اور قریب ہے تو اصل تو وہی فکر اور وہی کسب اور وہی طلب ہے کہ جس سے وصول الی اللہ حاصل ہو اور جب یہ نہیں تو وہ کچھ بھی نہیں جیسے

کہ کسب دنیاوغیرہ کہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ اس سے دین کا کوئی فائدہ ہی نہیں اور معتبر وہی ہے کہ جس میں فائدہ دین کا ہو آگے فرماتے ہیں کہ

شاہ آن الخ ۔ یعنی بادشاہ تو وہ ہوتا ہے جو کہ خواد بادشاہ ہو نہ کہ خزانوں اور موتیوں کی وجہ سے بادشاہ ہو۔ شعر بالا میں بادشاہ سے مراد حضرت حق ہے اور اس میں مراد شاہ صاحب یعنی حضرات اولیاء اللہ ہیں مطلب یہ کہ جو کسی کے بنائے بادشاہ ہیں کہ جب تک وہ ہیں اس وقت تک یہ بادشاہ بھی ہیں اور جب وہ نہیں تو یہ بھی نہیں تو یہ بادشاہ ہی کیا ہوئے جیسے کہ بادشاہ دنیا کہ اگر ان کے پاس فوج پلٹن وغیرہ ہے تو وہ بادشاہ ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں تو یہ اصل میں بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ بادشاہ وہ ہیں جن کو ان چیزوں کی پرواہ نہ ہو بلکہ وہ مستقل بادشاہ ہوں جیسے کہ حضرات اولیاء اللہ کہ ان کے تمام عالم تابع ہوتا ہے اور یہ کوئی دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لو کہ جس طرح مخلوق ان حضرات کے تابع ہے ان شاہان دنیا کے اس طرح کہیں بھی تابع نہیں ہے۔

تابماند الخ ۔ یعنی یہاں تک کہ ان کی بادشاہی ہمیشہ رہتی ہے مثل عزت اور ملک اور دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

تا قیامت الخ ۔ یعنی قیامت تک حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کو زوال نہیں ہے اور آپ کے ملک سے نظر بد دور کی گئی ہے چونکہ نظر بد کمال کی وجہ سے لگا کرتی ہے کہ جہاں کمال ہوتا ہے وہیں نظر بد بھی لگتی ہے اس لئے نظر بد کو ہی عین الکمال کہنے لگے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی بادشاہی وہ ہوتی ہے کہ اس کو کبھی زوال ہی نہیں ہوتا جیسے کہ دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک زوال نہیں ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے کہ حضرات اولیاء اللہ کی بادشاہی بے شک لازوال ہوتی ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک اصلی بادشاہی حضرات اہل اللہ ہی کی ہے۔

کرامات سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہمؒ آمدست	کوز راہے برلب دریا نشست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے	کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے
دلق خودمی دوخت آں سلطان جاں	یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے	اچانک اس جگہ ایک سردار آ گیا
آں امیر از بندگان شیخ بود	شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا	اس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

شکل دیگر گشت خلق و خلق او	خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او
اس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی	شیخ اور ان کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا
کو رہا کرد آنچناں ملک شگرف	برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
کہ انہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی	اس فقیر کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے
ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را	می زند بر دلق سوزن چوں گدا
انہوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند	چوں گدا بر دلق سوزن می زند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
شیخ واقف گشت از اندیشہ اش	شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش
اس کے (اس) خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے	شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اس کے جنگل ہیں
چوں رجا و خوف در دلہا رواں	نیست مخفی بروے اسرار نہاں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے	اس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں
دل نگہدارید اے بے حاصلاں	در حضور حضرت صاحب دلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو	اہل دل کی مجلس کی حاضری میں
پیش اہل تن ادب بر ظاہر ست	کہ خدا از ایشاں نہاں را ساتر ست
اہل ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے	کیونکہ خدا ان سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے
پیش اہل دل ادب بر باطن ست	زانکہ دل شاں بر سرائر فاطن ست
اہل دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے	کیونکہ ان کا دل باطنی احوال پر نکلنے والا ہے
تو بعکسے پیش کوراں بہر جاہ	با حضور آئی نشینی پائگاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر	حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے
پیش بینایاں کنی ترک ادب	نار شہوت را ازاں گشتی حطب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے	اسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے
چوں نداری فطنت و نور ہدیٰ	بہر کوراں روی را میزن جلا
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے	اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیش بینایاں حدث برروئ مال	ناز کم کن باچنیں گندیدہ حال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے	اس گندی حالت پر فخر نہ کر
شیخ سوزن زود در دریا فگند	خواست سوزن را بآواز بلند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی	(پھر) زور سے سوئی مانگی
صد ہزاراں ماہیئ اللٰہیے	سوزن زر برلب ہر ماہیئے
لاکھوں خدائی مچھلیاں	ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے
سوزن زریں دراں دندان او	کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے ہو
سونے کی سوئی اس کے دانتوں میں	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
سر برآورد ند از دریائے حق	کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے اُنہوں نے سر اُبھارا	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
گفت الٰہی سوزن خود خواستم	وادہ از فضلت نشان راستم
اس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے	اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے
ماہیئے دیگر برآمد در زماں	سوزن او را گرفتہ دردہاں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی	ان کی سوئی منہ میں لئے ہوئے
روبدو کردو بگفتش اے امیر	ملک دل بہ یاچناں ملک حقیر
اس کی طرف رخ کیا اور کہا' اے سردار!	دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت
ایں نشان ظاہرست ایں ہیچ نیست	باطنے جوی و بظاہر برمایست
یہ ظاہر کی نشانی ہے' اور یہ کچھ نہیں ہے	باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر
سوئے شہر از باغ شاخے آورند	باغ و بستاں را کجا آنجا برند
شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں	باغ اور بستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں
خاصہ باغے کاں فلک یک برگ اوست	بلکہ آں مغزست وایں عالم چو پوست
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتہ ہے	بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے
برنمیداری سوئے آں باغ گام	بوی افزوں جوی وکن دفع زکام
(اگر) تو اس باغ کی طرف قدم نہیں اٹھاتا ہے	تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تا کہ آں بو جاذب جانت شود	تا کہ آں بو نور چشمانت شود
تا کہ وہ خوشبو تیری روح کی کشش کا سبب بن جائے	تا کہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے
تا کہ آں بوسوئے بستانت کشد	وانماید مرترا راہ رشد
تا کہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے	تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے
چشم نابینات را بینا کند	سینہ ات را سینۂ سینا کند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے	تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنا دے
گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی	بہر بوالقوا علیٰ وجہ ابی
(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا	خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو
بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات	دائماً قرة عینی فی الصلوٰة
اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا	ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے
پنج حس در ہمدگر پیوستہ اند	رستہ ایں ہر پنج از اصل بلند
پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں	ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اگے ہیں
قوت یک قوت باقی شود	ماںقی را ہر یکے ساقی بود
ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے	باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے
دیدن دیدہ فزاید عشق را	عشق در دیدہ فزاید صدق را
آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے	عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے
صدق بیداری ہر حس می شود	حس ہارا ذوق مونس می شود
صدق، ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے	حواس کے لئے ذوق، دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدن حواس عارف بنور غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے بانور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در روش بکشاد بند	ماںقی حس ہا ہمہ مبدل شوند
جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا	باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حس غیر محسوسات دید	گشت غیبے بر ہمہ حس ہا پدید
جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا	تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے
چوں ز جو جست از گلہ یک گوسفند	پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند
جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے	تو سب پے در پے اس جانب کود جاتی ہیں
گوسفندان حواست رابراں	در چرا از اخرج المرعیٰ چراں
تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک	اخراج المرعیٰ کی چراگاہ میں چرا
تا در آنجا سنبل وریحاں چرند	تا بہ گلزار حقائق رہ برند
تا کہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں	تا کہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں
ہر حست پیغمبر حس ہا شود	تا یکا یک سوئے آں جنت رود
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے	تا کہ فوراً اس جنت کی طرف چلی جائے

شرح حبیبی

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ وہ ایک راستہ میں لب دریا پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ اتفاقاً وہاں ایک امیر آ پہنچا اور وہ امیر شیخ علیہ الرحمۃ کے غلاموں میں سے تھا لہٰذا اس نے حضرت شیخ کو پہچانا اور آداب شاہی بجالایا چونکہ حضرت شیخ کی نہ وہ شکل وصورت رہی تھی اور نہ وہ مزاج لہٰذا وہ شیخ اور ان کی گدڑی کو دیکھ کر متحیر ہوگیا کہ اللہ یہ وہی بادشاہ ہیں جنہوں نے ایسا عجیب ملک چھوڑا اور فقر اور گوشۂ تاریک کو اختیار کیا اور سلطنت ہفت اقلیم کو کھو کر فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔ حضرت شیخ ان کے اس خطرہ پر مطلع ہوئے کیونکہ وہ ایک شیر ہیں اور قلوب ان کا جنگل ہیں جس طرح شیر اپنے بیشہ سے واقف ہوتا ہے یوں ہی شیخ بھی احیاناً باعلام حق سبحانہ اسرار قلوب سے واقف ہو جاتے ہیں اور خوف وامید کی طرح دلوں کی سیر کرتے ہیں لہٰذا ان پر ایسی حالت میں اسرار خفیہ مخفی نہیں رہتے لیکن یہ حالت دائمی نہیں ہوتی۔ پس اے لوگو تم اہل دل کے حضور میں اپنے دلوں کا خیال رکھا کرو کہ ان میں خیالات فاسدہ نہ آنے پائیں کیونکہ تن پرور لوگوں کے سامنے تو اصلاح ظاہر کی ضرورت ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اسرار کو ان پر مخفی رکھا ہے اور اہل باطن کے سامنے اصلاح باطن ضروری ہے کیونکہ ان کے قلوب اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں ہونا تو یہ چاہیے مگر اس کے برعکس تم اندھوں کے سامنے تو بحضور دل آتے ہو اور پائیتیوں بیٹھتے ہو اور بیناؤں کے سامنے ادب ترک کرتے ہو۔ اسی لئے آتش ہویٰ کا ایندھن بن گئے ہو اور تمہاری ہوا وخواہشات نفسانیہ ترقی پر ہیں جب تمہارے اندر زیرکی اور نور ہدایت نہیں ہے بلکہ تم کو دن

اور ظلمات نفسانیہ میں مبتلا ہو تو تمہارا فرض یہ ہے کہ اندھوں کے لئے تو ظاہر کو آراستہ کرو اور بیناؤں کے سامنے اپنے عیوب ظاہر کرو۔ اس گندہ حالت پر تم کو ناز زیبا نہیں ہے۔ خیر شیخ نے سوئی دریا میں پھینک دی اور بلند آواز سے سوئی مانگی لاکھوں خدا کی مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں اور دانتوں میں لئے ہوئے دریائے جود حق سبحانہ سے یا دریائے مخلوق حق سبحانہ سے یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ اے شیخ حق سبحانہ کی عطا کردہ سوئیاں لیجئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ میں نے تو اپنی سوئی مانگی تھی اپنے فضل سے مجھے اس کا صحیح پتہ دے دیجئے۔ اس پر فوراً ہی ایک اور مچھلی سوئی منہ میں لئے ہوئے نکلی۔ شیخ اس امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے امیر بتلاؤ ملک دل بہتر ہے یا وہ معمولی ملک۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ملک دل کی ایک ظاہری نشانی ہے جو عوام کے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی قابل وقعت شے نہیں ہے تم اس پر قناعت نہ کرنا بلکہ کمالات باطنی معرفت حق سبحانہ رضا۔ تسلیم وغیرہ وغیرہ تلاش کرنا۔ نشان ظاہری تو ایک نمونہ ہے اس سلطنت کا جو دکھلانے کے لئے ہے ورنہ وہ سلطنت تو دوسری ہی چیز ہے اب تم اس سلطنت کو ایک باغ فرض کرو اور سمجھو کہ جس طرح باغ کو لوگوں کے دکھلانے کے لئے شہر میں نہیں لا سکتے بلکہ اس کی شاخ وغیرہ لاتے ہیں یوں ہی عوام کو وہ سلطنت نہیں دکھلا سکتے بلکہ اس کی شاخ یعنی کشف وکرامات دکھلائی جاسکتی ہیں کیونکہ جب یہ باغ اس قابل نہیں کہ شہر میں لا کر لوگوں کو دکھلایا جاسکے تو وہ باغ جس کے سامنے آسمان پتے کی طرح بے حقیقت بلکہ اس مغز کے مقابلہ میں پوست ہے کیونکر دکھلایا جاسکتا ہے ارے تو اس باغ کی طرف قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ اپنے دماغ سے زکام دور کر اور ترک معاصی سے قوت شامہ باطنیہ کی اصلاح کر اور سونگھنے کی قوت بڑھا اور اپنے اندر ذوق وشوق پیدا کر تاکہ یہ بو تیری جان کو اس طرف کھینچے اور وہ بو تیری آنکھوں کو منور کر دے اور تاکہ وہ بو تجھے اس باغ کی جانب کھینچے اور تجھے راہ ہدایت دکھلائے۔ تیری نابینا آنکھوں کو روشن کرے اور نور بصیرت بخشے اور نور حق سبحانہ سے تیرے سینہ کو کوہ طور کی سینہ کی طرح منور کر دے تم کو متعجب نہ ہونا چاہیے کہ بو کو آنکھوں کے روشن کرنے سے کیا علاقہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کا انکار ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا کرتہ میرے ابا جان کے منہ پر ڈال دینا کہ وہ اس سے میری بو سونگھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بینا ہو گئے تھے۔ نیز چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اسی بو کو سونگھتے تھے اسی لئے فرماتے تھے کہ نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ بو کا اثر آنکھوں تک پہنچتا ہے راز اس کا یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ قلب روح زجاجی۔ سر خفی۔ اخفی سب کو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق ہے اور ایک ہی اصل معنی روح سراجی اور روح اعظم سے نکلے ہیں۔ اگرچہ آثار میں اختلاف ہے کہ قلب کی غذا ذکر ہے اور روح کی غذا حضوری سر کی غذا مکاشفہ اور خفی کی غذا شہود وفنا اور اخفی کی غذا افناء الفنا ہے لیکن ہر ایک کی غذا دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بنتی ہے اور ہر ایک ماقبی کو سیراب کرتی ہے اس کو یوں سمجھو کہ آنکھ کا کام دیکھنا ہے لیکن اس سے دل پر اثر پڑتا ہے اور محبت بڑھتی ہے یہ تو آنکھ کا اثر دل پر

تھا ب دل کا اثر آنکھ پر سنو وہ یہ کہ عشق آنکھ کے اندر صدق نظر بڑھاتا ہے اور وہ صدق تمام حواس کی بیداری کا سبب بن جاتا ہے اور سب کے اندر ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ غرض جب ایک حس سے قید تعطل اٹھ جاتی ہے تو تمام حواس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی جب ایک لطیفہ غیر محسوسات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے تو تمام لطائف پر امور غیبیہ منکشف ہونے لگتے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے ایک بھیڑ کول پر کود جائے تو تمام بھیڑیں ایک ایک کر کے اس طرف کود جائیں گی جبکہ یہ لطائف پنجگانہ بھیڑیں ہیں تو ان کو ہانک لے چل اور اخرج المرعے یعنی غذا روحانی کی چراگاہ میں چراتا کہ یہ وہاں غذا روحانی کا سنبل وریحان چریں اور حقائق ومعارف کے باغیچہ میں پہنچ جائیں اور تمہاری ہر حس مثل پیغمبر کے ان حواس کو اس جنت حقائق ومعارف میں پہنچا دے۔

حضرت ابراہیمؒ ابن ادہم کی کرامات لب دریا پر

شرح شبّیری

ہم ز ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابرہیم ابن ادہمؒ سے مروی ہے کہ وہ راستہ میں لب دریا بیٹھ گئے تھے۔

دلق خود الخ۔ یعنی وہ بادشاہ معنوی اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ اتنے میں ناگاہ ایک امیر آ گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا تو اس نے شیخ کو پہچانا اور جلدی سے تعظیم بجالایا چونکہ شیخ پہلے بادشاہ تھے اس لئے اس زمانہ کا کوئی غلام تھا وہ اس وقت اس حالت میں شیخ سے ملا۔

شکل دیگر الخ۔ یعنی حضرت کے اخلاق اور صوت سب دوسری طرح کی ہوگئی تھیں تو وہ امیر شیخ میں اور ان کی گدڑی میں حیران رہ گیا اور سوچا کہ

کورہا الخ۔ یعنی کہ انہوں نے ایسا ملک عظیم چھوڑ دیا اور اس فقر کو ان باریک حروف کو قبول کر لیا۔ اس حالت شاہی کو حروف جلی سے تشبیہ دے کر اس فقر کی حالت کو حروف باریک سے تشبیہ دی مقصود یہ ہے کہ اس امارت کو چھوڑ کر انہوں نے یہ حالت اختیار کر لی ہے۔ بس امیر کو افسوس ہوا۔

ترک کرد الخ۔ یعنی انہوں نے ہفت اقلیم کی سلطنت کو ترک کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔

ملک الخ۔ یعنی ملک ہفت اقلیم کو ضائع کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

شیخ واقف الخ۔ یعنی شیخ اس کے اس وسوسہ پر مطلع ہوئے (مولاناؒ فرماتے ہیں کہ) شیخ شیر کی طرح ہے اور قلوب جنگل کی طرح ہیں تو جس طرح شیر کو اپنے جنگل کی خبر ہوتی ہے کہ یہاں پانی ہے یہاں شکار ہے اور یہاں درخت ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح احیاناً اولیاء اللہ کو بھی اسرار وساوس قلوب پر حق تعالیٰ کے مطلع کرنے سے اطلاع ہو جاتی ہے۔

چون الخ۔ یعنی رجا و خوف کی طرح وہ قلوب میں دواں ہوتے ہیں اور ان سے (احیاناً) اسرار پوشیدہ مخفی نہیں

رہتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ انسان کے دل میں خوف ورجاوغیرہ سرایت کر جاتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ حق تعالیٰ ان حضرات کو بھی اسرارقلوب کی اطلاع فرمادیتے ہیں تو جب یہ بات ہے تو آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

دل نگہدارید الخ۔ یعنی اے بے حاصلو صاحب دلوں کی درگاہ میں دل کی حفاظت کیا کرو۔ مطلب یہ کہ جب احیاناً امور مخفیہ پراطلاع ہوجاتی ہے اوراسرارقلوب معلوم ہوجاتے ہیں تو چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں جاکر قلوب کوخیالات فاسدہ مثل معاصی وغیرہ کے خیالات سے پاک رکھواوران حضرات کی خدمت میں بیٹھ کرخود ایسے خیالات کوسوچومت ہاں اگر وسوسہ کے درجہ میں آئیں تو وہ مضر بھی نہیں۔ اس لئے کہ جس درجہ کا خیال ہوتا ہے ان حضرات کوویسا ہی مکشوف بھی ہوتا ہے اگر وسوسہ کے درجہ میں نہیں ہے تو ایسا ہی مکشوف ہوگا اور اگر خود سوچتا ہے تو ویسا معلوم ہوگا خوب یادرکھو لہٰذا ان حضرات کی خدمت میں قلب کی حفاظت کیا کرو آگے فرماتے ہیں کہ

پیش اہل الخ۔ یعنی اہل ظاہر کے سامنے تو ادب صرف ظاہری ہی ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان سے (مخفیات کو) چھپانیوالا اور پوشیدہ رکھنے والا ہے۔ مصرعہ ثانی میں یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ان سے پوشیدہ رکھتا ہے اس پر دال ہے کہ اہل دل کو بھی جو معلوم ہوتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کے بتلانے سے ہی معلوم ہوتے ہیں ان کوخود اس قدر قدرت نہیں ہے کہ معلوم کرسکیں بلکہ جب حق تعالیٰ چاہیں مطلع فرمائیں۔

پیش الخ۔ یعنی اہل دل کے سامنے ادب باطن پر ہے اس لئے کہ ان کا دل مخفی امور کو تاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات کو بعض مرتبہ امور مخفیہ پر اطلاع بھی ہوجاتی ہے اس لئے چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں آداب باطنی کالحاظ رکھیں۔

تو بعکسی الخ۔ یعنی تو اس کے برعکس ہے کہ اندھوں کے سامنے جاہ کی وجہ سے باحضور (قلب) آتا ہے اور پست جگہ بیٹھ جاتا ہے۔

پیش بینایان الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ترک ادب کرتے ہوتو اسی لئے تم نار شہوت کے ایندھن بن رہے ہو۔

چون نداری الخ۔ یعنی جبکہ تم زیرکی اور نور ہدا نہیں رکھتے تو اندھوں کیلئے تو اپنے چہرہ کو جلادو۔

پیش الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ناپاکی منہ کومل لواور اس گندہ حالی کے ہوتے ہوئے ناز کم کرو مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے اندر نور ہدا اور وہ فطانت نہیں ہے تو تم یہ کرو کہ اہل ظاہر کے سامنے تو خوب اچھی طرح رہواوراپنے عیوب کو بھی پوشیدہ رکھو ہاں تکبر مت کرو۔ اور اہل اللہ کے سامنے آکر اپنے عیوب کو ظاہر کرو اور عجز وانکسار اختیار کرو۔ کہ یہ تمہارا علاج کردیں گے اور اندر تو گندگی بھری ہے اب کیا منہ لے کرتم ناز کرتے ہو اور شیخی بگھارتے ہو ہاں جو اندھے ہیں ان کے سامنے بیشک تمہاری یہ شیخی چل جائے گی مگر جو اندھے نہیں وہ تو دیکھ لیں گے اس سے بہتر ہے کہ خود ظاہر کرکے ان سے اس کا علاج ہی دریافت کرلو۔ آگے شیخ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب ان کو امیر کے اس وسوسہ پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ کیا کہ

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور پھر (حق تعالیٰ سے) باآواز بلند اپنی سوئی مانگی یعنی دعا کی۔ کہ یاالٰہی میری سوئی دے دیجئے۔

صد ہزاراں الخ۔ یعنی لاکھوں اللہ کی مچھلیوں نے کہ ہر مچھلی ایک سونے کی سوئی منہ میں لئے تھی۔

سربرآوردند الخ۔ یعنی انہوں نے حق تعالیٰ کے دریا سے سر نکالا (اور کہا) کہ اے شیخ یہ حق تعالیٰ کی سوئیاں لے لیجئے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے اللہ میں نے اپنی وہی سوئی مانگی تھی اور آپ نے اپنے فضل سے نشان راست مجھے دیدیا ہے مطلب یہ کہ آپ کے فضل کی یہ علامت ہے کہ ایک کے بدلہ میں اس قدر ملتی ہیں مگر مجھے تو میری وہی سوئی عنایت فرمادیجئے۔

ماہیے دیگر الخ۔ یعنی ایک اور مچھلی اسی وقت نکلی اور ان کی وہی سوئی منہ میں لئے ہوئے تھی۔

روبدو کرد الخ۔ یعنی اس امیر کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اے امیر ملک دل بہتر ہے یا یہ ملک حقیر (بہتر ہے) اب چونکہ مولانا تو محقق اور کامل ہیں اس لئے ایک شبہ کا آگے ازالہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ عوام کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہی بزرگی کی بھی علامت ہے اور بے اس کے بزرگ ہی نہیں ہوتا اس لئے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

این نشان الخ۔ یعنی یہ تو ایک ظاہری نشانی ہے یہ کچھ نہیں ہے باطن کو تلاش کرو اور ظاہر پر مت کھڑے ہو مطلب یہ کہ کرامت وغیرہ توان حضرات کے کمال کی ایک ظاہری نشانی ہے ورنہ کہیں باطنی کمالات کو یہ تھوڑا ہی پہنچ سکتا ہے تو ان ظاہری باتوں پر مت جاؤ بلکہ دولت باطنی کو حاصل کرو۔ آگے اس کی ایک مثال ہے اور خوب ہے فرماتے ہیں کہ

سوئے شہر از الخ۔ یعنی شہر میں باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں کیونکہ باغ و بستان کو وہاں کہاں لے جائیں مطلب یہ کہ دیکھو باغ میں سے شہر میں ایک پھول یا ایک پھل وغیرہ لاتے ہیں کہ جس سے کہ دوسرے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس باغ کا یہ پھل پھول ہے وہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح عالم غیب کے جو کمالات ہیں یہ کرامات وغیرہ ان میں سے ایک پھل پھول ہے اس سے دیکھ لو کہ وہ اصل کیا کچھ ہوگا ورنہ کوئی سارے باغ کو لا کر تھوڑا ہی سامنے رکھتا ہے تو جب اس باغ دنیا کو ساری کو کوئی لا کر نہیں دکھا سکتا تو بھلا اس باغ عالم غیب کو تو سارے کو کون دکھا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاصہ باغے الخ۔ یعنی خاص کر وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتا ہے بلکہ وہ مغز ہے اور یہ جہان مثل پوست کے ہے پھر اس کو پورے کو کون دکھا سکتا ہے۔

برنمی داری الخ۔ یعنی تم اس باغ کی طرف قدم نہیں رکھ سکتے ہو تو اس کی بوئے افزوں ہی کو تلاش کرو اور زکام کو دفع کرو۔ مطلب یہ کہ کچھ تھوڑی سی اس سے حاصل کرلو اور ان موانع نفس و شیطان کو دفع کرو اگر کچھ بو بھی اس سے مل گئی تو یہ ہوگا کہ

تاکہ الخ۔ یعنی تاکہ وہ بو تمہاری جان کو اس طرف جاذب ہو جائے اور تاکہ وہ بو تمہاری آنکھوں کا نور ہو

جائے اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ دیکھو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کے پراہن کی خوشبو سے کھل گئی تھیں اسی طرح تم کو بھی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ بوتم کو اس بستان کی طرف کھینچے اور تم کو ہدایت کی راہ دکھادے۔

چشم نابینات الخ۔ یعنی تیری چشم نابینا کو بینا کر دے اور تیرے سینہ کو سینہ کوہ سینا (کی طرح تجلی گاہ حق) کر دے۔

گفت یوسف الخ۔ یعنی حضرت یوسف بن یعقوب نبی علیہما السلام نے بو ہی کے لئے فرمایا تھا کہ القوا علی وجہ ابی۔ تو دیکھو وہ بوئے پیراہن ہی بصیرت کے حصول کا سبب ہوگئی اسی طرح اگر تم اس بستان حقیقی سے کچھ بو بھی حاصل کر لو گے تو تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

بہر این الخ۔ یعنی حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصائح میں اسی بو کے لئے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمیشہ نماز میں ہے چونکہ اوپر عالم غیب کو بستان سے تشبیہ دی ہے کہ اس باغ سے بو ہی حاصل کر لو اب فرماتے ہیں کہ دیکھو حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے تو یہ بھی اسی بو کا اثر ہے جو کہ عالم غیب سے حاصل ہوئی تھی تو دیکھو اس بو کا اثر آنکھ میں پہنچتا ہے چونکہ یہاں معلوم ہوا کہ شامہ سے اثر آنکھوں تک بھی پہنچتا ہے اس لئے آگے قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

پنج حس الخ۔ یعنی پانچوں حسیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور یہ پانچوں اس اصل بلند سے اُگی ہیں۔ پنج حس سے مراد لطائف لئے جائیں تو بہتر ہے اور اگرچہ لطائف ستہ ہیں مگر نفس کو بعض نے تابع روح کے کہا ہے اس لئے اصل پانچ ہی ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو اوپر یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک حس سے دوسری میں اثر پہنچتا ہے جیسا کہ شامہ سے باصرہ میں پہنچا مگر لطائف کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے کہ اگر ایک لطیفہ کو صاف کر لیا جائے تو اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی صاف ہو جاتے ہیں یہ ایک مرتبہ پہلے ہی بیان کیا ہے کہ انسان میں لطیفے ہیں جن کا نام قلب۔ روح۔ نفس۔ سر۔ خفی۔ اخفی ہے اس میں سے نفس کو روح کے تابع کیا ہے اس لئے پانچ رہ گئے اور ان کے اثر بھی مختلف ہیں مثلاً غذا قلب کی ذکر ہے اور غذا روح کی حضوری ہے اور غذا سر کی مکاشفہ اور غذا خفی کی شہود وفنا اور غذا اخفی کی فناء الفناء ہے تو حضرات نقشبندیہ میں تو یہ فائدہ ہے کہ وہ حضرات ان لطیفوں کو صاف کراتے ہیں کہ اول ایک کی مشق کراتے ہیں پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی جس کا نتیجہ بعض کے لئے پریشان اور حیرت ہو جاتا ہے کہ وہ احاطہ تو کر نہیں سکتا بس پریشان ہو جاتا ہے خدانخواستہ اس سے مقصود طریق پر طعن نہیں ہے بلکہ بعض کی حالت کا بیان ہے اور ہمارے حضرت کی یہ تحقیق ہے کہ صرف ایک کو صاف کر لیا جائے اس سے اور دوسرے بھی صاف ہو جائیں گے اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہیے کہ توجہ قلب کی طرف رکھے کہ اس کی درستی سے اور دیگر لطائف بھی درست ہو جائیں گے اور اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت

فسد الجسد کلہ الا وہی القلب تو دیکھو قلب کی درستی سے اور اعضاء کی درستی ہوتی ہے تو اسی طرح اس لطیفہ کے صاف ہونے سے دوسرے لطائف خود بخود صاف ہو جاتے ہیں بس اس کی صفائی میں کمال اور رسوخ پیدا کرنا چاہیے۔ اسی کو مولانا بھی فرما رہے ہیں کہ اگر ایک کو درست کرلو گے تو چونکہ سب اعضاء کا تعلق ایک دوسرے سے ہے تو ایک کی درستی سے اور بھی درست ہو جائیں گے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

قوت الخ۔ یعنی ایک کی قوت دوسرے کے لئے قوت ہو جاتی ہے اور باقیوں کے لئے یہ ایک ساقی بن جاتا ہے۔ یعنی اسی سے دوسروں میں بھی صفائی اور جلا پہنچتی ہے۔

دیدن دیدہ الخ۔ یعنی آنکھ کا دیکھنا تو عشق کو بڑھاتا ہے اور آنکھ میں عشق ہونا صدق کو بڑھاتا ہے۔

صدق الخ۔ یعنی صدق حس کی بیداری ہو جاتی ہے اور ذوق حواس کے لئے مونس ہو جاتا ہے اور یہ صدق ہی نسبت راسخہ ہے تو معلوم ہوا کہ نسبت راسخہ کے پیدا کرنے کے لئے اول عشق کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ سے عشق ہو جائے تب نسبت راسخہ پیدا ہوگی اور عشق ہوتا ہے کثرت ذکر سے دیکھو جس چیز کو اکثر یاد کرو گے اس سے محبت بڑھ جائے گی تو اصل میں اول کثرت ذکر ہوا کہ اسی سے بتدریج نسبت راسخہ اور ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے آگے ان حواس باطنیہ میں سے ایک کے منور ہونے سے دوسروں کے منور ہو جانے کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور غیب میں سے عارف کے حواس کے منور ہو جانے کے بیان کا شروع

چون الخ۔ یعنی جبکہ ایک حس نے چلنے میں بند کو کھول دیا تو باقی حواس بھی سب بدل جاتے ہیں۔

چون یکے۔ یعنی جب ایک حس نے غیر محسوسات کو دیکھا تو تمام حواس پر غیبی اشیاء ظاہر ہوگئیں۔ مطلب وہی کہ اگر ایک حس باطنی بھی درست ہوگئی تو اس سے اور سب بھی درست ہو جائیں گی آگے ایک بہت ہی نفیس مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ گلہ میں سے ایک بھیڑ کول پر سے کود جائے تو پیچھے پیچھے ساری اسی طرف کو کود جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر ایک حس درست ہوگئی تو دیگر حواس بھی اسی طرح منور ہو جاتے ہیں گویا کہ حواس باطنی کی بھیڑا چال ہے کہ جدھر ایک ادھر سب اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر قلب درست ہے تو اور سب بھی درست ہیں تو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی تحقیق کہ سالک کو توجہ قلب کی طرف کرنی چاہیے اور ذکر بھی قلب ہی سے کرنا چاہیے پوری طرح ثابت ہوگئی آگے فرماتے ہیں کہ

گوسفنداں لخ۔ یعنی اپنے حواس کی بھیڑوں کو ہانک چراگاہ میں اخرج المرعٰی سے نکال دے۔ اخرج المرعٰی سے مراد یہ دنیا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے والذی اخرج المرعٰی اور اس سے یہ مرعٰی

دنیا ہی کا مراد ہے تو یہاں بھی یہی مراد ہے کہ اس دنیا سے ان حواس کو علیحدہ کرے اور اس کی محبت کو ان سے نکال دے کہ اسی سے ان میں کمال پیدا ہو جائے گا۔

تا در آنجا الخ۔ یعنی تا کہ وہاں سنبل اور ریحان چریں اور تا کہ گلزار حقائق میں راستہ لے جائیں۔

ہر حست الخ۔ یعنی تیری ہر حس دوسرے حواس کے لئے پیغمبر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ یکا یک اس جنت کی طرف دوڑ جائے گی مطلب یہ ہے کہ اگر اس دنیا کے تعلقات اور محبت سے حواس باطنی کو الگ کر لو گے تو عالم غیب سے حقائق و معارف حاصل ہوں گے اور جس طرح کہ پیغمبروں کا کام ہدایت کا ہوتا ہے اور یہ حضرات ہدایت کر کے سب کو پکڑ پکڑ کر جنت میں بھر دیتے ہیں اسی طرح ایک حس کے درست ہونے سے وہ حس دوسرے حواس کو بھی ہدایت کر کے درست کر دے گی اور جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

حس ہا باحس تو گویند راز	بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے	بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے
کیں حقیقت قابل تاویلہاست	ویں توہم مایۂ تخییلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے	اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے
آں حقیقت را کہ باشد از عیاں	ہیچ تاویلے نگنجد درمیاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو	اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے
چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد	مر فلکہا را نباشد از تو بد
جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی	تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں
چونکہ دعویٰ میرود در ملک پوست	مغز آں را کہ بود قشر آن اوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے	مغز جس کی ملکیت ہو گا' چھلکا اسی کی ملکیت ہوگا
چوں تنازع در فتد در تنگ کاہ	دانہ آن کیست آں را کن نگاہ
جب گھاس کے گٹھر میں جھگڑا ہو	دانہ کس کا ہے اس کو دیکھ لے
پس فلک قشرست و نور روح مغز	ایں پدیدست آں خفی زیں رو ملغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے	یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا
جسم ظاہر روح مخفی آمدست	جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے	جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بود	حس بسوئے روح زوتر رہ برد
پھر عقل، روح سے زیادہ پوشیدہ ہے	حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے
جنبشے بینی بدانی زندہ است	ایں ندانی توز عقل آگندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے	تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے
تا کہ جنبشہائے موزوں سر کند	جنبش مس را بدانش زر کند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے	تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے
زاں مناسب آمدن افعال دست	فہم آید مرترا کہ عقل ہست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے	تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے
روح وحی از عقل پنہاں تر بود	زانکہ او غیب ست واوزاں سر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے	اس لئے کہ وہ عالم غیب سے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے
عقل احمدؐ از کسے پنہاں نشد	روح وحیش مدرک ہر جاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی	ان کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی
روح وحیی را مناسبہاست نیز	در نیابد عقل کاں آمد عزیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں	عقل ان کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں
گہ جنوں بیند گہے حیراں شود	زانکہ موقوف ست تا او آں شود
(عقل) کبھی ان آثار (کو) جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے	کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل) وہ (وحی کی استعداد) بن جائے
چوں مناسبہائے افعال خضرؑ	عقل موسیٰؑ بود دیدش کدر
جیسا کہ (حضرت) خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں	(حضرت) موسیٰؑ کی عقل ان کو دیکھ کر مکدر تھی
نامناسب می نمود افعال او	پیش موسیٰؑ چوں نبودش حال او
ان (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے	(حضرت) موسیٰؑ کیلئے چونکہ (موسیٰؑ) کی حالت ان (خضرؑ) کی طرح نہ تھی
عقل موسیٰؑ چوں بود در غیب بند	عقل موشی خود کیست اے ارجمند
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو	چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

شرح حبیبی

جب تصفیہ لطائف ہو جائے گا تو دیگر حواس تیری حس سے اپنے راز بدوں زبان کے اور بلا الفاظ اور بدوں حقیقت ومجاز کے ظاہر کر دیں گے یعنی مسترشدیں وغیرہ کے لطائف کی حالت پورے طور پر منکشف ہو جائے گی اور ارشاد کے لئے اسی قسم کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اول تو حقیقت بھی تاویل ہے چہ جائیکہ مجاز لہٰذا الفاظ و عبارت مسترشد سے اصلی حالت کا معلوم ہونا دشوار دوسرے تو ہم مسترشد طرح طرح کے خیالات پیدا کر سکتا ہے اور وہ خیالات اس کو مغالطہ دے کر اصلی حالت ظاہر نہ کرنے دیں گے اس لئے بھی اصلی حالت مخفی ہو جائے گی پس وہ حقیقت کشف ہی ہے جو بدوں عارض کے فی نفسہا اصلی حالت کو معاین ومشاہدہ کرتی ہے اور جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں الا بعارض جو کہ نادر ہے اور جبکہ اوروں کے حواس تیری حس کے مسخر ہو گئے تو فلک وغیرہ لامحالہ مسخر ہونگے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مغز میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور پوست کی ملک ابتدائے میں نزاع ہوگا تو فیصلہ یہی ہوگا کہ پوست اسی کی ملک ہے جس کی ملک مغز ہے۔ لہٰذا جب ان کا تسلط مجردات پر مان لیا گیا تو مادیات پر تسلط خود ماننا پڑے گا۔ یا یوں کہو کہ جب دانہ میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور بھوسہ کی ملک ابتدائی میں نزاع ہوگا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کی ملک ہے جس کی ملک دانہ ہوگا اسی کی بھوسہ ہوگا پس افلاک پوست اور بھوسہ ہیں اور نور نور روح مغز اور دانہ ہے تو جس کی روح مسخر ہوگی اسی کے افلاک مسخر ہوں گے۔ (افلاک کے پوست اور کاہ اور روح کے مغز ودانہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح مجرد واشرف ہے اور افلاک مادی واخس لہٰذا وہ مثل مغز ہے اور یہ مثل پوست) یا یوں کہو کہ جسم مثل آستین کے ہے اور جان مثل ہاتھ کے جس طرح آستین تابع ہے ہاتھ کے یوں ہی جسم بھی تابع ہے روح کے۔ اس لئے بھی لازم ہے کہ جب روح پر کسی کا تسلط ہو تو اجسام پر بھی ہو یہاں چونکہ خفاء روح کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے مناسب دیگر امور پر بھی تنبیہ ہو جائے وہ یہ کہ عقل روح سے بھی مخفی ہے کیونکہ روح بہ نسبت عقل کے جلد محسوس ہوتی ہے دیکھو جب کسی جسم کے اندر حرکت محسوس ہوتی ہے تو اس سے اس کی روح کا تو ادراک ہو جاتا ہے مگر عقل کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ تاوقتیکہ اس سے حرکات متناسبہ صادر نہ ہوں۔ اور وہ اپنی حرکات مثل مس کو عقل کے ذریعہ سے زر نہ بنا لے۔ پس جب ہاتھ وغیرہ کے حرکات متناسب ہوں گے اس وقت معلوم ہوسکتا ہے کہ عقل ہے ایک اور شے عقل سے بھی مخفی ہے وہ وحی ہے کیونکہ اس کا تعلق سراسر غیب سے اور وہ صفت ہے حق سبحانہ کی جس کی تلقی کے لئے ضرورت پڑتی ہے کہ خود صاحب وحی کو عالم غیب سے تعلق ہو۔ بخلاف روح وعقل کے کہ ان کو خود عالم شہادت سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے اخفی ہونے کی علامت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے مخفی نہیں تھی مگر روح وحی کا ادراک ہر جان کو نہ ہوا۔ یہ مسلم ہے کہ جس طرح عقل وروح کے لئے مناسبات ہیں جن سے ان کا پتہ چلتا

ہے یوں ہی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر ان کی گراں قدری کے سبب ہر شخص کی عقل کی ان تک رسائی نہیں ہوسکتی اس لئے کبھی وہ اس کو جنون سمجھتا ہے کبھی اس کے افعال کی موزونیت کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے کیونکہ اس کا ادراک موقوف ہے اس پر کہ اس کو اس سے مناسبت تامہ حاصل ہو جائے اور یہ ہے نہیں۔ لہٰذا ادراک نہیں ہوسکتا۔ دیکھو افعال خضر علیہ السلام کے مناسبات کے ادراک سے موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت نہ تھی جو حضرت خضر علیہ السلام کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل مکدر ہوگئی تھی لہٰذا ان کے افعال ان کو نامناسب معلوم ہوتے تھے کیونکہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت تھی جو حضرت خضرؑ کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل امر غیبی ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے تو پھر چوہے کی عقل کیا چیز ہے کہ اسے ادراک کر سکے۔

شرح شبّیری

حسہا الخ۔ یعنی حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے۔ بے زبان کے اور بے حقیقت کے اور بے مجاز کے مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حواس کو درست کر لو گے اور خود کام کے ہو جاؤ گے اور مسند ارشاد پر بیٹھو گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ ملکہ عطا فرمائیں گے کہ تم کو طالبین کی حالت اور ان کی استعداد کا حال معلوم ہو جائے گا اور اس طرح معلوم ہوگا کہ گویا خود انہوں نے ہی تم کو اپنا کچا چٹھا بتا دیا اور یہ جو تم کو معلوم ہوگا۔ یہ بذریعہ کشف کے معلوم ہوگا اور یہ کشف استعدادات ہر شیخ کو ہوتا ہے ہاں وہ کشف مصطلحہ تو ہر کسی کو نہیں ہوتا مگر کشف استعداد سب کو ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ نہ ہو تو کام کس طرح چل سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب بذریعہ کشف کے معلوم ہوگا تو یہ بے زبان اور بے الفاظ کے ہی ہوگا کہ ظاہری زبان اور الفاظ سے کسی نے کچھ نہیں کہا مگر ان کو ساری حالت معلوم ہوگئی چونکہ الفاظ کی دو ہی قسم ہیں ایک حقیقت اور دوسری مجاز اس لئے بے حقیقت اور بے مجاز سے حاصل بے الفاظ ہے۔ یعنی وہ کشف استعداد بلا کسی کے بتائے ہوئے اور بے تعبیر الفاظ ظاہری کے ہوتا ہے اور اگر شیخ کو اس قدر ملکہ اور یہ کشف نہ ہو تو صرف سالک اور طالب کا خود اپنی حالت کو بیان کر دینا ہرگز کافی نہیں ہوسکتا اور اس کو وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو کام میں لگے ہوئے ہیں اس لئے کہ اول تو کوئی بھی اپنی پوری حالت کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر بعض چیز کہ حیرت وغیرہ غالب ہوتی ہے وہ تو اور بھی بیان سے قاصر ہوتے ہیں اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے سالک اپنی جو حالت بیان کر رہا ہے وہ اس کو کچھ سمجھے ہوئے ہے اور اصل میں وہ اور ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہی حالت ایک شخص کے لئے تو موجب ترقی درجات اور دوسرے کے لئے موجب کفر تو یہ فرق تو تفاوت استعدادات ہی سے ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ شیخ کو کشف استعداد سالک ہو اسی کو فرماتے ہیں کہ جب خود تمہارے حواس درست اور کامل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ بصیرت عطا فرمائیں گے کہ جس سے تم کو اوروں کی حالت بھی بالکل صاف طور پر معلوم ہو جایا کرے گی۔ آگے خود بیان

سالک کے ناکافی ہونے کو صراحۃً بیان فرماتے ہیں کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ یہ حقیقت تو قابل تاویلات ہے اور یہ تو ہم مایۂ تخیلات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجاز تو پہلے سے ماول اور منصرف عن الظاہر والحقیقۃ ہے ہی مگر جو حقیقت کو بھی لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کے بیان میں کوئی شبہ شک نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ بھی محل تاویل ہے اس لئے کہ انسان احاطہ کئے ہوئے تو ہے ہی نہیں ممکن ہے کہ جس کو کہ حقیقت سمجھ رہا ہے وہ حقیقت نہ ہو۔ بلکہ وہ معنی اس کے منصرف عن الظاہر ہوں تو پھر یہ بھی حقیقت نہ رہی اور یہ جو سالک کو وہم ہوتا ہے کہ اب یہ حالت ہے اور اب یہ ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ممکن ہے کہ جس کو یہ محمود سمجھ رہا ہے وہ مذموم ہو اور جسکو مذموم سمجھ رہا ہے وہ محمود ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ ان الفاظ ظاہری اور بیان سالک میں ضرور غلطی ہو سکتی ہے بلکہ غالب غلطی ہونا ہے بخلاف اس کشف کے کہ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ جس وقت کہ حواس باطنیہ میں کوئی خرابی نہ ہو اسوقت کشف صحیح ہی ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ کہ اگر وہ صحیح ہوتے ہیں اور کوئی خرابی نہیں ہوتی ان کے احساسات درست ہوتے ہیں اور اگر کوئی خلل ہوتا ہے تو ان کے احساسات بھی درست نہیں ہوتے۔ اسی طرح کشف حواس باطنیہ کا احساس ہے پس اگر حواس درست ہیں تو یہ بھی درست ہے ورنہ نہیں اور یہ بہت ہی کم غلط ہوتا ہے گویا کہ نہیں ہوتا جیسا کہ حواس ظاہرہ کہ وہ اپنے فعل سے بہت ہی کم متخلف ہوتے ہیں تو اگر الفاظ اور زبان سے بیان کیا جائے تو اس میں تو شبہ رہ سکتا ہے مگر کشف میں بہت ہی شاذ و نادر غلطی ہوتی ہے لہٰذا معدوم ہی قرار دی جائے گی تو اس لئے کشف استعدادات ضروری ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ ان ظاہر الفاظ وغیرہ میں شبہ اکثر ہے اور اس میں کم ہے فرماتے ہیں کہ

این حقیقت الخ۔ یعنی یہ حقیقت جو کہ معائنہ سے ہوتی ہے اس کے اندر کوئی تاویل نہیں سماتی۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشف میں تو معائنہ بچشم باطن ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ان حقیقت الفاظ ظاہر میں تو شبہ رہتا ہے مگر اس میں چونکہ دیکھ لیتے ہیں پھر شبہ ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی غلطی ہوتی ہے تو وہ ایسی ہوتی ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ میں بھی بعض مرتبہ ہوتی ہے جیسے کہ ریل میں بیٹھے ہوئے برابر دوسری ریل چلے تو خود اپنی گاڑی چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ کھڑی ہوتی ہے تو دیکھو کس قدر سخت غلطی ہے مگر اس سے حواس کے مدرکات کو کوئی ظنی نہیں کہتا اسی طرح ان حواس کے مدرکات کو بھی کسی اتفاقی غلطی سے ظنی یا غلط نہ کہا جائے گا بلکہ قریب قریب یقین ہی کے کہا جائے گا بلکہ بعض نے تو کشف کو یقینیات میں سے کہا ہے مگر جمہور کا یہی مذہب ہے کہ یقینی نہیں ہے۔ ہاں قریب بہ یقین ہے کہ غلطی شاذ ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمام حواس تمہارے حس کے تابع ہوئے تو افلاک کو بھی تم سے چارہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے حدیث میں ہے کہ جب زمین پر اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی اور افلاک وغیرہ سب برباد ہو جائیں گے اور ذکر کرنے والے اور اللہ کی یاد میں رہنے والے خود اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا ان ہی

کی وجہ سے دوسرے ہوتے ہیں تو جب کہ یہ شخص مسند ارشاد پر ہے تو اسکی وجہ سے بھی حق تعالیٰ کا نام دنیا میں لیا جا رہا ہے لہٰذا افلاک بھی اپنے وجود میں ان کے محتاج ہوئے اگر یہ حضرات نہ ہوں تو ان کا وجود بھی نہیں رہ سکتا تو جس طرح کہ حواس باطنی کوان سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح کوان کو بھی ان سے فائدہ ہے اور وہ بھی ان کے محتاج ہیں آگے اس کو ایک فرضی قصہ سے مثال دیکر واضح فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جب دعوے پوست کے مالک ہونے میں ہو تو مغز جس کی ملک ہے چھلکا بھی اسی کی ملک ہے مطلب یہ کہ اگر دو شخص لڑتے ہوئے آئیں ایک مدعی ہے اور ایک مدعا علیہ اور جھگڑا کسی چیز کے چھلکے میں ہو اس طرح کہ ایک مدعی ہے کہ یہ چھلکا بغیر اس کے ہبہ کئے ہوئے اور بے کسی اور وجہ ملک کے اول پیدائش سے میرا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے اور مغز میں دونوں متفق ہیں کہ مدعا علیہ ہی کا ہے تو فیصلہ یہ ہوگا کہ جسکا مغز ہے اسی کا پوست بھی ہے تو چونکہ قلوب مثل مغز کے ہیں اور یہ اکوان ان کے آگے مثل پوست کے ہیں تو جب قلوب ان حضرات کے تابع ہیں اور ان کے وجود کے محتاج ہیں تو یہ اکوان جو کہ پوست کی طرح ہیں بدرجہ اولیٰ محتاج اور تابع ہوں گے آگے ایک دوسرے فرضی قصہ سے تائید فرماتے ہیں کہ

گر تنازع الخ۔ یعنی اگر ایک بھوسہ کے گٹھے میں جھگڑا پڑے تو دیکھو کہ دانہ کس کا ہے (وہ بھوسہ بھی اسی کا ہے) مطلب یہ کہ دو شخص آئے اور ایک کہتا ہے کہ یہ بھوسہ جبکہ دانہ کے اوپر تھا جب سے ہی میرا ہے بعد میں ہبہ وغیرہ اس نے نہیں کیا بلکہ اصل سے میرا ہی ہے تو بس یہی دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کا ہے یہ بھوسہ بھی اسی کا ہوگا اور یہ ظاہر ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اس پر تفریع کرتے ہیں کہ

پس فلک الخ۔ یعنی پس فلک تو قشر ہے اور نور روح مغز ہے اور یہ (فلک) تو ظاہر ہے اور وہ خفی ہے اس سے لغزش مت کرو۔ مطلب یہ کہ چونکہ فلک اور دیگر اکوان سب ظاہری ہیں اور روح مغز ہے اور مغز کے تابع قشر ہوا کرتا ہے تو جب اصل تابع ہے تو فرع تو بطریق اولی تابع ہوگی اور آپس میں ایک یہ بھی وجہ تشبیہ ہے کہ جس طرح مغز پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح روح افلاک کی نسبت خفی ہے اور جس طرح قشر ظاہر ہوتا ہے افلاک بھی ظاہر ہیں آگے روح اور جسم اور پھر عقل و روح وغیرہ کا آپس میں ایک دوسرے سے خفی ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

جسم ظاہر الخ۔ یعنی جسم تو ظاہر ہے اور روح مخفی آئی ہے اور جسم آستین کی طرح ہے اور جان ہاتھ کی طرح ہے مصرعہ اولی میں تو ایک کا دوسرے سے خفی ہونا بیان کیا ہے اور ثانی میں ایک کا دوسرے کے تابع ہونا بتلایا ہے۔

باز عقل الخ۔ یعنی پھر عقل روح سے بھی زیادہ مخفی ہوتی ہے اسی لئے حس روح کی طرف جلدی راہ لے جاتی ہے یعنی چونکہ روح عقل کی نسبت کر ظاہر ہوتی ہے اس لئے حس روح کا ادراک تو جلدی کر لیتی ہے اور عقل کا ادراک دیر میں ہوتا ہے آگے اس کو واضح فرماتے ہیں کہ

جنبشے بینی الخ۔ یعنی تم جنبش دیکھتے ہو اور جان لیتے ہو کہ زندہ ہے اور یہ نہیں جانتے کہ وہ عقل سے بھی پُر ہے۔

مطلب یہ کہ دیکھو اگر کسی کو پڑا ہوا دیکھو تو وہ اگر ذرا بھی جنبش کرے معلوم ہو جائے کہ اس میں روح موجود ہے مگر یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آیا مجنوں ہے یا عاقل ہے یا کم عقل ہے تو دیکھو روح کا ادراک تو ہو گیا مگر عقل کا نہ ہوا تو روح سے عقل زیادہ مخفی ہوئی عقل کا ادراک اس وقت ہو گا جبکہ اس شخص سے حرکات موزوں موافق عقل سرزد ہوں اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ جنبشہائے الخ۔ یعنی یہاں تک کہ موزوں حرکات صادر کرے اور حرکت مس کو عقل سے سونا کر دے۔ مطلب یہ کہ جب اس سے حرکات موزوں موافق عقل کے سرزد ہوں اور کسی حرکت ناشائستہ کو عقل کے ذریعہ سے وہ خوب اور کامل بنا دے اس وقت کہا جائے گا کہ ہاں عاقل ہے تو دیکھو کہ روح کا تو پتہ ایک جنبش سے لگ گیا اور اس کا پتہ اس قدر جنبشوں میں بھی مشکل سے لگتا ہے۔

زان مناسب الخ۔ یعنی اس سے ہاتھ کے افعال کے موزوں صادر ہونے سے تم کو معلوم ہو گا کہ اس کو عقل ہے پس ثابت ہو گیا کہ روح سے عقل زیادہ مخفی ہے۔

روح وحی الخ۔ یعنی روح وحی عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو غیب ہے اور اس طرف سے ہوتی ہے۔ روح وحی سے مراد وہ استعداد قبولیت وحی۔ مطلب یہ کہ استعداد قبولیت وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں پہچان سکتا کہ اس شخص میں استعداد ہے کہ یہ وحی کو قبول کر سکے اور رسول ہو سکے اس کو کوئی بھی معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ کسی جنبش سے اور نہ کسی حرکت سے اس لئے کہ اس کا کوئی خاص اثر ظاہر پر ہے ہی نہیں بخلاف عقل کے کہ اس کے آثار ظاہر پر یہ ہوتے ہیں کہ مثلاً افعال موزوں کا صدور وغیرہ تو یہ اس سے بھی زیادہ مخفی ہوا آگے ایک مثال سے اور واضح فرماتے ہیں کہ

عقل احمدؐ الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی مگر ان کی روح وحی کو ہر جان نے ادراک نہ کیا۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاقل ہیں مگر آپ کے رسول ہونے کا بہت کم لوگوں کو ادراک ہوا اس کی یہی وجہ تھی کہ یہ استعداد قبول وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی اور باریک ہے یہاں کسی کو شبہ ہوتا کہ عقل کو تو اس کے آثار اور مناسبات سے معلوم کر لیتے ہیں مگر وحی کے چونکہ آثار نہیں ہیں اس کو اس لئے نہیں معلوم کر سکتے باقی اس سے خفی نہیں ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

روح الخ۔ یعنی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر عقل میں نہیں آتے اس لئے کہ وہ عزیز ہیں مطلب یہ کہ اس استعداد قبول وحی کے بھی مناسبات ہیں جیسے کہ مثلاً ظہور معجزات ان کے ہاتھ سے کہ اگر کوئی ساحر وغیرہ دعویٰ نبوت کر کے چاہے کہ معجزات و خوارق اس سے صادر ہوں تو یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مناسبات اس کے بھی ہیں مگر ہر عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی اسی لئے کہ وہ عقل سے مخفی ہے اور عقل کی اس سے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ

گہ جنون بیند الخ۔ یعنی کبھی جنون دیکھتی ہے اور کبھی حیران ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو موقوف ہے جب تک کہ وہ وہی نہ ہو جائے مطلب یہ کہ عقل کے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ کبھی تو ایک حکم لگاتی ہے اور کہہ دیتی

ہے کہ یہ دعویٰ محض جنون ہے پھر دیکھتی ہے کہ اس کے علاوہ اور ساری باتیں تو سمجھ کی ہیں تو اب حیران ہوتی ہے کہ آخر خاص اس بات میں کیا ہے کہ اس میں تو جنون ہے اور دوسری باتوں میں اچھا خاصہ ہے پس یہاں آ کر حیران رہ جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کا اس کو پہچاننا موقوف اس پر ہے کہ عقل کو اس سے مناسبت ہو اور وہ اس قدر بڑھے کہ درجہ عینیت مصطلحہ تک پہنچ جائے اس وقت عقل اس کو ادراک کر سکتی ہے اور قبول کر سکتی ہے اور جب تک کہ یہ نہیں ہے اس وقت تک اس کا ادراک بہت مشکل ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون منابہائے الخ۔ یعنی جیسے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے افعال کی مناسبات کہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل ان کے دیکھنے میں مکدر تھی۔

نامناسب الخ۔ یعنی ان کے افعال نامناسب معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کا حال ظاہر نہ تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ خضر علیہ السلام کے افعال میں سب میں حکمتیں ہیں اور اس کے مناسبات بھی تھے جیسے کہ بعد کو معلوم ہوئے مگر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی خبر نہ ہوئی اور وہ اعتراض ہی کرتے رہے اسی طرح عقل کے سامنے (باوجود یہ کہ مناسبات وحی موجود ہیں) ظاہر نہیں ہوتے اور اس کو ہر عقل محض جب تک کہ اس سے تعلق اور لگاؤ نہ پیدا ہو گیا ہو اس کو شناخت نہیں کر سکتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

عقل الخ۔ یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل غیب میں بند ہے تو ایک چوہے کی عقل کیا ہوگی۔ اے ارجمند مطلب یہ کہ دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام اس غیب کے اسرار کو معلوم نہ کر سکے اور ان کو خبر نہ ہوئی کہ اس میں کیا مصالح ہیں تو بھلا عوام الناس اور دنیادار لوگ جن کی عقل کہ چوہے سے بھی کم ہے وہ تو کیا ہی سمجھ سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

علم تقلیدی بود بہر فروخت	چوں بیابد مشتری خوش برفروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کیلئے ہوتا ہے	جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اٹھتا ہے
مشتری علم تحقیقی حق ست	دائماً بازار او بارونق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے	اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے
لب بہ بستہ ہست در بیع و شریٰ	مشتری بیحد کہ اللہ اشتریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے	خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے
درس آدمؑ را فرشتہ مشتری	محرم درسش نہ دیو و نے پری
(حضرت) آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے	اس کے درس کا راز داں نہ شیطان ہے نہ پری ہے
آدمؑ انبئہم باسماء درس گو	شرح کن اسرار حق را موبمو
(اے) آدمؑ ان کو اسما کی تعلیم کرو کا درس دو	ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کر دو

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بود	در تلون غرق و بے تمکین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو	تلون میں غرق اور بے ثبات ہو
موش گفتم زانکہ در خاکست جاش	خاک باشد موش را جائے معاش
میں نے اس کو چوہا اس لئے کہا کہ اس کا مقام مٹی میں ہے	چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے
راہہا داند و لے در زیر خاک	ہر طرف او خاک را کردست چاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے	(اس لئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں
نفس موشے نیست الا لقمہ رند	قدر حاجت موش را عقلے دہند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اڑانے والا ہے	ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں
زانکہ بے حاجت خداوند عزیز	می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالی	کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں
گر نبودے حاجت عالم زمیں	نافریدے ہیچ رب العالمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی	اللہ تعالی کبھی پیدا نہ فرماتا
ویں زمین مضطرب محتاج کوہ	گر نبودے نافریدے باشکوہ
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج	اگر نہ ہوتی تو اس پر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا
ور نبودے حاجت افلاک ہم	ہفت گردوں نافریدے از عدم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی	تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا
آفتاب و ماہ و ایں استارگاں	جز بحاجت کے پدید آمد عیاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے	ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟
پس کمند ہستہا حاجت بود	قدر حاجت مرد را آلت بود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے	بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے
پس چو حاجت شد کمند ہستہا	قدر حاجت میرسد از حق عطا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے	اللہ (تعالی) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے
پس بیفزا حاجت اے محتاج زود	تا بجوشد از کرم دریائے جود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا	تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

ایں گدایاں بررہ و ہر مبتلا	حاجت خود می نماید خلق را
یہ فقیر اور مصیبت زدہ سرراہ	اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں
کوری و شلی و بیماری و درد	تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد
اندھا پن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف	تا کہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آ جائے
ہیچ گوید ناں دہید اے مرد ماں	کہ مرا مال ست و انبارست و خواں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو	کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوان (نعمت) ہے
چشم ننہادہ ست حق در کور موش	زانکہ بے چشمے ربودن ہست خوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں	اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے
می تواند زیست بے چشم و بصر	فارغ ست از چشم او در خاک تر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے	وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

علم تقلیدی و استدلالی بیچنے کے لئے ہوتا ہے اور جب کوئی خریدار بن جاتا ہے تو بیچ دیتا ہے۔ برخلاف علم تحقیقی وکشفی وذوقی کے کہ اس کا خریدار حق سبحانہ ہے اور اس کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے گو لب خاموش ہوتے ہیں مگر بیع وشریٰ جاری ہے اس لئے کہ جو اسکا مشتری ہے وہ بے حد و نہایت ہے یعنی حق سبحانہ اور دلیل اسکی **ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم** ہے جب مشتری بے حد ہے تو سلسلہ بیع وشریٰ کیونکر ختم ہو اس علم کو اہل دنیا نہیں خرید سکتے کیونکہ ہر علم کے قدردان وہ ہوتے ہیں جو اس سے مناسبت رکھتے ہوں چنانچہ درس آدم کا قدردان فرشتہ ہوسکتا ہے نہ کہ جن و پری۔ اسی لئے حق سبحانہ نے فرمایا تھا۔ **یا آدم انبئھم باسمائھم** یعنی اپنے علوم ان کے سامنے بیان کیجئے اور ان کے سامنے اسرار حق سبحانہ ظاہر فرمائیے۔ کہ یہ قدردان ہیں خیر یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے جو کہا تھا کہ عقل موشے کیست الخ تو میں نے ایسے شخص کو جو کوتہ بین ہے اور پارہ صفت اور بے قرار ہے کیونکہ اسکے اغراض و مقاصد بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے موش اس لئے کہا کہ وہ خاک اور عالم ناسوت سے تعلق رکھنے والا ہے اور خاک میں چوہا بھی رہتا ہے۔ وہیں سے اس کو غذا ملتی ہے گو وہ راستے جانتا ہے اور ہوشیار ہے مگر اس کی ہوشیاری خاک کے اندر ہے اور زمین ہی کے اندر اس نے راہیں پیدا کی ہیں چونکہ موش کا نفس بس لقمہ خور ہی ہے اور غایت بھی اس کی غذا حاصل کرنا ہی ہے لہٰذا اس کو اپنی ہی عقل دی گئی ہے کیونکہ حق سبحانہ بلا ضرورت کسی کو کوئی چیز نہیں دیتے چنانچہ اگر عالم کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ اس کو بھی پیدا نہ کرتے اور اگر یہ زمین متزلزل نہ ہوتی اور اس کو پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ عالی شان پہاڑ ہرگز نہ پیدا کرتے۔ نیز اگر آسمانوں کی ضرورت نہ

ہوتی تو حق سبحانہ سات آسمانوں وکتم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر نہ فرماتے آفتاب ماہتاب ستارے بدوں ضرورت کے ہرگز ظاہر نہ ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ موجودات کو عدم سے وجود میں کھینچ لانے والی شے ضرورت ہے۔ چنانچہ آدمی بھی اپنے پاس بقدر ضرورت ہی سامان رکھتا ہے خواہ تعیین وتقدیر ضرورت میں غلطی کرے سو یہ امر دیگر ہے۔ پس جب ضرورت ہی وہ شے ہے جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتی ہے تو حق سبحانہ کی مواہب لامحالہ بقدر ضرورت ہوں گے پس تم کو چاہیے کہ ضرورت پیدا کروتا کہ دریائے کرم جوش میں آئے اور تم زیادہ مستحق انعام ہو۔ دیکھوتو سہی راستہ میں جو فقیر ہوتے ہیں اور فقیروں کی تخصیص نہیں بلکہ تمام حاجت مند اپنی حاجت مخلوق پر ثابت کرتے ہیں اور اپنا اندھا ہونا لنجا ہونا بیمار ہونا مصیبت زدہ ہونا ظاہر کرتے ہیں تا کہ اس سے اس شخص کے رحم کو جوش ہو بھلا کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ لوگو میرے پاس روٹی کے خوان ہیں میرے پاس مال ہے۔ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہیں مجھے روٹی دو ہرگز نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جیسا کہ جب رحم کے لئے حاجت مندی کی ضرورت ہے اور اس کا ظاہر کرنا بھی لازمی ہے دیکھو چھچھوندر چونکہ بدوں آنکھ کے بھی غذا بہت سرگرمی کے ساتھ حاصل کرسکتی ہے اس لئے حق سبحانہ نے اس کو آنکھیں نہیں دیں اور چونکہ بدوں چشم وبینائی کے بھی زندہ رہ سکتی ہے اس لئے اس کے آنکھیں نہیں اور بدوں آنکھوں کے نمناک مٹی میں رہتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اشیاء کو عدم سے کھینچنے والی ضرورت ہے۔

شرح شبّیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی تو بیچنے کے واسطے ہوتا ہے جبکہ کوئی گاہک آ گیا تو خوب روشن ہو گئے۔ مطلب یہ کہ عقل ناقص اور علم ناقص یہ سب کھانے کمانے کے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی قدردان ہو اور کوئی دوسرا طالب ہو تب تو وہ بڑھتے بھی ہیں اور ان کو فروغ بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی قدردان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ بخلاف علم تحقیقی کے کہ اس کو قدردان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علم وعقل تحقیقی والا اس سے خود ہی مزہ حاصل کرتا ہے اور اس کو خود ہی حظ ہوتا ہے جیسے کہ کسی کے پاس مال ہو تو وہ خوش ہے خواہ کسی کو بھی اس کے پاس مال ہونے کی خبر نہ ہو اور اصل تو علم تحقیقی ہی ہے اور علم ناقص اور تقلیدی تو علم ہی نہیں ہے خداوند کریم ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں۔ آمین آگے علم تحقیقی کے ہمیشہ بارونق ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

مشتری الخ۔ یعنی علم تحقیقی کا مشتری چونکہ حق تعالیٰ ہے اس لئے اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے۔

لب بہ بستہ الخ۔ یعنی لب بند کئے ہوئے بیع وشریٰ میں ہیں مشتری بے حد ہے اس لئے کہ اللہ نے خریدا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو دونوں طرف سے لب بند ہیں اس لئے کہ ایک طرف تو لب ہی نہیں اور دوسری طرف لب ہیں تو وہ ایجاب وقبول وغیرہ نہیں کرتے بس لب بستہ ہی خرید وفروخت ہو رہی ہے اور خریدار تو وہ ذات ہے جو بے نہایت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ **ان اللہ اشترىٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم**

الجنة تو دیکھ لو کہ مشتری کیسا زبردست ہے۔ تو دیکھو حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خرید لیا تو مومنین ہی سے فرمایا کفار وغیرہ سے نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ آپس میں کچھ مناسبت ضروری ہے کہ جس سے کہ خرید وفروخت یا کوئی اور تعلق ہو سکے تو چونکہ یہاں مناسبت تھی اس لئے حق تعالیٰ خریدار ہوئے آگے اس کی ایک اور نظیر فرماتے ہیں کہ

درس آدم را الخ ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے سبق کا فرشتہ تو مشتری ہے اور دیو اور پری ان کے درس کے محرم نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ فرشتوں میں اور حضرت آدم علیہ السلام میں مناسبت تھی اس لئے وہ تو ان کے کمال کے جو ان کو حق تعالیٰ نے دیا تھا قدردان ہوئے اور شیطان جس کو کہ ان سے مناسبت نہ تھی منکر ہی رہا۔ درس سے مراد وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا **وعلم آدم الاسماء کلھا** تو دیکھو ان کو جو سکھایا گیا تھا گویا کہ سبق دیا گیا تھا اس کے قدردان فرشتے ہی ہوئے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں

آدم الخ ۔ یعنی آدم ان کو نام بتا دو یعنی سبق کہہ دو اور اسرار حق کی مو بمو شرح کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا جو حکم ہوا تھا کہ **یاآدم انبئھم باسمائھم** اس کے معنی یہی تھے کہ سبق سنا دو اور حق تعالیٰ کے اسرار ان کو بتا دو اس لئے یہ قدردان ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اول حضرت آدم علیہ السلام کے کمال علمی وغیرہ کو فرشتوں پر پہلے ہی ثابت کر دیا تھا کہ جس سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت ہوگئی تھی اور ایک مناسبت ان سے پیدا ہوگئی تھی اور وہ خود سجدہ کرنے پر آمادہ تھے کہ حضرت حق کا ارشاد اور حکم ہو گیا اور وہ اس کو بلا چوں و چرا خوشی سے بجالائے کہ وہ ان کے کمال کے اول ہی سے قائل تھے چونکہ اوپر اہل دنیا کو چوہا لکھا ہے تو شاید کسی کو بُرا معلوم ہو اور کوئی اعتراض کرے اس لئے آگے وجہ تشبیہ بتاتے ہیں کہ

آنچنان الخ ۔ یعنی اس شخص کو جو کوتاہ بین ہو اور تلون میں غرق ہو اور بے تمکین ہو۔

موش گفتم الخ ۔ یعنی میں نے چوہا کہہ دیا اس لئے کہ اس کی جگہ خاک میں ہے اور خاک چوہے کی جائے معاش ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ دنیا میں متلون ہیں کبھی سوچتا ہے کہ تجارت کرو اور کبھی کسی کمپنی کی شرکت کو موجب نفع سمجھتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ ان کو چوہا کہا گیا ہے اس لئے کہ جسطرح کہ چوہا زمین میں رہتا ہے وہیں وہ معاش کی فکر میں رہتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اس عالم سفلی میں پھنسا ہوا ہے اور ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ اب یہ کرو اور اب وہ۔

راہہا داند الخ ۔ یعنی وہ چوہا راستے جانتا ہے لیکن خاک کے اندر اس نے ہر طرف زمین کو چاک کر رکھا ہے اسی طرح دنیا دار بھی تدابیر کسب کی تو جانتے ہیں مگر اس عالم سفلی ہی میں جانتے ہیں اس عالم کے کسب کی خاک بھی تدبیر نہیں جانتے

نفس موشے الخ ۔ یعنی نفس ایک لقمہ رُبا چوہا ہے اور بقدر حاجت تو چوہے کو بھی عقل دے دیتے ہیں مطلب یہ کہ یہ نفس انسانی ایک چوہے کی طرح ہے کہ جو لقمہ رُبا ہوا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ تو جانور ہے اس کو عقل کہاں اور ہم

کوتو عقل ہے تو ہم کس طرح چوہے ہو سکتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں کہ بقدر ضرورت تو چوہے کو بھی عقل ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنی روزی مہیا کر لیتا ہے پس اگر تم کو بھی کمانے کی عقل ہے تو کیا کمال ہے یہی نہ کہ ایک چوہے کی طرح تم بھی روزی جمع کر لو گے آگے فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ خداوند تعالیٰ بے حاجت کے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ تو چوہے کو اس کے موافق عقل دیدی اور چونکہ اہل دنیا عالم سفلی میں لگے ہوتے ہیں ان کو اس کے موافق عقل دیدی۔

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر عالم کو حاجت زمین کی نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو بالکل بھی پیدا نہ فرماتے۔

دین الخ۔ یعنی اور اگر یہ زمین مضطرب پہاڑ کی محتاج نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو پرشکوہ پیدا نہ فرماتے چونکہ اول پیدائش زمین کے وقت وہ ہل رہی تھی اس کے لئے پہاڑوں کو میخیں بنا کر گاڑ رکھا ہے اس لئے اس کو مضطرب کہہ دیا تو دیکھو چونکہ ان چیزوں کی حاجت تھی اس لئے پیدا فرمائیں۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر افلاک کی بھی ضرورت نہ ہوتی تو سات آسمانوں کو بھی عدم سے پیدا نہ فرماتے۔

آفتاب والخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب اور یہ ستارے بغیر حاجت کے کب ظاہر ہوئے ہیں جب معلوم ہوا کہ بے حاجت کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس کمند الخ۔ یعنی پس ہستیوں کی کمند حاجت ہے اور بقدر ضرورت آدمی کے پاس اسباب بھی ہوتا ہے۔ اب جبکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ سے اس کو قدر ملتا ہے جس قدر کہ حاجت ہوتی ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو الخ۔ یعنی بس جب کہ حاجت ہستیوں کی کمند ہے تو بقدر حاجت کے حق تعالیٰ سے عطا بھی ہوتی ہے۔

پس بیفزا الخ۔ یعنی پس اے محتاج حاجت کو بڑھا تا کہ کرم کی وجہ سے دریائے جود جوش مارے مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ جس قدر حاجت ہو اسی قدر حق تعالیٰ دیتے ہیں تو تم اپنی احتیاج کو حق تعالیٰ کے روبرو خوب ظاہر کرو تا کہ خوب اچھی طرح عطا اور کرم تم پر نازل ہو آگے احتیاج ظاہر کرنے سے کرم کے جوش کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

این گدایان الخ۔ یعنی راستہ پر یہ فقیر اور ہر مبتلا مخلوق کو اپنی حاجت دکھاتے ہیں۔

کوری والخ۔ یعنی اندھا پن اور لنجا پن اور بیماری اور درد (کو دکھاتے ہیں) تا کہ اس احتیاج کو دیکھ کر آدمی کے رحم کو جنبش ہو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت مندی کو ظاہر کرو گے تو حق تعالیٰ کا دریائے کرم بھی جوش میں آئے گا اور تم پر لطف و کرم فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کوئی یوں بھی کہتا ہے کہ ارے لوگو مجھے روٹی دو اس لئے کہ میرے پاس مال ہے اور ڈھیر ہے اور خوان ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب مانگتے ہیں اور جب کوئی دیتا ہے احتیاج ظاہر کر کے مانگتے ہیں اور احتیاج کو دیکھ کر ہی دیتے ہیں اور اس طرح کوئی نہیں مانگتا کہ بھائی میرے پاس مال بہت ہے لہٰذا مجھے اللہ واسطے روٹی دو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کرو گے تو جس قدر ظاہر کرو گے اسی قدر کرم ہو گا آگے پھر اوپر کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ کسی کو کوئی شے بے ضرورت نہیں ملتی آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

چشم نہادست الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کور موش کی آنکھ نہیں رکھی اس لئے کہ بے آنکھ ہی اس کا اچکنا اچھا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ بے آنکھ کے بھی اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے لہٰذا اس کو آنکھ کی ضرورت بھی نہ تھی اسی لئے حق تعالیٰ نے اس کے آنکھ نہیں رکھی کہ بے ضرورت تھی۔

می تواند زیست الخ۔ یعنی وہی کور موش بے آنکھ اور بصارت کے بھی زندہ رہ سکتی ہے لہٰذا وہ خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے مشہور ہے کہ چھچھوندر تر خاک میں رہتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ تو اپنی اس خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے لہٰذا اس کے آنکھ رکھی بھی نہیں گئی اس لئے کہ فضول تھی آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جز بدزدی او بروں نایدز خاک	تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے	تا کہ اللہ (تعالیٰ) اس چور پن سے اسے پاک کر دے
بعد ازاں پر یابدو مرغے شود	چوں ملائک جانب گردوں رود
اس کے بعد وہ وہ پر حاصل کر لے اور پرندہ بن جائے	فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے
ہر زماں درگلشن شکر خدا	او برآرد ہمچو بلبل صد نوا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں	وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے
کائے رہانندہ مرا از وصف زشت	اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!	اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!
می نہی در پیہ نور و روشنی	استخواں را می دہی سمع اے غنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے	اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے
چہ تعلق آں معانی را بہ جسم	چہ تعلق فہم اشیا را باسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟	ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟
لفظ چوں وکرست معنیٰ طائرست	جسم جوی روح آب سائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنی پرند ہیں	جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے
درروانی روئے آب و جوئے فکر	نیست بے خاشاک خوب وزشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح روانی میں	کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

اوروانست وتو گوئی واقف ست	اودَروانست تو گوئی عاکف ست
وہ جا رہی ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے	وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے
گر نہ بینی سیر آب از جا بجا	چیست بروے نو بنو خاشا کہا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے	تو کوڑا کرکٹ اس پر نیا نیا کیوں ہے؟
ہست خاشاک نوصورتہائے فکر	نو بنو در میرسد اشکال بکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں	نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں
روئے آب جوئے فکراندرروش	نیست بے خاشاک محبوب ووحش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں	اچھے اور برے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

یہ چھچھوندر خاک سے اگر کبھی نکلتی ہے تو غذا کی چوری کے لئے یعنی ارباب علوم تقلیدی اگر کبھی حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اغراض دنیاوی کے لئے اور یہ حالت ان کی اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ ان کو حق سبحانہ بفضل ورحمت جس کی ہر وقت امید ہے اور ہونی چاہیے اس چوری سے پاک کردیں اور اغراض نفسانیہ کو زائل کردیں اور جب وہ چوری سے پاک صاف ہوجاتے ہیں اور اغراض نفسانیہ سے علیحدہ ہوجاتے ہیں اس وقت ان کو پرعطا ہوتے ہیں اور فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب اڑتے ہیں۔ قرب الٰہی وترقی روحانی حاصل کرتے ہیں اور ہر وقت گلشن شکر خدا میں خواہ بزبان حال یا بزبان قال سینکڑوں انداز سے نغمہ سرائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مجھے صفات ذمیمہ سے رہائی دینے والے اور میرے دوزخ کو بہشت بنانے والے اور نفس امارہ ومطمئنہ کرنے والے تو بڑا قادر ہے تو اپنی قدرت کاملہ سے چربی کے ٹکڑوں میں نور رکھتا ہے اور ہڈیوں کو قوت سامعہ بخشتا ہے اجسام کو اوصاف سے کیا تعلق ہے مگر تو ان کو یہ صفات عطا کرتا ہے۔ الفاظ سے فہم اشیاء کو کیا مناسبت مگر تو ان کو یہ صفت عطا کرتا ہے لفظ بمنزلہ آشیانہ کے ہے اور معنی بمنزلہ پرندہ کے ہے لان الالفاظ قوالب المعانی جسم بمنزلہ ندی کے ہے اور روح بمنزلہ بہتے پانی کے للظرفیۃ العرضیۃ والافاضۃ والاستفاضۃ یہ کیوں محض تیرے ان کو ایسا بنانے سے ورنہ لفظ کو معنی سے اور روح کو جسم سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ چونکہ مولانا نے روح کو بہتے پانی سے تشبیہ دی ہے یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روح کی قوت فکر یہ جو بمنزلہ آب جو کے ہے اس کی سطح اشیاء کے تذکر محمود ومذموم کے خش وخاشاک سے صاف نہیں رہتی یعنی قوت فکر یہ پر ہمیشہ خیالات سے دور رہتا ہے۔ تم اس کو ٹھہرا ہوا سمجھتے ہو لیکن وہ ہر وقت چلتی رہتی ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے اگر اس پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت تم کو محسوس نہیں ہوتی اور اس لئے تم اس کی حرکت کا انکار کرتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ اسکی سطح پر نئے نئے خاشاک کیوں آتے ہیں۔ کیا ٹھہرے ہوئے پانی کی بھی یہ حالت ہوتی ہے اب سمجھو کہ وہ

خاشاک کیا ہیں وہ صور فکریہ اور نئے نئے خیالات ہیں جو ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں اور اس لئے قوت فکریہ جو پانی کی مثل ہے اس کی سطح پہلے برے خس وخاشاک سے کبھی خالی نہیں ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

جز بدزدی الخ۔ یعنی وہی کورموش بغیر چوری کے اور کسی کام کے لئے خاک سے نکلتی نہیں ہے جب تک کہ خالق تعالیٰ اس کو چوری سے پاک نہ فرمائیں۔ مطلب یہ کہ اوپر دنیاداروں اور مجوبین کو موش اور کورموش وغیرہ سے تشبیہ دی تھی اسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ کورموش بجز اس کے کہ وہ کسب معاش کرے اور کسی وجہ سے وہ اپنے بل سے باہر نکلتی ہی نہیں اسی طرح دنیادار لوگ بجز کسب دنیا کے اور کسی کام امر کی تدبیر میں لگتے ہی نہیں اور دوسری چیز یعنی دین کی طرف متوجہ ہوتے ہی نہیں اب چونکہ ان بے چاروں کو بہت ہی برا بھلا کہا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی مایوسی ہی ہو جائے کہ جب یہ حالت ہے تو اب اصلاح کی کیا امید ہوسکتی ہے اور مولانا شیخ کامل ہیں اس لئے دوسرے مصرعہ میں اس کی اصلاح فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ہے کہ جب تک حق تعالیٰ اس شخص کو ان جھگڑوں سے نجات نہ دیں اور جب حق تعالیٰ نجات دے دیتے ہیں اور دوسری طرف لگا دیتے ہیں تب اس کی یہ حالت نہیں رہتی بلکہ پھر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے اور اس عالم سفلی سے نفرت ہو جاتی ہے آگے خود مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بعد از ان الخ۔ یعنی بعد اس (توفیق حق) کے وہ پر پالیتا ہے اور پرندہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی طرح گردوں کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ اس کو ان امور سے پاک فرما دیتا ہے اور اس کے ملکات سئیہ کو ملکات حسنہ بنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے اولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات تو اس وقت فرشتوں کی طرح ان کا طبعی میلان اور رغبت عالم بالا اور عالم غیب ہی کی طرف ہوتا ہے اور عروج حاصل ہوتا ہے اور مراتب علیا حاصل ہوتے ہیں اس میں ایک تو خود ان لوگوں کی تسلی ہے دوسرے جو لوگ کہ ایسوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کو سنانا مقصود ہے کہ دیکھو ان کو حقیر مت سمجھو کیا خبر ہے کہ ایک وہ وقت آئے کہ یہ ان کے سارے ملکات سیئہ حسنات ہو جائیں اس وقت کیا منہ لے کر ان کے سامنے آؤ گے لہٰذا کسی کو حقیر نہ سمجھے ہاں ان افعال کو برا سمجھے مگر اس شخص کو حقیر نہ سمجھے کہ اپنی تسبیح و تہلیل پر نظر کر کے اس بے چارہ کو یہ سمجھنا اور کہنا کہ یہ دنیا کے کتے ان کی مغفرت کہاں ہوسکتی ہے وغیرہ وغیرہ ارے جب خدا نہ کردہ تم سے کوئی مغفرت چاہے گا مت بخشنا مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت میں آپ کو کس نے رائے زنی کرنے کو کہا ہے۔ وہی مثل ہے کہ الحائک اذا صلی یومین انتظر الوحی۔ پانچ وقت کی نماز کیا پابندی سے پڑھ لیتے ہیں کہ ساری دنیا ان کے نزدیک مرتد اور مردود ہو گئی ہے نعوذ باللہ لہٰذا یاد رکھو کہ کبھی کسی کو حقیر ذلیل مت سمجھو غرضکہ جب اس شخص کے ملکات بدل جائیں گے اور اس کو عروج حقیقی حاصل ہو

گا تو اس کو جو فرحت ہوگی وہ اس کے دل سے کوئی پوچھے۔اس خوشی میں اس کی یہ حالت ہوگی کہ

ہر زمان الخ۔یعنی وہ ہر گھڑی حق تعالیٰ کے گلشن شکر میں بلبل کی طرح سینکڑوں آوازیں نکالے۔مطلب یہ کہ جس قدر اس سے ہو سکے گا حق تعالیٰ کا شکر بجالائے گا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ اس ناکارۂ خلائق کو عطا ہوئی اور یوں کہے گا کہ

کاے الخ۔یعنی کہ اے مجھے اوصاف زشت سے چھڑانے والے اور اے دوزخ کو بہشت بنانے والے (تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے) دوزخ سے مراد ملکات سیئہ اور بہشت سے مراد ملکات حسنہ مطلب یہ ہوا کہ جب اس کے ملکات بدل جائیں گے تو وہ کہے گا کہ اے وہ ذات کہ جس نے میرے ملکات سیئہ کو حسنہ کر دیا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے اب چونکہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ بھلا ہر شے کے تبدل ماہیت کے لئے اس دوسری شے میں کوئی مناسبت بھی تو ہو مگر یہاں دوزخ و جنت میں کیا مناسبت ہے اور کیا واسطہ ہے کہ جو دوزخ کو جنت کر دیا جائے گا لہٰذا مولانا آگے اس کا جواب اس شاکر ہی کی زبان سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک مناسبت مابین کی ضرورت ہے مگر یہ تو صرف مخلوق ہی کو ضرورت ہے حق تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو بہت ہی غیر مناسب اشیاء میں ایسا تعلق پیدا فرما دیتے ہیں کہ آج تک اس تعلق کی کنہ نہ کسی کو ملی اور نہ کوئی معلوم کر سکے جیسے کہ مثلاً رطوبت چشم میں روشنی کا پیدا فرما دینا بھلا رطوبت اور روشنی میں کیا مناسبت ہے کوئی بتا تو دے بلکہ اگر ہے تو کوئی دوسرا ایسی قسم کی رطوبات کو جمع کر کے روشنی رکھ تو دے۔معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی وہ قدرت ہے کہ جس میں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان میں مناسبت ہو وہ ویسے بھی تعلق پیدا کرنے پر قادر ہیں آگے اسی کو بہت سی مثالوں سے بیان اور واضح فرماتے ہیں کہ گویا وہ شاکر کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ

می نہی الخ۔یعنی چربی میں آپ نور اور روشنی رکھ دیتے ہیں اور ہڈیوں کو قوت سماعت آپ نے عطا فرمائی ہے اے غنی پیہ سے مراد وہ رطوبات چشم ہیں اور استخوان سے مراد یہ کان کے پٹھے وغیرہ تو دیکھو بھلا ان میں آپس میں کیا جوڑ ہے مگر حق تعالیٰ نے ایک جوڑ پیدا فرما دیا ہے کہ جس کی کنہ کسی کو بھی آج تک معلوم نہ ہو سکی یوں چاہے کچھ تعلق گھڑ لیں مگر وہ سب نکات بعد الوقوع ہوں گے اگر اصل کنہ کا پتہ چل جاتا تو ضرور تھا کہ خود بھی اس کے بنانے پر قادر ہوتے۔

چہ تعلق الخ۔یعنی ان معانی کا جسم سے کیا تعلق اور فہم اشیاء کا نام سے کیا تعلق۔مطلب یہ کہ سمع اور بصر وغیرہ تو اوصاف ہیں اور وہ رطوبت اور استخوان وغیرہ جسم ہیں تو بھلا ان میں اور ان میں کیا تعلق وہ لطیف اور یہ کثیف یہ مادی اور وہ غیر مادی اس لئے کہ وہ تو اوصاف ہیں مگر پھر بھی تعلق ہے اور سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ ہم جب چیزوں کا نام لیتے ہیں تو اس سے ان کا فوراً تصور ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے اور ان کی وہ ہیئت کذائی سامنے کھڑی ہو جاتی ہے مثلاً لوٹا کہا تو فوراً ذہن منتقل ہو گیا کہ وہ جو گول ہوتا ہے اور اس میں ایک ٹونٹی اس شکل کی لگی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ تو بھلا کوئی بتا دے کہ اس نام میں اور اس جسم خاص اور شکل خاص میں کیا تعلق ہے اور کیا مناسبت ہے کہ جس سے وہ فوراً سمجھ میں آ گیا۔بس کچھ سمجھ میں نہیں آتا صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ

حق تعالیٰ نے قلوب میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ان ناموں سے ان صور کی طرف التفات ہو جاتا ہے ورنہ بظاہر اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بس خدا کی قدرت ہے کہ اس طرح تعلق رکھ دیا ہے۔

لفظ چون الخ۔ یعنی لفظ مثل آشیانہ کے ہے اور معنی مثل طائر کے ہیں اور جسم تو نہر ہے اور روح چلتا ہوا پانی ہے۔ یہاں نہر سے مراد صرف وہ ہے جو کہ ابھی کھودی گئی ہو اور اس میں پانی نہ ہو۔ تو مطلب یہ ہے کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ان اعصاف سمع و بصر وغیرہ میں اور جسم انسانی میں کوئی تعلق نہیں ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر بہت غور و خوض کے بعد سوچا جائے تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اوصاف تو پرند کی طرح ہیں اور جسم آشیانہ کی طرح یعنی آپس میں ظرف و مظروفیت کا تعلق ہے مگر کوئی بھی بتادے کہ بھلا ظرف و مظروف ہی میں کیا تعلق ہے یوں تو بظاہر یہ تعلق ہے کہ یہ آشیانہ اس کا ہے مگر اس کی کنہ کیا ہے کہ آخر یہ تعلق کس وجہ سے ہے کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ تو دیکھو ایک تعلق نکلا بھی تو وہ بھی کالعدم جس کا کہ اعتبار کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ اس تعلق کو جس کے مشابہ کہا جاتا ہے خود اسی میں تعلق کی خبر نہیں تو مشبہ میں تو کیا کوئی بتا سکتا ہے یا یہ کہا جائے کہ جسم ایک نہر محفور ہے اور روح اس میں پانی کی طرح ہے اس کا حاصل بھی وہی ظرف و مظروفیت ہے۔ مگر کوئی بتادے کہ بھلا روح اور جسم میں کیا علاقہ ہے خدا کی قسم قیامت تک اس کی کنہ سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ یہ فعل حق ہے اس کی کنہ عبد کس طرح معلوم کر سکتا ہے چونکہ یہاں روح کو آب جاری سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے اسی پر متفرع فرماتے ہیں کہ

درروانی الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح روانی میں بے اچھی بُری اشیاء کے ذکر کے خس وخاشاک کے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے فکر اور روح جو اس جسم میں چل رہے ہیں اور عروج کر رہے ہیں ان کے اندر وساوس اور افکار وغیرہ بھرے ہوئے ہیں تو جس طرح کہ پانی پر خس وخاشاک آجانے سے اس پانی کی صفائی محسوس و معلوم نہیں ہوتی اسی طرح ان وساوس وافکار دنیویہ کے آجانے سے روح کی وہ صفائی اور لطافت محسوس نہیں ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو روح کا جو اس عالم سے تعلق ہے وہ ضرور نظر آئے۔ یہ جو تعلقات بالجسم ہیں جس سے کہ افکار دنیویہ پیدا ہوتے ہیں یہ اس کے اس تعلق کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیتے اور اس کے آثار کو مرتب نہیں ہونے دیتے۔

اودوانست الخ۔ یعنی وہ پانی تو چل رہا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ٹھہرا ہوا ہے اور وہ دوڑ رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ کہف ہے۔ مطلب یہ کہ روح ہر وقت عالم بالا کی طرف توجہ کر رہی ہے اور اسی طرف اس کا میلان ہے مگر چونکہ اس پر موانع تعلق بالجسم کی وجہ سے طاری ہیں جو مشابہ خس وخاشاک کے ہیں وہ اس کی روانی کو محسوس نہیں ہونے دیتے ورنہ اگر یہ اٹھ جائیں اور موانع جسم جاتے رہیں تو ظاہر ہے کہ پھر تو ضرور اس عالم غیب سے تعلق روح کا ظاہر طور پر معلوم و محسوس ہو مگر اب ان تعلقات کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا اور ان دنیاوی جھگڑوں میں ان دنیا کی چیزوں کی یاد میں انسان لگا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف کی خبر بھی نہیں ہوتی چونکہ یہ کہنا کہ روح کا میلان اسی طرف ہے مگر موانع کی وجہ سے محسوس نہیں ہے صرف دعویٰ ہے اس لئے آگے بطور دلیل انی کے فرماتے ہیں

گرنبودے الخ۔ یعنی اگر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ چلتا تو اس پر یہ نئے نئے خس وخاشاک کیسے ہیں مطلب

یہ ہے کہ اگر روح میں روانی اور اس کو عروج اور عالم بالا کی طرف میلان نہ ہوتا تو پھر یہ نئے نئے افکار اور نئی نئی باتیں کہاں سے آتیں یہ جو ہر وقت ایک نیا فکر ہے اور نئی ایجاد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر کوئی شے چل رہی ہے کہ اس سے کبھی کوئی شے سامنے آتی ہے اور پھر دوسری شے نظر آتی ہے جس طرح کہ دیکھو اوپر خس وخاشاک ہوتے ہیں اور اندر پانی چلتا ہے تو اس کے چلنے سے وہ خاشاک بھی چلتے ہیں اور جواب ہمارے مقابل تھا وہ آگے بڑھ کر دوسرا سامنے آ گیا معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے جو ان کو چلا رہی ہے اسی طرح روح کے اثرات کے بدلنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی کوئی شے ہے کہ جو روانی میں ہے اور ہر گھڑی ایک نئی چیز کو سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے آگے خود تشریح فرماتے ہیں کہ

ہست خاشاک الخ۔ یعنی تیری خاشاک وہ صور فکر یہ ہیں کہ جو باکرہ لڑکی کی طرح ہر دم نو بنو آ رہی ہیں۔

روے آب الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح بے خاشاک خوب وزشت کے روشن میں نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس کی قوت فکر یہ میں جو کہ ایک ندی کی طرح ہے مختلف اچھے اور برے خیالات آتے ہیں مگر ان افکار کے آنے سے چاہیے کہ انسان استدلال کرے اس استدلال کو خود فرماتے ہیں کہ

قشرہا بر روئے ایں آب رواں	از ثمار باغ غیبی شد دواں
اس رواں پانی کی سطح پر چھلکے	عالم غیب کے پھلوں سے چل رہے ہیں
قشرہا را مغز اندر باغ جو	زانکہ آب از باغ می آید بجو
چھلکوں کا گودا باغ میں تلاش کر	اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آ رہا ہے
گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر سیر ایں جوی و نبات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے	اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کر لے
آب جو انبہ تر آید در گذر	زو کند قشر صور زو تر گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گزرے	اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گزر جاتے ہیں
چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں	غم نہ پاید در ضمیر عارفاں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے	تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے
چوں بغایت ممتلی بود و شتاب	بس نگنجد اندروالا کہ آب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو	تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

شرح حبیبی

بیان مذکورۂ بالا بطور تمہید اور مقدمہ کے تھا اب سمجھو کہ یہ خیالات دنیویہ جو بمنزلہ چھلکوں کے ہیں اور اس پانی کی سطح پر بہہ رہے ہیں گلشن غیبستان کے پھلوں کے چھلکے ہیں پس تو اس باغ میں جا اور ان چھلکوں کا مغز تلاش کر

یعنی حقائق ومعارف الٰہیہ ڈھونڈ کیونکہ یہ پانی اس ندی میں باغ ہی سے آ رہا ہے۔ جس کی دلیل یہ چھلکے ہیں اگر تجھے وہ آب حیات کا سر چشمہ غیبی نظر نہیں آتا جس میں سے اس ندی میں پانی آ رہا ہے اور جسم وروح جس سے مستفیض ہو رہے ہیں تو تو اس ندی کی اس خاص انداز سے چلنے کو اور اس میں ان نباتات (خیالات) کی آمیزش کو دیکھ لے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس ندی کا منبع باغ ہی ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سنو جب اس چشمہ آب حیات سے اس ندی میں پانی بکثرت آتا ہے اور قلوب پر واردات کا ہجوم ہوتا ہے تو یہ خیالات تیز رواں ہونے لگتے ہیں اور جب یہ ندی زیادہ تیزی سے رواں ہوتی ہے تو اس وقت عارفوں کے قلوب میں غم نہیں ٹھہر سکتا اور جب پورے طور پر لبریز ہو جاتی ہے اور پوری قوت سے بہنے لگتی ہے تو وہاں بجز پانی کے اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ بس اس وقت واردات غیبی اور علوم عرفانی ہی ہوتے ہیں غم وفکر کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے ہمارے بیان کی تصدیق وتائید ہو۔

شرح شبّیری

قشرہا الخ۔ یعنی اس آب جاری کے سطح پر یہ چھلکے باغ غیبی کے پھلوں میں سے آئے ہیں۔

قشرہا را الخ۔ یعنی ان چھلکوں کے مغز کو باغ میں سے تلاش کر واس لئے کہ پانی باغ ہی میں سے ندی میں آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ پانی اس نہر محفور کے لئے مفیض ہوتا ہے کہ اس سے اس کو تری ہوتی ہے اور وہ ندی مستفیض ہوتی ہے اسی طرح روح مفیض اور جسم مستفیض ہوتا ہے اور جس طرح کہ نہر میں چھلکے پھلوں کے نظر آنا اس کی دلیل ہے کہ ضرور یہ نہر کسی باغ کے نیچے سے ہو کر آ رہی ہے کہ جس میں سے پھلوں کے قشر اس میں سے گرتے ہیں تو اسی طرح دماغ میں اور قوت فکریہ میں افکار کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ روح کہ جس سے اس جسم کا تعلق ہے کسی معدن علوم وفیوض سے تعلق رکھتی ہے پس جس طرح کہ اس چھلکے بہنے سے استدلال باغ پر کر کے اس باغ کی طلب ضروری ہے اسی طرح ان افکار کے ہجوم سے ضروری ہے کہ یہاں بھی اس معدن علوم وفیوض کی طلب کی جائے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ ان افکار واوہام کے ہجوم سے تم سمجھو کہ جہاں سے یہ فیض اس پر ہو رہا ہے اس اصل کو تلاش کرنا چاہیے اور وہ اصل وہ روح اعظم اور عالم غیب ہے لہٰذا اس سے استدلال کر کے اس طرف توجہ چاہیے اور جب عالم بالا اور عالم غیب کی طرف توجہ ہو گی تو پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بھی توجہ ہو گی لہٰذا ان سے استدلال کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی طلب ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر نہ بینی الخ۔ یعنی اگر تم کو آب حیات کی روانی نظر نہیں آتی تو اس نہر کی اور نباتات کے چلنے کو دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کا عروج اور اس کی سیر تم کو نظر نہیں آتی اور اس سے تم استدلال نہیں کر سکتے تو ان افکار وغیرہ کے ہر گھڑی نو بنو آنے سے ہی استدلال کر و اور دیکھو کہ ایک جا رہا ہے اور دوسرا آ رہا ہے قوت فکریہ کبھی خالی نہیں رہتی۔ کسی

نے خوب کہا ہے کہ کبھی وہ اور کبھی اس کا رہا غم + غرض خالی دل شیدانہ پایا + تو اس سے ہی سمجھ کہ ہاں روح میں روانی ہے اور ایک گھڑی رنج ہے تو دوسرے وقت خوشی ایک وقت تکلیف ہے تو اس کے بعد راحت ہے۔ یہ ساری باتیں روح کی سیر اور روانی پر دال ہیں یہاں تک تو عوام کا ذکر تھا کہ ان کی حالت میں بھی تبدل ہوتا ہے مگر بہت آہستہ اور کم ہوتا ہے بلکہ مثلاً اگر کبھی غم سوار ہوا تو وہ بھی دیرپا ہے اور اگر کلفت ہے تو اسکا اثر بھی باقی ہے غرضکہ تبدل ہوتا ہے مگر دیر میں اس لئے ان افکار کو دفع کرنے والی تو وہ قوت روحانی ہے جو کہ علوم وحقائق ومعارف سے پیدا ہوتی ہے اور یہ عوام میں کم ہے تو افکار دنیویہ کا اثر بھی ان پر زیادہ ہے آگے حضرات اولیاء اللہ حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

آب جوابنہ الخ۔ یعنی نہر کا پانی چلنے میں جب بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے قشر صور بہت جلدی گذر جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو اگر نہر میں پانی کم ہو تب تو خس وخاشاک آہستہ چلتے ہیں اور ایک جگہ زیادہ ٹھہرتے یہ حالت تو عوام کی ہے کہ بسبب علوم کی کمی کے ان میں افکار وغموم دیرپا ہوتے ہیں اور جو لوگ کہ کام شروع کر دیتے ہیں یعنی سالکین متوسطین چونکہ ان کے علوم وحقائق ایک دم سے انبوہ کر کے آتے ہیں تو ان میں وہ علوم و حقائق ان افکار دنیویہ کو زیادہ ٹھہرنے نہیں دیتے بلکہ جلدی ہی سے یہ افکار زائل ہو جاتے ہیں اور وہ علوم اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں یہ حالت متوسطین کی ہوئی۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب یہ ندی خوب تیز ہو جاتی ہے تو پھر عارفین کے قلوب میں غم ٹھہرتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب ندی میں پانی زور سے آئے یعنی جسے ریلہ کہتے ہیں وہ آ جائے تو پھر خس وخاشاک آتے ہیں۔ مگر اس قدر سرعت سے گزرتے ہیں کہ ان کو ایک جگہ قرار ہی نہیں ہوتا جیسے کہ کسی نے کسی اونچی جگہ سے نشیب میں پانی گرتے دیکھا ہو جس کو جھال بولتے ہیں تو دیکھئے کہ کس قدر سرعت سے تمام خس وخاشاک گزرتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتے یہ حالت عارفین کی ہے کہ ان حضرات کے قلب میں غموم وہموم دنیا آتے تو ہیں مگر وہ علوم وحقائق جو ان کے اندر بھر رہے ہیں ان کو ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہرنے نہیں دیتے یہ عارفین ہوئے۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب بے انتہا بھر جائے اور بہت ہی تیز ہو جائے تو اب اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب تک وہ ریلہ رہا جب تک تو خیر خس وخاشاک آتے مگر جلدی ہی گزر گئے لیکن اگر پانی اسقدر بھر جائے کہ نہر کے کناروں سے بھی باہر نکل جائے اب وہ حالت ہے کہ اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں سارے خس وخاشاک ابل کر باہر نکل گئے اور پانی صاف وشفاف رہ گیا۔ یہ حالت ان لوگوں کی ہے کہ جن پر فنا غالب ہوتی ہے کہ ان حضرات کے قلوب پر ہموم وغموم طاری ہی نہیں ہوتے بس ان کی نظر ہر وقت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہی لگی ہوئی ہے یہاں آئے ہی نہیں ان سب میں فرق ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے کئی آدمیوں کے بیٹے مر گئے ایک تو عامی ہے اس کی یہ حالت ہوگی کہ گریہ وبکا شروع کرے گا اور شکوہ وشکایت کے دفتر کھول دے گا اور اس کا سوگ منا کر بیٹھ جائے گا نہ نماز رہی نہ روزہ رہا بس ہر گھڑی اسی کا خیال ہے یہ تو عامی ہو گیا دوسرے کی یہ حالت ہوئی کہ اس نے سنا اس کو غم بھی ہوا رویا بھی ایک دن غم رہا مگر پھر زائل ہو گیا اور اپنے کاموں میں لگ گیا۔ مگر اب بھی جب خیال آتا ہے تو پھر وہی حالت ہو جاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا خیال ہر وقت یہی رہتا

ہے مگر ان سب باتوں میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا نہ خدا تعالیٰ کی شکایت کرنے بیٹھا یہ متوسط ہے کہ غم مستولی ہے مگر خیر کچھ سنبھلا ہوا ہے تیسرے کو جب خبر ہوئی تو اس نے سن کر اناللہ پڑھی اس وقت رنج بھی ہوا آنسو بھی نکلے مگر بہت سنبھلا رہا۔ بدحواس نہیں ہوا بلکہ اپنے کام میں لگا رہا اور یہی سمجھا کہ خدا کی چیز تھی اسی نے لے لی اس کی نظر فوراً حق تعالیٰ پر ہوئی اور سارا رنج و غم زائل ہو گیا اگر چہ رنج طبعی باقی رہا مگر یہ نہیں کہ نماز میں بھی وہی اور قرآن میں بھی وہی بلکہ دل سے تو متوجہ بحق ہے مگر طبعی رنج ہے۔ یہ عارف ہے اور یہی کامل ہے اس لئے کہ اس کی حالت اشبہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ **انا بفراقک یاابراھیم محزونون** اور آپ کے آنسو جاری تھے مگر قلب مبارک میں وہی حب حق بسی ہوئی تھی جب چوتھے صاحب کو اطلاع ہوئی تو بولے کہ الحمدللہ اور ہنسے اور خوش ہوئے جیسا کہ بعض مجازیب بزرگوں کے قصے لکھے ہیں یہ حالت غلبۂ فنا کی مگر کمال نہیں ہے ہاں بعض مرتبہ کاملین کو بھی یہ حالت طاری ہوتی ہے اور ان پر بھی غلبہ فنا کا ہوتا ہے مگر ان کی یہ حالت دائمی نہیں ہے تو اس حالت میں غم اور فکر اور رنج آتا ہی نہیں ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے ہیں تو دیکھو یہ سارے تفاوت بوجہ قوت روح اور ضعف روح کے ہیں کہ ایک قوی الروح تھا اس پر ویسا اثر مرتب ہوا اور اس قوت نے مدافعت کی اور دوسرا ضعیف تھا اس پر دوسرا اثر ہوا۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کے سامنے ایک شخص نے اس کے پیر کو برا بھلا کہا اور کہا کہ وہ تو شرابی ہیں مرید نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اس معترض نے اس مرید کو میخانہ میں لے جا کھڑا کیا دیکھا کہ شیخ جام ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں تب اس معترض نے اعتراض کیا کہ حضرت مجھ پر تو یہ نصیحت ہوتی ہے کہ شراب مت پیو اس لئے کہ جب جام شراب بھرا جاتا ہے تو اس میں شیطان مُوت دیتا ہے تو اب آپ کیوں پی رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ اور جام ہوتے ہیں ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے اس میں اتنی جگہ ہی نہیں ہے کہ شیطان مُوت سکے پھر اس جواب کی مولانا وجہ بتادیں گے غرض کہ طویل قصہ آگے خود آتا ہے مگر یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ دیکھو جس طرح انہوں نے کہا کہ ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اس کی جگہ ہی نہیں ہے ایسے جن حضرات پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے ان کے اندر بھی گنجائش اسکی نہیں رہتی کہ غموم و ہموم دنیا ان کے اندر آسکیں بس اس مقام سے اس حکایت کو یہ مناسبت ہے اسی لئے لاتے ہیں اب حکایت سنیے۔

شرح حبیبی

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخ و جواب گفتن مرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اس کو جواب دینا

ابلہے یک شیخ را تہمت نہاد	کو بدست و نیست بر راہ رشاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی	کہ وہ برا ہے اور راہ ہدایت پر نہیں ہے

شارب خمر ست وسالوس وخبیث	مر مریداں را کجا باشد مغیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے	تو مریدوں کا کیا دستگیر ہو گا؟
آں یکے گفتش ادب را ہوش دار	خورد نہ بود ایں چنیں ظن بر کبار
ایک شخص نے اس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ	بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے
دور از وے دور از اوصاف او	کہ زسیلے تیرہ گردد صاف او
اس سے اور اس کے اوصاف سے بعید ہے	کہ اس کا صاف پانی بہاؤ (کے پانی) سے مکدر ہو جائے
ایں چنیں بہتاں منہ بر اہل حق	کایں خیال تست برگرداں ورق
اہل حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول	یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے
ایں نباشد ور بودائے مرغ خاک	بحر قلزم راز مردارے چہ باک
اے خشکی کے پرند! ایسا نہ ہو گا اور اگر ہو	بحر قلزم کو ایک مردار سے کیا خطرہ؟
نیست دون القلتین و حوض خورد	کش تواند قطرہ آب از کار برد
وہ قلتین سے کم، اور چھوٹی حوض نہیں ہے	کہ اس کو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے
زآتش ابراہیم را نبود زیاں	ہر کہ نمرودیست گومی ترس ازاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے	جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اس سے ڈرے
نفس نمرود ست عقل و جاں خلیلؑ	روح در عین ست و نفس اندر دلیل
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے	روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے
ایں دلیل راہ رہرو را بود	کو بہر دم در بیاباں گم شود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے	کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے
واصلاں رانیست جز چشم و چراغ	از دلیل راہ شاں باشد فراغ
(اللہ تک) پہنچ جانیوالوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے	راہنما سے ان کو بے نیازی ہوتی ہے
گر دلیلے گفت آں مرد وصال	گفت بہر فہم اصحاب جدال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے	تو بحث کرنے والوں کی عقل کے لئے بیان کرتا ہے
بہر طفلے نو پدر تی تی کند	گرچہ عقلش ہندسۂ گیتی کند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے	اگرچہ اس کی عقل جہان کی پیائش کر ڈالے

کم نہ گردد فضل استاد از علو	گر الف چیزے ندارد گوید او
استاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی	اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے
از پئے تعلیم آں بستہ دہن	گوید او حطی و ہوز کلمن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے	وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے
در زبان او بباید آمدن	از زبان خود بروں باید شدن
اس کی زبان میں آنا چاہئے	اپنی زبان سے نکل جانا چاہئے
تا بیاموزد زتو او علم و فن	جملگی از خود بباید گم شدن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے	اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہئے
پس ہمہ خلقاں چو طفلان و یند	لازم است ایں پیر را در وقت پند
لہذا تمام مخلوق اس کے بچے جیسے ہیں	نصیحت کے وقت یہ بات پیر کے لئے ضروری ہے

ایک احمق نے کسی شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ برا اور گمراہ شخص ہے۔ شراب خواری و مکاری کرتا ہے خبیث ہے اور ہرگز شیخت کے قابل نہیں۔ اوخویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب خود اس کی حالت ایسی گندہ ہے تو وہ مریدوں کی کیا دستگیری کر سکتا ہے کسی نے کہا کہ جناب ادب ملحوظ رکھیئے بڑے لوگوں کی نسبت ایسا گمان مناسب نہیں خدانہ کرے کہ ان سے کوئی معصیت صادر ہو کر ان کے قلب صافی کو مکدر کرے۔ اہل اللہ پر ایسی تہمت نہ لگایئے یہ آپ کا خیال ہے اسے بدلیے اول تو یہ ہے نہیں اور اگر ہو بھی تو ایک مردار بحر قلزم کو مکدر نہیں کر سکتا۔ وہ قلتین سے کم اور حوض صغیر نہیں ہے جس کو ایک ناپاک قطرہ پانی بیکار کر دے اور اس معصیت ظاہری سے ان کو ضرر ہو کیونکہ اہل اللہ کے لئے ان کی خاصیت اضرار باقی نہیں رہتی خواہ اس لئے کہ اہل اللہ اس حالت میں مغلوب العقل ہونے کے سبب مرفوع القلم ہوتے ہیں یا اس لئے کہ اس شئے کی حقیقت بدل جاتی ہے اور اس لئے وہ محرم ہی نہیں رہتی۔ آگ ابراہیمؑ کو نہیں جلا سکتی ہاں نمرود کو پھونک دیتی ہے اس کو اس سے ڈرنا چاہیے پس روح مثل خلیل ہے اور نفس نمرود۔ جن لوگوں کا نفس بھی غلبۂ روح سے روح ہو گیا ہے ان کو معصیت مضر نہیں خواہ اس لئے کہ تبدل حقیقت سے وہ فی نفسہ معصیت ہی نہیں رہتی اور خواہ اس سبب سے کہ ان کی مغلوبیت کے باعث ان کے حق میں معصیت نہیں رہتی اور جن لوگوں کی روح بھی مغلوب نفس بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہو گئی ہے ان کو بے شک ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہاں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوتی ایک فرق تو روح و نفس کے درمیان تم کو اس بیان سے معلوم ہو گیا گو بیان فرق مقصود نہ تھا اب تبعاً ایک دوسرا فرق بھی سن لو۔ روح مشاہدہ حق سبحانہ میں مصروف ہوتی ہے اور نفس طالب دلیل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ رہنما کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو قطع منزل کے در پے ہو اس لئے

کہ اس کو بھٹک جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور جو واصل الی المطلوب ہیں ان کو دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو تو دیدہ بینا اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ امور ان کے اندر موجود ہیں کہ حق سبحانہ نے ان کو روح اور چشم بیناں عطا فرمائی ہے اور نور معرفت بخشا ہے اس سے تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ پھر یہ لوگ دلیلیں کیوں بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ دلائل مجادلین کے سمجھانے کے لئے ہیں۔ جو ذوق اور مشاہدہ نہیں رکھتے دیکھو چھوٹے بچے سے جب اس کا باپ باتیں کرتا ہے تو اسی کے طرح تتلا کر باتیں کرتا ہے اگر چہ اس کی عقل دنیا کی پیائش کرنے کو تیار ہوتی ہے نیز اگر استاد بچہ کو پڑھانے کے لئے الف خالی کہے تو اس سے اس کے علم میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس ناگویا کے پڑھانے کو ابجد ہوز حطی کلمن کہتا ہے مگر اس سے اس کے علم میں کچھ نقصان نہیں آتا اور ابجد خوان نہیں کہلا سکتا کیونکہ تعلیم کے لئے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کو چھوڑ کر متعلم کی زبان اختیار کی جائے اور اس کی قوت و استعداد کا لحاظ رکھا جائے اور اپنے کو بالکل بھلا دیا جائے تا کہ وہ تم سے علم و فن سیکھ سکے اسی طرح سمجھ لو کہ تمام مخلوق عارف کے بچے ہیں اس لئے لازم ہے کہ نصیحت کے وقت ان کی استعدادات کا لحاظ رکھے **تکلموا الناس علی قدر عقولهم**

آں مرید شیخ بد گوینده را	آں بکفر و گمرہی آگنده را
شیخ کے مرید نے برا کہنے والے کو	اس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو
گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز	ہیں مکن باشاہ با سلطاں ستیز
کہا "تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا	خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر
حوض با دریا اگر پہلو زند	خویش را از بیخ ہستی برکند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا	اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا
نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا	تیره گردد او زمردار شما
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارہ ہوتا ہے	کہ تمہارے مردار سے وہ گدلا ہو
کفر را حد ست و اندازه بداں	شیخ و نور شیخ را نبود کراں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے' سمجھ لے	شیخ اور اس کے نور کا کنارا نہیں ہے
پیش بیحد ہرچہ محدود ست لاست	کل شیء غیر وجہ اللہ فناست
لامحدود کے سامنے محدودُ معدوم ہے	اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے
کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست	زانکہ او مغز ست ایں دو رنگ و پوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے	کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

غرضکہ شیخ کے مرید مذکور نے اس بدگو اور کفر و گمراہی میں لتھڑے ہوئے سے کہا کہ دیکھئے میں آپ سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو تلوار سے نہ بھڑائیے اور شیخ کی مذمت کر کے ہلاکت روحانی میں مبتلا نہ ہو جائیے دیکھو بادشاہ کی مخالفت تباہی لاتی ہے آپ بادشاہ دین سے نہ لڑیئے۔ قاعدہ ہے کہ اگر حوض دریا سے ٹکراتی ہے تو اپنی ہستی کو مٹا دیتی ہے آپ ایک حوض ہیں اور وہ بحر بیکراں۔ آپ کی مذمت اور آپ کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ خود آپ کو ضرر پہنچے گا۔ شراب خواری تو ایک کبیرہ گناہ ہے میں تو کہتا ہوں کہ کفر بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کل شئی ھالک الا وجھہ یعنی ذات حق سبحانہ کے سوا تمام اشیاء فانی ہیں لہذا کفر و ایمان متعارف بھی فانی ہیں اور اہل اللہ متخلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق سبحانہ ہیں لہذا وہ بھی باقی ببقاء الحق ہوں گے۔ نیز حق سبحانہ غیر محدود ہیں لہذا اہل اللہ بھی غیر محدود بلا تناہی حق سبحانہ ہوں گے اور کفر و ایمان متعارف محدود ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محدود غیر محدود کے سامنے فانی اور لاشئے محض ہے اس کو اس تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ اس کی صفت ہی نہیں بن سکتا۔ پس کفر و ایمان متعارف کی وہاں رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ ان کی صفت ہی نہیں بن سکتی کیونکہ ان کو تو ایمان حقیقی حاصل ہے جو کہ مغز ہے اور کفر و ایمان متعارف رنگ اور صورتیں ہیں پس ان کو اس سے کیا تعلق جن کو مغز حاصل ہے جس کے سریان سے وہ سراپا اور سرتا مغز ہو گئے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کو کفر نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کفر کی وہاں تک رسائی نہیں اور وہ اس کے ساتھ موصوف ہی نہیں ہو سکتے۔ نہ یہ کہ کفران کے لئے جائز ہے نعوذ باللہ منہ فتدبر ولا تزل۔

ایک اجنبی شخص کا ایک بزرگ پر طعنہ زنی کرنا اور انکے ایک مرید کا انکی طرف سے جواب دینا پھر شیخ کا خود جواب دینا

شرح شبّیری

ابلہے الخ۔ یعنی ایک ابلہ نے ایک شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ تو بہت برا ہے وہ راہ ہدایت پر نہیں ہے

شارب الخ۔ یعنی شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے بھلا وہ مریدوں کی تو کیا خبر لے گا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو اس سے کہا کہ ذرا ادب کا لحاظ رکھو کہ بڑے لوگوں پر ایسا گمان مناسب نہیں ہے۔ یہ مجیب ان بزرگ کا مرید تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

دور از و الخ۔ یعنی اس سے اور اس کے اوصاف سے یہ بات بعید ہے کہ ایک سیل سے اسکا صاف خراب ہو جائے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اہل حق پر ایسا بہتان مت رکھو کہ یہ تمہارا خیال ہی ہے اس سے ورق کو لوٹ دو سیل سے مراد صدور منکر ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر حق تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہوتے

ہیں اور حق تعالیٰ ان کو بچاتا ہے اس لئے ان سے صدور منکر بعید ہے اگر چہ ممکن ہے مگر ان کے اندر حق تعالیٰ ایسے مواقع رکھ دیتے ہیں کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہوتا تو اس مرید نے کہا کہ ان سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ان سے منکر صادر ہو سکے لہٰذا تم کو چاہیے کہ ہرگز ایسا خیال نہ کرو اور اس خیال سے باز آ جاؤ اس لئے کہ ان حضرات سے بوجہ محفوظ ہونے کے صدور ہی منکر کا نہیں ہوتا۔

این نباشد الخ۔ یعنی یہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اے مرغ خاک۔ بحر قلزم کو مردار سے کیا ڈر ہے۔ اس شعر سے بہت جہلا صوفیہ فرقہ آباحیہ اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ سالک پر ایک حالت وہ بھی آتی ہے کہ جس میں اس کو گناہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بات یہ ہے کہ لوگ مثنوی شریف سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے علوم اخذ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ مثنوی ایسی کتاب ہے کہ جس شخص کو پہلے سے علوم معلوم ہوں وہ اس کے مضامین کو ان پر منطبق کر لے ورنہ خود اس سے علوم اخذ کرنے میں بڑی سخت گمراہی کا خوف ہے اس کی مثال بالکل قرآن شریف جیسی ہے کہ جس طرح کہ قرآن شریف سے رافضی سنی مرجیہ اور قدریہ اور جبریہ وغیرہ وغیرہ سب فرق نے اپنے اپنے مطلب کے موافق باتیں نکال لی ہیں اسی طرح اس سے بھی ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال سکتا ہے۔ بس جس طرح کہ قرآن شریف کے سمجھنے کے لئے حدیث کے ملانے کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ اول علوم حاصل کر لے پھر ان پر اس کے مضامین کو منطبق کرے اور اسی معنی میں مولانا جامی نے فرمایا ہے مثنوی مولوی معنوی + ہست قرآن در زبان پہلوی۔ اس سے لوگ سمجھے ہیں کہ اس میں قرآن شریف کے مضامین ہیں گویا کہ ترجمہ ہے حالانکہ بالکل غلط ہے اس میں بہت کم مضامین قرآنی ہیں بلکہ اس کا مطلب جو ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے یہ ہے کہ مولانا جامی نے خود اس مثنوی ہی کو قرآن کہا ہے اس لئے قرآن سے مراد کلام حق ہے اور کلام حق الفاظ کا مقید تو ہے نہیں بلکہ الفاظ مخلوق ہیں اور صفت کلام قدیم ہے تو جس طرح کہ اپنے اس کلام قدیم کو کلمات عربیہ کے ساتھ منضم کر دیا اور اس کو بذریعہ وحی کے نازل فرمایا اسی طرح اس کلام نفس قدیم کو زبان پہلوی کے ساتھ ملا دیا اور اس کو بذریعہ الہام کے مولانا رومیؒ کے قلب مبارک پر وارد فرما دیا تو بات یہ ہے کہ اس کو علوم تصوف پر منطبق کرنا چاہیے نہ کہ اس سے علوم اخذ کرنا تو اس سے۔ بحر قلزم را الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ شیخ کامل کو مولانا نے بحر قلزم سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح کہ بحر قلزم ایک مردار سے ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں ایک مانع عن التنجس موجود ہے اور وہ اس میں ماء کثیر ہونا ہے کہ وہ اس کو ناپاک نہیں ہونے دیتا اسی طرح اگر کسی بزرگ سے کوئی معصیت صادر بھی ہو جاتی ہے تو ان کے اندر ایک مانع ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانع عن التنجس بالمعصیت ہو جاتا ہے اور وہ ان کو عاصی نہیں ہونے دیتا لیکن یہ بات کہ وہ مانع کیا ہے جو ان کو تدنس بالمعصیت سے مانع ہوتا ہے اس کو شریعت سے دریافت کرنا چاہیے اس لئے کہ جس طرح ہم کو بحر قلزم میں بھی شریعت کے بتانے سے معلوم ہوا ہے کہ بوجہ ماء کثیر

ہونے کے مردار سے ناپاک نہ ہوگا اسی طرح ہم کو یہاں بھی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس جب شریعت سے موانع پوچھے گئے تو معلوم ہوا کہ منجملہ دیگر موانع کے ایک مانع غلبۂ فنا بھی ہے کہ جس وقت سالک پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے تو اسکو کچھ خبر ہی نہیں رہتی اور وہ مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب اس پر غلبہ فنا کا ہوگا اس وقت اس کے اندر یہ غلبہ فناء مانع عن التدنس بالمعصیۃ موجود ہے لہٰذا وہ عاصی نہ ہوگا اور چونکہ غلبۂ فنا بعض مرتبہ کامل کو بھی ہوتا ہے لہٰذا شیخ کامل سے بھی اگر کوئی معصیت صریحہ صادر ہوگی تو اس کو کہا جائے گا کہ یہ غلبۂ فنا میں ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس سے جاہل مکار فقیر استدلال نہ کر سکیں اس لئے کہ اول جو شرائط شیخ کے ہیں ان کو بھی دیکھا جائے گا اگر وہ موجود ہوں گے اور اس وقت صدور معصیت ہوگا تب یہ کہا جائے گا ورنہ اگر وہ شرائط موجود نہیں ہیں تو رد کیا جائے گا اور اس کو عاصی کہا جائے گا خوب سمجھ لو تو اب معلوم ہو گیا کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تب تو ان کو عاصی کہا جائے گا اور اگر موجود ہو تو اس مانع کی وجہ سے وہ عاصی نہ ہوں گے۔ اب اس کے یہ معنی کہنا کہ حضرت تو دریا ہیں بھلا ان باتوں کا وہاں کیا پتہ لگتا ہے بالکل غلط ہوا بلکہ یہ معنی جو بیان کئے گئے ہیں محقق ہیں۔ اب جہلاء فقراء کا اس شعر سے کوئی کسی قسم کا استدلال نہیں ہو سکتا تو اس مرید نے کہا کہ اول تو ان سے بوجہ محفوظ ہونے کے کوئی منکر صادر ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی صادر ہوگا تو چونکہ ان میں علامات کامل ہونے کے پائی جاتی ہیں اور معلوم ہے کہ پہلے سے کامل ہیں لہٰذا کہا جائے گا کہ اس وقت مرفوع القلم ہیں اور ان کی حالت اس کو مقتضی ہے کہ یہ گنہگار نہ ہوں گے خوب سمجھ لو کہ اب کوئی اشکال بحمد اللہ نہیں رہا۔ حق تعالیٰ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے کہ جو یہ مشکل اور کٹھن مقامات ان کی برکت سے حل ہو جاتے ہیں کہ جیسے کچھ اشکال ہی نہ تھا اللہ دودہ ثم للہ درہ آگے کہتے ہیں کہ۔

نیست الخ۔ یعنی وہ قلتین سے کم یا حوض خورد نہیں ہے کہ جس کو ایک قطرہ از کار رفتہ کر دے۔ مطلب یہ کہ وہ شیخ ایسا نہیں ہے کہ جس میں مانع عن التنجس موجود نہ ہو بلکہ موجود ہے اور وہ مانع وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے کہ غلبۂ فنا میں وہ مرفوع القلم ہے بس معلوم ہوا کہ جو معصیت کہ تم کو عاصی کر دینے والی اور مضر ہے اس کے لئے وہی موجب ترقی درجات ہے تو ایک شے ایک کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر اور غیر مفید ثابت ہوئی آگے اس کی اور نظائر لاتے ہیں کہ دیکھو اس میں تعجب مت کرو کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک کو مضر اور دوسرے کو مفید اس لئے کہ پہلے بھی ایسا ہوا ہے فرماتے ہیں کہ

آتش ابراہیم الخ۔ یعنی ابراہیمؑ کو آگ سے ضرر نہیں ہوتا مگر جو نمرود ہو اس سے کہہ دو کہ اس آگ سے ڈرے تو دیکھو ایک کو تو آگ جلانے والی اور وہی آگ دوسرے کے لئے موجب سرور اور باعث رحمت ہے۔

نفس الخ۔ یعنی نفس نمرود ہے اور عقل اور جان مثل خلیلؑ کے ہیں تو روہ تو مشاہدہ میں ہے اور نفس استدلال میں ہے۔

ایں دلیل الخ۔ یعنی راستہ کی نشانیاں راہرو کے لئے مفید ہیں اس لئے کہ ہر دم ایک جنگل میں گم ہوتا ہے۔

واصلاں را الخ۔ یعنی واصلوں کو سوائے چشم و چراغ کے اور کہیں کی ضرورت نہیں ہے ان کو دلیل راہ سے

فراغت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ روح تو عین مشاہدہ میں ہے اور نفس ابھی استدلال میں ہی لگ رہا ہے اس لئے نفس یعنی محجوبین کو تو ان استدلالات وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ استدلال کرے مگر جو واصل ہو چکا ہے اور جو کہ مشاہدہ کر چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ استدلال کرے بلکہ اس کو تو صرف اس کی ضرورت ہے کہ وہ نورحق حاصل ہو اور بصیرت ہو بس کافی ہے جیسے کہ جو راستہ چل رہا ہے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ راستہ کی شناخت کے لئے دلائل اور نشانیاں تلاش کرے مگر جو منزل پر پہنچ چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے وہ تو اپنے گھر میں بیٹھے گا اب یہاں شبہ پڑتا ہے کہ اچھا حضرات انبیاء واولیاء تو یقیناً واصل ہوئے ہیں مگر حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انہوں نے استدلالات کئے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ

گر دلیلے الخ۔ یعنی اگر اس واصل نے کوئی دلیل بیان بھی کی تو وہ بھی لڑنے والوں کے سمجھانے کو بیان کی ہیں یعنی انبیاء نے جو استدلالات کئے وہ اس لئے کہ کفار ان کی تکذیب کرتے تھے تو ان کو سمجھانے کے لئے استدلالات کئے باقی خود ان کو ضرورت نہ تھی آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

بہرطفلے الخ۔ یعنی چھوٹے بچہ کے لئے باپ تتلا کر بولتا ہے اگرچہ اس کی عقل زمین کی پیمائش کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کتنا ہی بڑا عاقل ہو مگر جب بچہ کے سامنے بولے گا تو اسی طرح تتلا کر بولے گا۔ اس لئے کہ اس وقت اس کو ضرورت ہے کہ اس بچہ کو سمجھائے اسی طرح وہ حضرات بھی ان کفار کی تفہیم کے لئے دلائل لاتے تھے نہ کہ اپنے واسطے دوسری مثال ہے کہ

کم نگردد الخ۔ یعنی استاد کے فضل میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا اگر وہ یہ کہہ دے کہ الف خالی ہے یعنی اگر وہ تقطیع پڑھاتے وقت یوں کہے کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ تو اس سے اس کے فضل وہنر میں کیا کمی آئی کچھ بھی نہیں بلکہ

از پئے الخ۔ یعنی وہ استاد اس بستہ دہن بچہ کی تعلیم کے واسطے حطی ہوز کلمن کہتا ہے

درزبان الخ۔ یعنی اس بچہ کی زبان میں آنا چاہیے اور اپنی زبان سے باہر ہونا چاہیے جب وہ سمجھ سکتا ہے۔

تابیاموز الخ۔ یعنی تا کہ وہ تم سے علم وفن سیکھ لے اس لئے اپنے سے تو بالکل گم ہو جانا چاہیے اور اس کی استعداد کا لحاظ کرنا اور اس کی حالت کو مدنظر رکھ کر تعلیم کرنا چاہیے ورنہ نفع نہیں ہوسکتا۔

پس ہمہ الخ۔ یعنی پس ساری مخلوق ان انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہے تو ان کی نصیحت کے وقت اس کا لحاظ کرنا اور ان کی استعداد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے پس اسی لئے ان حضرات نے دلائل وغیرہ بیان کئے ورنہ ان کو ان کی بالکل حاجت نہ تھی آگے پھر ان شیخ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

آن مرید الخ۔ یعنی اس شیخ کے مرید نے اس بدگو کو جو کہ کفر اور گمراہی میں ملا ہوا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی کہا کہ ارے تو اپنے کو تلوار تیز پر مت مار اور بادشاہ اور سلطان کیساتھ لڑائی مت کر اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب تو اولیاء اللہ کی

شان میں گستاخی کرنا خدا سے لڑنا ہے والعیاذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

حوض الخ۔ یعنی حوض اگر سمندر کے ساتھ برابری کرے تو اپنے کو بیخ ہستی سے اکھاڑ رہا ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کے ساتھ اگر کوئی دوسرا برابری کرنے لگے اور خود بھی اسی طرح کرنے لگے تو چونکہ وہاں تو مانع ہے اور یہاں نہیں ہے لہٰذا یہ برابری کرنے والا یقیناً برباد ہوگا۔

نیست الخ۔ یعنی وہ ایسا دریا نہیں کہ جسکا کنارہ بھی ہوتا کہ وہ تمہارے مردار سے تیرہ ہو جائے بلکہ

بحرا الخ۔ یعنی سمندر کی تو حد بھی ہے اور کنارہ بھی ہے مگر شیخ اور نور شیخ کا کنارہ ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ عینیت مصطلحہ حاصل ہے تو متخلق باخلاق اللہ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ بی یسمع وبی ینطق وبی یبصر تو جب صفات حق لا متناہی ہیں تو چونکہ یہ بھی عین اصطلاحی ہوگیا ہے اس کی صفات بھی غیر متناہی ہونگے۔

پیش الخ۔ یعنی غیر محدود کے سامنے جو محدود ہے وہ فانی ہے اور سوا حق تعالیٰ کے اور چیزیں فانی ہیں مگر یہ شخص چونکہ عین اصطلاحی ہو چکا ہے لہٰذا یہ تو باقی ہے اور کل معاصی وغیرہ فانی ہیں تو یہ ایسے درجہ میں ہے کہ اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں۔

کفر و الخ۔ یعنی جس مقام پر کہ وہ ہے وہاں کفر و ایمان بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو مغز ہے اور یہ دونوں (کفر و ایمان) پوست ہیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ کفر و ایمان تو احکام ظاہری میں سے ہیں اور افعال عبد ہیں اور یہ شخص بوجہ عینیت مصطلحہ حاصل ہونے کے ان افعال عباد سے خارج ہو گیا ہے بلکہ اس کے جو افعال ہیں وہ خود افعال حق بمعنی اصطلاحی ہیں لہٰذا اس شخص کو اس مرتبہ عینیت میں نہ کافر کہہ سکتے ہیں اور نہ مومن کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں تو احکام ظاہر میں سے ہیں اور اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں لہٰذا وہ اسوقت نہ کافر ہے اور نہ مومن ہے خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہیں غلطی مت کرنا۔

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت	چوں چراغ خفیہ اندر زیر طشت
یہ فانی چیزیں اس کی ذات کا پردہ بن گئی ہیں	جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو
پس سر ایں تن حجاب آں سر ست	پیش آں سر ایں سر تن کافر ست
تو اس جسم کا سر اس سر کا پردہ ہے	اس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے
کیست کافر غافل از ایمان شیخ	کیست مردہ بے خبر از جان شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل	مردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بے خبر
جاں نباشد جز خبر در آزموں	ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
آزمائش میں علم حاصل نہ ہونے کے سوا کسی اور چیز سے جان (ثابت) نہیں ہوتی	جس کا علم بڑھا ہوا ہے اس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جان ما از جان حیواں بیشتر	از چہ' زاں رو کہ فزوں دارد خبر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے	کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اس کا علم بڑھا ہوا ہے
پس فزوں از جان ما جان ملک	کو منزہ شد ز حس مشترک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے
وز ملک جان خداوندان دل	باشد افزوں تو تحیر را بہل
اور فرشتے سے اہل دل کی جان	بڑھی ہوئی ہو گی' تو حیرانی چھوڑ دے
زاں سبب آدمؑ بود مسجود شاں	جان او افزوں ترست از بود شاں
اسی لئے آدمؑ ان کے مسجود بنے	ان کی جان ان کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے
ورنہ بہتر را سجود دوں ترے	امر کردن ہیچ نبود در خورے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا	حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا
کے پسندد عدل و لطف کردگار	کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی	کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے
جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا	شد مطیعش جان جملہ چیزہا
جان جب بڑھ گئی' انتہا سے گزر گئی	تمام چیزوں کی جانیں اس کی فرمانبردار بن گئیں
مرغ و ماہی و پری و آدمی	زانکہ او بیش ست ایشاں در کمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی	کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے' وہ کمی میں ہیں
ماہیاں سوزنگر دلقش شوند	سوزناں را رشتہا تابع بوند
مچھلیاں اس کی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانیوالی بن جاتی ہیں	دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

شرح حبیبی

جب اہل اللہ کی حالت یہ ہے تو ان پر اعتراضات اور تکفیر کے فتوے کیوں ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیخ کے اوصاف فانیہ اس کی ذات وحقیقت کا پردہ بن جاتے ہیں جس طرح طشت کے نیچے چراغ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محجوب لوگ چونکہ ان کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ صورت کو دیکھتے ہیں اور اس لئے ان ھذا الا بشر مثلنا رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ اپنا سا معاملہ کرتے ہیں ان کا سر ظاہری ان کے سر حقیقی کا حجاب ہو گیا ہے لوگ

اس سر کو نہیں دیکھتے صرف سر ظاہری کو دیکھتے ہیں اسی پر حکم لگاتے ہیں حالانکہ ان کے اس سر میں اور اس میں بعد المشرقین ہے اور گویا کہ یہ سر اس سر کے مقابلہ میں کافر ہے اتنا فرق ہے اب مولانا متنبہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ارے میں کسے کافر سے تشبیہ دے رہا ہوں اور کسے کافر کہہ رہا ہوں یہ خبر نہیں کہ حقیقت میں کافر سے مشابہ کون ہے کافر سے مشابہ وہ ہے جس کو شیخ کے ایمان حقیقی کی خبر نہیں اور میں کس کو مثل مردہ کہہ رہا ہوں یہ خبر ہی نہیں کہ مثل مردہ حقیقت میں کون ہے مثل مردہ وہ ہے جس کو شیخ کی حیات روحانی کی خبر نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ جان کا علم اس کے آثار سے ہو سکتا ہے اور بڑا اثر اس کا علم ہے پس جس کو علم زیادہ ہے اس میں حیات بھی زیادہ ہے دیکھو ہماری حیات دیگر حیوانات کی حیات سے اعلیٰ ہے وجہ کیا ہے یہی کہ ہمارا علم ان سے بڑھا ہوا ہے اس بنا پر فرشتوں کی حیات سے اعلیٰ ہوگی کیونکہ ہم میں حس حیوانی ہے اور حس ملکی نہیں اور ان میں حس حیوانی نہیں بلکہ حس ملکی ہے اور حس ملکی ادراک مغیبات کے سبب حس حیوانی سے بڑھ کر ہے اور اہل دل کی حیات فرشتوں کی حیات ہم سے اعلیٰ ہے کیونکہ ان میں دونوں حسیں ہیں حیوانی بھی اور ملکی بھی اب تم کو اس معاملہ میں حیرت نہ ہونی چاہیے۔ ہمارا دعویٰ دلیل سے ثابت ہو چکا اسی سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہوئے کہ ان کی حیات اعلیٰ تھی حیات ملائکہ سے ورنہ حکمت خداوندی کو ہرگز شایان نہ تھا کہ مفضول کو مسجود فاضل بناتی بھلا عدل ولطف حق سبحانہ کب اس کو گوارا کرسکتا ہے کہ خار مسجود گل ہو۔ یوں ہی جب کسی کی حیات کی ترقی ہوتی ہے اور ترقی ہو کر وہ لامتناہی بلاتناہی حق سبحانہ ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ مطاع خلق ہو جاتا ہے پرندے، مچھلیاں، جنات، آدمی وغیرہ سب کے سب اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ افضل ہے اور وہ مفضول اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گدڑی کے سینے میں مچھلیاں اسکی مددمعاں بن جاتی ہیں اور ان کی سوئیوں کے لئے تاگوں کی طرح تابع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تو حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ میں سن چکا ہے جس کا تتمہ ہم اب بیان کرتے ہیں سن۔

شرح شبّیری

این فناہا الخ۔ یعنی یہ فانی چیزیں اس وجہ کے پردہ ہوگئی ہیں جس طرح کہ ایک چراغ کسی طشت کے نیچے خفیہ ہو مطلب یہ کہ یہ اشیاء دنیویہ اور مقتضیات نفس حجاب ہو رہے ہیں اور عالم غیب کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں ہے ورنہ جس طرح کہ یہ شخص مغز ہو گیا ہے اور اس کو عالم غیب کی اطلاع ہے اسی طرح تم کو بھی ہو دوسرا مصرعہ اس کی مثال ہے کہ یہ اس طرح حجاب ہیں جیسے کہ کوئی طشت کسی چراغ کے نور کا حجاب ہو۔

پس سر این الخ۔ یعنی پس یہ تن پوشیدہ کا حجاب ہے اور اس پوشیدہ کے سامنے یہ تن محجوب ہے۔ مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کے مقتضیات کی وجہ سے اس طرف التفات نہیں ہوتا اور اس وجہ سے یہ محجوب رہا ہے ورنہ بالکل ظاہر طور پر اس عالم غیب کا مشاہدہ ہوتا۔

کیست کافر الخ۔ یعنی کافر کون ہے جو کہ ایمان شیخ سے غافل ہو اور مردہ کون ہے جو کہ شیخ کی جان سے بے خبر ہو۔ مطلب یہ ہے جو شخص کہ کاملین واصلین کے اس ایمان شہودی سے جس میں کہ ان کو معائنہ اور مشاہدہ ہو رہا ہے غافل ہے وہ محجوب ہے اور جو کہ ان کاملین کی اس حیات ابدی اور حیات طیبہ سے بے خبر ہے گویا کہ وہ خود مردہ ہے۔ آگے اس بے خبر کو مردہ کہنے کی اور اس کے مردہ ہونے کی وجہ اور دلیل فرماتے ہیں کہ

جان نباشد الخ۔ یعنی جان نہیں ہوتی بجز خبر کے آزمائش میں اور جس کو خبر زیادہ ہے اس کی جان بھی زیادہ ہے مطلب یہ کہ امتحان اور آزمائش کے وقت اس چیز کی خبر ہونا بھی تو جان کی دلیل ہے اور اسی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حی ہے اور بیدار ہے تو جس کو اطلاع اشیاء زیادہ ہوگی اس کی جان بھی زیادہ ہوگی اور جس کو خبر نہ ہوگی اس کی جان اور روح میں بھی قوت نہ ہوگی گویا کہ نہ ہوگی لہٰذا وہ مثل مردہ ہی کے ہے اس اعتبار سے اس کو مردہ کہا گیا ہے۔ آگے زیادہ خبر سے زیادہ جان ہونے کے نظائر پیش فرماتے ہیں کہ

جان ما از الخ۔ یعنی ہماری جان جان حیوان سے زیادہ ہے کس وجہ سے اس لئے کہ اس کو خبر زیادہ ہے کہ اس کو علم جزئیات ہی ہے اور انسان کو علم کلیات کا بھی ہے تو دیکھو زیادتی علم سے زیادتی جان اور قوت روح معلوم ہوئی۔

پس الخ۔ یعنی ہماری جان سے جان فرشتہ زیادہ ہے کیونکہ وہ حس مشترک بین الانسان والحیوان سے پاک ہے مطلب یہ کہ جو حس اور ادراک کہ انسان اور حیوان میں مشترک ہے اس سے علم فرشتہ چونکہ عالی ہے اور زیادہ ہے اس لئے وہ اس اعتبار سے افضل ہوا اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان ہی افضل ہو مگر باعتبار احاطہ معلومات کے فرشتہ انسان سے افضل ہو۔

وز ملک الخ۔ یعنی اور فرشتہ سے اہل دل کی جان زیادہ ہوتی ہے تم تحیر کو چھوڑ دو مطلب یہ کہ فرشتہ سے اہل اللہ کی جان زیادہ اور روح قوی ہوتی ہے اور تم اس میں حیرت اور تعجب مت کرو کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ فرشتوں سے بڑھ جائے اس لئے کہ اس کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ

زان سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے آدم ان کے مسجود ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی جان ان کی جان سے بہت زیادہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ آدم علیہ السلام ظاہر ہے اہل اللہ اور اہل دل میں سے تھے اسی لئے فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اہل دل اور اہل اللہ فرشتوں سے بھی افضل ہوئے چونکہ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آدم علیہ السلام افضل ہی تھے ممکن ہے کہ مفضول ہوں مگر حکم سجدہ کا ان کو کر دیا گیا ہو آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ورنہ بہتر را الخ۔ یعنی ورنہ افضل کو مفضول کے سجدہ کرنے کا حکم کرنا کچھ لائق نہ تھا۔

کے پسندد الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا عدل اور لطف کب پسند کرتا ہے کہ ایک پھول خار کے سامنے سجدہ کرے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو اگرچہ قدرت تھی مگر عدل وانصاف اس کو مقتضی تھا کہ مفضول کو حکم دیا جائے کہ افضل کو سجدہ

کرے نہ کہ بالعکس تو جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا معلوم ہوا کہ وہ مفضول تھے اور حضرت آدم علیہ السلام افضل تھے اور کس طرح نہ ہوں آخر ان کا علم تو دیکھو کہ حق تعالیٰ نے ان کو کل کائنات کے اسماء کا مع ان کے خواص و ماہیات و کیفیات وغیرہ کے علم دیا تھا تو جو شخص کہ اتنا بڑا عالم ہے کہ کہیں ٹھکانا نہیں۔ وہ کس طرح ان سے افضل نہ ہوگا پس جب معلوم ہوگیا کہ مفضول افضل کے تابع ہوا کرتے ہیں تو اب قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

جان چو افزوں الخ۔ یعنی جان ترقی کی تو وہ انتہا سے گزر گئی اور تمام دیگر اشیاء کی جانیں اس کے تابع ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جب روح ترقی کرتی ہے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کر کے وہ ترقی بے انتہا ہو جاتی ہے تو اب اور تمام اشیاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ سب پر حاکم ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر حضرت ابراہیم بن ادہم کے قصہ سے معلوم ہوا کہ مچھلیاں بھی ان کے تابع تھیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

مرغ و ماہی والخ۔ یعنی پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی (سب تابع ہوتے ہیں) اس لئے کہ یہ شخص تو زیادتی میں ہے اور وہ سب کمی میں ہیں لہٰذا سب اس کے مطیع اور تابع ہوتے ہیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں ان کی گدڑی کی سوئی بنانے والی ہوتی ہیں اور سوئیوں کے تاگے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھو وہ حالت ہوتی ہے جو کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم پر گزری کہ مچھلیوں نے ان کی گدڑی کے لئے سوئیاں بنائیں اور ان کو لے کر خود حاضر ہوئیں تو دیکھو کس قدر بڑی افضلیت اور متبوعیت کی دلیل ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

بقیہ قصۂ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ برلب دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ کا باقی

چوں نفاذ امر شیخ آں میر دید	ز آمد ماہی شدش وجدے پدید
جب اس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا	مچھلیوں کی آمد سے اس پر وجد طاری ہو گیا
گفت آہ ماہی ز پیراں آگہ ست	شہ تنے را کو لعین درگہ است
اس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں	اس پر تف ہے جو مردود بارگاہ ہے
ماہیاں از پیر آگہ ما بعید	ماشقی زیں دولت وایشاں سعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں ہم دور ہیں	ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں
سجدہ کرد و رفت گریان و خراب	گشت دیوانہ ز عشق فتح باب
اس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہو گیا	(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

پس تو اے ناشستہ رو در چیستی	در نزاع و در حسد با کیستی
تو' اے گندہ رو! تو کس خیال میں ہے؟	کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟
بادم شیرے تو بازی می کنی	برملائک ترکتازی می کنی
تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے	فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے
بدچہ می گوئی تو خیر محض را	ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
تو خالص خیر کو برا کیوں کہہ رہا ہے۔	خبردار! اس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ
بدچہ باشد مس محتاج مہاں	شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں
بدکیا ہوتا ہے؟ محتاج' ذلیل تانبہ	شیخ کیا ہوتا ہے ؟ لامحدود کیمیا
مس اگر از کیمیا قابل نہ بد	کیمیا از مس ہرگز مس نہ شد
اگر تانبا' کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا	تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی
بدچہ باشد سرکش آتش عمل	شیخ کہ بود عین دریائے ازل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا	شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا
بد کہ باشد ظالم ظلمت فزا	شیخ کہ بود عکس انوار خدا
بدکون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم	شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو
بد چہ باشد آتش پر دو دوسوز	شیخ آب کوثرے اندر تموز
بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ	شیخ ساون میں آب کوثر ہے
دائم آتش را بترسانند ز آب	آب کے ترسید ہرگز زالتہاب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں	شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟
در رخ مہ عیب بینی می کنی	در بہشتے خار چینی می کنی
تو چاند کے رخ میں عیب بینی کر رہا ہے	بہشت میں کانٹے چن رہا ہے
گر بہشت اندر روی اے خار جو	ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اے کانٹے تلاش کرنے والے! اگر تو بہشت میں جائے گا	اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا
می بپوشی آفتاب اندر گلے	رخنہ می جوئی ز بدر کاملے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے	چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں	بہر خفاشے کجا گردد نہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے	چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟
عیبہا از رد پیراں عیب شد	غیبہا از رشک پیراں غیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بن گئے	(اسرار) غیب پیروں کے رشک کی وجہ سے غیب بن گئے
بس ہنر از رد آنہا عیب شد	بس یقیں کزشک ایشاں ریب شد
بہت سے ہنر ہیں جوان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عیب بن گئے	بہت سے یقین ہیں جوان کے شک کی وجہ سے مشکوک ہو گئے
بارےاز دوری زخدمت یار باش	در ندامت چابک و پرکار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بن جا	ندامت میں چست اور کارآمد بن جا
تا ازاں راہت نسیمے می رسد	آب رحمت راچہ بندی از حسد
تاکہ اس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے	حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟
گرچہ دوری دورمی جنباں تو دم	حیثما کنتم فولوا وجھکم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دم ہلا	تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اس کی طرف) پھیر لو
چوں خرے در گل فتد از گام تیز	دم بدم جنبد برائے عزم خیز
تیزروی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے	اٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے
جائے را ہموار نہ کند بہر باش	داند او کہ نیست آں جائے معاش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے	وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے
حس تو از حس خر کمتر بدست	کہ دل توزیں وحلہا برنجست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے	کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا
در وحل تاویل رخصت می کنی	چوں نمی خواہی کزاں دل برکنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے	چونکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے
کایں روا باشد مرا من مضطرم	حق نگیرد عاجزے را از کرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں	اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے
اے چو کفتاری گرفتار فجور	ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے	دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

می بگویند اندروں گفتار نیست	از بروں جوئید کاندر غار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجو اندر نہیں ہے	باہر تلاش کرو کیونکہ غار میں نہیں ہے
نیست درسوراخ گفتار اے پدر	رفت تازاں او بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے	وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے
ایں ہمی گویند و بندش می نہند	او ہمی گوید زمن کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اس کو پھانس لیتے ہیں	وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟
گرزمن آگاہ بودے ایں عدو	کے ندا کردے کہ ایں کفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے	تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟
تاکہ بربندند و بیرونش کنند	غافل آں کفتار ازایں ریشخند
تاکہ باندھ لیں اور اس کو باہر نکال لیں	بجو اس مذاق سے غافل ہے

شرح حبیبی

جبکہ اس امیر نے شیخ کے حکم کا نفاذ مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مچھلی سوئی لے آئی تو اس سے اس پر وجد طاری ہوگیا اور کہا کہ اللہ مچھلی تو شیخ کو پہچانتی ہے اور آدمی نہ پہچانے پھٹکار اس پر جو اس درگاہ سے مردود ہو اور اس سے آشنا نہ ہو ہائے افسوس مچھلیاں شیخ سے واقف ہوں اور ہم دور ہوں ہم اس دولت سے محروم ہوں اور وہ بہرہ یاب آخرش وہ آداب شاہی بجالایا اور روتا پیٹتا چلا گیا اور باب قلب کے مفتوح ہونے کے عشق سے دیوانہ ہوگیا۔ جب مشائخ کی عظمت تجھے معلوم ہوچکی تو اے محروم وطاعن برمشائخ کـائـنـا مـن کـان تو کس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تو کس کے ساتھ مخالفت اور کس پر حسد کرتا ہے کمبخت تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے اور فرشتوں پر حملہ کررہا ہے پھر بھلا تو ہلاک نہ ہوگا۔ ارے تو ان لوگوں کو جو خیر محض ہیں اور جن میں شر کا شائبہ نہیں تو کیا برا کہتا ہے یہ پستی ہے تو اس کو رفعت نہ سمجھ یہ انتہائی ذلت کا سبب ہے تو اس کو عزت نہ خیال کر۔ تو بد اور شیخ میں تمیز نہیں کرتا ان میں کامل تضاد ہے کیونکہ بد وہ ہے جو تانبا ناقص ہو اپنے کمال میں کیمیا کا محتاج ہو۔ خسیس ہو اور شیخ وہ کیمیا ہوتا ہے جس کے اثر کی کوئی انتہا ہی نہیں اور جو ناقص کو کامل بنا دیتا ہے بھلا پھر وصف مشیخت اور بدی ایک ذات میں کیونکر جمع ہوسکتے ہیں اور اگر کوئی مس کسی سبب سے کیمیائے کامل نہ ہوسکے تو مس سے وہ کیمیا تو مس نہیں ہوجاتی وہ تو کیمیا ہی رہتی ہے پس اگر تو کامل نہ بن سکا تو تیرے برا کہنے سے شیخ برا نہیں ہوسکتا۔ اور سن بد وہ ہوتا ہے جو سرکش ہو اور جس کے اعمال رخت حیات روحانی کو پھونک دینے کے لئے آگ کی خاصیت رکھتے ہوں اور برعکس اس کے شیخ آتش شہوات نفسانیہ کو بجھا دینے

اور حیات طیبہ روحانی عطا کرنے میں دریائے ازل یعنی حق سبحانہ کی صفت سے متصف ہے اور سن بدوہ ہوتا ہے جو ظالم بر نفس خود اور ظلمات نفسانیہ کا بڑھانے والا ہو برخلاف اس کے شیخ عکس انوار خداوندی اور منور با نوار حق سبحانہ ہے جو تاریکی کا دشمن اور اسکا قلع قمع کرنے والا ہے اور سن بدوہ ہوتا ہے جو آگ ہو اور سوزش اور دھوئیں سے پر ہو۔ برخلاف اس کے شیخ ایسا ہوتا ہے جیسے گرمی میں آب کوثر۔ کہ التہاب نار عطش کو بجھا کر حیات روحانی بخشتا اور سکون و طمانیت پیدا کرتا ہے پھر وہ بد کیونکر ہوسکتا ہے تو آگ ہے وہ پانی ہے پس تجھ کو اس سے ڈرنا چاہیے کیونکہ آگ پانی سے ڈرتی ہے وہ تجھ سے نہیں ڈرسکتا کیونکہ پانی آگ سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی تو غضب کرتا ہے کہ چہرۂ بدر کامل میں نقص ڈھونڈتا ہے بھلا وہاں نقص کو کیا دخل اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتا ہے اگر بہشت میں کانٹے ڈھونڈنے جائے گا تو وہاں بجز تیرے اور کوئی کانٹا تجھے نہیں مل سکتا تو آفتاب کو مٹی میں چھپانا چاہتا ہے اور بدر کامل میں نقص تلاش کرتا ہے بھلا تیری عقل ہی نہیں ماری گئی غرض اہل اللہ کے اندر عیب تلاش کرنا تیری بدبختی اور محرومی ہے اور سعی لاحاصل اصل مقصود تیرا ان کے کمال پر حسد ہے اور تو اس کا خفا چاہتا ہے مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک آفتاب جو ایک عالم کو اپنے نور سے فیض یاب کررہا ہے وہ ایک خفاش کی خاطر چھپ جائے۔ ایسی حالت میں بجز موتو ابغیظکم کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ ارے اہل اللہ بد کیونکر ہوسکتے ہیں۔ وہ تو صراف ہیں عیب وکمال کے جس کو وہ عیب سمجھ کر رد کردیں وہ حقیقت میں عیب ہوتا ہے اور جس کو وہ کمال سمجھ کر اس کی طرف راغب ہوں وہ واقع میں کمال ہوتا ہے خیر اگر تو اب تک خدمت سے دور رہا ہے تو اب بھی کچھ نہیں کیا۔ اب بھی یار ہو جا۔ اپنی حرکت سے نادم ہو اور کام میں لگ جا تا کہ راہ خدا کی نسیم خوشگوار کا کوئی جھونکا تجھ تک پہنچ جائے۔ دیکھ کیوں احمق بنتا ہے اور حسد کا کڑا لگا کر آب رحمت کو کیوں روکتا ہے اگر تو ان کی خدمت میں بھی حاضر نہیں ہوسکتا تو نہ سہی تو دور ہی سے لجاجت کرتا رہ غرض جہاں کہیں بھی ہو تجھ کو اس قبلہ حاجات کی طرف توجہ رہنا چاہیے۔ غور تو کر اگر تیز روی میں کوئی گدھا کیچڑ میں گر جائے تو وہ اٹھنے کے لئے بار بار حرکت کرتا ہے اور وہیں رہنے کے لئے جگہ ٹھیک نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی بسر کرنے کا مقام نہیں لیکن تیری حس تو گدھے کی حس سے بھی کم ہے کہ تو اس دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور تیرے دل میں اس سے نکلنے کی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔ تو اس دلدل ہی میں رہنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے کیونکہ تو اس سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتا تو کہتا ہے کہ میں مضطر ہوں میرے لئے اس میں پھنسا رہنا جائز ہے حق سبحانہ اپنے فضل سے عاجز و مضطر پر گرفت نہیں فرماتے لیکن اے احمق حق سبحانہ نے تجھے پکڑ رکھا ہے مگر تو بجو کی طرح اندھا ہے اس لئے اپنی غفلت سے اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ بجو کو جب پکڑنا چاہتے ہیں تو اسے غافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے باہر ڈھونڈنا چاہیے چونکہ بھٹ میں نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ دوڑ کر گھاٹ پر پانی پینے گیا ہے۔ یہ کہتے جاتے ہیں اور پھندے لگاتے جاتے ہیں اور بجو احمق یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے واقف نہیں بھلا اگر وہ دشمن مجھے جانتا تو یہ کیوں کہتا کہ بجو کہاں چلا گیا حتیٰ کہ یہ لوگ اس کو باندھ کر باہر نکال دیتے ہیں اور وہ اس دل لگی سے غافل ہوتا ہے۔

لب دریا پر حضرت ابراہیم ابن ادہم اور اس امیر کے قصہ کا تتمہ

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جب اس امیر نے حکم شیخ کا نافذ ہوتا دیکھا تو مچھلیوں کی آمد سے اس کو ایک وجد ظاہر ہوا۔

گفت الخ۔ یعنی اس امیر نے کہا کہ افسوس مچھلی تو پیروں سے آگاہ ہے تو اس شخص پر نفرین ہے جو ملعون و مردود درگاہ ہو۔

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں تو شیخ سے آگاہ ہیں اور ہم بعید ہیں اور ہم اس دولت سے بد بخت ہیں اور یہ سعید ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

سجدہ کرد الخ۔ یعنی اس نے سجدہ کیا اور روتا ہوا خراب وخستہ چل دیا اور فتح باب کے عشق کی وجہ سے دیوانہ ہوگیا۔ فتح باب سے مراد انشراح قلب مطلب یہ کہ جب اس پر یہ اسرار اور عظمت شیخ کی منکشف ہوئی تو بس اس پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور اس انشراح قلبی کی وجہ سے اس پر دیوانگی کی کیفیت ہوگئی اس کے بعد وہ چل دیا۔ اس قصہ کو تمام فرما کر رجوع ہے اوپر کے مضمون کی طرف اوپر کے قصہ طعن میں خطاب خاص اس طاعن کو تھا کہ ان بزرگ کی شان میں گستاخی مت کر کہ بہت بری چیز ہے اور اس سے وبال کے نزول کا خوف ہے آگے اسی مضمون کو خطاب عام سے بیان فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس اے ناپاک تو کس شے میں مشغول ہے اور نزاع وحسد کس کے ساتھ کر رہا ہے۔ (کچھ خبر بھی ہے تیری وہ مثال ہے کہ)

بادم الخ۔ یعنی شیر کی دم کے ساتھ کھیل رہے ہو اور فرشتوں پر حملہ کر رہے ہو تو ان دونوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیر تم کو پھاڑ دے گا اور ملائک ہلاک کر ڈالیں گے۔ تو اسی طرح بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی وبال نازل ہوگا اور اس سے ہلاک ہو جاؤ گے۔

بد چہ الخ۔ یعنی تو خیر محض کو کیا برا کہہ رہا ہے ارے اس ذلت کو ترفع مت گن۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر محفوظ ضرور ہوتے ہیں اس لئے ان سے برائی صادر نہیں ہوتی اور کوئی نہ کوئی ایسا مانع قوی ہو جاتا ہے کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہونے پاتا جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے تو فرماتے ہیں کہ اے معترض تو جو اس اعتراض کرنے کو بڑا کمال سمجھتا ہے جیسا کہ آج کل یہ خبط ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ سے گفتگو کی تو جواب نہ دے سکے تو یہ خبط ہے اور ذلت ہے اس کو کمال اور برائی مت سمجھو کہ خدانہ کردہ کہیں وبال پڑ گیا تو سارا کمال اور بزرگی رکھی رہ جائے گی آگے شیخ کامل کی اور بدکاروں کی مثالیں دیتے ہیں۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بدکون ہوتا ہے وہ مس جو کہ محتاج اور ذلیل کردہ ہو اور شیخ وہ ہے جو کہ کیمیائے کامل ہو۔

مس الخ۔ یعنی اگر کیمیا سے مس کسی قابل نہ ہوا تو کیمیا بھی تو مس کی وجہ سے مس نہ ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ شیخ کی مثال تو کیمیا جیسی ہے اور عوام کی مثال مس جیسی ہے تو اگر کیمیا سے مس سونا نہ ہو سکے تو یہ بھی تو نہیں ہے کہ خود کیمیا ہی مس بن جائے۔ اسی طرح اگر عوام شیخ کی وجہ سے درست نہ ہو سکیں تو اس طرح تو لٹیا نہ ڈوبے گی کہ شیخ بھی عوام میں سے ہو جائے۔ غایت مافی الباب یہ ہوگا کہ دونوں اپنی حالت پر رہیں گے اور کوئی کسی میں اثر نہ کرے گا تو شیخ کو برا کہنا سخت غلطی ہے آگے اور مثال ہے۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی برا کیا ہے ایک آگ ہے اپنے عمل میں اور شیخ کون ہے دریائے ازل کا چشمہ ہے تو پانی آگ کو بجھاتا ہے یا آگ پانی کو غائب کر دیتی ہے ظاہر ہے کہ پانی آگ کو دفع کر دیتا ہے تو عوام جو کہ آگ کی طرح ہے اور ان کے اخلاق و عادات خراب ہو رہے ہیں ان کو شیخ درست کر دیتا ہے نہ یہ کہ خود بھی عوام میں سے ہو جائے۔ آگے اور مثال ہے کہ

بد کہ باشد الخ۔ یعنی برا کون ہے ظالم ظلمت کا بڑھانے والا اور شیخ کون ہے وہ عکس ہے انوار الٰہیہ کا۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بُرا کیا ہے ایک آگ پر دود و سوز ہے اور شیخ آب کوثر ہے گرمی کے موسم میں۔

دائم الخ۔ یعنی ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں مگر پانی شعلوں سے کب ڈرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو قاعدہ ہے آگ پانی سے ڈرتی ہے کہ وہ اس کو زائل اور فنا کر دینے والا ہے مگر پانی کبھی آگ سے فنا نہیں ہوتا اور اس کا وصف ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح شیخ کی برکت سے عوام کے اخلاق تو مبدل ہو جاتے ہیں مگر شیخ کامل پر ان کا اثر نہیں پڑتا۔

دررخ مہ الخ۔ یعنی چاند کے چہرہ میں عیب بینی کر رہے ہو اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتے ہو مطلب یہ کہ شیخ جو کہ چاند کی طرح ہے اور بہشت کی طرح ہے تم اس میں عیوب نکالتے ہو اس میں عیوب کہاں ہیں وہ تو بالکل صاف ہے اور اس میں تو گل ہی گل ہیں اور خیر ہی ہے شر اور خار کا نام ہی نہیں ہے۔

در بہشت الخ۔ یعنی اگر تم بہشت میں کانٹے کو تلاش کرتے ہوئے جاؤ تو وہاں کوئی کانٹا بجز اپنے نہ پاؤ گے مطلب یہ کہ بزرگوں میں جو تم عیوب نکال رہے ہو تو یاد رکھو کہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے ہاں ایک عیب یہ بیشک ہے کہ تم جیسے نالائق ان کے پاس اور ان سے منسوب ہو بس اس کے سوا اور کوئی عیب بھی ان کے اندر نہیں ہے سبحان اللہ خوب ہی فرمایا ہے۔

می بپوشی الخ۔ یعنی تم ایک آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہو اور بدر کامل میں عیب تلاش کرتے ہو تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے اسی طرح بزرگان دین میں جو تم عیوب تلاش کرتے ہو ان میں عیوب کہاں ہیں ان میں عیوب مل ہی نہیں سکتے۔

آفتابے الخ۔ یعنی وہ آفتاب جو کہ عالم تاب ہو وہ ایک خفاش کی وجہ سے کہاں چھپ جائے۔ مطلب یہ کہ

تم جوان سے حسد کرتے ہو اور تم سے ان کے کمالات کو دیکھا نہیں جاتا اور مرے جاتے ہو تو تمہاری وجہ سے وہ اپنے کمالات کو بھلا کہاں چھپائیں۔ ان کے کمالات جس طرح درخشاں اور تاباں ہیں وہ اسی طرح رہیں گے تم اگر اندھے ہو اور اس کی برداشت تم سے نہیں ہو سکتی تو مر رہو باقی وہ تو اسی طرح رہیں گے ان کی تو یہ شان ہے کہ

عیبہا از الخ۔ یعنی عیوب بزرگوں کی رد کر دینے کی وجہ عیب ہو گئے ہیں اور غیوب بوجہ بزرگوں کی پسندیدگی کے غیوب ہو گئے۔ رشک سے مراد پسندیدگی اور محبت اس لئے کہ جب پسندیدگی اور محبت ہوتی ہے جب ہی تو رشک بھی ہوتا ہے اس لئے اطلاق خود محبت پر کر دیا اور غیوب سے مراد کمالات اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ عیوب جو عیوب ہو گئے ہیں تو اس لئے کہ ان کو بزرگان دین نے مردود و مطرود کر دیا ہے اور کمالات کمالات اس لئے بنے ہیں کہ ان کو بزرگوں نے پسند کیا تو وہ کمالات ہو گئے تو جن کی یہ شان ہے کہ جس کو پسند کیا وہ کمال ہو گیا اور جس کو رد فرمایا وہ عیب ہو گیا۔ پھر خود اس میں کس طرح عیوب ہو سکتے ہیں خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر میں نسخے بہت مختلف ہیں اور ہر نسخہ کے اعتبار سے مطلب دوسرا ہوتا ہے لہٰذا ذیل میں اول ان اختلافات کا نقشہ دیا جاتا ہے اس کے بعد ان شاء اللہ ہر نسخہ کی بابت توجیہ بیان کی جائے گی۔ نقشہ یہ ہے

	مصرعہ اولے		مصرعہ ثانیہ	
نمبر شمار	لفظ اول	لفظ ثانی	لفظ اول	لفظ ثانی
۱	بالمہملہ	لفظ ثانی	بالمعجمہ	لفظ ثانی
۲	بالمعجمہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ
۳	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ
۴	بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ

صورت اول تو وہ ہے جو متن میں ہے اس کی توجیہ تو اوپر بیان کر دی گئی ہے اور صورت ثانیہ میں اس طرح ہوگا

؎ غیبہا از رد پیران غیب شد + عیب ہا از رشک پیراں عیب شد + اس کی توجیہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ لہٰذا اس کو اسی طرح چھوڑا جاتا ہے اگر کسی صاحب کے سمجھ میں آئے تو طبع ثانی میں زیادہ کرا دیں اور تیسری شق کے مطابق یہ ہوگا کہ عیب ہا از رد پیران غیب شد + غیبہا از رشک پیران عیب شد۔ یہاں رد سے مراد ازالہ ہے اور رشک اپنے معنی میں ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ عیوب کو جب بزرگان دین نے زائل کر دیا تو وہ عیوب اور کمالات بن لئے اور ان عیوب کو جو بظاہر کمالات معلوم ہوتے تھے جبکہ ناپسند کیا اور ان سے رشک اور حسد رکھا تو وہ بھی حقیقت میں عیب ہی تھے۔ چوتھے نسخہ کی رو سے یہ ہوگا غیب ہا از رد پیران عیب شد + عیبہا از رشک پیران غیب شد + اب مطلب یہ ہو گیا کہ جو بظاہر کمالات تھے جبکہ بزرگوں نے ان کو رد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اصل میں وہ عیوب ہی تھے اور جن عیوب کو

پسند کرلیا وہ اصل میں کمالات ہی تھے۔ خوب سمجھ لو اب چاروں نسخوں کے مطابق تقریر کر دی گئی ہے۔ جس کو جو پسند ہو اس کو قبول کر لے۔ غرضکہ حاصل اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کی تو وہ شان ہے کہ جو اخلاق کہ ان کو پسند ہوں وہ تو کمالات ہیں اور جو ناپسند ہوں وہ نقص اور عیوب ہیں پھر ان حضرات میں عیوب کہاں ہو سکتے ہیں۔

بارے الخ۔ یعنی اگر تو خدمت سے دور ہے تو یار رہ اور ندامت میں چالاک اور پرکار رہ۔

تاازان الخ۔ یعنی تاکہ اس راہ سے تمہیں کوئی ہوا پہنچ جائے تو آب رحمت کو حسد سے کیوں بند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر توفیق خدمت کی نہیں ہے تو خیر دل سے ہی محبت اور عقیدت رکھو اور اپنی گزشتہ گستاخیوں پر نادم رہو کہ اسکی برکت سے شاید کچھ فضل حق تم پر ہو جائے اور کام بن جائے اس حسد سے کیوں باب رحمت کو بند کر رہے ہو۔ خدا کے لئے ایسا مت کرو کہ بزرگوں سے حسد رکھو خدمت کی توفیق نہیں تو خیر دل سے تو اچھا سمجھو۔

گرتو دوری الخ۔ یعنی اگر تم دور ہو تو دور ہی سے دم ہلاتے رہو اور جہاں کہیں ہو اسی طرف توجہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو بعد جسمانی ہے تو ان حضرات سے تعلق محبت کا اور عقیدت کا رکھو کہ یہی بے حد مفید ہے اور چونکہ یہ حضرات بھی بوجہ متوجہ الیہم ہونے کے مثل سمجھ ہی کے ہیں اور قرآن شریف میں کعبہ کے واسطے ارشاد ہے **حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ** تو اسی طرح جہاں کہیں بھی رہو ان حضرات سے عقیدہ اور تعلق رکھو آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب کوئی گدھا تیز چلنے کی وجہ سے گارے میں گر پڑے تو دمبدم وہ اٹھنے کے لئے حرکت کرتا ہے۔

جائے را الخ۔ یعنی وہ رہنے کے لئے جگہ ہموار نہیں کرتا اس لئے کہ جانتا ہے کہ یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب گدھا گارے میں گر پڑتا ہے تو اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح وہاں سے نکل آئے اور یہ نہیں کرتا کہ بس وہیں رہنے کے لئے جگہ کو درست کرنے لگے کہ اب تو یہیں رہیں گے۔

حس الخ۔ یعنی تیری سمجھ گدھے کی سمجھ سے بھی کم ہے کہ دل تیرا ان کیچڑوں سے باہر نہیں نکلتا۔ مطلب یہ کہ وہ گدھا تو اس کیچڑ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر تم جو اس دنیا کے کیچڑ میں دھنسے ہوئے ہو تم کو اس سے نکلنے کا کبھی احساس ہی نہیں ہوتا اور ایسا سمجھے ہوئے ہو کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے نہ بزرگوں کی خدمت میں جانا ہے اور نہ دین کی خبر ہے بس ہر دم اور ہر وقت تم ہو اور دنیا ہے۔ تو تم گدھے سے بھی کم ہوئے۔

در وحل الخ۔ یعنی اس کیچڑ میں تاویل رخصت کی کرتے ہو جبکہ اس سے دل اکھاڑنا نہیں چاہتے مطلب یہ کہ جب دنیا سے دل اکھاڑنا اور اس سے قطع تعلق کرنا پسند نہیں کرتے تو اس کے لئے تاویلیں کرتے ہو اور یوں کہتے ہو

کاین الخ۔ یعنی کہ مجھ کو یہ جائز ہے اس لئے کہ میں مضطر ہوں اور حق تعالیٰ کسی عاجز کو کرم کی وجہ سے نہ پکڑیں گے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ حضرت کیا کریں بال بچے ہیں بے رشوت وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً حرام کمائی کرتے ہیں لہٰذا ہم مضطر ہیں تو حق تعالیٰ ہیں اس اضطرار کی وجہ سے اپنے کرم سے گرفتار نہ فرمائیں گے بلکہ معاف فرمادیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

اے چونصاری الخ۔یعنی ارے تو بجو کی طرح گناہوں میں گرفتار ہو رہا ہے۔تو دھوکہ کی وجہ سے اس گرفت کو نہیں دیکھتا۔مطلب یہ کہ جب بجو کو پکڑتے ہیں تو قاعدہ یہ ہے کہ اس کی بل کے سامنے بیٹھ کر کہتے ہیں کہ نہ معلوم بجو کہاں چلا گیا دوسرا کہتا ہے کہ یہاں تو ہے نہیں شاید کہیں پانی وغیرہ پینے گیا ہوگا۔جب بجو یہ سنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میری ان کو خبر نہیں ہے لہذا بے فکر ہو کر بیٹھ رہتا ہے یہ لوگ جال سے گرفتار کر لیتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ بے فکر ہو گیا تھا اور پھر پھنس گیا اسی طرح اگر تم بے فکر ہو گئے تو پھنس جاؤ گے بلکہ پھر تو پھنسو ہی گے اس وقت بھی تم تو پھنس رہے ہو کہ گناہوں میں مبتلا ہو آگے اس بجو کے گرفتار کرنے کی ترکیب کو خود بیان فرماتے ہیں کہ

می بگویند الخ۔یعنی لوگ کہتے ہیں کہ اندر بجو نہیں ہے باہر تلاش کرو اس لئے کہ غار میں تو ہے نہیں۔

نیست الخ۔یعنی ابا جان سوراخ میں تو بجو ہے نہیں وہ تو دوڑتا ہوا گھاٹ کی طرف کو گیا ہے۔

این ہمی الخ۔یعنی یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں اور اس پر جال رکھتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھ سے آگاہ نہیں ہیں اور کہتا ہے کہ

گرز من الخ۔یعنی اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتا تو اس طرح کیوں کہتا کہ بجو کہاں ہے کہ وہ حضرت اسی خیال میں رہتے ہیں اور

تا کہ الخ۔یعنی یہاں تک کہ اس کو باندھ لیتے ہیں اور باہر نکال لیتے ہیں اور وہ بجو اس مسخرہ پن سے غافل ہوتا ہے۔اسی طرح تم بے فکر ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے حالانکہ وہ ضرور گرفت کریں گے بلکہ اب اس وقت بھی گرفتار کر رکھا ہے۔آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت شعیب کے زمانہ میں ایک شخص کہا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ نے میرے اس قدر گناہ دیکھے مگر مجھے کبھی نہ پکڑا تو آئندہ بھی نہ پکڑیں گے۔حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ جب پکڑیں گے وہ تو جب ہی ہوگا تجھے تو اب بھی گرفتار رکھا ہے کہ قلب سیاہ ہو گیا اور معاصی میں مبتلا ہے نہ اچھے کی حس رہی نہ برے کی۔یہ کس قدر بری گرفت ہے والعیاذ باللہ تو اسی طرح تم خیال کرتے ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے مگر حق تعالیٰ نے خود اسی وقت گرفتار کر رکھا ہے کہ قلب کو مسخ کر دیا کہ یہ بھی خبر نہ رہی کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے یہ گرفت نہیں تو اور کیا ہے **نعوذ باللہ منہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب** اب حکایت سنو۔

دعویٰ کردن آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اورا

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہد شعیبؑ	کہ خدا از من بسے دیدست عیب
(حضرت) شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا	کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جرمہا	وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں	اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے
حق تعالیٰ گفت در گوش شعیبؑ	در جواب او فصیح از راہ غیب
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا	صاف صاف جوابؑ غیب کے راستہ سے
کہ بگفتی چند کردم من گناہ	وز کرم نگرفت در جرمم الٰہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کئے ہیں	اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے
عکس می گوئی ومقلوب اے سفیہ	اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
اے بیوقوف! تو الٹی اور بالعکس بات کہتا ہے	اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کئے ہوئے!
چند چندت گیرم و تو بے خبر	در سلاسل ماندۂ پا تابہ سر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے	پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے
زنگ تو برتوت اے دیگ سیاہ	کرد سیمائے درونت را تباہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے	تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے
بردلت زنگار بر زنگار ہا	جمع شد تا کور شد ز اسرارہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ	جمع ہوگیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا
گر زند آں دود بر دیگ نوے	آں اثر بنماید ار باشد جوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے	وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو
زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود	بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے	سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے
چوں سیہ شد دیگ پس تاثیر دود	بعد ازاں بروے کہ بیند اے عنود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھویں کی تاثیر	اے سرکش! اس کے بعد اس پر کون دیکھتا ہے؟
مرد آہنگر کہ او زنگی بود	دود را باروش ہمرنگی بود
جو لوہار حبشی ہو	دھواں اس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے
مرد رومی کوکند آہنگری	رویش ابلق گردد از دود آوری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے	دھواں دینے سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جائے گا

پس نداند زود تاثیر گناه	تا بنالد زود گوید اے اللہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے	تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا؟
چوں کند اصرار و بد پیشہ کند	خاک اندر چشم اندیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے	تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے
توبہ نندیشد دگر شیریں شود	بردلش آں جرم تابیدیں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے، پھر میٹھا بن جاتا ہے	اس کے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بے دین بن جاتا ہے
آں پشیمانی و یارب رفت ازو	شست بر آئینہ زنگ شصت تو
اس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا	ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا
آہنش را زنگہا خوردن گرفت	گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا	اس کے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا
چوں نویسی کاغذ اسپید بر	آں بنشتہ خواندہ آید در نظر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے	وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے
چوں نویسی برسر بنوشتہ خط	فہم ناید خواندنش گردد غلط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے	سمجھ میں نہیں آتا ہے اس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے
کاں سیاہی بر سیاہی او فتاد	ہر دو خط شد کور و معنیٰ رو نداد
اس لئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی	دونوں خط اندھے ہوگئے اور معنیٰ غائب ہو گئے
ورسوم بارہ نویسی برسرش	بس سیہ کردی چو جان کافرش
اور اگر اس پر تو تیسری بار لکھے	تو تونے کافر کی جان کی طرح اس کو بالکل کالا کر دیا
پس چہ چارہ جز پناہ چارہ گر	نا امیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟	نا امیدی تانبا ہے اور اس کی نظر اکسیر ہے
نا امیدیہا بہ پیش او نہید	تاز درد بے دوا بیروں جہید
ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھو	تاکہ لاعلاج درد سے نکل سکو
چوں شعیبؑ ایں نکتہا باوے بگفت	زاں دم جاں دردل او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس سے کہے	اس روحانی پھونک سے اس کے دل میں پھول کھلا

جان او بشنید وحی آسماں	گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
اس کی جان نے آسمانی وحی سنی	بولا اگر اس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟
گفت یارب دفع من می گوید او	آں گرفتن را نشاں می جوید او
ان (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے	اس گرفت کی شناخت چاہتا ہے
گفت ستارم نگویم راز ہاش	جز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اس کے راز نہیں بتاتا ہوں	سوائے ایک اشارے کے اس کی آزمائش کے لئے
یک نشان آنکہ می گیرم و را	آنکہ طاعت دارد از صوم و دعا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک	یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے
وز نماز و از زکوٰۃ و غیر آں	لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی	لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے
می کند طاعات و افعال سنی	لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے	لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے
طاعتش نغز ست و معنیٰ نغز نے	جوز ہا بسیار و در وے مغز نے
اسکی (ظاہری) عبادت اچھی ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے	اخروٹ بہت ہیں ان میں گری نہیں ہے
ذوق باید تا دہد طاعات بر	مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیے تاکہ عبادات پھل دیں	گری چاہئے تاکہ دانہ درخت اگائے
دانۂ بے مغز کے گردد نہال	صورت بیجاں نباشد جز خیال
بے گری کے دانہ کب پودا بنتا ہے؟	بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے
چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند	از تفکر ہمچو خر در گل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس کو سنائے	سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح رہ گیا

شرح حبیبی

ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہہ رہا تھا کہ حق سبحانہ نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں اور گو اس نے بہت سے قصور اور معاصی دیکھے مگر اپنے کرم سے مجھ پر گرفت نہیں کرتا اس پر حق سبحانہ نے اس

کے جواب میں بذریعہ وحی کے حضرت شعیب علیہ السلام کے کان میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ اس سے فرما دیجئے کہ تو کہتا ہے کہ حق سبحانہ نے میرے گناہ دیکھے لیکن اپنے فضل سے مجھ پر گرفت نہیں فرمائی یہ تیرا خیال غلط ہے اور یہ بیان بالکل الٹا ہے اس میں تو راہ راست پر نہیں بلکہ میدان گمراہی میں سرگرداں ہے تجھے خبر نہیں میں نے تجھ پر بہت گرفت کی ہے اور سر سے پاؤں تک تو ہماری غیر محسوس زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ مگر تجھے اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ تو بمنزلہ کالی ہانڈی کے ہے اور کثرت سیاہی نے تیرے دل کی اصلی رنگت کو چھپا رکھا ہے تیرے دل پر زنگ کی تہیں جم گئی ہیں حتیٰ کہ وہ اسرار بینی سے اندھا ہو گیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو دھواں نئی ہانڈی پر جمتا ہے وہ اگر تھوڑا بھی ہوتا ہے تو اسکا اثر محسوس ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس وقت ہانڈی کی رنگت دھوئیں کے رنگ کے مخالف ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد دوسری ضد سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ سفیدی پر سیاہی بہت صاف نظر آتی ہے اس لئے اس دھوئیں کا تھوڑا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور جب ہانڈی دھوئیں سے بالکل کالی ہو جاتی ہے اس وقت بھلا دھواں کیا معلوم ہوسکتا ہے۔ پس تجھے اپنے گناہوں کا اثر اس لئے محسوس نہیں ہوتا کہ تیرا دل بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ ہاں اگر قلب صاف ہوتا تو معلوم ہوسکتا تھا علی ہذا اگر کوئی لوہار زنگی ہو تو چونکہ دھوئیں کی رنگت اس کے رنگ کے موافق ہے اس لئے اس پر دھوئیں کا اثر ظاہر نہیں ہوسکتا اور اگر لوہار رومی ہو تو اسکے منہ پر دھویں کے دھبے محسوس ہوں گے۔ اور وہ ابلق معلوم ہوگا۔ پس جب تک دل صاف ہوتا ہے اسوقت تک اس کو گناہ کا اثر محسوس ہوتا ہے اور وہ حق سبحانہ کے سامنے گریۂ وزاری کرتا ہے اور جب وہ گناہ پر اصرار کرتا اور بدکاری کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے اس وقت اس کی چشم قلب میں خاک پڑ جاتی ہے اور وہ اندھی ہو جاتی ہے اس کو گناہ کا اثر نظر نہیں آتا اور توبہ کا اس کو خیال بھی نہیں آتا اور گناہ میں اس کے دل کو لذت آنے لگتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہے کہ اعاذنا اللہ منہ) کثرت معاصی کا خاصہ یہ ہے کہ پشیمانی اور دعا اس سے بالکل رخصت ہو جاتی ہے اور زنگ کی بہت سی تہیں اس کے دل پر جم جاتی ہیں۔ جوں جوں وہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر زنگ جمتا جاتا ہے اور وہ زنگ اس کے لوہے (دل) کو کھانے لگتا ہے اور اس کے قلب صافی مثل گوہر کے رنگ میں کمی آنے لگتی ہے بالآخر وہ بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور گناہ کا اثر محسوس نہیں ہوسکتا۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو جب تم اول مرتبہ سفید کاغذ پر لکھتے ہو تو وہ نوشتہ صاف پڑھا جاتا ہے اور جب اس لکھے ہوئے پر اور مضمون لکھو تو وہ لکھا ہوا اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا اس کے پڑھنے میں غلطی ہونے لگتی ہے کیونکہ ایک سیاہی نے دوسری سیاہی پر پڑ کر اس کو بالکل خبط کر دیا لہٰذا معنی کا پتہ نہیں چلتا اور تیسری مرتبہ اسی پر لکھ دو تب تو جان کافر کی طرح بالکل سیاہ ہو جائیگی اور کچھ بھی نہ پڑھا جائے گا اسی پر اس سیاہی کو خیال کرو جو گناہ سے قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ وہ جوں جوں بڑھتی جاتی ہے گناہ کا احساس گھٹتا جاتا ہے اور جب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تب تو گناہ کا بالکل ہی احساس نہیں ہوتا۔ اس وقت اور کوئی علاج نہیں بجز حق سبحانہ کی پناہ کے گو اس وقت اصلاح سے

مایوسی ہوجاتی ہے لیکن اس کو بمنزلہ مس کے سمجھنا چاہیے اور حق سبحانہ کی نظر رحمت کو اکسیر وہ اس کے ناامیدی کو ایک دم میں مبدل بامید کرسکتی ہے۔ پس جب ایسی حالت ہوتو اپنی ناامیدوں کو اس دریائے رحمت کے سامنے پیش کردینا چاہیے کہ اس وقت تو ہماری بضاعت مزجاۃ یہ ہے آپ اس کو اپنی رحمت سے کھرامال بنادیجئے۔ ایسا کروگے تو اس درد لادوا سے ان شاءاللہ تعالیٰ رہائی ہوجائے گی۔ جب شعیب علیہ السلام نے یہ واقعات اس سے بیان کئے تو اس موثر تقریر سے اس کے دل میں ایک عمدہ اثر پیدا ہوا یعنی وہ خواب غفلت سے چونکا اور فی الجملہ متنبہ ہوا یعنی جب اس نے یہ وحی آسمانی سنی تو کہا کہ اگر حق سبحانہ نے مجھ پر گرفت کی ہے تو اس کی علامت بیان فرمایئے حضرت شعیب علیہ السلام نے جناب خداوندی میں التجا کی کہ الٰہی یہ تو میری بات نہیں مانتا بلکہ نشانی طلب کرتا ہے حق سبحانہ نے جواب دیا کہ ہم پردہ پوش ہیں ہم تم سے اس کے راز نہ بیان کریں گے صرف اس کے امتحان کے لئے ایک اشارہ کئے دیتے ہیں ہماری گرفت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ روزہ دعا اور دیگر طاعتیں مثلاً نماز، زکوۃ وغیرہ ادا کرتا ہے لیکن ذرا بھی اس کو دلچسپی نہیں ہوتی گو وہ عبادتیں اور عمدہ افعال کرتا ہے مگر ان کی حلاوت سے بالکل محروم ہے صورت عبادت تو بہت اچھی ہے مگر حقیقت اچھی نہیں ہے اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے اخروٹ تو بہت ہوں اور گری کسی میں نہ ہو پس طاعات کے ثمر اجر و دیگر ثمرات ہونے کے لئے دلچسپی اور حلاوت کی ضرورت ہے۔ جس طرح کہ دانہ کے درخت ہونے کے لئے مغز کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح دانۂ بے مغز پودا نہیں بن سکتا یوں ہی صورت طاعات بھی حقیقت و روح کے بغیر خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جب شعیب علیہ السلام نے اس سے یہ نکتے بیان کئے تو یوں دنگ رہ گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں پھنس جاتا ہے اچھا اب پھر ہم قصۂ شیخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ حق تعالیٰ مجھے گناہ کی وجہ سے پکڑتا نہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اس کو جواب دینا

شرح شبّیری

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھ سے بہت گناہ دیکھے ہیں۔

چند دید الخ۔ یعنی مجھ سے کتنے ہی گناہ اور جرم دیکھے اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ مجھے پکڑتا نہیں ہے۔

حق تعالیٰ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے کان میں اس کے جواب میں راہ غیب سے کلام فصیح فرمایا کہ

کہ بگفتی الخ۔ یعنی کہ تو کہتا ہے کہ میں نے کتنے ہی گناہ کئے ہیں اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ نے مجھے پکڑا نہیں۔

عکس الخ۔ یعنی ارے بیوقوف تو بالعکس اور الٹی بات کہہ رہا ہے ارے تو نے راستہ تو چھوڑ رکھا ہے اور جنگل

کو اختیار کر رکھا ہے مطلب یہ کہ سرگردانی میں ہے اور راہ مستقیم کو ترک کئے ہوئے ہے۔

چند الخ۔ یعنی میں نے تجھے کتنا کتنا پکڑ رکھا ہے اور تو بے خبر ہے۔ تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ سر سے پاؤں تک اور تجھے خبر نہیں اور اس خبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

زنگ الخ۔ یعنی تیرے توبرتو زنگ نے اے کالی ہانڈی تیرے دل کی شناخت کو برباد کر دیا۔

بر دلت الخ۔ یعنی تیرے دل پر زنگار پر زنگار جمع ہو گئے ہیں تو وہ اسرار حق سے اندھا ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے۔ پھر اگر وہ اس پر مصر رہتا ہے تو وہ دھبہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ سارے قلب کو گھیر لیتا ہے اور قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور اول تو گناہ سے دل برا ہوتا تھا مگر اب بوجہ سیاہ ہو جانے کے برا نہیں ہوتا۔ بلکہ مساوات ہو جاتی ہے اسکے بعد جب پھر اسی کو کرتا ہے تو اب خوش ہوتا ہے حتیٰ کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اسی طرح نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے تو اگر جلدی سے توبہ واستغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بن جائے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جائے۔ اس راہ کی لغزش کے سات درجہ ہیں۔ اعراض، حجاب، تفاصل، سلب مزید، سلب قدیم، تسلی، عداوت، اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت وتوبہ نہ کی تو حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے۔ اگر اب بھی اپنی بے ہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت وحلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی۔ نعوذ باللہ منہا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ تیرا قلب معاصی سے سیاہ ہو گیا ہے اس لئے تجھے اس کا بھی احساس نہیں ہے کہ میں کس شئے میں گرفتار ہوں اور تجھے گناہ کر کے کچھ کلفت نہیں ہوتی آگے مثال ہے

گر زند الخ۔ یعنی اگر وہ دھواں کسی نئی ہانڈی پر لگ جائے تو اس کا بھی اثر دکھائی دے گا اگرچہ ایک جو کے برابر ہو۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر شے اپنی ضد کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے تو سفیدی پر تو وہ سیاہی رسوا ہو جائے گی۔

چون سیہ شد الخ۔ یعنی اور جبکہ ہانڈی دھوئیں کی تاثیر سے بالکل سیاہ ہو گئی ہے تو اس کے بعد اس پر کون سیاہی کو دیکھے گا۔ اے معاند تو اسی طرح جب قلب صاف ہوتا ہے تھوڑی سی معصیت کا اثر بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور اندر سے طبیعت خراب رہتی ہے اور اگر قلب مسخ ہو چکا ہو اور سیاہ ہو گیا ہو اور اس کے بعد تو اس پر اور توبرتو چڑھتے چلے جائیں گے۔ خاک بھی تمیز نہ ہو گی اور بالکل مساوات ہو جائے گی۔ اسی کی آگے ایک اور مثال ہے۔

مرد آہنگر الخ۔ یعنی لوہار جو کہ حبشی ہو تو اس کے منہ کے ساتھ تو دھواں ہم رنگ ہو جائے کہ خاک بھی متمیز نہ ہو گا۔

مرد رومی الخ۔ یعنی اگر رومی آدمی آہنگری کا کام کرے تو اس کا منہ ابلق ہو جائے گا اس دھوئیں کی وجہ سے

تو اسی طرح جب قلب نور فطرتی سے منور ہوتا ہے تو اس پر تو ذرا سا دھبہ بھی گناہ کا محسوس ہو جاتا ہے اور بدنما کر کے بے چین کر دیتا ہے مگر جب اصرار کی وجہ سے مسخ ہو گیا تو اب کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پس بداند الخ۔ یعنی پس جان لیتا ہے جلدی ہی گناہ کی تاثیر یہاں تک کہ زاری کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے مطلب یہ کہ جب قلب درست ہوتا ہے تو فوراً گناہ کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ سے تضرع و زاری کرتا ہے تو معاف ہو کر پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ اصرار کرتا ہے اور برائی کا پیشہ کر لیتا ہے اور فکر کی آنکھ میں خاک ڈالتا ہے یعنی کچھ سوچتا ہی نہیں۔ بس بے فکر ہو جاتا ہے تو اب حجاب شروع ہوتا ہے۔

توبہ نندیشد الخ۔ یعنی توبہ نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ گناہ اس کے قلب پر شیریں ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بے دین ہو جاتا ہے وہی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاب بڑھتا ہے تو بڑھتے بڑھتے عداوت تک نوبت پہنچتی ہے جو کہ درجہ کفا کا ہے نعوذ باللہ۔

آن پشیمانی الخ۔ یعنی وہ پشیمانی اور دعا اس سے جاتی رہتی ہے اور اس کے آئینہ پر ساٹھ تہہ زنگ کی بیٹھ جاتی ہیں شست مخفف ہے نشست کا مطلب یہ کہ اصرار کی زیادتی سے وہ ساری دعائیں اور ندامت جاتی رہتی ہے اور اب وہ گناہ شیریں ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ

آہنش را الخ۔ یعنی اس کے لوہے کو زنگ نے کھانا شروع کیا اور اس کے گوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ بالکل بے رونق کر دیتا ہے اور اس کی ساری آب اور نور جاتا رہتا ہے آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب تم سفید کاغذ پر لکھو تو وہ لکھا ہوا تو پڑھنے میں نظر آئے گا

چون الخ۔ یعنی اگر اس لکھے ہوئے پر اور لکھ دو تو اب سمجھ میں نہ آئے گا اور پڑھنے میں غلط ہو جائے گا۔

کان الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ سیاہی سیاہی پر گر پڑی ہے تو دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی سمجھ میں نہ آئے۔

ورسوم الخ۔ یعنی اور اگر تیسری دفعہ اس پر اور لکھ دیا تو اب تو بالکل جان کافر کی طرح سیاہ ہی کر دیا۔ تو اسی طرح جب اول بار گناہ ہوا تو قلب پہلے سے صاف تھا فوراً نظر آ گیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ لغزش ہوئی ہے۔ فوراً توبہ واستغفار کر لی اگر پھر اصرار رہا تو اور زیادہ گڑبڑ پڑی اور اگر اب بھی باز نہ آیا تو اب تو قلب بالکل سیاہ ہو گیا اور مسخ ہو گیا۔ نعوذ باللہ یہ سب کچھ کہہ کر آپ چونکہ شیخ کامل ہیں ناامید نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ ساری حالتیں بیان فرما کر کہتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی بس اب سوائے چارہ گر کی پناہ کے اور کیا علاج ہے اس لئے کہ ناامیدی تو مس ہے اور اس چارہ گر کی نظر کیمیا ہے۔ چارہ گر سے مراد حق تعالیٰ ہیں مطلب یہ ہے کہ اب کوئی امید تو رہی نہیں کہ اصلاح اور نجات ہو سکے لہٰذا علاج یہ ہے کہ ان ناامیدیوں کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کر دو کہ یاالٰہی اور تو کچھ ہے نہیں بس ناامیدی ہے اگر آپ کا فضل ہو تو سب کچھ ہے تو چونکہ اس میں اعتراف خطا اور عاجزی کا اظہار ہے لہٰذا ضرور

فضل متوجہ ہوگا اور یبدل اللّٰہ سیئاتھم حسنات کے بموجب ان کے سیئات حسنات ہو جائیں گے تو دیکھو باوجود اس قدر خوار حالت ہو جانے کے بھی ناامید نہ ہونا چاہیے بلکہ

ناامید یہا الخ۔ یعنی ان ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھ دو تا کہ اس مرض لاعلاج سے باہر نکل جاؤ اور پھر مقبول ہو جاؤ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور کسی آسانی ہے اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو رہے۔ بس اس کو ختم کر کے پھر اس آدمی کا اور شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تو سب وحی کی روایت بالمعنی تھی اور کچھ اپنی طرف سے بیان تھا آگے فرماتے ہیں

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے وہ نکات اس سے کہے تو اسی وقت اس کے دل میں ایک پھول کھلا مطلب یہ کہ اس کے دل میں اسکا اثر ہوا اگرچہ اس نے اس اثر سے کوئی نفع حاصل نہ کیا مگر ایک اثر اس کو محسوس ہوا اور ایک نور قلب میں معلوم ہوا۔

جان الخ۔ یعنی اس کی جان نے وحی آسمان کو تو سن لیا مگر بولا کہ اگر ہم کو پکڑا ہے تو کیا علامت ہے مطلب یہ کہ اول تو اس کو ایک انشراح پیدا ہوا مگر پھر اس کو شبہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ جو فرماتے ہیں کہ ہم نے اب بھی پکڑ رکھا ہے یہ ان کے کہنے سے تو ہم مان لیں مگر ہمارے لئے بھی تو کوئی نشانی ایسی ہونی چاہیے جس سے ہم بھی پہچان لیں کہ ہاں یہ گرفتار کر رکھا ہے جب اس نے یہ اعتراض کیا تو شعیب علیہ السلام نے پھر حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ یا الٰہی وہ تو مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور اس پکڑنے کی نشانی کو تلاش کرتا۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام کی کیا شان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس شخص کو خود بھی جواب دے سکتے تھے اس لئے کہ آخر نبی تھے اور ایک عام شخص تھا مگر خود جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت حق ہی میں عرض کیا جیسے کہ بچہ ماں سے پوچھا کرتا ہے کہ اب میں کیا کہوں وہ کہتی ہے کہ بیٹا یوں کہہ دو اس طرح آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ وہ تو میرے اوپر اعتراض کرتا ہے اب کیا کہوں سبحان اللہ اس پر ادھر سے ارشاد ہوتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ میں ستار ہوں میں اس کا راز نہ کہونگا بجز ایک اشارہ کے کہ وہ بھی اس کے ابتلا کے لئے مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ میری شان ستاری کی ہے میں اس کا راز فاش نہ کرونگا حتیٰ کہ تم سے بھی نہیں کہتا ہاں اس کے جتانے کو ایک بات بتاتا ہوں کہ جس سے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک گرفت اس وقت بھی ہو رہی ہے سبحان اللہ والحمد للہ یہ رحمت ہے اور یہ عنایت ہے یہ اس قدر ستاری ہے اور ہم وہ نالائق کہ باز ہی نہ آئیں اے اللہ تو ہی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے عیوب کو پوشیدہ رکھ اور ہماری مغفرت فرما آگے اور ارشاد ہے کہ

یک نشانی الخ۔ یعنی ایک نشانی اس کی کہ اس کو میں نے پکڑ رکھا ہے یہ ہے کہ وہ جو کچھ عبادت روزہ اور دعا کرتا ہے

وز نماز الخ۔ یعنی اور نماز اور زکوۃ وغیرہ لیکن ایک ذرا ذوق اس کو حاصل نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس بات کو یہ خود دیکھ لے کہ اس کو عبادت میں جو لطف پہلے آتا ہے اور جو ذوق حاصل تھا اب اس کا شمہ بھی کہیں باقی نہیں ہے

بس دل پتھر ہوگیا ہے کہ اس میں کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ یہی گرفت ہے۔ جس کو کہ اصطلاح میں سلب قدیم کہتے ہیں جو کہ حجاب کا پانچواں درجہ ہے والعیاذ باللہ اور فرماتے ہیں کہ

میکند الخ۔ یعنی بہت سے نیک کام اور واعادہ مستیہ کرتا ہے لیکن ذرا بھی چاشنی نہیں رکھتا۔

طاعتس الخ۔ یعنی اس کی طاعت (بظاہر تو) اچھی ہے مگر اس کے معنی اچھے نہیں ہیں جوز تو بہت ہیں ان میں مغز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عبادتیں کرتا ہے مثلاً روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے مگر چونکہ ان میں خلوص نہیں ہوتا لہٰذا وہ صرف صورت میں تو اچھی ہوتی ہے مگر اصل اور معنی کے اعتبار سے بالکل فضول اور موجب نقص ہوتے ہیں آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

ذوق باید الخ۔ یعنی ذوق چاہیے تا کہ طاعات پھل دیں اور مغز چاہیے تا کہ دانہ درخت دے مطلب یہ کہ دیکھو اگر دانہ کو گھن کھا جائے اور اس میں سے مغز کو خالی کر دے تو ہرگز درخت پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہو تو اس سے بھی ثواب حاصل نہیں ہوسکتا خوب سمجھ لو۔

دانۂ بے مغز الخ۔ یعنی دانۂ بے مغز کب نہال ہوسکتا ہے اور صورت بے جان بجز خیال کے اور کیا ہوگی۔ مطلب یہ کہ دیکھو تصویر جو بے جان ہے وہ محض خیالی صورت ہے ورنہ اصل میں اس کو صورت کہاں کہہ سکتے ہیں اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہوا تو وہ طاعت ہی کیا ہے صرف صورت طاعت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے ان نکتوں کو اس پر پڑھا تو فکر کی وجہ سے گدھے کی طرح گارے میں دھنسا ہوا رہ گیا مطلب یہ کہ ان باتوں کو سن کر اسے فکر بہت ہوا اس لئے کہ آخر تو مسلمان ہی تھا آگے معلوم نہیں کہ کیا ہوا اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس معترض اور شیخ و مرید کے قصہ کو پورا فرماتے ہیں کہ

بقیہ قصۂ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ وجواب مرید اورا

اس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ	کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاز
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بے ہودہ بکواس کر رہا تھا	بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے
کہ منم بر حال زشت او گواہ	خمر خوارست و بدو کارش تباہ
کہ میں اس کی بری حالت کا گواہ ہوں	شرابی ہے اور برا ہے اور اس کا کام برباد ہے
کہ منش دیدم میان مجلسے	او ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے	وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ور کہ باور نیست خیزی امشباں	تا بہ بینی فسق شیخت راعیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اٹھ	تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے
شب ببروش بر سر یک روز نے	گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اسے ایک روشندان پر لے گیا	بولا' دیکھ فسق اور مزے اڑانا
بنگر آں سالوس روز و فسق شب	روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق	دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب
روز عبداللہ او را گشتہ نام	شب نعوذ باللہ و در دست جام
دن میں اس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا	رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام
دید شیشہ در کف آں پیر پر	گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
اس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا	بولا' اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا
تو نمی گفتی کہ در جام شراب	دیو می میزد بجد ہر دم شتاب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں	شیطان کوشش کر کے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے
گفت جامم را چناں پر کردہ اند	کاندرو اندر نگنجد یک سپند
اس (شیخ) نے کہا میرے جام کو انہوں نے اتنا بھر دیا ہے	کہ اسکے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے
بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرۂ	ایں سخن را کژ شنیدہ غرۂ
دیکھ اس میں کوئی ذرہ سماتا ہے	بہکے ہوئے نے اس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا
جام ظاہر خمر ظاہر نیست ایں	دور دار ایں راز شیخ غیب بیں
یہ ظاہری جام' ظاہری شراب نہیں ہے	غیب بین شیخ کو اس سے دور رکھ
جام مے ہستیِ شیخ ست اے فلیو	کاندرو ایدر نہ گنجد بول دیو
اے بے ہودہ! جام شراب' شیخ کا وجود ہے	کہ اب اس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے
پر و مالا مال از نور حق ست	جام تن بشکست و نور مطلق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پر اور مالا مال ہے	جسم کا جام شکستہ ہو گیا اور وہ مطلق نور ہے
نور خورشید ار بیفتد بر حدث	او ہماں نورست نپذیرد خبث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے	وہ وہی نور ہے' نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے	ہیں بزیرآ منکرا بنگر بوے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب	خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے
آمد و دید انگبین خاص بود	کورشد آں دشمن کور و کبود
وہ آیا اوراس نے دیکھا خالص شہد تھا	وہ اندھا' نیلا دشمن اندھا ہو گیا
گفت پیر آں دم مرید خویش را	رو برائے من بجوے اے کیا
اس وقت پیر نے اپنے مرید سے کہا	ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو
کہ مرا رنج ست مضطر گشتہ ام	من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں	میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں
در ضرورت ہست ہر مردار پاک	برسر منکر ز لعنت باد خاک
مجبوری میں ہر مردار پاک ہے	منکر کے سر پر لعنت کی خاک ہو
گرد خمخانہ برآمد آں مرید	بہر شیخ از ہر خمے او مے چشید
وہ مرید شراب خانہ کی جانب گیا	اس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی
در ہمہ خمخانہا او مے ندید	گشتہ بد پر از عسل خم نبیذ
اس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی	شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے
گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار	ہیچ خمے در نمی بینم عقار
اس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟	میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں
جملہ رنداں نزد آں شیخ آمدند	چشم گریاں دست برسر می زدند
سب رند اس شیخ کے پاس آئے	روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے
در خرابات آمدی شیخ اجل	جملہ میہا از قدومت شد عسل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے	آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں
کردہ مے را تو مبدل از حدث	جان مارا ہم بدل کن از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا	ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے
گر شود عالم پر از خوں مال مال	کے خورد بندہ خدا الا حلال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے	اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

شرح حبیبی

چونکہ وہ معترض خبیث کج فہم تھا اور کج فہم غلط سمجھتا ہی ہے اس لئے وہ اپنی غلط فہمی کی بنا پر بے ہودہ بکواس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے بچشم خود اس کی ناگفتہ بہ حالت دیکھی ہے وہ شراب خوار بدکار تباہ کار ہے۔ چونکہ میں نے اس کو بچشم خود رندوں کی مجلس میں دیکھا ہے اس لئے میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ تقویٰ سے بالکل خالی اور نیکی سے بالکل تنگدست ہے اگر تجھے میرا یقین نہیں تو آج ہی رات کو چل اور اپنے شیخ کا فسق اپنی آنکھ سے دیکھ لے غرض رات ہوئی اور اس نے اس مرید کو لے جا کر ایک سوراخ پر کھڑا کر دیا اور کہا کہ دیکھ حضرت کیسی بدکاری کر رہے ہیں اور کیسے مزے اڑا رہے ہیں اب تم اندازہ کرلو کہ دن کو کیسا بہروپ بھرتے ہیں اور رات کو کس فسق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دن کو تو ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور رات کو دیکھئے تو پکے ابولہب ہیں دن کو تو بندہ خاص حق سبحانہ کہلاتے ہیں اور رات کو اس قابل ہیں کہ ان سے پناہ مانگی جائے اور جام شراب ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا جام دیکھا تو کہا کیوں جناب آپ بھی بہک گئے کیا آپ یہ نہ فرماتے تھے کہ جام شراب میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ یہ خود را فضیحت دیگراں را نصیحت کیسی۔ شیخ نے جواب دیا کہ میرا جام اس قدر لبریز ہے کہ اس میں اصلاً گنجائش نہیں تو دیکھ لے کہ اس میں ایک ذرہ سمانے کی بھی گنجائش ہے لیکن اس بہکے ہوئے نے اس کلام کو غلط محمل پر حمل کیا اور سمجھا کہ شیخ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب جام شراب معروف اچھا ہوا اس وقت شیطان موتا ہے اور اگر بالکل لبالب ہو تو نہیں موتا لیکن شیخ کی مراد جام شراب سے جام متعارف اور شراب سے شراب متعارف نہ تھی۔ خدا نہ کرے کہ اس دور بین اور عارف شیخ کی یہ مراد ہو بلکہ جام سے جام ہستی شیخ مراد ہے اور مقصد یہ ہے کہ ہستی شیخ میں وسوسہ شیطانی کی گنجائش ہی نہیں۔ کہ وہ ان کو تو معصیت پر آمادہ کر سکے۔ وہ نور حق سبحانہ سے پُر اور لبریز ہے وہ خواہشات نفسانیہ کو فنا کر چکا ہے اور نور ہی نور ہو گیا ہے اس پر تم کو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ممکن گندہ سے نور پاک کو کیا نسبت اگر وہ نور اس پر پڑے تو وہ بھی گندہ نہ ہو جائے۔ پھر شیخ پر وہ نور کیونکر پڑ سکتا ہے اس لئے کہ دیکھو نور آفتاب نجاست پر پڑتا ہے مگر وہ اس سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ ایک معتد بہ پاکی اس نجاست ہی کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے کہا کہ میاں بات یہ ہے کہ نہ یہ شراب ہے اور نہ جام شراب اے منکر تو نیچے اتر اور اتر کر دیکھ لے۔ پس وہ آیا اور آ کر دیکھا تو شہد خالص تھا دیکھتے ہی وہ دشمن اندھا ہو گیا یعنی اس کا اندھا پن ثابت ہو گیا اس کے بعد شیخ نے اس مرید سے کہا کہ جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو کیونکہ مجھے تکلیف ہے جس سے میں مضطر ہوں اور اس تکلیف سے میری حالت حالت مخمصہ سے بھی بڑھ گئی ہے اور ضرورت ملجئہ سے ناپاک شے حلال ہو ہی جاتی ہے جو شخص اس حلت کا منکر ہو اس کے سر پر لعنت کی خاک پڑے کہ وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے اس میں شیخ نے

بضرورت توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ظاہر مطلب تو اس کا یہ ہے کہ میں تکلیف سے جان بلب ہوں اور میری جان شراب پینے سے بچ سکتی ہے لہذا تم شراب لاؤ کیونکہ ایسے وقت میں شریعت نے شراب پینے کی اجازت دی ہے مگر اصل مقصد یہ ہے کہ میں تجھے شراب لانے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس میں ایک ضرورت ہے یعنی تجھے سوء ظن سے بچانا۔ یہ حکم سن کر وہ مرید سارے شراب خانہ میں گھوما اور شیخ کی خاطر ہر خم میں سے تھوڑا تھوڑا سا چکھتا تھا مگر کسی شراب خانہ میں بھی اسے شراب نہ ملی جہاں گیا یہی دیکھا کہ شراب کے سارے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے ہیں اس نے گھبرا کر کہا کہ ارے رندو یہ کیا بات ہے کہ مجھے کسی مٹکے میں شراب نہیں ملتی جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی شہد ہی پایا۔ آخر سب کے سب شیخ کی خدمت میں روتے پیٹتے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور شراب خانہ میں تشریف لاتے تو حضور کی تشریف آوری کی برکت سے ساری شراب شہد بن گئی جب آپ نے شراب کو نجاست وحرمت سے مبدل بطہارت وحلت فرما دیا تو ہماری جانوں کو بھی نجاست سے مبدل بطہارت فرما دیجئے غرض اہل اللہ پر حرام خواری کا گمان بالکل غلط ہے ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر تمام عالم اشیائے محرمہ سے پر ہو جائے یہ لوگ تب بھی حلال ہی کھائیں گے اور حق سبحانہ ان کے لئے رزق حلال کا غیب سے سامان کر دیں گے پھر کیسے ممکن ہے کہ حلال کے ہوتے ہوئے حرام کھائیں۔ اب ہم اس کی تائید میں ایک حدیث سناتے ہیں سن

شیخ پر طعنہ کرنے اور مرید کے جواب دینے کے قصہ کا تتمہ

شرح شبّیری

آن الخ۔ یعنی وہ خبیث طاعن شیخ کو بے ہودہ کہہ رہا تھا اس لئے کہ بھنگا تو ہمیشہ کج ہی دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کی چشم بصیرت درست نہ تھی اس لئے اس کو شیخ کے اندر عیوب ہی نظر آتے تھے اور کمالات پوشیدہ ہو رہے تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

کہ منم الخ۔ یعنی کہ میں اس کی بدحالی پر گواہ ہوں وہ تو شرابی ہے اور برا ہے اس کی حالت بالکل تباہ وبرباد ہے۔

دیدمش الخ۔ یعنی میں نے اس کو ایک مجلس (رندان) میں دیکھا ہے وہ تو تقویٰ سے بالکل عاری اور مفلس ہے۔

ورکہ الخ۔ یعنی اور اگر تجھے یقین نہیں ہے تو چل آج کی رات تاکہ تو اپنے شیخ کا فسق کھلم کھلا دیکھ لے۔

شب بہ بردش الخ۔ یعنی وہ معترض اس کو رات کو ایک سوراخ پر لے گیا اور کہا کہ فسق وعشرت کرنا دیکھ۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ یہ دن کا مکر اور رات کا فسق۔ دن کو تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح (ہدایت میں) اور رات کو بولہب کی طرح (گمراہی میں)

روز الخ۔ یعنی دن کو تو عبداللہ نامی ہیں اور رات کو نعوذ باللہ ہے اور ہاتھ میں جام ہے مطلب یہ کہ دن کو تو

متواضع اور منکسر المزاج ایسے کہ جس کا حد وحساب نہیں اور رات کو ایسی حالت میں ہے نعوذ باللہ۔

دید شیشہ الخ۔ یعنی ان شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا گلاس دیکھا تو وہ معترض بولا کہ شیخ جی آپ کو دھوکا ہو رہا ہے مطلب یہ کہ جناب اس وقت تو آپ بھی گمراہی اور دھوکہ میں ہیں۔

تو نمی گفتی الخ۔ یعنی کیا آپ کہا نہیں کرتے کہ شراب کے جام میں شیطان کوشش کر کے بہت جلد موت دیتا ہے تو اب وہ سارے نصائح و پند کہاں گئیں آپ تو خود پی رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ اس مرید کی تو کیا مجال تھی اور کیا ہمت تھی کہ کچھ بولتا اور عرض کر سکتا لہٰذا اس معترض نے اس لئے تا کہ اس مرید کو شاید اب بھی نظر کی غلطی کا شبہ ہو ان سے سوال کر کے آواز بھی سنادی کہ اب تو یقین آئے گا کہ بے شک پیر صاحب ہی میں جب انہوں نے اس کی آواز سنی تو چونکہ یہ تو معترض تھا اس لئے اس کو تو ایک لطیف جواب دے کر ٹال دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہمارے جام کو اس قدر بھرا ہے کہ اس میں ایک رائی کا دانہ بھی نہیں سما سکتا۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ اس جگہ کہیں ذرہ سماتا ہے تو اس معترض نے اس بات کو کج اور دھوکا سنا۔ مطلب یہ کہ شیخ نے کہا کہ ارے بیوقوف ہمارے جام کو اس طرح بھر دیا ہے کہ اس میں کہیں ایک ذرہ برابر اور نہیں بھر سکتے تو پھر بے چارا شیطان کیا موت سکتا ہے۔ اس میں اس کے موتنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو ظاہر الفاظ تھے آگے مولانا اس کی توجیہ اور معانی اصلی بیان فرماتے ہیں کہ

جام الخ۔ یعنی یہ جام ظاہر اور شراب ظاہر (مراد) نہیں ہے اس بات کو شیخ غیب بین سے دور رکھو۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کاملین ہیں اور اولیاء اللہ ہیں ان کی شان میں ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہیے وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ ان کی مراد یہ خمر ظاہری اور جام ظاہری ہو بلکہ۔

جام مے الخ۔ یعنی ارے بے ہودہ جام مے (سے مراد) شیخ کی ہستی ہے کہ اس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش نہیں ہے

پر و مالا مال الخ۔ یعنی بھرا ہوا اور مالا مال نور حق سے ہے جام تن تو ٹوٹ گیا ہے اور اب وہ نور مطلق ہی ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا جام اس قدر پر ہے کہ اس میں بول شیطان کی گنجائش نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری ہستی کا جام انوار حق سے اس قدر پر اور بھرا ہوا ہے کہ اس میں اب مکائد شیطانی کی اور اس کے اغوا کی گنجائش ہی نہیں رہی ہے اور ہم بالکل نور ہی نور ہو گئے ہیں۔ تو اس نور کا اثر ہمارے جسم و روح میں آ گیا ہے مگر ہماری مقتضیات کا اثر اس نور میں نہیں ہوا تا کہ صدور منکر کا احتمال ہوتا۔ یہاں تو اس نور کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو گئے ہیں آگے مولاناؒ ایک مثال لاتے ہیں کہ

نور خورشید الخ۔ یعنی نور خورشید کا اگر ناپاکی پر پڑے تو وہ وہی نور ہے وہ ناپاکی کو قبول نہ کرے گا۔ تو اسی طرح جبکہ نور حق ہستی انسانی پر پڑے گا تو وہ تو نور ہی رہے گا۔ اس میں اس ہستی کے مقتضیات ہرگز مخل نہ ہوں گے بلکہ

خود بھی منور ہو جائے گی تو جب ہستی شیخ پر نور حق پڑ رہا ہے تو پھر اس سے صدور منکر کا کس طرح احتمال ہو معلوم ہوا کہ یقیناً اس دیکھنے والے کو دھوکا ہوا ہے اور اصل میں وہ شراب تھی ہی نہیں بلکہ وہ شہد تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے کہ

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ وہ نہ خود جام ہے اور نہ شراب ہے۔ ارے منکر نیچے آ اور اس کو دیکھ تو سہی۔

آمدو دید الخ۔ یعنی وہ معترض آیا تو دیکھا کہ شہد خالص تھا تو وہ نالائق اندھا دشمن بالکل حیران رہ گیا۔ اس لئے کہ وہ تو اور کچھ سمجھے ہوئے تھے اور نکلا کچھ اور۔ خیر اس کو تو وہ جواب دے کر اور یہ دوسرا جواب دکھا کر روانہ کیا مگر چونکہ حقوق مرید میں سے شیخ پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کو اپنی طرف سے بدگمان نہ ہونے دے اس لئے اگر وہ بدگمان ہو گیا تو پھر نفع بند ہو جائے گا لہٰذا آگے اس مرید کو سنبھالا اس طرح کہ

گفت پیر الخ۔ یعنی اسوقت پیر نے اپنے مرید سے یہ فرمایا کہ میاں میرے لئے ذرا تھوڑی شراب تلاش کر لو۔

کہ مرا الخ۔ یعنی کہ مجھے ایک مرض ہے کہ میں مضطر ہو گیا ہوں اور میں مرض کی وجہ سے مخمصہ سے بھی گزر گیا ہوں۔

در ضرورت الخ۔ یعنی ضرورت میں تو ہر مردار پاک ہے اور منکر پر لعنت کی خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے اس مرید سے یہ بات ظاہر کی کہ بھائی میں مریض ہوں اور حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہوں بلکہ حالت مخمصہ سے جس میں کہ شراب بھی جائز ہے میری حالت زیادہ اضطرار کی ہے اور اطباء نے کہا ہے کہ تمہاری یہی دوا ہے اس لئے مجبوراً پیتا ہوں وہ تو منکر اور معترض تھا تم تو اپنے دوست ہو تم سے کیا پردہ کیا جائے۔ اس لئے ذرا تم ان شرابوں میں سے شراب تلاش کر لو کہ جو ذرا اچھی ہو اور تیز سی ہو وہ ایک جام لے آؤ وہ تو مرید تھا اس کو تو بے علت دریافت کئے ہوئے بھی عمل کرنا تھا اور جبکہ علت اور اضطرار بھی معلوم ہو گیا اب تو تعمیل ارشاد میں کوئی حجت ہی نہ تھی اس لئے وہ فوراً تلاش شراب کرنے لگا۔

گرد خمخانہ الخ۔ یعنی وہ مرید خمخانہ کے گرد پھرا اور شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے چکھ رہا تھا۔

در ہمہ الخ۔ یعنی سارے مٹکوں میں اس نے شراب نہ دیکھی اور وہ شراب کے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے تھے مطلب یہ ہے کہ جب وہ تلاش میں چلا تو اس کو ہر مٹکے میں شہد نظر آتا تھا اس کو تعجب ہوا اور اس نے رفع شبہ کے لئے چکھ بھی لیا تو واقعی شہد تھا یہ نہیں کہ شراب کو چکھتا پھرتا تھا نہیں بلکہ اس کو وہ شہد نظر آتا تھا تب رفع شبہ کے لئے اس کو چکھتا تھا تو یقین ہو جاتا تھا کہ بے شک شہد ہے غرض کہ سارے خم دیکھے مگر سب میں شہد ہی پایا کسی ایک میں بھی شراب نہ دیکھی۔ اب یہ شبہ تو نہ رہا کہ وہ شیخ شراب پی رہے تھے بلکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے تبدیل ماہیت کر کے شراب کو شہد بنا دیا تھا مگر یہ شبہ رہا کہ اچھا یہ حضرت وہاں تشریف کیوں لے گئے اسی کی کیا ضرورت تھی تو بات یہ ہے کہ بزرگوں کی بہت مختلف شانیں ہوتی ہیں ان میں سے بعض پر مقتدائیت غالب ہوتی ہے اور بعض میں نہیں۔ تو جن پر مقتدائیت اور شان ارشاد غالب ہو ان کو تو ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور نہ وہ کرتے ہیں اس لئے اس سے ان کے معتقدین کی گمراہی کا خوف ہوتا ہے لیکن جن حضرات پر شان ارشاد غالب نہیں ہوتی

وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہیں کہ مجالس نامشروعہ میں بھی چلے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی ذات سے کسی کو نقصان تو پہنچ ہی نہیں سکتا لہٰذا وہ جاتے ہیں اور مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ وہاں جا کر اپنی نسبت باطنی سے ان لوگوں کو ہدایت فرمادیں ایسے حضرات کو ملامتی کہا جاتا ہے تو یقیناً ان حضرات کی شان ملامتی ہے اور اس طرح ایسے حضرات بہت لوگوں کو معاصی سے بچاتے ہیں ایسے ہی ایک بزرگ دہلی میں حضرت فخر نظامی رحمہ اللہ تھے ان کی حالت تھی کہ وہ حضرت رنڈیوں میں تشریف لے جاتے اور ان سے ان کی خرچی پوچھتے تو وہ بتادیتیں مثلاً پانچ روپیہ یا دو روپیہ وغیرہ بس فوراً اسی قدر جیب سے نکالا اور اس کو دے دیا اور کہہ دیا کہ رات کو ہم آئیں گے چونکہ اس کو خرچی مل چکی تھی وہ اور کسی کو آنے نہ دیتی تھی صبح کو گئے اور عذر کر دیا کہ رات تو نہ آسکے لو آج رات کو آئیں گے پھر اس کی خرچی دے آئے۔ اسی طرح انہوں نے بہت سی رنڈیوں کو ایک مدت تک گناہ سے بچایا کہ خود تو جاتے نہ تھے اور دوسروں کے آنے کو اس طرح روک دیتے تھے پھر دعا کرتے تھے ان کی اس عادت کی وجہ سے بہت سی کسبیاں تائب ہو گئیں تو اب ان کی تو یہ نیت تھی اور لوگ ان کو رنڈی باز کہتے تھے مگر عوام الناس ان کے بے حد معتقد تھے ایک مرتبہ وہ کسی غرض سے مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے لوگوں نے چاہا کہ ان کو شرمندہ کریں اور ذلیل کریں ایک کسبی کو بہکا کر اس کو انعام وغیرہ کا لالچ دے کر لے گئے اور ایک کھوٹا روپیہ دیا کہ مجمع عام میں جا کر کہو کہ حضرت رات کو آپ یہ کھوٹا روپیہ دے گئے اس نے جا کر ویسا ہی کیا حضرت نے ہنس کر روپیہ بدل دیا اور کھوٹا روپیہ رکھ لیا۔ اب سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت کو رات رنڈی کے یہاں گئے تھے مگر ان کی مقتدائیت تو حق تعالیٰ کی طرف سے تھی لوگ پھر بھی معتقد رہے۔ ان لوگوں نے سوچا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوئی دوسرے کسی عرس میں پھر اس کسبی کو بہکایا اور کہا کہ دروازہ ہی سے غل مچاتی جانا غرض کہ وہ پھر غل مچاتی ہوئی گئی کہ دیکھو ایک تو یہ مولوی ملا نے رنڈیوں میں جاتے ہیں پھر دغابازی یہ کہ کھوٹے روپے دے آتے ہیں حضرت ہنسے اور پھر روپیہ بدل دیا مگر لوگوں کے اعتقاد میں پھر بھی کمی نہ ہوئی ان شریروں نے یہ کیا کہ بہت ہی دور سے غل مچانے کو کہا تیسری مرتبہ وہ پھر پہنچی اور بہت ہی غل مچایا۔ آخر کب تک صبر کیا جائے کہ حلم حق با تو مواسا ہا کند+ چونکہ از حد بگذاری رسوا کند اس مرتبہ حضرت کو جلال آ گیا مگر جلال کی طرح ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کے ہاتھ سے روپیہ لے کر دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ نہیں بی کون کہتا ہے کہ خراب ہے یہ تو اچھا ہے جا کسی اور کو دکھالے یہ کہہ کر وہ روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ روپیہ رکھنا تھا کہ وہ روپیہ تو وہیں چپک گیا اور اس عورت کو جنون ہو گیا۔ اور کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرنے لگی اور جو سامنے آتا تھا اس سے کہتی تھی کہ میاں دیکھنا یہ روپیہ کیسا ہے۔ غرضکہ بہت بری حالت تھی جب اس کے گھر والوں نے دیکھا کہ اس کا جنون بڑھتا جاتا ہے اور ساری کمائی ہی گئی تو دوسرے فقیروں کے پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت سے سفارش کریں۔ سب نے کہا کہ اگر اب کوئی مجمع ہو اور اسی طرح سب جمع ہوں تو تم اس کو لاؤ اور عرض کرو تو ہم بھی کچھ سفارش کریں۔ غرضکہ ایک مرتبہ کوئی عرس وغیرہ تھا اس میں سب جمع تھے تو اس کے گھر

والے اس کو پکڑ کر لائے وہ خود تو کہاں آتی اور عرض کیا کہ حضرت اس کی خطا معاف فرمائی جائے اور دوسرے لوگوں نے بھی سفارش کی تو حضرت نے اس کے ہاتھ سے روپیہ اٹھایا۔ تو اٹھ آیا اور فرمایا کہ بی یہ تو اچھا ہے۔ اب دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرما کر پھر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا فوراً اچھی ہو گئی اور کپڑا پہن لیا۔ تو دیکھئے ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ایک اور حکایت ان ہی کی ہے کہ ایک مرتبہ گرمی میں جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے نکل رہے تھے تو ایک بڑھیا کھڑی تھی اس نے کہا کہ بیٹا فخر یہ فالودہ میں نے تیرے لئے بنایا ہے اس کو پی لے اور حضرت صائم تھے بعض کہتے ہیں کہ فرض روزہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نفل تھا غرضکہ آپ نے اس کو پی لیا جب لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے روزہ توڑ دیا تو فرمایا کہ دل توڑے سے روزہ کا توڑنا بہتر تھا یہ تو ان کا قول ہو گیا۔ اب ہمارے حاجی صاحبؒ کی تحقیق سنو حضرت کو یہ حکایت پہنچی تو فرض روزہ کی پہنچی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت حضرت فخر پر حقیقت قلب منکشف تھی اور حقیقت صوم مستور تھی تو اگرچہ حقیقت صوم افضل ہے حقیقت قلب سے مگر چونکہ حضرت پر اس وقت حقیقت صوم مستور تھی اس لئے پی گئے ورنہ ہرگز نہ پیتے۔ اور یہ ان کی حالت تھی سبحان اللہ بس توجیہ ہو تو یہ ہو بھلا کوئی ایسی توجیہ بیان تو کر دے۔ اصول شریعت پر منطبق اصول طریقت کے موافق سبحان اللہ سبحان اللہ ہیہات ہیہات لم یات الزمان بمثلہ + ان الزامات لمثلہ لبخیل۔ غرضکہ یہ شیخ بھی اسی لئے تا کہ وہاں ان شرابیوں کو تصرف باطنی سے ہدایت دیں تشریف لے گئے تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے تو جب اس مرید نے دیکھا کہ سارے خم پر از عسل ہیں تو اس کو اپنے شیخ کی اتنی بڑی کرامت دیکھ کر وجد ہونے لگا اور ایک عجیب کیفیت ہوئی اس حالت میں وہ پکارا کہ

گفت الخ۔ یعنی چلایا کہ ارے رندو یہ کیا حال اور کیا بات ہے کہ میں کسی خم میں شراب نہیں دیکھتا۔ جب اس کو شیخ کی کرامت معلوم ہوئی تو اس کو شوق ہوا کہ اوروں کو بھی دکھا دے اس کی توجیہ یہ ہے کہ عجب حالت ہو گئی غرض کہ سب رند اس کے پکارنے سے آئے اور دیکھا تو واقع میں وہ شہد ہی تھا۔ شراب کا نام نہ تھا بس یہ کرامت اور کمال دیکھ کر سارے وجد و طرب میں تھے اور یہ حالت تھی کہ

جملہ رندان الخ۔ یعنی وہ سارے رند شیخ کے پاس روتے ہوئے اور سر پیٹتے ہوئے آئے (اور عرض کیا کہ)

درخرابات الخ۔ یعنی اے شیخ آپ جو خرابات میں تشریف لائے تو آپ کے قدوم کی برکت سے ساری شرابیں شہد بن گئیں اور سب کی قلب ماہیت ہو گئی

کردۂ الخ۔ یعنی آپ نے شرابوں کو تو مبدل فرما کر حدث سے پاک بنا دیا اب ہم کو بھی خباثت سے الگ کر کے پاک کر دیجئے مطلب یہ کہ جس طرح شراب کی خباثت کو مبدل بہ شیرینی عسل کر دیا اسی طرح ہمارے ملکات سیئہ کو مبدل بہ حسنات فرما دیجئے۔ سبحان اللہ دیکھو ان بزرگ کی برکت سے ان لوگوں کا کیسا فہم سلیم ہو گیا تھا کہ کیا نفیس سوال کیا ہے کہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

گر شود الخ۔ یعنی اگر سارا کا سارا عالم خون سے بھر جائے تو بندگان خاص خدا سوائے حلال کے اور کچھ کب کھائیں۔ مطلب یہ کہ اگر تمام دنیا میں حرام ہی حرام چیزیں ہوں تو جو حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے غیب سے ایسا سامان کر دے کہ وہ اس حرام کو کھا ہی نہ سکیں جیسا کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ وہ شراب تھی مگر حق تعالیٰ نے اس کو بدل کر شہد بنا دیا تھا اور بعد تبدیل ماہیت کے تمام ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ اوپر جو کہا ہے کہ اگر سارا جہان حرام سے بھر جائے تو خدا کے خاص بندے جب بھی حلال ہی کھائیں گے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ہر جگہ بے مصلے کے نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ وہ زمین پہلے سے ناپاک ہو اور خشک ہو کر اثر نجاست کا دکھائی نہ دیتا ہو مگر ہے تو نجس۔ ارشاد فرمایا کہ **جعلت لی الارض کلها طهورا** کہ میرے لئے ساری زمین پاک بنا دی گئی ہے اس طرح کہ جب نجاست خشک ہو جائے اور اثر دکھائی نہ دے تو وہ پاک ہے۔ تو دیکھو باوجودیکہ وہ ناپاک تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنے خواص کے لئے اس کو پاک کر دیا۔ اسی طرح حق تعالیٰ اپنے خواص کو بعض معاصی سے محفوظ اور بعض کو معصوم رکھتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ اب حکایت سنو۔

گفتن عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ تو بے مصلی بہر جا کہ میروی نماز میکنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ بے مصلے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت	یا رسول اللہ تو پیدا و نہفت
ایک دن (حضرت) عائشہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا	یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں
ہر کجا یابی نمازے می کنی	می روی در خانہ ناپاک ودنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں	آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں
بے مصلی می گزاری تو نماز	ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
بغیر مصلے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں	جہاں بھی روئے زمین ہو راز بتائے؟
گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید	کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ	جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر مہاں	حق نجس را پاک کرد ایں را بداں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اس کو سمجھ لے
سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق	پاک گردانید تا ہفتم طبق
اس لئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو	ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

شرح حبیبی

ایک روز حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے ظاہر و باطن میں خدا کے رسولؐ آپ جہاں کہیں ہوتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں ہر گھر میں ناپاکی ضرور ہوتی ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ بچہ جہاں کہیں بیٹھتا ہے اکثر موت ہگ کر اس جگہ کو ناپاک کر دیتا ہے لیکن آپ تحقیق نہیں فرماتے اور نہ مصلے بچھاتے ہیں جہاں کہیں موقع ملتا ہے زمین ہی پر آپ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں اور مقربین کے لئے حق سبحانہ خرق عادت کے طور پر یا کسی اور طریقہ سے ناپاک کو پاک کر دیتے ہیں پس ہماری سجدہ گاہ کو بھی حق سبحانہ نے اپنے فضل سے زمین ہفتم تک پاک کر دیا ہے لہٰذا ہم کو مصلے کی ضرورت نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ کو اپنے مقربین کی اتنی خاطر منظور ہے تو وہ ان کو حرام کیونکر کھانے دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا کہ آپ بے مصلے کے ہر جگہ کس طرح نماز پڑھ لیتے ہیں

شرح شبّیری

عائشہ روزے الخ۔ یعنی عائشہؓ نے ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجمع میں اور تنہائی میں۔

ہر کجا باشد الخ۔ یعنی جہاں کہیں چاہا نماز پڑھ لی اور آپ ہر ناپاک اور خراب جگہ میں جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آخر آپ سفر میں مختلف مقامات پر جاتے ہیں بعض پاک ہیں اور بعض ناپاک آپ وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں پھر اگر آپ کی خصوصیت کہی جائے تو یہ بھی نہیں اس لئے کہ آپ جماعت سے بھی اسی طرح جہاں چاہا پڑھ لیتے ہیں تو آخر یہ کیا بات ہے۔ نماز کس طرح ہو جاتی ہے اور اگر آپ کی ہو جاتی ہے تو ان دوسروں کی کس طرح ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں کہ کچھ بچھا ہی لیں بلکہ

بے مصلے الخ۔ یعنی بے مصلے ہی کے آپ نماز ادا فرما لیتے ہیں جہاں کہیں کہ روئے زمین ہو ذرا اس عقدہ کو

حل فرما دیجئے کہ اس کا کیا سبب ہے۔

گرچہ میدانی الخ۔ یعنی اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ بچے ناپاک جہاں جاتے ہیں مستعمل کر دیتے ہیں اور ناپاک کر دیتے ہیں پھر نماز کس طرح ہو جاتی ہے جواب ارشاد ہوا کہ

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ نجس کو پاک فرما دیتے ہیں اس کو جان لو مطلب یہ کہ یا تو وحی سے اس کی پاکی بتا دیتے ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا اور یا اس کی تبدیل ماہیت کر دیتے ہیں جیسا کہ اور بعض بزرگوں کے لئے ہوا۔

سجدہ گاہم الخ۔ یعنی اسی سبب مذکور سے لطف حق نے میری سجدہ گاہ کو ساتویں طبق تک پاک فرما دیا لہٰذا میرے لئے مع قیودات شرعیہ سب جگہ پاک ہیں اور اسی طرح امت مرحومہ کے لئے بھی پاک ہیں لہٰذا کوئی شبہ نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہاں وہاں ترک حسد کن باشہاں	ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے	ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا
کو اگر زہرے خورد شہدے شود	تو اگر شہدے خوری زہرے بود
کیونکہ وہ اگر زہر کھا لے تو شہد بن جائے گا	تو اگر شہد کھائے زہر ہو گا
کو بدل گشت و بدل شد کار او	لطف گشت و نور شد مرنار او
کیونکہ وہ بدل گیا اور اس کا کام بدل گیا	وہ محبت بن گیا اس کی آگ نور بن گئی ہے
قوت حق بود مر بابیل را	ورنہ مرغے چوں کشد مر پیل را
ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی	ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟
لشکرے را مرغکے چندے شکست	تابدانی کاں صلابت از حق ست
بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی	تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی
گر ترا وسواس آید زیں قبیل	رو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل
اگر تجھے اس سلسلہ میں شک ہو	جا تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے
ور کنی با او مرے و ہمسری	کافرم داں گر تو زیشاں سر بری
اگر تو اس سے جھگڑا اور برابری کرے گا	مجھ کے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

جب تجھے اہل اللہ کی منزلت معلوم ہوگئی تو دیکھ خبردار بڑے لوگوں پر حسد نہ کرنا ورنہ تو شیطان اور مردود ہو جائے گا تو ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا کیونکہ ان میں اور تجھ میں بعد المشرقین ہے۔ کیونکہ وہ تو اگر بظاہر زہر بھی کھائیں اور کوئی معصیت بھی کریں تو گو وہ صورۃً معصیت ہوتی ہے مگر حقیقۃً معصیت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قصہ مذکورہ بالا سے معلوم ہو گیا بلکہ وہ حقیقت میں شہد اور طاعت ہوتی ہے اور تو اگر بظاہر شہد بھی کھاتا ہے اور طاعت بھی کرتا ہے تو وہ ریا وعدم اخلاص وغیرہ کے سبب معصیت ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی حقیقت بدل گئی ہے لہٰذا ان کے افعال بھی بدل گئے ہیں اور بی یسمع وبی یبصر الخ کی شان پیدا ہوگئی ہے اور ان کی آتش شہوات مبدل بہ نور حق سبحانہ ہوگئی ہے بس وہاں معصیت کا کیونکہ گزر ہوسکتا ہے۔ برخلاف تیرے کہ تو سراسر شہوات وظلمات نفسانیہ میں منہمک ہے پس تجھ سے طاعت کا صادر ہونا اسی قدر بعید ہے جس قدر ان سے معصیت کا یہ امر کہ ان کی حقیقت بدل گئی تیری سمجھ میں نہ آئے گا۔ اس لئے ہم اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں دیکھو ابابیل نے ہاتھی کو مار دیا۔ نیز ایک بڑے لشکر کو شکست دی تی تو کیا وہ اس وقت وہ ابابیل تھی ہرگز نہیں کیونکہ ابابیل اپنی حالت پر رہ کر ہاتھی کو ہرگز نہیں مار سکتی تھی اور اتنے بڑے لشکر کو ہرگز شکست نہیں دے سکتی۔ بلکہ ان کو قوت حق عطا ہوگئی تو اس لئے وہ اپنے ہم نوع افراد سے اس قدر بعید ہوگئی تھی کہ گویا کہ وہ اس نوع کے افراد ہی نہ تھی بلکہ نوع دیگر تھی اور ان کے اندر یہ سختی نور حق سے تھی۔ اسی طرح اہل اللہ بھی قوت حق سے متقوی اور نور حق سے منور ہو کر گویا کہ ایک جداگانہ نوع کے افراد بن جاتے ہیں اور نفس وشیطان کو کامل شکست دیتے ہیں اور ان سے مغلوب نہیں ہو سکتے اس بیان میں اور مقدمات تو سب ظاہر ہیں صرف ایک مقدمہ ایسا ہے جس میں شبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے وہ یہ کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ ابابیل ہاتھی کو مار ڈالیں اور فوج جرار کو شکست دے دیں پس اگر تم کو اس قسم کا وسوسہ ہو تو قرآن کھول کر سورہ فیل دیکھ لو وسوسہ دور ہو جائے گا۔ اب یہاں ہم تجھ کو ایک نہایت کام کی بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ تو اہل اللہ سے مقابلہ اور مماثلت کا دعویٰ نہ کرنا اس لئے کہ ایسا کرنے سے تجھے ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس صورت میں تجھے کچھ بھی فائدہ ہو تو میں کافر۔ اس سے زیادہ اور کیونکر یقین دلاؤں۔

شرح شبّیری

ہان وہان الخ۔ یعنی ضرور بالضرور بڑے لوگوں کے ساتھ حسد کرنا ترک کردو ورنہ تم جہان میں ابلیس کی طرح ہو جاؤ گے

کو اگر الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ زہر کھا رہا تھا تو وہ بھی شہد ہے اور اگر تو شہد کھائے وہ بھی زہر ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اس لئے موافق مقدار کے کھائے گا تو اس کو تو شہد کی طرح مفید ہوگا اور تم کو شہد کی حقیقت بھی معلوم نہیں اس لئے اس میں بھی بے اعتدالی کرو گے اور وہ زہر کی طرح مضر ہوگا تو ان پر اعتراض

اور حسد فضول ہے ان کی تم کو کیا خبر۔

کو بدل الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ بدل گیا ہے اور اس کا کام بھی بدل گیا ہے وہ لطف ہو گیا ہے اور اس کی ہر نار نور ہو گئی ہے مطلب یہ کہ اس کے ملکات سیئہ تو مبدل بحسنہ ہو گئے ہیں اور اس میں نور حق ہے اور وہ سراسر نور ہی نور ہو گیا ہے لہٰذا اس کے کام بھی مصالح ہیں آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

قوت حق الخ۔ یعنی ابابیل میں حق تعالیٰ کی قوت تھی ورنہ ایک ذرا سا جانور اور وہ ہاتھی کو مار ڈالے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لشکرے الخ۔ یعنی ایک لشکر کو ذرا سے جانور نے اس طرح شکست دی تا کہ تم جان لو کہ یہ قوت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

گرترا الخ۔ یعنی اگر تجھے اس قبیل سے وسوسہ آئے تو سورۂ اصحاب فیل پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وسوسہ ہو کہ یہ قصہ ابابیل کا غلط معلوم ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو فرماتے ہیں کہ بھائی قرآن میں دیکھ لو یہ تو وہاں موجود ہم اپنی طرف سے تو نہیں کہتے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس جانور نے قوت حق تعالیٰ کی وجہ سے ایک لشکر کو شکست دی۔ اس طرح ان حضرات میں نور حق ہونے کی وجہ سے ان کے صفات بھی صفات حق ہو جاتے ہیں اور ان کی شان بی یسمع و بی یبصر ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

درکُنی الخ۔ یعنی اور اگر تم ان کے ساتھ مقابلہ اور ہمسری کرو تو اگر تم غالب آ سکو تو مجھے کافر جانو۔ مطلب یہ کہ ان سے مقابلہ کر کے عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتے۔ اطمینان رکھو۔ جب مقابلہ کرو گے ہمیشہ ذلیل و خوار ہو گے لہٰذا ہمیشہ اطاعت اور تواضع کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ چونکہ اوپر اکابر کے مقابلہ سے اور ان کی برائی کرنے سے منع کیا ہے اس لئے کہ اس کا انجام خراب ہوتا ہے اس لئے آگے ایک چوہے اور ایک اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک اونٹ جا رہا تھا اور اس کی مہار لٹک رہی تھی ایک چوہے نے دیکھا تو آپ اس کی مہار پکڑ کر چلے اونٹ جا ہی رہا تھا وہ چلتا رہا۔ یہ چوہا سمجھا کہ میں کس قدر قوی ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچے لئے جاتا ہوں اسی طرح ایک دریا کے کنارہ پہنچے اونٹ تو دریا کے اندر چلا گیا چوہا باہر رہ گیا تو اونٹ نے کہا کہ بھائی اندر آؤ اس لئے کہ پانی تو زانو تک ہے چوہا بولا کہ جناب کے زانو تک ہے مگر میرے تو سر سے کہیں اونچا ہے آخر وہاں جا کر عاجز ہو گیا اسی طرح ان حضرات کی برابری کرنے میں انسان ہمیشہ خطا پاتا ہے اب حکایت بالتفصیل سنو۔

کشیدن موش مہار اشترے را معجب شدن موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آ جانا

موشکے در کف مہار اشترے	در ربود و شد رواں او از مرے
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں	لے لی اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چستی کہ با او شد رواں	موش غره شد کہ ہستم پہلواں
جب اونٹ تیزی سے اس کے ساتھ چلا	چوہے کو گھمنڈ ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں
برشتر زد پر تو اندیشہ اش	گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا	اس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا
تا بیامد بر لب جوئے بزرگ	کاندرو گشتے زبوں پیل سترگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا	جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے
موش آنجا ایستاد و خشک گشت	گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا	اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!
ایں توقف چیست حیرانی چرا	پابنہ مردانہ اندر جو در آ
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟	بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آ جا
تو قلاووزی و پیش آہنگ من	درمیان رہ مباش و تن مزن
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے	راستہ میں نہ رک اور چپ نہ ہو
گفت ایں جوئے شگرف ست و عمیق	من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے	اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں
گفت اشتر تا ببینم حد آب	پا درو بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں	اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا
گفت تا زانوست آب اے کور موش	از چہ حیراں گشتی و رفتی ز ہوش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے	تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا
گفت مور تست مارا اژدہاست	کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
چوہے نے کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے	اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے
گر ترا تا زانوست اے پر ہنر	مر مرا صد گز گذشت از فرق سر
اے ہنر مند! اگر تیری ران تک ہے	تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے
گفت گستاخی مکن بار دگر	تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا	کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

تو مرے با مثل خود موشاں بکن	با شتر مر موش را نبود سخن
تو اپنے جیسے چوہے سے مقابلہ کر	چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے
گفت توبہ کردم از بہر خدا	بگذراں زیں آب مہلک مر مرا
اس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے لئے	اس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے
رحم آمد مر شتر را گفت ہیں	برجہ و برگرد بان من نشیں
اونٹ کو رحم آ گیا بولا ہاں	کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا
ایں گذشتن شد مسلم مر مرا	بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا یقینی ہے	تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

شرح حبیبی

اوپر کہا تھا کہ اہل اللہ کی برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک چوہا کہ اس نے ایک اونٹ کی مہار پکڑلی اور بدعوی برابری آگے آگے چل دیا چونکہ اونٹ اس کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتا رہا اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اس لئے وہ سمجھ گیا کہ میں بھی پہلوان ہوں کہ اونٹ کو کھینچے لئے جارہا ہوں۔ اونٹ نے قرائن سے اس کے خیال کو جان لیا اور اپنے دل میں کہا کہ اچھا ٹھہر جا تجھے تیری حقیقت دکھلاؤنگا حتیٰ کہ وہ ایک بڑی ندی پر پہنچ گیا جس میں بڑا ہاتھی عاجز ہوسکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر چوہا ٹھہر گیا اور مارے خوف کے اس کا خون خشک ہوگیا یہ دیکھ کر اونٹ نے کہا کہ اے صحراو کوہسار کے ساتھی تو ٹھہر کیوں گیا۔ مردانہ ندی میں قدم رکھ اور اس میں داخل ہو۔ تو تو میرا راہ نما اور راہبر ہے پس تجھ کو راستہ ہی میں رہ جانا اور پہلو تہی کرنا مناسب نہیں اس نے کہا کہ یہ پانی بہت حیرت انگیز اور گہرا ہے مجھے اس میں ڈوبنے کا اندیشہ ہے اس نے کہا میں بھی تو دیکھوں پانی کتنا ہے یہ کہہ کر پانی میں پاؤں رکھا اس نے کہا کہ ارے اندھے چوہے یہ پانی تو گھٹنوں ہی تک ہے تو کیوں حیران ہوگیا اور تیرے حواس کیوں جاتے رہے اس نے کہا جناب یہ آپ کے لئے چیونٹی کی مانند بے حقیقت ہے میرے لئے تو اژدہے کی مانند خطرناک ہے کیونکہ گھٹنوں گھٹنوں میں بھی فرق ہوتا ہے تمہارے گھٹنے اور ہیں میرے گھٹنے اور تمہارے گھٹنوں تک ہے اور میرے سر سے سوگز اونچا۔ اس نے کہا کہ جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی تو خبردار پھر گستاخی نہ کرنا اور کبھی اپنے کو بڑوں کے برابر نہ سمجھنا تاکہ اس آگ سے تیرا جسم اور تیری جان نہ جل جائے یعنی یہ خیال تیری تباہی وہلاکی کا باعث نہ ہوجائے۔ تو اپنے مثل چوہوں سے برابری کرنا۔ چوہے کی یہ تاب نہیں کہ اونٹ کے مقابلہ میں اپنی حد سے بڑھ کر بات کرے اس نے کہا میری توبہ ہے خدا کے لئے

اس مہلک پانی سے مجھے پار اتار دے اس کی منکسرانہ گفتگو سے اونٹ کو رحم آ گیا اور کہا اچھا اچھل کر میری کوہان پر بیٹھ جا۔ اس پانی سے گزرنا میرا حق ہے نہ کہ تیرا اور میں تجھ سے ہزاروں کو پار کر سکتا ہوں۔ اس بیان سے جس طرح مضمون ماسبق کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے حسب ذیل نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے۔

ایک چوہے کا اونٹ کی مہار کھینچنا اور مغرور ہونا

شرح شبّیری

موشکے در کف الخ۔ یعنی ایک چوہا کہ اس کے ہاتھ میں ایک اونٹ کی مہار تھی۔ اونٹ کا مقابل بن کر روانہ ہوا۔

اشتر از الخ۔ یعنی اونٹ تو بوجہ چستی کے اس کے ساتھ روانہ ہوا اور چوہا مغرور ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچ رہا ہوں۔

برشتر زد الخ۔ یعنی اونٹ پر اس کے وسوسہ نے اثر کیا تو بولا کہ اچھا ذرا خوش ہولے تجھے دکھاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کی حالت سے اونٹ سمجھا کہ اس کو یہ وسوسہ اور خیال ہے تو اس نے دل میں کہا کہ اچھا بچہ جی ابھی بتاتا ہوں کیسے پہلوان ہو۔ غرضکہ اسی طرح دونوں چلتے رہے۔

تا بیامد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ایک بہت بڑی ندی کے کنارہ پر آئے کہ اس میں بڑا ڈیل ہاتھی بھی عاجز ہو جائے۔

موش الخ۔ یعنی چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور سوکھ گیا تو اونٹ نے کہا کہ ارے کوہ و دشت کے رفیق۔

این توقف الخ۔ یعنی یہ توقف کیا ہے اور حیرانی کیوں ہے۔ تو مردانہ وار پاؤں رکھ اور ندی میں آ۔

تو قلاوزی الخ۔ یعنی تو تو میرا رہبر ہے اور میرا پیش آہنگ ہے۔ راستہ ہی میں مت رہ جا اور خاموش مت ہو۔ پیش آہنگ اس کو کہتے ہیں جو کہ مقاصد میں آگے رہتا ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو میرے رہنما اور بزرگ ہوا۔ اب آگے ہی چلو ٹھہرتے کیوں ہو۔

گفت این الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ یہ ندی بڑی خوفناک اور گہری ہے اس لئے اے رفیق میں غرق ہونے سے ڈرتا ہوں۔

گفت اشتر الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ اچھا (ٹھہرو) یہاں تک کہ میں پانی کی انتہا دیکھ لوں (یہ کہہ کر) اس ندی میں اونٹ نے جلدی سے پاؤں رکھا۔

گفت تا الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ ارے اندھے چوہے پانی زانو تک ہی تو ہے تو تو حیران کیوں ہے اور تیرے ہوش کیوں جاتے رہے ہیں۔

گفت مور تست الخ۔ یعنی چوہا بولا کہ تیری چیونٹی ہمارے لئے اژدہا ہے اس لئے کہ زانو زانو میں تو بہت فرق ہے یعنی جو چیز کہ تیرے نزدیک چھوٹی ہے ہمارے نزدیک بہت بڑی ہے لہٰذا اگرچہ پانی تیرے زانو تک

ہے مگر ہمارے تو سر سے بھی سینکڑوں گز اونچا ہے۔

گر ترا تا زانو الخ۔ یعنی اے برہ ترا اگر تیرے زانوں تک ہے تو میرے تو سر سے سینکڑوں گز اونچا ہے۔ اب جبکہ اس چوہے نے اپنے عجز کا اقرار کرلیا تو اونٹ نے کہا کہ

گفت گستاخی الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ پھر گستاخی مت کرنا تا کہ کہیں تیرے جسم و جان اس گستاخی کے شرر سے جل نہ جائیں۔

تو مری الخ۔ یعنی تو اپنے جیسے چوہوں کے ساتھ مقابلہ کر اور اونٹ کے ساتھ تو چوہے کو بات بھی نہ ہونی چاہیے۔ مطلب یہ کہ بھلا چوہے کو اونٹ سے کیا تعلق کہاں یہ اور کہاں وہ آپس میں اس قابل بھی نہیں ہیں کہ بات بھی کریں جب اونٹ نے یہ کہا تو چوہے صاحب بولے کہ

گفت توبہ الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے واسطے مجھے اس مہلک پانی سے گزار دے۔ یعنی اب عاجزی شروع کی کہ بھائی بے شک میری غلطی تھی اب توبہ کرتا ہوں خدا کے لئے اس پانی سے مجھے بھی گزار دے۔ شاید اس کو بھی ادھر ہی جانا ہوگا جب اس نے عاجزی کی تو اونٹ کو رحم آ گیا اور اس پانی سے پار کر دیا۔

رحم آمد الخ۔ یعنی اونٹ کو رحم آ گیا اور بولا کہ ہاں کود اور میری کوہان پر بیٹھ جا اور اونٹ نے یہ کہا کہ

این گذاشتن الخ۔ یعنی یہ گزرنا میرے ہی لائق ہے اور میں تجھ جیسے ہزاروں کو بھی گزار دوں تو دیکھو جس طرح کہ اس چوہے نے برابری اپنے سے بڑے کی کی اور پھر نادم ہوا اسی طرح اگر عوام اکابر کی برابری کرنے لگیں تو یقیناً تباہ و برباد ہوں گے لیکن پھر بھی اگر اکابر کے سامنے عجز کا اعتراف کرلو پھر ان کو بھی رحم آ جاتا ہے جس طرح کہ اس چوہے کی عاجزی سے اس اونٹ کو رحم آ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ	تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر	تا کہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) رتبہ پر پہنچ جائے
تو رعیت باش چوں سلطان نۂ	تگ مراں چوں مرد کشتیبان نۂ
تو رعیت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے	گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے
چوں نۂ کامل دکاں تنہا مگیر	دست خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دکان نہ کر	تابع بن جا تا کہ تو خمیر بن جائے
چونکہ آزادیت ناید بندہ باش	ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا' غلام بن جا	خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی میں وہ

انصتوا را گوش کن خاموش باش	چوں زبان حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سن، چپ رہ	جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بن جا
ور بگوئی مشکل استفسار گو	با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر	شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر
ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست	راسخی شہوتت از عادت ست
تکبر اور کینہ کی ابتداء خواہش نفسانی سے ہے	خواہش نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے
چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد	خشم آید بر کسے کت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بری عادت پختہ ہو جائے	تجھے اس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے
چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او	واکشد از گل ترا باشد عدو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی	تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا
بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند	مانعان راہ خود را دشمن اند
بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں	اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں
چونکہ کرد ابلیس خو با سروری	دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا	گدھے پن سے اس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا
کہ بہ از من سرورے دیگر بود	تا کہ او مسجود چوں من کس شود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہو گا؟	تا کہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے
سروری زہرست جز آں روح را	کہ بود تریاق لانی ز ابتدا
اس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے	جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو
کوہ گر پر مار شد باکے مدار	کو بود اندر دروں تریاق زار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر	کیونکہ اس میں تریاق زار ہوتا ہے
سروری چوں شد دماغت را ندیم	ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی	جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہو گا
چوں خلاف خوئے تو گوید کسے	کینہا خیزد ترا با او بسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے	تجھ میں اس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

کہ مرا از خوئے من بر میکند	خویش بر من میر و سرور میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے	اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے
چوں نباشد خوئے بد سرکش درو	کے فروزد از خلاف آتش درو
اس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو	تو مخالفت کی آگ اس میں کیوں بھڑکے؟
چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ	کے شود ندر خلاف آتشکدہ
جب اس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو	تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟
با مخالف او مدارا می کند	دردل او خویش را جا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے	اس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے
زانکہ خوئے بد بگشتت استوار	مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے	نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہوگئی ہے
مار شہوت را بکش در ابتدا	ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال	ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا
لیک ہر کس مور بیند مار خویش	تو ز صاحبدل کن استفسار خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے	تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے
زابتداء ایں مار شہوت را بکش	ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہش
نفسانی خواہش کے اس سانپ کو شروع میں مار ڈال	ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بن جائے گا
تا نہ شد زر مس نداند من مسم	تا نہ شد شہ دل نداند مفلسم
جب تک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں	جب تک دل شاہ نہ بن جائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں
خدمت اکسیر کن مس وار تو	جور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر	اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر
کیست دلدار اہل دل نیکو بداں	کو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہل دل (ہے)	جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے
عیب کم گو بندۂ اللہ را	متہم کم کن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر	بادشاہ کو چوری نہ لگا

پس رو ہر دیو باشی مستہاں	ورنہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں
اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بن جائے گا	ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بن جائے گا

شرح حبیبی

جب تو پیمبر اور مستقل ہادی نہیں ہے بلکہ تجھے ضرورت ہے اہتداء بہ ہادی آخر کی تو تجھ کو رہ رو ہونا چاہیے نہ کہ رہنما۔ تاکہ تو چاہ ضلالت سے نکل کر مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہو اور جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے تو رعیت اور کسی بادشاہ کا محکوم ہونا چاہیے اور جبکہ تو کشتی بان اور ماہر بحر دین نہیں ہے تو تجھ کو خود اس سمندر میں کشتی نہ چلانا چاہیے جب تو کامل نہیں ہے تو الگ دوکان نہ کر بلکہ کسی ماہر کا محکوم ومنقاد ہو تاکہ تو خمیر کرنا سیکھ جائے یعنی بدوں کمال کے شیخ نہ بن بلکہ اول خود تربیت حاصل کر پھر شیخ بن اور تربیت کر اور جبکہ تو آزاد نہیں تو غلام بن اور اطلس نہ پہن بلکہ گدڑی پہن اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ جب تو شیخ نہیں تو طور طریق مشائخ نہ اختیار کر بلکہ غلاموں کی طرح رہ اور جبکہ تو حق سبحانہ کی زبان نہیں اور گفتہ او گفتہ اللہ بود مرتبہ تجھے حاصل نہیں تو تجھ کو کان ہونا چاہیے اور تیرا کام سننا ہونا چاہیے با ورنہ ہو تو حق سبحانہ کا حکم **انصتوا** سن لے اور بہ تعمیل امر الٰہی خاموش ہو جا اور اگر بولنا ہی ہو تو بشکل استفسار کلام کر اور ان بادشاہوں کے سامنے عاجزانہ گفتگو کر تیرے اندر جو تکبر اور مخالفت اہل اللہ ہے اس کا منشاء شہوت وخواہش نفسانی ہے اور یہ شہوت اور خواہش نفسانی تیرے اندر مستحکم اس لئے ہوئی ہے کہ تو اطاعت نفس کا خوگر اور عادی ہو گیا ہے جب تشخیص مرض ہو گئی تو بقاعدہ **العلاج بالضد** اس کا علاج کرنا چاہیے اور مخالفت نفس پر کمربستہ ہونا چاہیے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی خصلت بدعادت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو اس کی مخالفت ناگوار ہوتی ہے اس لئے جو شخص تمہاری اس عادت کو چھڑانا چاہتا ہے جو بوجہ عادی ہونے کے تمہارے اندر راسخ ہو گئی تو تم کو اس پر غصہ آتا ہے اور چونکہ تم کو مٹی کھانے کی یعنی افعال مضرہ کے ارتکاب کی عادت ہو گئی ہے اس لئے جو شخص تم کو مٹی یعنی افعال مضرہ سے الگ کرے وہ تمہاری نظر میں تمہارا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات کچھ تمہارے ہی ساتھ خاص نہیں بلکہ عام حالت یہ ہی ہے چنانچہ دیکھو بت پرست چونکہ بت پرستی کے عادی ہو گئے ہیں اس لئے جو لوگ ان کو بت پرستی سے مانع ہوتے ہیں وہ ان کو دشمن معلوم ہوتے ہیں نیز ابلیس چونکہ سرداری کا عادی ہو گیا تھا کما ہو المشہور انہ معلم الملکوت اس لئے اس نے گدھے پن سے آدم علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھا اور کہا **انا خیر منہ** اور کہا کہ یہ میری مسجودیت کے لائق نہیں بلکہ کوئی مجھ سے بہتر ہونا چاہیے تاکہ مجھ سے شخص کا مسجود بن سکے واقعی بات یہ ہے کہ سرداری زہر ہے لیکن اس روح کے لئے زہر نہیں ہے جو ابتدا ہی سے معدن تریاق ہو اور صلاحیت فطری اس کی اتنی قوی ہو کہ وہ اس کے اثر سے اس کو محفوظ رکھ سکے اگر پہاڑ سانپوں سے پر ہو تو تم کو کچھ خطرہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے اندر تریاق کی کان بھی ہے جو سانپوں کے زہر سے محفوظ رکھنے والا ہے پس

جبکہ کسی کے دماغ میں سرداری کا سودا سما جاتا ہے تو جو شخص اس خصلت کو توڑنا چاہے وہ اس کا پشتینی دشمن سمجھا جاتا ہے اور جبکہ کسی کی خصلت مستحکم کے مخالف کوئی بات کہتا ہے تو اس سے اس کہنے والے کے ساتھ طرح طرح کی مخالفتوں کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ جو میری اس خصلت کو چھڑانا چاہتا ہے تو اس سے اس کو مجھ پر حکومت کرنا مقصود ہے یہ دلیل اس خصلت بد کے استحکام کی۔ کیونکہ اگر وہ مستحکم نہ ہوتی تو اس مخالفت سے اس کے آگ کیوں لگتی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مستحکم ہوگئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خصلت بد مستحکم نہیں ہوتی اس وقت تک اس کی مخالفت سے آگ نہیں لگتی اور اس کی مخالفت آدمی کو ناگوار نہیں ہوتی۔ پس ظاہر ہوگیا کہ وہ خوئے بد مستحکم ہوگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مخالف کے ساتھ میل کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے تا کہ وہ مزاحم نہ ہو کیونکہ خوے بد مستحکم ہوگئی ہے اور خواہش نفسانی جو چیونٹی کی طرح حقیر تھی اب عادت سے سانپ کی طرح خطرناک ہوگئی ہے۔ پس تم کو اس سانپ کو پہلے ہی مارڈالنا چاہیے ورنہ پھر سانپ کے مرتبہ سے گزر کر اژدھا بن جائے گی لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی کو اس کے مرتبہ کی تعیین میں غلطی ہوتی ہے اور وہ سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے اس لئے تم کو چاہیے کہ اس کا مرتبہ کسی صاحب دل سے معلوم کرو۔ وجہ اس مغالطہ کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ناقص ہوتا ہے اور اس کو کمال حاصل نہیں ہوتا جس سے نقصان کا ادراک ہو۔ **لان الاشیاء تعرف باضدادھا** اس لئے وہ نقصان کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک تانبا سونا نہیں بنتا اس وقت تک وہ اپنے کو ناقص نہیں سمجھتا اور جب تک دل کو دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک وہ اپنی ناداری کو کما ینبغی نہیں سمجھتا پس اگر تم کو اپنے نقصان سے آگاہ ہونا مقصود ہے تو شیخ کامل کی خدمت کرو جس طرح تانبا اکسیر کی کرتا ہے اور اگر تمہیں وصال مطلوب ہے تو محبوب کے ستم اٹھاؤ لیکن تم جانتے بھی ہو کہ دلدار سے ہماری کیا مراد ہے خوب سمجھ لو کہ ہماری مراد اہل دل ہیں جو کہ رات اور دن کی طرح اس جہان سے کنارہ کش ہوتے ہیں ان اللہ کے بندوں کی برائیاں ہرگز زیبا نہیں اور بادشاہوں پر چوری کی تہمت بالکل بے جا ہے اور اگر تم فروتنی اختیار نہ کرو گے اور اسی کبر ونخوت میں مبتلا رہو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہر ابلیس ذلیل کے پیرو ہو گے بادشاہ پر چوری کی تہمت لگانے کے تذکرہ سے ایک مناسب حکایت یاد آ گئی غور سے سنو۔

شرح شبّیری

چون پیمبر نیستی الخ۔ یعنی جبکہ تو پیمبر نہیں ہے تو راستہ میں تابع رہ تا کہ ایک دن چاہ سے جاہ پر پہنچ جائے مطلب یہ کہ اگر اس قابل نہیں ہو کہ مقتدا بن سکو تو تابع رہو کہ اس سے ایک دن یہ ہوگا کہ اس پستی سے نکل کر مراتب علیا پر پہنچ جاؤ گے۔

تو رعیت الخ۔ یعنی تم اگر سلطان نہیں ہو تو رعیت رہو اور جب کشتی بان نہیں ہو تو قعر دریا میں مت چلو۔

چون نہ الخ۔ یعنی جب تم کامل نہیں ہو تو تنہا دکان مت اختیار کرو۔ تابع رہو تا کہ تم خمیر ہو جاؤ۔ مطلب یہ

کہ اگر ابھی کامل نہیں ہوئے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ لے کر مت بیٹھو بلکہ ہمیشہ شیخ کا اتباع کرو کہ اس اتباع سے تمہارے اندر استعداد پیدا ہو جائے گی جیسے کہ خمیر ہوتا ہے کہ اس کو جب گوندھا جاتا ہے تو اس میں روٹی پکنے کی قابلیت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر تم اتباع کرو گے تو تمہارے اندر بھی قابلیت پختہ ہونے کی پیدا ہو جائے گی۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تجھ سے آزادی نہ آئے تو غلام رہو اور اطلس مت پہنو گدڑی میں رہو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے اندر قابلیت مقتدا بننے کی ابھی نہیں ہے تو اتباع کرو کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

انصتوا را الخ۔ یعنی انصتوا کو سنو اور خاموش رہو جبکہ تم زبان حق نہیں ہو تو کان رہو۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں بولنا تو اس شخص کا کام ہے کہ جس کی شان بی ینطق ہو چکی ہو اور وہ عین مصطلح ہو گیا ہو اور جب تک تم کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سنو اور خود مت بولو اب یہاں کسی ظاہر بین کو شبہ ہوتا کہ بس پھر ان حضرت کے سامنے اپنی حالت کو بھی بیان نہ کرے اور چپ رہے آگے مولانا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ

ور بگوئی الخ۔ یعنی اور اگر کہو تو سوال کے طور پر کہو اور بادشاہوں کے ساتھ مسکین کی طرح بات کرو اب معلوم ہو گیا کہ اپنی حالت کے متعلق سوال کرو اور ان سے علاج دریافت کرو۔ یہاں تک مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تکبر کو چھوڑو اور عاجزی اختیار کرو اور دوسروں کا اتباع کرو آگے اس تکبر کا منشاء بتاتے ہیں کہ یہ تکبر اس طرح پیدا ہوتا ہے تاکہ اس سے احتراز میں آسانی ہو فرماتے ہیں کہ

ابتدائے کبر الخ۔ یعنی کبر و کینہ کی ابتداء تو شہوت سے ہے اور رسوخ شہوت کا عادت کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے اول تو کبر شہوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ انسان جب اپنی شہوات کا اجراء چاہتا ہے اور کوئی اس میں مانع ہوتا ہے تو اس کو برا معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی اس کو منع نہ کرے اور کسی کا اتباع اس میں پسند نہیں کرتا اور یہی تکبر ہے اور اسی سے کینہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی شخص سے کینہ اور حسد کرنے لگتا ہے اور شہوت راسخ اس طرح ہوتی ہے کہ اول ایک مرتبہ تقاضہ ہوا اور اس کو پورا کر دیا پھر ہوا پھر پورا کیا بس اس تقاضے کے پورا کرنے کی وجہ سے عادت ہو جاتی ہے اور وہ شہوت راسخ ہو جاتی ہے اور اس سے کبر و کینہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا اول انسان کو اپنی عادات کی اصلاح ضروری ہے کہ اسی سے یہ سارے امراض ناشی ہیں۔ آگے مولانا اسی تقریر کو خود فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ عادت کی وجہ سے خوئے بد محکم ہو گئی تو جو کوئی اس سے ہٹاتا ہے اس پر غصہ آتا ہے آگے ایک مثال اس مانع پر غصہ کرنے کی دیتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم مٹی کھانے لگو تو جو کوئی اس سے منع کرے وہ دشمن ہو گا اسی طرح جب عادت سے خوے بد محکم ہو جاتی ہے تو جو اس سے مانع ہوتا ہے اس سے حقد و کینہ پیدا ہوتا ہے آگے ایک اور نظیر ہے۔

بت پرستان الخ۔ یعنی بت پرست لوگ جیسا کہ بت پرستی کی عادت کر لیتے ہیں تو راہ بت کے مانعین کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

چوں نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بداوس کے زندر سرکش نہ ہوگی تو کیسکے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑ کے گی۔
کہ بہ از من الخ۔ یعنی کہ مجھ سے بہتر کوئی سردار ہو جو کہ مجھ جیسے شخص کا مسجود ہو اس بات کو اس نے محال اس سرداری ہی کی وجہ سے سمجھا کہ جس کا کہ وہ عادی ہو رہا تھا ورنہ ہرگز نہ سمجھتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
سرورى الخ۔ یعنی سرداری زہر ہے بجز اس روح کے کہ جو ابتدا ہی سے تریاق لاتی ہو۔ لان ایک پہاڑ ہے جہاں کہ تریاق پیدا ہوتا ہے تو مطلب یہ کہ جو کہ روح ہو اور جو کہ مکمل ہو اور دوسروں کو شفا بخشنے والا ہو یعنی ولی اللہ اور کامل اس کو تو سرداری سزاوار ہے ورنہ زہر ہے کہ پھر اس کے بعد انسان کام کا نہیں رہتا لیکن اس کامل کو مضر نہیں ہوتی اس مضر نہ ہونے کی وجہ آگے ایک مثال سے فرماتے ہیں
کوہ الخ۔ یعنی پہاڑ اگر سانپ سے پر ہو جائے تو کوئی خوف نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اندر تریاق زار ہے پس اگر کسی سانپ نے گزند پہنچایا تو اس کی تلافی تریاق سے جو وہاں بھرا پڑا ہے کر لی جائے گی اسی طرح ان حضرات کے پاس جو معیت مع اللہ کا تریاق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان کو یہ سرداراور مقتدائیت مضر نہیں ہوئی بلکہ خود اس کو تو کبھی اپنے بڑے ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سامنے اس سے زیادہ ایک اور مرتبہ ہے تو وہ اپنی اس بڑائی کو کیا سمجھے گا۔ سب اسی کا ظل اور پرتو ہوگا۔ ہاں بے شک ہم لوگوں کو مضر ہے کہ جن کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے اگر کہیں ہمیں ذرا نام کو اور صورتاً سرداری مل جائے تو پھر تو زمین پر رہنا مشکل ہو جائے اور جو کوئی اس میں در انداز ہو وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو سرداری کیا ملی اخلاق ذمیمہ کبر و کینہ حسد دشمنی وغیرہ کی ایک پوٹ ملی **اللھم احفظنا۔**
سرورى الخ۔ یعنی سرداری جبکہ تمہارے دماغ کے قرین ہو جائے تو جو کوئی اس کو توڑے وہ دشمن قدیم ہو جائے۔
چون خلاف الخ۔ یعنی جب تمہاری خو کے خلاف کوئی کچھ کہے تو تجھے اس شخص کے ساتھ بہت سے کینے پیدا ہونگے اور کہو گے کہ
کہ مرا از خوئے الخ۔ یعنی کہ مجھے میری عادت علیحدہ کرتا ہے اور اپنے کو مجھ پر سردار کرتا ہے تو کسی کی نسبت یہ سمجھنا یقیناً تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد ہے یہ اخلاق ذمیمہ میں سے ہے۔
چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد اس کے اندر سرکش نہ ہوگی تو کسی کے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑ کے گی۔
چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد محکم نہ ہوگی تو خلاف کی وجہ سے اس کا آتش کدہ کب بھڑ کے گا بلکہ اس کی تو یہ حالت ہوگی کہ
با مخالف الخ۔ یعنی مخالف کے ساتھ وہ مدارات کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے مطلب یہ کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ اس کے دل میں اس کی جگہ ہو جاتی ہے ورنہ اس نیت سے کوئی کام نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اس کی جگہ ہو یاد رکھو یہاں تک بزرگ کامل کی حالت بیان کر کے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا کہ ۔ بت پرستان الخ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ
زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اسکی خوئے بد مضبوط ہوگئی ہے اور شہوت کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ بت پرست وغیرہ لوگوں کو جو خلاف سے غصہ وغیرہ آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خوئے

بد مضبوط ہوگئی ہے اور اول جو کہ ضعیف تھی اب قوی ہوگئی ہے اس لئے اس شخص کو برا معلوم ہوتا ہے۔

مار شہوت الخ۔ یعنی شہوت کے سانپ کو ابتدا ہی سے مار ڈال ورنہ یہ تیرا سانپ اژدھا ہو جائے گا یعنی یہی اخلاق ذمیمہ راسخ اور قوی ہو جائیں گے پھر ان کو ترک کرنا مصیبت ہو جائے گی یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تو دیکھا کہ ہمارا نفس اور اخلاق ذمیمہ ضعیف ہی ہیں قوی تو نہیں ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

لیک الخ۔ یعنی لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو تو ضعیف ہی دیکھتا ہے تو تو اپنی حالت کے متعلق کسی صاحب دل سے سوال کر وہ تیری حالت کو ظاہر کر دیں گے اور بتا دیں گے کہ ضعیف ہے یا قوی ہے خود اپنا دیکھ لینا کافی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ

تانشد الخ۔ یعنی جب تک کہ مس سونا نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مس ہوں اور جب تک کہ دل بادشاہ نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مفلس ہوں مطلب یہ کہ الاشیاء تعرف باضدادھا۔ جب مس سونا ہو جائے گی اس وقت اس کو معلوم ہوگا کہ میں پہلے مس تھی اسی طرح جب تک تم صاحب دل نہ ہوگے اس وقت تک عیوب اپنے پیش نظر نہ ہونگے۔ لہٰذا اب تم کو چاہیے کہ

خدمت الخ۔ یعنی اے دل مس کی طرح اکسیر کی خدمت کرو اور دلدار کا ظلم سہو تب کام بنے گا۔ یہاں کوئی دلدار سے شاید دلدار و معشوق مجازی سمجھ لیتا اس لئے آگے اس کا دفع فرماتے ہیں

کیست الخ۔ یعنی دلدار کون ہے اہل دل ہیں خوب جان لو کہ جو دن رات کی طرح اس جہان سے باہر کو در ہے ہیں مطلب یہ کہ جو اس جہان سے بے تعلق ہیں وہ حضرات دلدار ہیں ان کی خدمت کرو۔ پھر دیکھو زر بن جاؤ گے۔

عیب کم الخ۔ یعنی اللہ والوں کی عیب جوئی کم کرو اور بادشاہ کو چوری کی تہمت مت لگاؤ۔

ورنہ باشی الخ۔ یعنی ورنہ تو کمینوں میں سے ہیچ ہیچ ہو جائے گا اور ہر شیطان کا تابع اور ذلیل ہو جائے گا لہٰذا ان حضرات کی خدمت کرو اور ان سے حسد اور کینہ کو الگ کرو۔ چونکہ اوپر کہا تھا کہ متہم کم کن بدزدی شاہ را آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے ذمہ تہمت لگانے سے کیا ہوتا ہے اور ان کو حق تعالیٰ کس طرح بری فرما دیتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

کرامات آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درون کشتئ	ساختہ از رختِ مردی پشتئ
ایک کشتی میں ایک درویش تھا	جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یا وہ شد ہمیان زر او خفتہ بود	جملہ راجستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہو گئی وہ سویا ہوا تھا	انہوں نے سب کی تلاشی لی اس (مالک) نے انکو وہ درویش بھی) دکھایا
کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم	کرد بیدارش زغم صاحب درم
اس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں	اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اس کو بھی بیدار کیا
کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است	جملہ را جستیم نتوانی تو رست
کہ اس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہو گئی ہے	ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکے گا
دلق بیروں کن برہنہ شوز دلق	تاز تو فارغ شود اوہام خلق
گدڑی اتار دے گدڑی سے ننگا ہو جا	تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں
گفت یارب مرغلامت راخساں	متہم کردند فرماں در رساں
اس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے	متہم کیا' حکم فرما دے
یاغیاثی عند کل کربۃ	یا معاذی عند کل شدۃ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!	اے ہر مصیبت میں میری پناہ!
یا مجیبی عند کل دعوۃ	یا ملاذی عند کل محنۃ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!	اے ہر مشقت میں میرے ملجا!
چوں بدرد آمد دل درویش زاں	سر بروں کردند ہر سو در زماں
جب اس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی	فوراً ہر جانب سے سر نکالا
ماہیان بے حد از دریائے ژرف	در دہان ہر یکے در شگرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی
صد ہزاراں ماہی از دریائے پر	در دہان ہر یکے درے چہ در
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں موتی' کیسا (اچھا) موتی
ہر یکے در خراج مملکتے	کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی	کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے
در چند انداخت در کشتی وجست	مرہوارا ساخت کرسی ونشست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی	ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش	او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر	وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اس کے آگے
گفت او کشتی شمارا حق مرا	تانباشد باشما دزد گدا
اس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے، میرا خدا ہے	تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے
تا کرا باشد خسارت زیں فراق	من خوشم جفت حق واز خلق طاق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو	میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں
نے مرا او تہمت دزدی نہد	نے مہارم را بغمازے دہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے	نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے
بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام	از چہ دادندت چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!	تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟
گفت از تہمت نہادن بر فقیر	وزحق آزاری پئے چیزے حقیر
اس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے	اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے
حاش للہ بل ز تعظیم شہاں	کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے	کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا
آں فقیران لطیف و خوش نفس	کز پئے تعظیم شاں آمد عبس
وہ پاکیزہ اور نیک دم فقیر	جن کی تعظیم کے لئے سورہ عبس نازل ہوئی ہے
آں فقیری بہر پیچا پیچ نیست	بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے	بلکہ اس لئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے
متہم چوں دارم آنہا را کہ حق	کرد امین مخزن ہفتم طبق
میں ان کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے	ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے
متہم نفس ست نے عقل شریف	متہم حس ست نے نور لطیف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل	متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور
نفس سو فسطائی آمد میزنش	کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سو فسطائی ہے اس کی سرزنش کر	کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں	بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے، اس وقت منور ہو جاتا ہے	اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا
ور حقیقت بود آں دید عجب	چوں مقیم چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا	تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟
ایں مقیم چشم پاکاں می بود	نے قرین چشم حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے	حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے
کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ	کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے	مور، تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟
تانگوئی مر مرا بسیار گو	من زصد یک گویم وآں ہمچومو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ	میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی) ...... برابر

ایک فقیر ایک کشتی میں بیٹھا ہوا تھا جو کہ کسی شخص کے سامان سے سہارا لگائے ہوئے تھا۔ یا مردانگی کے سامان سے تکیہ لگائے ہوئے تھا۔ اتفاقاً کسی کی ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی اور فقیر بے چارہ سورہا تھا سب کی تلاشی لی گئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ اس فقیر کی بھی تلاشی لینا چاہیے جو سورہا ہے یہ خیال کر کے مالک نے اس فقیر کو جگایا اور کہا کہ اس کشتی میں ایک ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لے لی ہے لہٰذا آپ کو بھی تلاشی دینی ہوگی۔ یہ گدڑی اتار دیجئے اور ننگے ہوجائیے تاکہ آپ پر کسی کو شبہ نہ رہے۔ فقیر نے حق سبحانہ سے التجا کی اور کہا کہ اے اللہ اے ہر مصیبت کے وقت میرے فریاد رس اور اسے ہر خواہش نفسانی کے وقت میری جائے پناہ اور اے ہر دعا کے قبول کرنے والے اور اے ہر آزمائش کے وقت جائے پناہ۔ یہ کمینے تیرے بندہ پر تہمت لگاتے ہیں آپ کوئی مناسب حکم صادر فرمائیے۔ غرض جب اس حرکت سے فقیر کا دل دکھا اور اس نے دعا کی تو فوراً ہی ہر طرف لاکھوں مچھلیوں نے اس گہرے دریا سے سر نکالا ان میں سے ہر ایک کے منہ میں ایک عجیب موتی تھا۔ ہر موتی کی قیمت ایک بڑی سلطنت کی آمدنی تھی کیونکہ وہ وحدہ لاشریک معبود کی طرف سے تھا۔ پس ایسا ہونا کچھ مستبعد نہیں اس فقیر نے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیئے کہ تم نے مجھ پر شبہ کیا تھا میرے پاس وہ اشرفیاں تو تھی نہیں۔ ان کے بدلہ میں یہ موتی دیتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس کے قبضہ میں ایسے موتی ہوں وہ اشرفیوں کو لے کر کیا کرے گا اور موتیوں کو ڈال کر آپ اچھلے اور اچھل کر ہوا پر متمکن ہو گئے اور جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ یونہی چوڑی مار کر بیٹھ گئے غرض وہ اونچے ہو گئے اور کشتی ان کے سامنے نیچے رہی اور یہ فرمایا کہ میں نے کشتی تم کو سونپ کر خدا کو اختیار کر لیا تاکہ تم چوٹے فقیر سے رہائی پا

جاؤ۔اب تم سمجھ لو کہ اس مفارقت سے کس کو نقصان ہوا میں تو خوش ہوں کہ مخلوق سے متفرد ہو کر خدا سے مل گیا جو کہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب اہل کشتی چلا اٹھے کہ حضور کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔انہوں نے اولاً طنزاً فرمایا کہ فقیر پر تہمت لگانے سے۔اور ایک معمولی چیز کے لئے حق سبحانہ کو ناراض کرنے سے اس کے بعد فرمایا۔توبہ توبہ بلکہ ان بادشاہوں کی تعظیم وتکریم سے اور اس سبب سے کہ میں فقیروں سے بدظن نہ تھا وہ فقیر کیسے تھے وہ تھے جو نہایت پاکیزہ اور خوش گفتار تھے جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی ہے۔وہ فقیر نہیں جن کی فقیری مکر وفریب کے لئے ہو بلکہ وہ فقیر جن کی فقیری محض اس لئے ہے کہ حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہیں جو دل بستگی کے قابل ہو۔ بھلا میں ایسے شخصوں کو متہم کیونکر کر سکتا ہوں۔خدا نے تو ان کو ساتوں طبق کے خزانہ کا امین بنایا ہے وہ سراپا عقل ہیں اور نفس سے منزہ پس نفس متہم ہو سکتا ہے عقل متہم نہیں ہوتی۔پس وہ کیونکہ متہم ہو سکتے ہیں نیز وہ سراسر نور ہیں نہ کہ سراپا حس اور متہم حس ہو سکتی ہے۔نہ کہ نور آگے مولانا مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور نفس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں۔نفس سوفسطائی اور منکر بدیہیات ہے اس کو مار کر سمجھانا چاہیے۔یہ دلیل کو نہ مانے گا۔یہ معجزہ دیکھتا ہے اس وقت تو مان لیتا ہے مگر پھر شرارت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ تو ایک خیال تھا کوئی نفس الامری شے نہ تھا۔اگر امر مشاہد عجیب کوئی امر واقعی ہوتا تو رات دن اس کو نظر میں رہنا چاہیے تھا یہ کیا کہ ذرا سی دیر میں غائب ہو گیا لیکن اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ فی الحقیقت امر واقعی ہے اور ہر وقت دکھلائی دیتا ہے لیکن پاک لوگوں کو وہ چشم باطن سے محسوس ہوتا ہے نہ کہ حس حیوانی سے وجہ یہ ہے کہ وہ امر عجیب اس سے عار رکھتا ہے کہ وہ حس ظاہری سے محسوس ہو۔ بھلا کہیں طاؤس بھی کنوئیں میں مقید ہوتا ہے اور کبھی کبھی جو چشم ظاہر سے محسوس ہوتا ہے وہ اتمام حجت کے لئے ہے تو مجھے فضول گو نہ کہنا۔اس لئے کہ میں سو باتوں میں سے ایک بات کہتا ہوں او وہ بھی اشارۃً اب ہم اس کے متعلق ایک قصہ بیان کرتے ہیں تا کہ تم کو اس بیان کی تصدیق ہو۔

ان بزرگ کی کرامات کا بیان جن کو کہ کسی کشتی میں متہم بدزدی کیا تھا

شرح شبّیری

بود درویشے الخ۔یعنی ایک درویش کشتی کے اندر تھا مردانگی کے اسباب سے ایک پناہ بنائے ہوئے تھا۔ مطلب یہ کہ مردان حق میں سے تھا۔

یاوہ شد الخ۔یعنی ایک اشرفیوں کی ہمیانی کھوگئی اور وہ سو رہا تو سب کی تلاشی لی اور (صاحب ہمیانی نے) اس کو بھی (لوگوں کو) دکھایا کہ اس کی بھی تلاشی لو اور یہ کہا کہ

کین فقیر الخ۔یعنی کہ اس سونے والے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں گے تو اس کو صاحب درم نے غم کی وجہ سے جگایا۔

کاندرین الخ۔ یعنی اس کشتی میں ایک تھیلی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو تم بھی چھوٹ نہیں سکتے۔

دلق الخ۔ یعنی گدڑی اتارو اور ننگے ہو جاؤ تا کہ لوگوں کے اوہام تجھ سے فارغ ہو جائیں۔ یعنی سب کے خیالات جاتے رہیں اور معلوم ہو جائے کہ تو نے لیا ہے یا نہیں۔ جب ان سے یہ کہا گیا تو ان کو جوش آیا اور حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت یارب الخ۔ یعنی کہا اے اللہ آپ کے غلام کو کمینہ لوگوں نے متہم کر دیا ہے آپ حکم بھیج دیجئے۔

یا غیاثی الخ۔ یعنی اے میرے فریادرس ہر کلفت کے وقت اور اے میرے پناہ دینے والے ہر شدت کے وقت

یا مجیبی الخ۔ یعنی اے میرے قبول کرنے والے وقت ہر دعا کے اور اے میرے جائے پناہ وقت ہر محنت کے اس وقت میری مدد کر کہ یہ لوگ بڑی سخت تہمت لگا رہے ہیں۔

چون بدرد الخ صد ہزاران الخ۔ یعنی جبکہ اس سبب سے درویش کا دل دکھا تو اسی وقت ہر طرف سے لاکھوں مچھلیوں نے اس دریائے عمیق سے سر نکالا اور ہر ایک کے منہ میں ایک موتی بیش قیمت تھا۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر موتی ایک ملک کی خراج کی قیمت کے برابر تھا کیونکہ وہ تو خدا کی طرف سے تھا اس میں کوئی شرکت نہ تھی اگر شرکت ہوتی تو شاید اس قدر قیمتی نہ ہوتے۔ کہ دوسرا شریک نہ دینے دیتا۔ مگر حق تعالیٰ نے بھیجے تھے وہ تو جس قدر بھی قیمتی ہوں تھوڑے ہیں۔ غرضکہ وہ موتی بہت قیمتی تھے اور ان مچھلیوں نے لاکر ان بزرگ کی خدمت میں پیش کئے۔

در چند الخ۔ یعنی چند موتی کشتی میں ڈال کر ایک جست کی اور ہوا کو کرسی بنا کر بیٹھ گئے۔ مطلب یہ کہ ان سے موتی لے کر ان لوگوں کو دے کر اور ہوا میں معلق جا بیٹھے یہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔

خوش مربع الخ۔ یعنی خوب چار زانو بیٹھے تھے جیسے کہ بادشاہ اپنے تخت پر اور وہ تو اوج کی اونچائی پر تھا اور کشتی آگے تھی یعنی وہ کشتی کے اوپر چل رہے تھے اور کشتی نیچے جارہی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ یہ کشتی تم کو مبارک ہو اور حق تعالیٰ مجھے تا کہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ ہو۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ بھائی میں تم سے الگ ہو گیا ہوں تا کہ تمہارے ساتھ چور نہ رہے تمہیں کشتی مبارک رہے ہمیں ہمارا اللہ پہنچا دے گا اور دیکھیں گے کہ

تا کرا باشد الخ۔ یعنی تا کہ کسی کو خسارہ ہو اس فراق سے میں حق تعالیٰ کے ساتھ اور خلق سے علیحدہ ہو کر خوش ہوں اب دیکھیں کون نقصان میں ہے۔

نے مرا الخ۔ یعنی نہ وہ مجھے تہمت چوری کی رکھے اور نہ وہ مجھے رسوا کرے جب اس کی یہ حالت دیکھی اور اس کی باتیں سنیں تو اہل کشتی بہت گھبرائے اور بولے کہ

بانگ کرد الخ۔ یعنی اہل کشتی نے آواز کی کہ اے بزرگ تجھے یہ عالی مقام کس وجہ سے ملا ہے تو اس بزرگ نے بطریق استہزاء یہ کہا کہ

گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے اور چیز حقیر کی وجہ سے حق آزاری کرنے سے مطلب یہ کہ جس طرح کہ تم ستاتے ہو چونکہ میں نے بھی اسی طرح فقیروں کو ستایا ہے لہٰذا مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا یہ تو بطور استہزاء کے کہا تھا چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید کوئی کم فہم اسی کو سبب اصلی سمجھ جائے تو اس کا ازالہ فرماتے ہیں کہ

حاش للہ الخ۔ یعنی حاش للہ بلکہ حضرات کی تعظیم کی وجہ سے کہ نہیں تھا میں فقیروں پر بدگمان۔ مطلب یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ تہمت وغیرہ کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہے تو حاش للہ نہیں اس سے تھوڑا ہی ملا ہے بلکہ ان حضرات کی خدمت کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔

آن فقیران الخ۔ یعنی وہ فقیر کہ جو لطیف اور خوش نفس ہیں اور جن کی تعظیم کے لئے سورۂ عبس آئی ہے یعنی ان حضرات کی خدمت کی ہے کہ جن کی وہ شان تھی کہ ان کی ذرا سی دل آزاری سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب سے باز پرس ہوگئی اور سورہ عبس نازل ہوئی۔

آن فقیری۔ یعنی وہ فقیر اس پیچا پیچ دنیاوی کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ بجز حق کے اور کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اس لئے نہیں ہیں کہ دنیا کے لئے فقیر بنیں بلکہ وہ تو اس لئے ہیں کہ درجہ فنا حاصل کریں۔

متہم چون الخ۔ یعنی ان حضرات کو میں متہم کس طرح کروں کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو ساتوں زمین کے خزانوں کا امین بنایا ہے پھر ان کو کس طرح متہم کر سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

متہم الخ۔ یعنی متہم تو نفس ہے نہ کہ عقل شریف اور متہم حس ہے نہ نور لطیف۔ مطلب یہ کہ تہمت تو ان حواس ظاہری پر ہی ہوا کرتی ہے کہ ان سے افعال سرزد ہوتے ہیں تو تہمت لگتی ہے مگر عقل پر تو تہمت نہیں لگ سکتی تو جب یہ حضرات ان حواس کے مقتضیات سے خارج ہو گئے ہیں تو پھر ان پر تہمت کس طرح لگ سکتی ہے۔

نفس سوفسطائی الخ۔ یعنی نفس سوفسطائی ہے تو اس کو خوب پیٹو کیونکہ اس کو مارنا سزاوار ہے نہ دلیل کہنا۔ مطلب یہ کہ سوفسطائی جو فرقہ ہے وہ کہتا ہے کہ جس قدر اشیاء ہیں یہ سب خیال اور وہم ہے اور حقیقۃً اشیاء کچھ نہیں ہے تو کتب کلامیہ میں لکھا ہے کہ ان سے دلائل وغیرہ سے بحث نہ کرے بلکہ ان کو پکڑ کر پیٹے اور جب چلائے تو کہے کہ مار تو ایک وہمی اور خیالی شے ہے پھر اس سے اس قدر کرب کیوں ہے تم خیال کرلو کہ چوٹ نہیں لگتی تو جب یہ فرقہ مانتا ہے اسی طرح نفس کی بھی حالت ہے کہ اس کے آگے اگر دلائل قائم کرو تو کبھی نہ مانے گا پس اس کا علاج سرزنش ہے کہ اس کو خوب پیٹا جائے تب یہ درست ہوسکتا ہے آگے اس سوفسطائی کے انکار حقیقت کے کچھ نظائر فرماتے ہیں کہ

معجزہ بیند الخ۔ یعنی معجزہ دیکھتا ہے تو اس وقت تو منور ہو جاتا ہے بعد اس کے کہتا ہے کہ وہ ایک خیال تھا یعنی جبکہ معجزہ کو ایک نئی بات دیکھتا ہے تو اول تو کچھ نور اور سرور وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر پھر جب وہ حالت فرو ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ ایک خیال تھا اور کچھ بھی نہیں اور کہتا ہے کہ

درحقیقت الخ۔ یعنی اور اگر حقیقت ہوتا وہ عجیب شے کا دیکھنا تو رات دن آنکھ میں مقیم رہتا۔ مطلب یہ کہ کہتا ہے کہ یہ معجزہ ایک خیال تھا ورنہ اگر کوئی شے حقیقت میں ہوتی تو اس کو بقا ہوتا اور اب بھی اسی طرح ہماری نگاہ میں

قائم ہوتی اور یہ اس لئے کہ معجزات اکثر تو وقتی ہی ہوتے ہیں کہ جب طلب کئے گئے ظاہر ہوئے پھر ختم۔ جیسے کہ مثلاً شق القمر کہ جب طلب کیا گیا اس وقت دو ٹکڑے ہو گئے مگر پھر مل گئے۔ تو سوفسطائی کہتے ہیں کہ اگر حقیقت میں دو ٹکڑے ہوئے تھے تو وہ اسی طرح قائم رہتے۔ پھر مل جانے سے اور اصلی حالت پر ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وہم وخیال تھا کہ اس وقت ایسے معلوم ہو گیا پھر اصلی حالت پر عود کر آیا اس کا جواب مولانا فرماتے ہیں کہ

آن مقیم الخ۔ یعنی وہ پاک لوگوں کی آنکھ میں مقیم ہوتی ہے نہ کہ چشم حیوانی کے قرین ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا کہنا کہ وہ اگر حقیقت ہوتی تو آنکھ میں اسی طرح مقیم رہتی بالکل صحیح بلکہ اصح ہے مگر جناب کیا آپ اپنی آنکھ مراد لئے ہوئے ہیں اندھے چوندھے اگر کہو کہ ہاں تب تو بے شک آپ ہی کا قول سچ ہے کہ خیال ہے مگر جناب یہ تو آنکھ اندھی ہے۔ اسکا اعتبار ہی کیا ہے جو حضرات کہ پاک ہیں اور جو کہ حواس باطنی سے ادراک کرتے ہیں ان کے سامنے چونکہ حقائق اشیاء منکشف ہوتی ہیں اس لئے وہاں اسی طرح وہ معجزہ وغیرہ سب بحالہا قائم رہتا ہے۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

کان عجب الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ عجب شے اس حس سے عار اور ننگ رکھتی ہے۔ تو بھلا مور کنویں تنگ میں کب رہ سکتا ہے مطلب یہ کہ وہ تمہاری آنکھ میں جو قیام پذیر نہیں ہوتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس آنے سے شرم رکھتی ہیں اور ان کو عار آتی ہے کہ وہ تمہاری نگاہ میں مقیم رہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کنویں تنگ و تاریک میں کوئی مور کو جو میدان کا رقص کرنے والا ہے بند کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ اس کا دل گھبرائے گا تو اسی طرح اس معجزہ وغیرہ کو تمہارے اس تنگ و تاریک قلب میں پریشانی ہوتی ہے۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

تا نگوئی الخ۔ یعنی تم کہیں مجھے بسیار گو نہ کہنے لگو تو میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ بھی بال کے برابر۔ مطلب یہ کہ میں نے جو یہ اسرار و حقائق بیان کئے ہیں ان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں بسیار گو ہوں اس لئے کہ میں نے تو بہت ہی کم بیان کیا ہے۔ گویا کہ سو میں سے ایک حصہ تو پھر میں بسیار گو کہاں ہوں۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ کے مریدوں نے ایک مرید کی شکایت کی کہ یہ کھاتا اور سوتا اور بولتا بہت ہے۔ تو اس شیخ نے کہا کہ بھائی ہر چیز اوسط سے کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ **خیر الامور اوسطها**۔ تو مرید نے کہا کہ حضرت اوسط سب کا مختلف ہوتا ہے جو بہت بولتا ہے وہ کم کر دے تو وہ اس کا اوسط ہے اور جو کم بولتا ہے وہ اگر خاموش رہے تو وہ اس کا اوسط ہے علی ہذا تو اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسرار تو بہت ہیں ان میں اتنا بیان کر دینا یہ اوسط ہی ہے اور یہ بسیار گوئی نہیں ہے آگے اس شیخ اور مرید کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

تشنیع صوفیاں پیش شیخ براں صوفی کہ بسیار می گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند	پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی	(اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند داد جان ما	تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف	اس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!
گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں	گفت ایں صوفی سہ خو دارد گراں
اس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟	ایک نے کہا، یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے
در سخن بسیار گو ہمچوں جرس	در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے	کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے
ور بخسپد ہست چوں اصحاب کہف	صوفیاں کردند پیش شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحاب کہف کی طرح ہے	صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی
شیخ رو آورد سوئے آں فقیر	کہ زہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اس فقیر کی طرف رخ کیا	کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر
در خبر خیر الامور اوساطہا	نافع آمد زاعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی درجہ بہتر ہے	خلطوں کا اعتدال مفید ہے
گر یکے خلطے فزوں شد از عرض	در تن مردم پدید آید مرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے	انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے
بر قرین خویش میفزا در صفت	کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ	کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے
نطق موسیٰؑ بود با اندازہ لیک	ہم فزوں آمد ز گفت یار نیک
(حضرت) موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن	نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی
آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق	گفت تو مکثری ھذا فراق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی بن گئی	انہوں نے کہہ دیا تو زیادہ بات کرتا ہے، اب جدائی ہے
موسیا بسیار گوئی درگذر	چند گوئی رو وصال آمد بسر
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو	کتنا بولو گے؟ جاؤ، ساتھ ختم ہوا
موسیا بسیار گوئی خیز و رو	ورنہ با من گنگ باش و کور و شو
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو اٹھو اور جاؤ	ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ	تو بمعنیٰ رفتۂ و بگسستۂ
اگر تم نہ گئے اور ضد سے بیٹھے رہے	تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو
چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز	گویدت سوئے طہارت رو بتاز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے	وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ دوڑو
ور نرفتی خشک جنباں می شوی	خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو	اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا
رو بر آنہا کہ ہم جفت تو اند	عاشقان و تشنۂ گفت تو اند
ان کے پاس جا جو تیرے جوڑ کے ہیں	تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں
پاسباں برخوابناکاں بر فزود	ماہیاں را پاسباں حاجت نہ بود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے	مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی
جامہ پوشاں را نظر بر گازرست	جان عریاں را تجلی زیورست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے	عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے
یا ز عریاناں بیک سو باز رو	یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل	یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی	جامہ کم کن تا رہ اوسط روی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو	تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

شرح حبیبی

چند صوفی ایک شیخ خانقاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک صوفی کی برائی کی اور کہا کہ حضور اس نے ہماری جان غضب میں ڈال رکھی ہے آپ اس سے ہمارا انصاف کیجئے۔ اس نے کہا کہ آخر شکایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے اندر تین خصلتیں بہت ناگوار ہیں اول یہ کہ باتیں بہت کرتا ہے جیسے ٹال کہ ہر وقت بجتی رہتی ہے دوسری یہ کہ بیس آدمیوں سے زیادہ کھاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب سوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف میں سے ہے غرض کہ صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کی خوب مخالفت کی۔ شیخ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ بھائی ہر حالت میں اعتدال اور توسط کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ حدیث میں خیر الامور اوسطها وارد ہے اور اخلاط بھی اسی وقت نافع ہوتی ہیں جبکہ ان میں اعتدال ہو۔ اگر کسی عارض سے کسی خلط کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی کے جسم میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ پس تم کو

اپنے مقارن اور مصاحب لوگوں سے صفت میں بڑھنا نہ چاہیے۔ جس طرح کہ ایک خلط دوسری خلط مقارن پر نہیں بڑھتی۔ اس لئے کہ ایسا کرنے کا نتیجہ مفارقت ہوتا ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی گویائی فی نفسہ اندازہ کے مطابق تھی مگر حضرت خضر کی گفتگو سے زیادہ تھی۔ اس لئے وہ زیادتی حضرت خضر کے ساتھ مخالفت کا سبب بن گئی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ آپ بولتے بہت ہیں میری اور آپ کی بن نہیں سکتی آپ تشریف لے جایئے۔ اے موسیٰ آپ بسیار گو ہیں مجھے چھوڑیئے۔ بس اب کب تک گفتگو کیجئے گا۔ جایئے مدت وصال ختم ہو چکی۔ اے موسیٰ آپ بہت بولتے ہیں مجھ سے علیحدہ ہو جایئے۔ اگر مجھ سے میل رکھنا ہے تو آپ اپنے کو ایسا بنایئے جیسا کہ آپ نہ بول سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ آپ کی گفتگو کا منشا نظر ہے پس جب ایک واقعہ کو دیکھ کر آپ اپنے کو ایسا بنائیں گے جیسا کہ دیکھا ہی نہیں تو اعتراض بھی نہ کریں گے اور جب اعتراض نہ کریں گے تو مثل گونگے کے ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ خاموش رہیے اور اگر آپ بولے جائیں گے اور تشریف نہ لے جائیں گے تو آپ کا یہاں رہنا حقیقۃً بے سود ہوگا۔ اور ایسا ہوگا جیسا کہ آپ کو مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں لہٰذا آپ وہیں تشریف لے جایئے جہاں آپ کے میل کے لوگ ہیں اور جو آپ کی گفتگو کے شائق اور قدر دان ہیں۔ آگے مولانا حضرت خضرؑ کے اس ارشاد کی وجہ بتلاتے ہیں۔ ورنرفتی دز ستیزہ شستۂ الخ حاصل وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ **اذا فات الشرط فات المشروط** اور افادہ واستفادہ کے لئے صحبت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے مناسبت شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی تو افادہ واستفادہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ شرط مفقود ہے پس صحبت بے سود ہے۔ نماز کے لئے وضو شرط ہے لیکن جب نماز کے اندر حدث ہو جائے تو کہا جائے گا کہ جاؤ وضو کرو اگر وضو نہ کرو گے اور نماز جاری رکھو گے تو نماز نہ ہوگی بلکہ حرکات لایعنی ہوں گے لہٰذا جب نماز نہ ہوئی تو بیٹھ جانا چاہیے حرکات لایعنی سے کیا نتیجہ۔ پس یونہی جب مقصود صحبت افادہ واستفادہ بوجہ فقدان شرط کے ممکن نہ ہو تو الگ ہو جانا چاہیے۔ صحبت میں رہنے سے۔ پہرا دینا تو مقصود نہیں کیونکہ پاسبان کا اضافہ سونے والوں پر ہوتا ہے۔ مچھلیوں کو پہرہ والے کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میل کے لئے مناسبت کی ضرورت ہے۔ مثلاً جو کپڑے پہنتے ہیں وہی دھوبی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ننگے میں لباس دنیا سے انکار زیور تجلی حق سبحانہ ہے پس دو صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت منظور ہو اس کو اختیار کر لیا جائے۔ یا تو ننگوں سے الگ ہو جانا چاہیے یا خود بھی ان کے ساتھ ننگا ہو جانا چاہیے۔ اور بالکل ننگا نہ ہو سکے تو کپڑے کم ہی کر دینے چاہئیں۔ تا کہ توسط کی حالت پیدا ہو جائے۔ الحاصل اگر مناسبت پیدا نہیں کر سکتے الگ ہو جاؤ اور اگر مناسبت پیدا کر سکتے ہو پوری یا کسی قدر تو مناسبت پیدا کرو۔

شیخ کے سامنے صوفیوں کا طعن اس صوفی پر جو کہ بسیار گو تھا

شرح شبّیری

صوفیان الخ۔ صوفیوں نے ایک صوفی پر طعن کیا اور خانقاہ کے شیخ کے آگے آئے۔
شیخ را گفتند الخ۔ یعنی سب نے شیخ سے کہا کہ اے ہمارے پیشوا آپ اس سے ہمارا انصاف کر دیجئے۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ ارے صوفیو آخر کیا شکایت ہے تو اس طاعن نے کہا کہ یہ صوفی تین خصلتیں بڑی گراں رکھتا ہے۔

درسخن الخ۔ یعنی بات کرنے میں تو گھنٹہ کی طرح بسیار گو ہے اور کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جائے۔

ورنجسپد الخ۔ یعنی اور اگر سوتا ہے تو اصحاب کہف کی طرح سوتا ہے صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کو سبک کیا۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا یہ سوتا اور کھاتا اور بولتا بہت ہے اس لئے سب کو پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اس کو منع کیا جائے۔

شیخ روالخ۔ یعنی شیخ نے اس فقیر کی طرف توجہ کی کہ میاں جو چیز بھی ہو اس میں سے اوسط کو لے لو۔ افراط تفریط ٹھیک نہیں ہے۔

درخبرالخ۔ یعنی حدیث میں **خیر الامور اوسطھا** ہے اور (افراط تفریط) اعتدال اخلاط کو مانع ہے لہٰذا چاہیے کہ اوسط ہی پر رہے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر ایک خلط کسی عارض سے زیادہ ہو جائے تو آدمی کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اخلاط ظاہری افراط وتفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حواس باطنی میں بھی افراط وتفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں لہٰذا یاد رکھو کہ افراط وتفریط سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

برقرین الخ۔ یعنی اپنے ساتھی پر صفت میں زیادتی مت کرو۔ اس لئے کہ یہ انجام کار فراق لاتا ہے صفت سے مراد یہ صفت کلام وغیرہ یعنی ان صفات میں اس سے بڑھو۔ جتنا وہ ہو اسی قدر تم بھی رکھو ورنہ اس کا انجام جدائی ہے آگے اس افراط سے فراق کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ

نطق موسےٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو اندازہ سے ہی تھی مگر ان یار نیک کے کہنے سے زیادہ ہی تھی۔ سبحان اللہ مولانا نے مصرعۂ اول میں ادب موسیٰ علیہ السلام کا کس قدر ملحوظ رکھا ہے اگر ویسے ہی فرما دیتے تو گویا موسیٰ علیہ السلام بسیار گو ہوتے اب فرماتے ہیں کہ وہ اگرچہ اندازۂ مناسب سے بول رہے تھے مگر پھر بھی خضر علیہ السلام کی حالت سے وہ بھی زیادہ تھا۔

آن فزونی الخ۔ یعنی وہ زیادتی خضر علیہ السلام کو شاق ہوئی تو انہوں نے کہہ دیا کہ اے موسیٰ تم بہت بولنے والے ہو۔ لہٰذا اب فراق ہے اور یہ کہا جس کی روایت بالمعنی یہ ہے کہ

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو لہٰذا جاؤ اور کب بولو گے وصل تو ختم ہو گیا۔

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو تو الگ ہو جاؤ ورنہ میرے ساتھ کور وکر رہو۔ اگر کوئی منکر دیکھو تو اور سنو تو بولو ہی مت گویا کہ تم نے نہ دیکھا نہ سنا۔

ورنہ رخ۔ یعنی اور اگر تم نہ گئے اور ضد کی وجہ سے بیٹھے ہی رہے تو معنیً تو چلے گئے ہو اور قطع تعلق کر چکے ہو مطلب یہ کہ اگر ظاہر میں تم نہ گئے اور یہیں دھرے رہے تو کیا ہے دل سے فراق ہو چکا ہے تم نہ جاؤ گے ہم چل دینگے اور پھر قبض تو نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر شیخ ناراض ہے تو اگرچہ قرب ظاہری ہو مگر پھر بھی دل سے تو دوری ہو

لہذا گویا کہ دور ہی ہو کہ فیض حاصل نہیں ہوسکتا۔ خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

روبرآنہا الخ۔ یعنی ان کے پاس جاؤ جو کہ تمہارے ساتھی ہیں اور تمہاری گفتگو کے عاشق اور پیاسے ہیں مطلب یہ کہ شیخ کے سامنے یا اپنے برابر والوں کے سامنے بولنا بے ادبی ہے ہاں جو کہ تمہاری گفتگو کے طالب ہیں ان کے پاس جاؤ مگر یہاں مت بولو آگے اس بظاہر پاس رہنے اور دل سے دور ہونے کی مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی اگر تم کو نماز میں اتفاقاً حدث ہو گیا تو وہ نماز (بزبان حال) تم سے کہہ رہی ہے کہ پاکی کی طرف دوڑ۔ یعنی وضو کر لے گویا کہ وہ نماز یہ کہہ رہی ہے۔

ورنہ رفتی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ گیا تو سوکھا ہلتا رہے گا اس لئے کہ خود تیری نماز چلی گئی اے سرکش مطلب یہ کہ اگر تم نہ بھی گئے اور وضو نہ کیا تو کیا ہوا نماز چلی جائے گی اسی طرح جبکہ شیخ ناراض ہے تو اگر تم نہ گئے تو وہ تو جا چکا اور تم سے قطع تعلق کر چکا ہے آگے اور مثال ہے کہ

پاسبان الخ۔ یعنی پاسبان نے سونے والوں پر (احسان) زیادہ کیا مگر مچھلیوں کو پاسبان کی کیا حاجت ہے اسی طرح جن لوگوں کو اس تلقین و تربیت کی حاجت ہو ان کے سامنے تو اس قسم کی باتیں کرنا مناسب ہیں مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں کہاں مناسب ہے کہ ایسی باتیں کی جائیں۔

جامہ پوشاں الخ۔ یعنی کپڑے پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے اور جو جامہ عریاں ہے اس کا زیور تجلی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ اس دنیا کے تعلقات میں پھنسے ہوئے ہیں وہ تو محتاج ہیں کہ کوئی ان کے قلب کی صفائی کرے اور جو ان سے خارج ہیں ان کے لئے تو انوار خدا ہی زیور ہیں اور وہ اس میں مگن ہیں۔

یاز عریانان الخ۔ یعنی نا تو برہنہ لوگوں سے ایک طرف ہو کر چلو اور یا ان کی طرح تم بھی جامہ تن سے فارغ ہو جاؤ۔ اور سب تعلقات دنیویہ کو ترک کر دو اور یا ان کے پاس مت پھٹکو یا مگن یا پیلبانان دوستی + یا بنا کن خانہ بر انداز پیل۔

ورنمی تانی کہ الخ۔ یعنی اگر تم بالکل عریاں نہیں ہوسکتے تو کپڑے کم کر دو تا کہ راہ اوسط پر چلنے لگو مطلب یہ کہ اگر تعلقات دنیویہ کو بالکل نہیں ترک کر سکتے تو خیر کم ہی کر دو اس میں افراط و تفریط سے بچ کر رہ وسط پر آ جاؤ کہ خیر الامور اوسطھا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے اس مرید نے جو جواب شیخ کو دیا اس کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

عذر گفتن فقیر باآں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت	عذر را با آں غرامت کرد جفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے	اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

ہر سوال شیخ را داد او جواب	چوں جوابات خضرؑ خوب وصواب
شیخ کے ہر سوال کا اس نے جواب دیا	(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب
آں جوابات سوالات کلیمؑ	کش خضرؑ بنمود از رب علیم
(حضرت موسیٰ) کلیم کے سوالوں کے جواب	جوان کوخدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے
گشت مشکلہاش حل وافزوں زیاد	از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
ان کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ)	ان کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی
از خضرؑ درویش ہم میراث داشت	در جواب شیخ ہمت برگماشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا	شیخ کے جواب میں توجہ کی
گفت راہ اوسط ارچہ حکمت ست	لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے	لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے
آب جو نسبت باشتر ہست کم	لیک باشد موش را آں ہمچویم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے	لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے
ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں	دوخورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں	دوکھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے
ور خورد ہر چار دور از اوسط ست	او اسیر حرص مانند بط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے	وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے
ہر کہ او را اشتہا دہ ناں بود	شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو	وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے
چوں مرا پنجاہ ناں ست اشتہے	مر ترا شش گردہ، ہمدستیم نے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے	تجھے چھ روٹیوں کی ہم برابر ہیں؟ نہیں
تو بدہ رکعت نماز آئی ملول	من بپا نصد در نہ آیم در نحول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے	میں پانچ سو سے بھی کمزور نہیں ہوتا
آں یکے تا کعبہ حافی می رود	ویں یکے تا مسجد از خود می شود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے	اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

آں یکے در پاکبازی جاں بداد	ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی	دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی
ایں وسط دربا نہایت می رود	کہ مرورا اول و آخر بود
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے	جن کا اول اور آخر ہو
اول و آخر باید تا دراں	در تصور گنجد اوسط یا میاں
اول اور آخر چاہئے تاکہ ان میں	اوسط یا بیچ متصور ہو سکے
بے نہایت چوں ندارد دو طرف	کے بود او رامیانہ منصرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے	تو اس کیلئے (افراط وتفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہوسکتا ہے؟
اول و آخر نشانش کس نداد	گفت لو کان لہٗ البحر مداد
اس کے اول اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا	فرمایا، خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں
ہفت دریا گر شود کلی مدید	نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں	ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے
باغ و بیشہ گر بود یک سر قلم	زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں	اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہو گا
آں ہمہ حبر و قلم فانی شود	ویں حدیث بے عدد باقی بود
کہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے	یہ ان گنت بات باقی رہے گی
حالت من خواب را ماند گہے	خواب پندارد مر او را گمرہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے	اس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے
چشم من خفتہ دلم بیدار داں	شکل بیکار مرا برکار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ	میری بے کار صورت کو باکار سمجھ
گفت پیغمبرؐ کہ عینای تنام	لا ینام قلبی عن رب الانام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں	میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں مرتا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر دہن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب	چشم من خفتہ دلم در فتح باب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے	میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں (مشغول) ہے
مر دلم را پنج حس دیگرست	حس دل را ہر دو عالم منظرست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں	دل کے حس کے لئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

شرح حبیبی

جب شیخ نصیحت فرما چکے تو اس فقیر نے حالت بیان کی اور اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا اور شیخ کے ہر سوال کا جواب ایسا نفیس اور عمدہ دیا جیسا جواب خضر تھا جواب خضر سے وہ جوابات مراد ہیں جو انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے سوالات پر دیئے تھے اور جن سے خوب اچھی طرح ان کی مشکلیں حل ہوگئی تھیں اور جن کو ظاہر کر کے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر مشکل کی کنجی عطا کر دی تھی اس فقیر کو بھی حضرت خضر علیہ السلام کی یہ میراث عطا ہوئی تھی اس لئے وہ شیخ کے جواب پر کمر بستہ ہوا اور کہا کہ یہ مسلم ہے کہ میانہ روی ایک معقول بات ہے لیکن اوسط کوئی معین و مخصوص شے نہیں بلکہ وہ ایک امر نسبی و اضافی ہے جس کی تعیین طرفین سے ہو سکتی ہے اور چونکہ اطراف مختلفہ ہیں لہٰذا اوساط بھی مختلف ہوں گے مثلاً ندی کا پانی اونٹ کے لئے اوسط ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر۔ علی ہذا جس کی خوراک چار روٹیوں کی ہو تو اس کے لئے دو تین اوسط ہیں یہ شخص اگر چاروں کھا لے گا تو کہا جائے گا کہ وہ بط کی طرح حریص ہے لیکن جس کی بھوک دس روٹیوں کی ہے اگر وہ چھ بھی کھالے تب بھی اس کے لئے اوسط ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ فرض کرو کہ میری خوراک تو پچاس روٹیاں ہیں اور آپ کی چھ ہیں تو کیا ہم دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں نیز فرض کرو کہ آپ تو دس رکعتوں سے گھبرا جاتے ہیں اور میں پانچ سو سے بھی نہیں تھکتا پھر ہم دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں۔ علی ہذا ایک شخص پیدل خانہ کعبہ جاتا ہے دوسرا مسجد تک جا کر حواس باختہ ہو جاتا ہے ایک شخص پاکبازی میں جان تک دے دیتا ہے۔ ایک شخص مر کھپ کر ایک روٹی دیتا ہے بھلا یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کا اوسط برابر کیونکر نکل سکتا ہے۔ یہ جواب تو کھانے کے متعلق تھا اب میں کلام کے متعلق کہتا ہوں کہ میں اس میں اوسط کا لحاظ رکھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہاں اوسط ہی نہیں نکل سکتا اوسط اشیاء متناہیہ میں نکلتا ہے جس کے لئے ابتدا و انتہا ہو کیونکہ اوسط کے متحقق ہونے کے لئے ضرورت ہے کہ اول و آخر متحقق ہوں اور جو غیر متناہی ہے اس لئے دو طرفین ہی نہیں رکھتا۔ اس کے لئے اوسط کیونکر نکل سکتا ہے جو مرجع بن سکے اور حق سبحانہ کے اوصاف کے اول و آخر کا پتا نہیں بتلا سکتا کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدادا۔ یعنی اگر ساتوں سمندر سب کے سب سیاہی بن جائیں تب بھی اس کے اوصاف کے ختم

ہونے کی کوئی امید نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جنگل کے تمام باغ بالکل قلم بن جائیں تو اس گفتگو میں کمی نہیں آ سکتی۔ یہ سیاہی اور یہ قلم سب فنا ہو جائیں گے لیکن یہ بے نہایت گفتگو ہنوز باقی ہوگی جب کثرت کلام کا جواب بھی ہو گیا تو اب میں سونے کا جواب دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کبھی مجھ پر ایک حالت طاری ہوتی ہے اور وہ سونے کے مشابہ ہوتی ہے لیکن واقع میں نیند نہیں ہوتی اس کو ناواقف نیند سمجھ لیتا ہے پس آنکھ کو جو بظاہر سوتی معلوم ہوتی ہے حقیقت میں بیدار سمجھنا چاہیے اور بیکاری کی شکل کو مشغولئے کار سمجھنا چاہیے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل حق سبحانہ سے غافل نہیں ہوتا مگر میری حالت میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں فرق یہ ہے کہ وہاں نوم حقیقی میں یہ حالت ہوتی ہے اور یہاں نوم صوری میں پس اے معترض تو مجھ پر کثرت نوم سے کیا اعتراض کرتا ہے تو خود اس بلا میں مبتلا ہے کیونکہ گو تیری آنکھ جاگتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری آنکھ ظاہراً سوتی ہے مگر میرے دل کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے میں مشاہدہ حق سبحانہ اور تلقی فیوض میں مصروف ہوں کیونکہ علاوہ حس ظاہر کے ہمارے لئے پانچ حواس اور بھی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے جب میرے حواس ظاہری تجھے معطل نظر آتے ہیں تو میں ان حواس سے کام لیتا ہوں غرض کہ میری حواس ہر دو عالم کا نظارہ کرتے ہیں جو اس ظاہرہ عالم ناسوت اور حواس باطنہ عالم غیب کا اور تیرے لئے صرف وہی حواس ہیں جن سے تو عالم ناسوت کا نظارہ کرتا ہے۔

اس فقیر کا شیخ خانقاہ سے اپنا عذر بیان کرنا

شرح شبّیری

پس الخ۔ یعنی پس فقیر نے شیخ سے احوال کہا اور عذر کو اس باز پرس سے ملا دیا۔ غرامت کے معنی لغوی تاوان کے ہیں مگر باز پرس کو غرامت اس لئے کہا کہ تاوان میں بھی ایک باز پرس اور مؤنت ہوتی ہے مطلب یہ کہ ان کی باز پرس پر عذر بیان کر دیا جس کا تفصیلاً ذکر آگے آتا ہے۔

ہر سوال الخ۔ یعنی شیخ کے ہر سوال کا جواب خضر علیہ السلام کی طرح اچھا اور ٹھیک دیا چونکہ اوپر بھی خضر اور موسیٰ سے تشبیہ دے چکے ہیں اسی بنا پر یہاں بھی کہہ دیا۔

آن جوابات الخ۔ یعنی وہ سوالات کلیم علیہ السلام کے جواب جنہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام نے رب علیم سے دکھلائے مطلب یہ کہ یہ جوابات مرید جو مشابہ جواب خضر کے تھے تو ان اجوبہ کے جن کو حق تعالیٰ کے الہام سے حضرت خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتائے تھے اور ان کا اثر یہ ہوا کہ

گشت مشکلہاش الخ۔ یعنی ان کی مشکلیں بالکل حل ہو گئیں اور ان کو ہر مشکل کے لئے ایک کنجی دی کہ جس سے وہ ساری مشکلیں حل ہوتی گئیں اور وہ کنجیاں جوابات شافی ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

از خضر الخ۔ یعنی خضر علیہ السلام سے اس درویش نے بھی میراث پائی تھی تو شیخ کے جواب دینے میں ہمت کو مقرر کیا۔ یعنی ہمت سے کام لیا اور خوب درست اور شافی جوابات دیئے آگے اس فقیر کے عذر کی تفصیل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی فقیر نے کہا کہ راہ اوسط اگر چہ حکمت ہے لیکن اوسط بھی نسبت سے ہے مطلب یہ کہ یہ تو درست ہے کہ اوسط اچھی چیز ہے مگر اوسط تو مختلف ہوتا ہے یہ تو ایک امر نسبی ہے پھر جب ہر شخص کا اوسط الگ ہے تو کیا خبر کہ میرے سارے کام اوسط سے ہوتے ہوں اور تم کو زیادہ معلوم ہوتے ہوں۔ آگے فرق بین الاشیاء بتاتے ہیں کہ ایک ہی شے ایک کے لئے تو کم اور دوسرے کو زیادہ۔

آب جو نسبت الخ۔ یعنی ندی کا پانی اونٹ کی نسبت تو کم ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر کے برابر ہے۔

ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جس کی خوراک کہ چار روٹی ہو وہ دو یا تین کھالے تو یہ اس کا اوسط ہے۔

در خورد الخ۔ یعنی اور اگر وہ چاروں کھالے تو اوسط سے دور ہے اور یہ شخص بط کی طرح اسیر حرص ہے چونکہ بط دن بھر کچھ نہ کچھ کھاتی ہی رہتی ہے لہٰذا اس سے تشبیہ دے دی۔

ہر کہ او را الخ۔ یعنی اور جس کی خوراک دس روٹی کی ہو وہ چھ کھائے تو جان لو کہ اس کا اوسط ہے۔

چون مرا الخ۔ یعنی اور جبکہ میری بھوک پچاس روٹی کی ہے اور تیری چھ روٹی کی تو کیا دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں بات یہ ہے کہ یہ گفتگو ہو تو رہی ہے شیخ کے سامنے مگر مخاطب اس صوفی کا وہ معترض ہی ہے۔ تو مر ترا شش گرد اور دوسرے خطابات میں اسی کو مخاطب کہا جائے تو مناسب ہے مطلب یہ ہو گیا کہ تو جو اپنے اوسط پر مجھے قیاس کر رہا ہے تو میں پچاس کھاؤں اور تو پانچ تو بھلا میرا تیرا اوسط برابر کس طرح ہوگا۔ میرا اور ہوگا اور تیرا اور ہوگا۔

تو بدہ رکعت الخ۔ یعنی تو تو دس ہی رکعت نماز میں ملول ہو جاتا ہے اور میں پانچ سو میں بھی ضعیف نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ جس طرح میرا تیرا کھانا برابر نہیں اسی طرح کام بھی برابر نہیں ہے جیسا میں کھاتا ہوں ویسا ہی کام بھی تو کرتا ہوں پھر برابر کیسے ہوئے۔ آگے مثالیں ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو کعبہ تک برہنہ پا جاتا ہے اور یہ ایک مسجد تک ہی آپے سے جاتا رہتا ہے۔ (تو دونوں کب برابر ہونگے)

آن یکے الخ۔ یعنی اس ایک نے تو پاکبازی میں جان دے دی اور دوسرے نے جان کنی کر کے ایک روٹی دی تو بھلا جب یہ برابر نہیں ہیں تو میرا تیرا کام اور میرا تیرا اوسط خوراک کس طرح برابر ہو سکتا ہے۔ جتنا کھاتے ہیں اسی قدر کام بھی تو کر لیتے ہیں یہ جواب تو بسیار خوری کے متعلق تھا آگے بسیار گوئی کے متعلق جواب ہے کہ

این وسط الخ۔ یعنی یہ وسط تو نہایت والے میں چلتا ہے کہ جس کے اول و آخر ہو۔ مطلب یہ کہ جو اشیاء کہ متناہی ہیں ان میں تو چونکہ ابتداء اور انتہا معلوم ہے لہٰذا اوسط نکل سکتا ہے مگر جو شے کہ لاتقف عند حد ہو اس کی ابتدا تو بے شک ہے مگر انتہا ہے ہی نہیں لہٰذا اس کا وسط کیسے نکل سکتا ہے۔

اول و آخر الخ۔ یعنی اول و آخر چاہیے تا کہ اس کی بابت تصور میں وسط یا درمیان سما سکے یعنی جہاں کہیں کہ اول و آخر ہے وہاں وسط بھی تصور کر سکتے ہیں لیکن۔

بے نہایت الخ۔ یعنی بے نہایت جبکہ دو طرف رکھتا ہی نہیں تو اس کے وسط منصرف (عن الافراط والتفریط) کب ہوسکتا ہے مطلب یہ کہ جو شئے کہ ایسی ہو کہ **لاتقف عند حد** تو اس کی ایک طرف تو ہے مگر دو طرف نہیں ہے کہ جن کے ذریعہ سے وسط متصور ہو سکے لہٰذا اس میں وسط اور درمیان نکل ہی نہیں سکتا۔ تو چونکہ میری گفتگو اس ذات کے اسرار میں ہے کہ جو بے نہایت ہے اور اس کے اسرار و حقائق بھی **لاتقف عند حد** ہیں تو پھر میری گفتگو کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے میں تو جس قدر بھی بیان کرونگا آگے اس سے بہت زیادہ ہوگا اور اس کے سامنے یہ کم ہوگا پھر وسط کہاں نکلا۔

اول و آخر الخ۔ یعنی ان اسرار کے اول و آخر کا نشان کسی نے نہیں دیا۔ اور (اسی کے بارہ میں) ارشاد ہے کہ **لو کان البحر مدادا لکلمات ربی** الخ۔ یعنی قرآن شریف میں ہے کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے تب بھی کلمات حق تعالیٰ ختم نہ ہوں تو دیکھو جب وہ اس قدر ہیں تو پھر میں جس قدر بھی بیان کرونگا وہ تو کم ہی ہونگے ان کی تو یہ حالت ہے کہ

ہفت دریا الخ۔ یعنی سات دریا اگر سارے روشنائی بن جائیں تو بھی ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

باغ و بیشہ الخ۔ یعنی باغ اور جنگل اگر سارے قلم ہو جائیں تب بھی ان کلمات میں سے ہرگز کچھ بھی کم نہ ہوں۔ جیسا کہ ارشاد ہے **ولو ان مافی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر** الخ کہ اگر سارے درخت قلم اور ساتوں دریا روشنائی بن جائیں تب بھی کلمات حق ختم نہ ہوں۔ تو جب یہ حالت ہے پھر میں اس میں جس قدر بھی گفتگو کروں وہ تو کم ہی ہوگی۔

این ہمہ الخ۔ یعنی یہ ساری روشنائی اور قلم فانی ہو جائیں اور وہ حدیث بے عدد باقی ہو۔ پھر میرا کلام اس کے بارہ میں کس طرح زیادہ ہوسکتا ہے اور اس کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے۔ یہ جواب بسیار گوئی کا ہو گیا آگے بسیار خوابی کا جواب دیتے ہیں

حالت الخ۔ یعنی میری حالت کبھی خواب کے مشابہ ہوتی ہے تو اس کو بے خبر آدمی خواب سمجھتا ہے (مگر میری یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم من الخ۔ یعنی میری آنکھ کو سوتے ہوئے اور میرے دل کو بیدار جانو اور بیکار کی شکل میں مجھے کام پر سمجھو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری آنکھ بظاہر سوتی ہے مگر میرا دل بیدار ہوتا ہے اور وہ حالت استغراق ہے کہ اس میں انصاف بالکل بیکار معلوم ہوتا ہے مگر وہ عالم ارواح کی سیر میں ہوتا ہے آگے اس چشم خوابی اور دل بیداری کی نظیر لاتے ہیں۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا قلب حق تعالیٰ سے نہیں سوتا یعنی اس طرف سے توجہ ہٹتی نہیں ہے اور اسی لئے حضور کی نوم مشابہ اونگھ کے تھی کہ اس سے آپ کی وضو نہ ٹوٹتی

تھی جیسے اونگھ میں انسان ہوشیار ہوتا ہے مگر باتیں وغیرہ سن نہیں سکتا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بھی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے لیکن میرا دل اونگھ میں کب سوتا ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی کہ اس عالم سے تو بے خبر مگر ادھر کی ساری خبر اسی طرح اس کا اثر ہم میں بھی آ گیا ہے اور ہماری بھی یہی حالت ہوگئی ہے۔

چشم تو الخ۔ یعنی (اے مخاطب) تیری تو چشم ظاہری بیدار رہتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری چشم ظاہری سو جاتی ہے مگر میرا دل فتح یاب (غیب) میں مشغول ہوتا ہے اس لئے کہ حالت استغراق میں اس طرف کی تو خبر رہتی نہیں لہٰذا ادھر سے تو مثل نائم کے اور عالم غیب کی طرف سے بیدار۔ مسئلہ اگر حالت وجد میں کھڑے یا بیٹھے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو اس کی وضو جاتی رہتی ہے اس لئے کہ اس کا حکم بالکل مثل نوم کے ہے جو حالت نوم کہ ناقض وضو ہے وہی حالت اس کی بھی ناقض ہے آگے کہتے ہیں کہ

مردلم الخ۔ یعنی میرے دل کے لئے پانچ حواس اور ہیں اور حس اور دل کے دونوں عالم منظر ہیں حس کا تو منظر عالم ناسوت ہے اور دل کا منظر عالم ملکوت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ان حواس کے علاوہ میرے پانچ ہی حواس اور ہیں جن کا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے) ان کے ذریعہ سے میرے ان حواس کے سونے کے باوجود بھی مجھے بیداری رہتی ہے۔

تو ز ضعف خود مکن در من نگاہ	برتو شب برمن ہماں شب چاشتگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ	تیرے لئے رات ہے مجھ پر وہی رات صبح ہے
برتو زنداں برمن آں زنداں چو باغ	عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے	تو بالکل مشغول ہے' مجھے فراغت حاصل ہے
پائے تو درگل مرا گل گشتہ گل	مر ترا ماتم مرا سور و دہل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے' میرے لئے کیچڑ پھول ہے	تیرے لئے سوگ' میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے
در زمینم باتو ساکن درمحل	می دوم بر چرخ ہفتم چوں زحل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں	ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں
ہمنشینت من نیم سایہ من ست	برتر از اندیشہا پایہ من ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں میرا سایہ ہے	میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے
زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام	خارج اندیشہ پویاں گشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہوگیا ہوں	میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکم اندیشہ ام محکوم نے	زانکہ بنا حاکم آمد بر بنے
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں	کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے
جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند	زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے	اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے
قاصداً خود را باندیشہ دہم	چوں بخواہم از میاں شاں برجہم
میں قصداً اپنے رب کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں	جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے کود جاتا ہوں
من چو مرغ او جم اندیشہ مگس	کے بود بر من بگس را دسترس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے	مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟
قاصداً زیر آیم از اوج بلند	تا شکستہ پائگاں بر من تنند
میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آ جاتا ہوں	تا کہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں
چوں ملالم گیرد از سفلی صفات	بر پرم ہمچوں طیور الصافات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں	الصافات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں
پر من رستست ہم از ذات خویش	بر نچفسانم دو پر من با سریش
میرے پر اپنی ذات سے اگے ہیں	میں اپنے دونوں پر سیرش سے نہیں چپکاتا ہوں
جعفر طیارؓ را پر جاریہ است	جعفر طرار را پر عاریہ است
(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں	جعفر طرار کے پر مانگے ہوئے ہیں
نزد آنکہ لم یذق دعویست ایں	نزد سکان افق معنیٰ ست ایں
جس نے مزانہ چکھا ہو اس کے لئے (یہ باتیں محض) دعویٰ ہیں	افق کے رہنے والوں کیلئے یہ حقیقت ہے
لاف و دعویٰ باشد ایں پیش غراب	دیگ تی و پر یکے پیش ذباب
کوے کے سامنے یہ (محض) دعویٰ اور ڈینگ ہے	مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے
چونکہ در تو می شود لقمہ گہر	تن مزن چندانکہ بتوانی بخور
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے	پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا
شیخ روزے بہر دفع سوئے ظن	در لگن قے کرد و پر در شد لگن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کے لئے	سلفچی میں قے کر دی اور سلفچی موتیوں سے بھر گئی

گوہر معقول را محسوس کرد	پیر بینا بہر کم عقلی مرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا	بینا پیر نے (اس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے
چونکہ در معدہ شود پاکت پلید	قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے	حلق پر تالا لگا لے اور کنجی کو چھپا دے
ہر کہ در وے لقمہ شد نور حلال	ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بن جائے	کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اس کے لئے حلال ہے

شرح حبیبی

پس اپنے ضعف اور کمزوری کی عینک سے مجھے مت دیکھ اور اپنے اوپر مجھے قیاس مت کر کیونکہ جس حالت میں تجھے کچھ نظر نہیں آتا اور اس لئے وہ حالت تیرے لئے بمنزلہ رات کے ہوتی ہے یعنی آنکھ بند کرنے کی حالت اس حالت میں میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور میرے لئے وہ حالت بمنزلہ دوپہر کے ہوتی ہے اور جو حالت تیرے لئے بمنزلہ جیل خانہ کے ہوتی ہے وہ میرے لئے بمنزلہ باغ کے ہوتی ہے یعنی جب تو کسی حالت ناگوار میں مبتلا ہوتا ہے تو تو اس سے پریشان ہوتا ہے اور جب میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں اس میں بھی خوش ہوتا ہوں کہ میری نظر مبداء پر ہوتی ہے۔ نیز میں اگر کسی بظاہر دنیاوی کام میں بھی مصروف ہوتا ہوں تو اس وقت بھی میں اس سے فارغ ہوتا ہوں کیونکہ دل اس میں نہیں ہوتا برخلاف تیرے کہ تیرے لئے وہ مشغولیت ہی مشغولیت ہوتی ہے پس جب تو کسی مصیبت وغیرہ کی دلدل میں پھنس جائے تو وہ تیرے لئے دلدل ہوگی لیکن اگر میں اس میں پھنسوں تو میرے لئے پھول ہوگی اور میں اس سے بھی لذت حاصل کرونگا اور جو تیرے لئے سوگ کا سبب ہے وہ میرے لئے خوشی کا سامان ہے کیونکہ وہ بھی محبوب ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور ہر چہ از دوست میرسد نیکوست گو میں زمین پر ایک مقام میں تیرے ساتھ رہتا ہوں لیکن میری روحانی رفتار فلک ہفتم پر ہے جیسے کہ زحل کی رفتار ظاہری لہٰذا میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں بلکہ تیرا ہم نشیں میرا جسم اور میری صورت ہے میں تیرا ہم نشین کیونکر ہو سکتا ہوں۔ تو خاکی ہے اور میرا مرتبہ خاکیوں کے خیال سے بھی بالاتر ہے وجہ یہ ہے کہ میں خیالات کے حدود سے نکل چکا ہوں اور خیال کے حدود سے باہر دوڑتا ہوں اور اب میں خیالات پر حکومت کرتا ہوں اور محکوم نہیں ہوں کیونکہ خیالات بمنزلہ ایک عمارت کے ہیں جس کو آدمی تیار کرتا ہے اور معمار عمارت پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ محکوم لہٰذا میں حاکم ہوں نہ کہ محکوم اور باقی مخلوق خیالات کی محکوم ہیں اسی سبب سے مغموم اور منقبض رہتے ہیں۔ میں بھی کبھی کبھی قصداً بمصلحت اپنے کو خیال کے تابع کر دیتا ہوں لیکن میں اس کا پابند نہیں ہوتا جب چاہتا ہوں نکل جاتا ہوں۔ خیال کی

یہ مجال نہیں کہ مجھ پر تسلط حاصل کر سکے کیونکہ میں بلند پرواز جانور کی مانند ہوں۔ اور خیال بمنزلہ ایک مکھی کے۔ بھلا پھر مکھی کی مجھ تک کب پہنچ ہو سکتی ہے میں کبھی اس بلند پروازی اور عروج روحانی کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں اور نزول اختیار کرتا ہوں۔ جس میں مصلحت یہ ہوتی ہے کہ یا شکستہ اور وہ لوگ جو محجوب ہیں اور جن کو عروج روحانی میسر نہیں مجھ سے وابستگی حاصل کریں اور میں ان کو لے کر اڑوں یعنی میرا نزول تعلیم وتربیت ناقصین کے لئے ہوتا ہے اور جب میں ان سفلی صفات اور متدنس یادناس نفسانیہ کی صحبت سے اکتا جاتا ہوں تو پھر فرشتوں کی طرح یا پر کھول کر اڑنے والے جانوروں کی طرح اڑ جاتا ہوں میرا عروج اختیاری اس لئے ہے کہ پر خود میری ذات میں پیدا ہو گئے ہیں اور وہ پر سریش سے چپکائے ہوئے نہیں یعنی مجھے حق سبحانہ نے قابلیت ذاتی عطا فرمائی ہے میں کسی کے سہارے پر نہیں چلتا۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود اپنے پروں سے اڑتے ہیں جیسے جعفر طیاران میں سے تو میں ہوں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو مستعار پروں کے سبب اڑتے ہیں جیسے جعفر طرار جو مصنوعی پر لگا کر کس قدر ہوا میں اڑ جاتا تھا۔ ان میں سے وہ لوگ ہیں جو میرے یا مجھ سے کسی دوسرے کے متوسل ہیں جو اس مزہ سے ناواقف ہو وہ اس کو لن ترانی سمجھے گا اور دعوے محض خیال کرے گا مگر جو اس نواح کے رہنے والے ہیں جہاں کا میں ہوں ان کے نزدیک یہ حقیقت ہے کوے اور ملابس نجاست نفسانیہ کے نزدیک یہ دعویٰ اور لن ترانی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ ایک مکھی کے ہے اور مکھی کے نزدیک بھری ہوئی ہانڈی اور خالی دونوں برابر ہیں۔ کثرت نوم کا جواب بھی ہو چکا۔ اب میں کثرت اکل کے متعلق کچھ اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کثرت اکل ہر وقت مضر نہیں بلکہ جب یہ حالت ہو جائے کہ کھانا بجائے پاخانہ بننے کے موتی بننے لگے اس وقت پہلو تہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جس قدر کھایا جائے کھانا چاہیے یعنی جب کھانا بجائے شہوات وغیرہ بڑھانے کے کیفیات محمودہ بڑھانے لگے اس وقت کم کھانے کی ضرورت نہیں بلکہ جس قدر کھاؤ گے اتنا ہی فائدہ ہوگا اور کیفیات محمودہ بڑھیں گے۔ شیخ مذکور نے محض بیان ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سوء ظن کے دفع کرنے کو قے کی جس سے سارا لگن موتیوں سے بھر گیا۔ چونکہ مخاطب کم عقل تھا اور زبانی گفتگو سے اس کا سمجھ لینا دشوار تھا اس لئے شیخ موصوف نے ان کیفیات کو محسوس کر کے بھی دکھلا دیا اور فرمایا کہ جب معدہ میں پاک کھانا بھی جا کر پلید ہو جائے اور شہوات وغیرہ بڑھائے اس وقت حلق میں قفل لگا کر کنجی گم کر دینا چاہیے اور جب کھانا نور بن جاتا ہو اس وقت آدمی جس قدر بھی کھائے جائز ہے۔ یہ اصول ہے ترک اکل وکثرت اکل کا پس ہر زیادہ کھانے والے پر طعن نامناسب اور ناز یبا ہے۔

شرح شبّیری

توزضعف الخ۔ یعنی تو ضعف کی وجہ سے میرے اندر مت دیکھ اس لئے کہ جو تجھ پر رات ہے وہ میرے لئے چاشتگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے تمہارے لئے ظلمت ہے وہی میرے لئے نور ہے اور جو تمہارے لئے باعدعن

الحق ہے وہی میرے لئے موصل۔

برتو زندان الخ۔ یعنی تجھ پر تو قید خانہ ہے اور وہ قید خانہ میرے لئے باغ ہے اور عین مشغولی میرے لئے فراغ ہے جبکہ تم مجھے دنیا میں مشغول دیکھ رہے ہو تو اس وقت میں بھی بوجہ متوجہ الی الملکوت ہونے کے عالم ناسوت سے بالکل علیحدہ ہوں۔

پائے تو الخ۔ یعنی تیرا پاؤں تو مٹی میں اور وہ مٹی میرے لئے پھول ہوگئی ہے اور ایک شئے تیرے لئے ماتم ہے اور میرے لئے خوشی اور طرب ہے۔ مطلب یہ کہ تعلقات دنیویہ تیرے لئے تو باعد عن الحق ہیں اور چونکہ میری نظر ان کے ذریعہ سے خالق پر ہوتی ہے لہٰذا میرے لئے وہی تعلقات دنیویہ موصل الی الحق ہوگئے ہیں اور مجھے ان میں قرب اور معیت حاصل ہے۔

درزمینم الخ۔ یعنی میں زمین میں تمہارے ساتھ ساکن ایک محل میں ہوں۔ اور ویسے چرخ ہفتم پر زحل کی طرح دوڑ رہا ہوں مطلب یہ کہ جب عروج کرتا ہوں تو بظاہر تو تمہارے پاس ہوتا ہوں مگر اصل میں اس عالم کی سیر کرتا ہوا ہوتا ہوں۔

ہم نشینت الخ۔ یعنی میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں میرا سایہ ہے اور افکار سے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میری روح عالم ملکوت کی طرف متوجہ ہے اس لئے یہ صرف میرا جسم ظاہری ہی تمہارا ہم نشین ہے ورنہ روح میری بسبب توجہ کے اس عالم میں ہے بخلاف اور لوگوں کے کے بوجہ توجہ الی الناسوت کے گویا کہ ان کی روح بھی مثل جسم کے ناسوتی ہی ہوگئی ہے اور چونکہ عینیت مصطلحہ میسر ہے لہٰذا فکر انسانی سے مرتبہ کا بلند ہونا ظاہر ہے کہ وہاں تک فکر کی رسائی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ میں اندیشہ سے آگے بڑھ گیا ہوں اور اندیشہ سے خارج ہو کر دوڑ رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ تک اندیشہ کی رسائی کہاں ہوسکتی ہے۔

حاکم الخ۔ یعنی حاکم اندیشہ ہوں محکوم اندیشہ نہیں ہوں اس لئے کہ بنانے والا بنا پر حاکم ہوتا ہے تو چونکہ میرے اندر ملکہ راسخہ پیدا ہوگیا ہے لہٰذا میں جس کیفیت اور حالت کو چاہتا ہوں اپنے اوپر طاری کر لیتا ہوں اور جس تجلی کو چاہتا ہوں اپنے اوپر متجلی کر لیتا ہوں کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے۔

جملہ الخ۔ یعنی تمام مخلوقات مسخر اندیشہ کی ہیں اسی سبب سے خستہ دل اور غم پیشہ ہیں مطلب یہ کہ چونکہ افکار کے سب لوگ تابع ہوتے ہیں لہٰذا ہمیشہ رنج وفکر ہی میں رہتے ہیں اور جو اس سے الگ ہیں وہ خوش رہتے ہیں غرضکہ ہمیشہ مستغرق اور متوجہ الی الحق رہتا ہوں۔

قاصد الخ۔ یعنی میں اپنے کو قصداً اندیشہ کے سپرد کر دیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے نکل آتا ہوں شان کی ضمیر یا تو عالم غیب کی طرف ہے کہ جب میں چاہتا ہوں تو اس عالم سے اس طرف رجوع کرتا

ہوں تو اب تو دونوں مصرعوں کا ایک مضمون ہو جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب میں استغراق اور ایک حالت پر رہنے سے اکتا جاتا ہوں تو اس وقت تھوڑی دیر کو توجہ الی الحق کر لیتا ہوں تا کہ نشاط ہو جائے اور ملال پیدا نہ ہو۔ پھر جب نشاط پیدا ہوا پھر اسی طرف متوجہ ہو گیا اور اگر نشان کی ضمیر اندیشہ کی طرف ہو تو دونوں مصرعوں کا مضمون مقابل ہوگا کہ میں جب چاہتا ہوں اس عالم سے نشاط کے لئے اس طرف توجہ کرتا ہوں اور جب چاہتا ہوں پھر اسی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور اس طرف سے توجہ کو ہٹا دیتا ہوں اور یہ حالت کاملین کی ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور اگر بعض مرتبہ بسبب غلبۂ حال کے وہ خود ایسا نہیں کر سکتے تو حق تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان فرما دیتے ہیں کہ جس سے ان کو مجبوراً عالم ناسوت کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے مثلاً قبض وارد ہو گیا کہ ذکر وغیرہ میں دل ہی نہیں لگتا تو لامحالہ اس طرف توجہ ہوتی ہے غرضکہ انہوں نے کہا کہ میں جس حالت کو چاہوں اپنے اوپر طاری کر سکتا ہوں۔

من چو مرغ الخ۔ یعنی میں مرغ اوج کی طرح ہوں اور اندیشہ (دنیوی) مثل مگس کے ہیں تو مگس کو پرند پر کب قدرت ہوتی ہے کہ اس تک پہنچ سکے اور اس کو تابع بنا سکے اس لئے مجھ پر بھی اندیشہ غالب نہیں ہو سکتا۔

قاصدا الخ۔ یعنی میں قصدا اوج بلند سے نیچے آتا ہوں تا کہ شکستہ پا لوگ مجھ پر جمع ہو سکیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ میرا مرتبہ تو بلند ہے مگر جب میں تعلیم کرتا ہوں تو اس سے نزول کرتا ہوں اور اس سالک کے درجہ پر نزول کر کے اس کو تعلیم کرتا ہوں۔ ورنہ اگر اس کو وہاں پہنچانے کی ابھی سے فکر کی جائے تو ایسا ہے کہ جیسے شیر خوار بچہ کو گوشت کھلا دیا جائے کہ یقیناً مرے گا تو کامل وہی ہے جو کہ مسترشد کے درجہ پر نزول کر کے اس کی تعلیم کرے تو مطلب یہ ہوا کہ میں بہت بڑا کامل ہوں کہ ان کے درجہ پر نزول کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چون الخ۔ یعنی جب مجھے ان سفلی صفات سے ملال ہوتا ہے تو میں طیور الصافات کی طرح اڑ جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اس کی تعلیم کر چکے بس پھر اپنے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

پر من الخ۔ یعنی میرے پر خود میری ذات سے جمے ہیں میں دو پر سریش سے چپکاتا نہیں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عروج میری ذات کا اقتضا ہو گیا ہے اور میری ذاتیات میں داخل ہے میں اس حالت کو کسی سے عاریت نہیں لیتا ہوں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ

جعفر طیارؓ را الخ۔ یعنی حضرت جعفر طیارؓ کے پر تو جاری ہیں اور جعفر طرار کے مانگے ہوئے ہیں۔ حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ کفار نے غزوۂ موتہ میں کاٹ ڈالے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کے بدلے میں ان کو دو بازو دیئے ہیں کہ ان سے وہ اڑتے پھرتے ہیں تو دیکھو ان کے بازو تو داخل ذات ہو گئے اور ایک جعفر طرار تھا اس نے پر لگائے تھے تو وہ چل نہ سکے تو اسی طرح یہ عروج بھی عارضی نہیں ہے بلکہ ذاتی ہے کہ جب چاہوں عروج کر لوں چونکہ ان صوفی صاحب نے جو یہ اپنی حالت بیان کی تو اس میں ایک قسم کا دعویٰ معلوم ہوتا تھا اس لئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

نزد آنکہ الخ۔ یعنی اس شخص کے نزدیک جس نے کہ چکھا نہیں یہ دعویٰ ہے اور سکان عالم بالا کے نزدیک یہ معانی ہیں اس لئے کہ تحدث بالنعمۃ ہے۔

لاف الخ۔ یعنی غراب کے نزدیک تو یہ شیخی اور دعویٰ ہی ہوگا جیسے کہ مکھی کے آگے خالی اور پر ہنڈیا برابر ہے غراب سے مراد بیوقوف ہے تو جو کہ اس طرف سے بیوقوف ہے اس کے آگے تو یہ دعویٰ ہیں مگر جو کہ حقیقت شناس ہے وہ اس کو جانتا ہے آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے اندر کھانا موتی بن جاتا ہے تو چھوڑ مت جس قدر ہو سکے کھالے گہر سے مراد اخلاق حمیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب کھانے سے تمہارے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں تو پھر کیا ہے جس قدر کھایا جا سکے کھاؤ تاکہ اسی قدر زیادہ اخلاق حمیدہ پیدا ہوں تو چونکہ ان صوفی صاحب کو کھانے سے قوت ہوتی تھی اور اس سے عبادت میں مدد ملتی تھی لہٰذا وہ خوب کھاتے تھے مگر وہ معترض تو صرف ظاہر بیں تھا اس کو اس مصلحت کی کیا خبر ہوتی اس لئے ان صوفی صاحب نے اپنی ایک حسی کرامت اس کے سامنے ظاہر کی کہ وہ یہ کہ

شیخ روزے الخ۔ یعنی ان شیخ صاحب نے سوء ظن کے دفع کرنے کو ایک دن رکابی میں قے کردی تو وہ رکابی موتیوں سے بھر گئی تو اس کو دکھایا کہ دیکھ ہمارے اندر جا کر یہ کھانا موتی بن جاتا ہے لہٰذا ہم جس قدر کھائیں وہ بہتر ہی ہے آگے مولانا اس موتی بن جانے کی توجیہ فرماتے ہیں

گوہر الخ۔ یعنی گوہر معنوی کو اس پر بینا نے اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے محسوس کردیا کہ یہ اس کو تو سمجھ نہ سکتا تھا کہ کس طرح ادھر معنوی بنتے ہیں لہٰذا ان بزرگ نے ان کو اپنی کرامت سے محسوس کر کے دکھادیا۔ آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے معدہ میں پاک بھی پلید ہو جاتا ہے تو تم حلق پر قفل لگا کر کنجی کو چھپا دو تاکہ پھر کھل ہی نہ سکے مطلب یہ کہ جب تمہارے کھانے سے اخلاق سیئہ پیدا ہوتے ہیں تو تم بہت کم کھاؤ تاکہ اخلاق سیئہ پیدا نہ ہو سکیں۔

ہر کہ درو ے الخ۔ یعنی جس کے اندر کہ کھانا نور حق بن جائے تو ہو جو چاہے کھائے اس سے کہہ دو کہ اس کو حلال ہے اس لئے کہ جس قدر بھی کھائے گا اسی قدر زیادہ نور پیدا ہوگا۔ پھر وہ تو خوب کھائے اوپر جو کہا تھا کہ یہ ہمارا غیر محقق کے سامنے دعویٰ ہوگا اور جو محقق ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے آگے اسی کو مثالوں سے واضح فرماتے ہیں کہ

در بیان صدق دعویٰ کہ محض معنیٰ بود نزدیک صاحب حال و دوریٔ بیگانگاں

اس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحب حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اس سے دوری

گر تو ہستی آشنائے جان من	نیست دعویٰ گفت معنیٰ لان من
اگر تو میری جان سے واقف ہے	میری حقیقت آشنایانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیش تو ام	ہیں مترس از شب کہ من خویش تو ام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں	خبردار! رات (ہونیکی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں
ایں دو دعویٰ پیش تو معنیٰ بود	چوں شناسی بانگ خویشاوند خود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہوں گے	جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے
پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک	ہر دو معنیٰ بود پیش فہم نیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں	دونوں دعوے اچھی سمجھ کے لئے حقیقت ہوں گے
قرب آوازش گواہی می دہد	کایں دم از نزدیک یارے می جہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے	کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آ رہی ہے
لذت آواز خویشاوند نیز	شد گوا بر صدق آں خویش عزیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی	اس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی
باز بے الہام احمق کوز جہل	می نداند بانگ بیگانہ ز اہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے	غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے
پیش او دعویٰ بود گفتار او	جہل او شد مایۂ انکار او
اس کے سامنے اس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی	اس کا جہل اس کے انکار کا سرمایہ ہوگا
پیش زیرک کاندرونش نورہاست	عین ایں آواز معنیٰ بود راست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں	بعینہ یہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے
یا بتازی گفت یک تازی زباں	کہ ہمی دانم زبان تازیاں
یا کوئی عربی زبان داں عربی میں کہے	کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں
عین تازی گفتنش معنیٰ بود	گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اس کا عربی میں بولنا حقیقت ہو گی	اگرچہ اس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے
یا نویسد کاتبے بر کاغذے	کاتب و خط خوانم و من ابجدے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے	میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں
ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود	ہم نوشتہ شاہد معنیٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعویٰ ہے	لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش　　درمیان خواب سجادہ بدوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تونے کل رات دیکھا　　خواب میں کندھے پر مصلی ڈالے ہوئے

من بدم آں وانچہ گفتم خواب در　　باتو اندر خواب در شرح نظر
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا　　تجھ سے نظر (و فکر) کی تشریح میں

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن　　ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے　　اس بات کو ہوش کا راہبر بنا لے

چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن　　معجزہ نو باشد و راز کہن
جب تجھے وہ جواب یاد آئے گا، یہ بات　　نیا معجزہ ہو گی اور پرانا راز

گرچہ دعویٰ می نماید ایں ولے　　جان صاحب واقعہ گوید بلے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے لیکن　　صاحب واقعہ کا دل "ہاں" کہتا ہے

پس چو حکمت ضالہ مومن بود　　آں زہر کہ بشنود موقن شود
جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے　　اس کو جس سے سنتا ہے یقین کرنے والا ہو جاتا ہے

چونکہ خود را پیش او یابد فقط　　کے بود شک چوں کند خود را غلط
جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اس کے سامنے پاتا ہے　　شک کب ہوسکتا ہے؟ اپنے آپ کو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟

تشنۂ را چوں بگوئی تو شتاب　　درقدح آبست وبستان زود آب
جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ　　پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے

ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو　　از برم اے مدعی مہجور شو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا　　اے مدعی! مجھ سے دور ہو

یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں　　جنس آب ست وازاں ماء معیں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ　　پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے

یا بطفل شیر مادر بانگ زد　　کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو　　کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں

طفل گوید مادرا حجت بیار　　تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟　　تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

دردل ہر امتی کز حق مزہ است	روی و آواز پیمبر معجزہ است
جس امتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے	پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے
چوں پیمبر از بروں بانگے زند	جان امت در دروں سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے	امت کی روح اندر سجدہ کرتی ہے
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں	از کسے نشنیدہ باشد گوش جاں
اس لئے کہ اس کی آواز کی مانند دنیا میں	روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی
آں غریب از ذوق آواز غریب	در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجیب آواز کے ذوق سے	سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے
چوں کند سجدہ زجان و دل غریب	از زبان حق شنید انی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

شرح حبیبی

باوجودیکہ کہ میں اپنے بیان کی تائید صورت مثالیہ سے کر چکا ہوں اور تم کو اس صورت کا مشاہدہ کرا چکا ہوں۔ لیکن اگر تم کو مجھ سے فطری مناسبت ہو اور تمہاری طبیعت میں حق سے لگاؤ ہو تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ تم میری پر معنی تقریر کو سن کر خود سمجھ لوگے کہ یہ محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا دعویٰ ہے جو اپنی دلیل خود آپ ہی ہے مثلاً فرض کرو کہ تم میرے عزیز ہو اور تمہیں رات کو ڈر معلوم ہو۔ ایسی حالت میں تجھ سے اس وقت یہ کہوں کہ ڈرمت میں تیرے پاس ہوں اور تیرا عزیز ہوں تو یہ دونوں دعویٰ تمہارے نزدیک معنی اور حقیقت ہوں گے کیونکہ تم اپنے عزیز کی آواز کو پہچانتے ہو حالانکہ قریب ہونا اور عزیز ہونا ہر دو دعوے ہیں لیکن عمدہ سمجھ کے نزدیک دونوں حقیقت ہیں اس کی آواز کا قریب ہونا شہادت ہے اس بات کی کہ یہ شخص قریب سے نکلی ہے اور اس آواز کی لذت شاہد ہے اس کے عزیز ہونے پر پس یہ دونوں دعوے متضمن دلیل اور کدعوی الشیء ببنیة وبرہان ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ بشرط مناسبت فطری میرا یہ بیان تمہارے لئے ایسا ہے جیسا کہ میرا عزیز و قریب ہونے کا دعویٰ اس کے بعد میں کہتا ہوں جو لوگ احمق اور غیر ملہم من اللہ ہوتے ہیں اور مناسبت فطری حق سے نہیں رکھتے۔ وہ لوگ اپنوں اور بیگانوں اہل اللہ و غیر اہل اللہ کی آوازوں میں تمیز نہیں کر سکتے ان کے نزدیک اس کا بیان محض ایک دعویٰ ہوتا ہے اور ان کی جہالت ان کے انکار کا ذریعہ بن جاتی ہے برخلاف اس کے جن کا باطن نور سے لبریز ہے اس کے نزدیک خود یہی دعویٰ حقیقت ہوتی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک شخص عربی زبان میں کہتا ہے کہ میں عربی زبان جانتا ہوں تو اس کا عربی زبان میں یہ دعویٰ کرنا حقیقت ہے اگرچہ الفاظ اس کے دعوے ہیں یا یوں سمجھو

کہ ایک منشی ایک کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور تحریر اور ابجد پڑھ سکتا ہوں۔ یہ تحریر گو ایک دعویٰ ہے مگر یہ نوشتہ ہی اس حقیقت کی دلیل ہے یا یوں سمجھو کہ ایک صوفی تم سے بیان کرے کہ کل خواب میں تو نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس کے کندھے پر جانماز پڑھی ہوئی تھی وہ میں تھا اور کچھ میں نے خواب میں تجھ سے فلاں امر کی شرح میں کہا تھا وہ یہ تھا اس کو سن لے اور حلقہ گوش بنالے اور تو میری اس بات کو اپنی عقل کا رہبر بنا اور غور کر کہ یہ بات میری سچی ہے یا نہیں پس جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا تو یہ گفتگو تیری نظر میں ایک کرامت ہوگی اور تجھے معلوم ہوگا کہ وہی پرانا راز ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اگر چہ یہ کلام بظاہر ایک دعویٰ ہے لیکن اس کو سن کر صاحب واقعہ کا دل اس کی تصدیق کرے گا۔ بالکل یہی حالت مومن کی ہوتی ہے چونکہ حکمت اور معرفت حق سبحانہ اس کی جانی پہچانی شے ہے جو اس کی نظر سے بسبب عارض کے محجوب ہوگئی ہے لہٰذا جب وہ کسی کی زبان سے سنتا ہے تو اسے وہ یاد آجاتی ہے اور اس کو اس کا یقین حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے کو بالکل اس کے سامنے دیکھتا ہے اور اس کو اپنے سامنے اور مشاہد و معاین پاتا ہے تو پھر اس کو شک کیونکر ہوسکتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی پیاسا ہو اور تو اس سے کہے کہ دوڑ آ پیالے میں پانی موجود ہے آ کر لے لے تو کیا وہ پیاسا یہ کہے گا کہ جا یہ تو تیرا دعویٰ ہے۔ بس اے مدعی مجھ سے دور ہو یا گواہ لا اور دلیل سے ثابت کر کہ یہ پانی کی جنس سے اور آب شیریں ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کو دیکھتے ہی یقین ہوجائے گا کہ یہ پانی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک دودھ پیتے بچے سے ماں کہے اے بچے آ میں تیری ماں ہوں تو کیا بچہ ماں سے کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو۔ کہ تم میری ماں ہو تا کہ تمہارا دودھ پیئوں ہرگز نہیں بلکہ وہ ذوقاً و فطرۃً اس دعوے کی تصدیق کرے گا پس یوں ہی ہر امتی کے اندر حق کا ذوق موجود ہے اور نبی کا چہرہ اور اس کی آواز ہی اس کے لئے معجزہ ہے وہ صورت دیکھتے ہی اور دعویٰ سنتے ہی تصدیق کر لیتا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب پیغمبر باہر سے آواز دیتا ہے تو امت کی جان اندر ہی اندر اس کے سامنے جھک جاتی ہے اور مطیع و منقاد ہوجاتی ہے اس لئے کہ وہ آواز ہی اس قسم کی ہوتی ہے کہ جان کے کانوں میں کسی اور شخص کی طرف سے نہ پڑی تھی پس وہ بے چارہ اس عجیب آواز کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے یعنی منقاد ہوتا ہے اور حق سے قریب ہوجاتا ہے اور جب وہ غریب جان و دل سے سجدہ کرتا ہے تو حق سبحانہ کی جانب سے معنوی ندائے انی قریب اس کے کانوں میں آتی ہے امتی کی جان کا آواز پیغمبر کے سامنے سجدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کو اس کا قصہ یہ ہے۔

بیان اس دعوے کا کہ خود وہ اپنے صدق پر گواہ ہے

شرح شبّیری

گر تو ہستی الخ۔ یعنی اگر تو میری جان کا آشنا ہے تو میرا یہ معنی لان کہنا دعویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو میری حالت سے کچھ بھی مناسبت ہے تو میرا یہ سارا کلام تمہارے نزدیک دعویٰ نہ ہوگا بلکہ اس کے معنی ہوں گے

آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر میں آدھی رات کو کہوں کہ میں تیرے سامنے ہوں تو رات سے ڈرے مت کہ میں تیرا عزیز ہوں۔

این الخ۔ یعنی یہ دونوں دعوے تیرے نزدیک معنی ہونگے جبکہ تو اپنے عزیز کی آواز پہچانتا ہے۔

پیشی و الخ۔ یعنی آگے ہونا اور خویش ہونا یہ دونوں دعوے تھے لیکن دونوں کے دونوں فہم سلیم کے آگے حقیقت ہیں۔

قرب الخ۔ یعنی آواز کا قریب ہونا تو گواہی دے رہا ہے کہ یہ آواز کس یار کے نزدیک سے آرہی ہے۔

لذت الخ۔ یعنی اپنے عزیز کی آواز کی لذت اس عزیز کے صدق پر گواہ ہے کہ یہ عزیز ہونے کا دعویٰ سچ کر رہا ہے۔

باز بے الہام الخ۔ یعنی پھر بے علم احمق کے کہ وہ جہل کی وجہ سے بیگانہ کی آواز کو اہل سے نہیں جانتا ہے یعنی ایک تو وہ جاننے والا تھا کہ اس نے سب کو حقیقت اور صدق پر محمول کیا اور ایک وہ ہے جو جانتا نہیں ہے اس کو کیا خبر کہ کون آواز عزیز کی ہے اور کون سی بیگانہ کی ہے۔

پیش او الخ۔ یعنی اس جاہل کے سامنے اس شخص کی باتیں دعویٰ ہی ہوں گے اس کا جہل انکار کا سبب ہو گیا۔

پیش زیرک الخ۔ یعنی عقلمند کے سامنے کہ اس میں انوار حق ہیں عین اس آواز کے ٹھیک اور درست معنی ہونگے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ دیکھو اگر تم اندھیری رات کو خوف زدہ ہو تو ایک تمہارا عزیز تم سے کہے کہ ڈرو مت اس لئے کہ میں کہ جو تمہارا بھائی ہوں مثلاً تمہارے پاس ہوں تو اس میں دو دعوے ہیں ایک تو پاس ہونا اور دوسرے بھائی ہونا۔ مگر تاریکی میں کچھ خبر نہیں کون کہاں ہے لیکن جو کہ اس بھائی کو پہچانتا ہے وہ تو فوراً آواز پہچان کر یقین کر لے گا کہ بے شک میرا بھائی میرے پاس ہے اور اس کو تسلی اور تسکین ہو جائے گی اور اگر کوئی جاہل ہے اس کو کیا خبر کہ اس کے بھائی کی آواز کیسی ہے وہ اس کی اس تسلی پر حیرت زدہ ہوگا کہ بے دیکھے بھالے اور بلا دلیل اس نے اس کی ساری باتوں پر یقین کر لیا چاہے یہ شخص چور ہی ہو تو دیکھو جاننے والے نے تو پہچان لیا اور جاہل نہ جان سکا اسی طرح جو لوگ کہ محقق ہیں وہ تو اس کو دعویٰ نہ سمجھیں گے بلکہ حقیقت پر محمول کریں گے اور جو جاہل ہیں وہ اس کو دعوے سمجھیں گے آگے اور مثال ہے کہ

یا بتازی الخ۔ یعنی یا ایک عربی زبان والے نے عربی میں کہا کہ میں عرب کی زبان جانتا ہوں۔ (مثلاً کہا کہ انا اعرف لعربیۃ)

عین تازی الخ۔ یعنی خود یہ عربی بولنا اس کا حقیقت ہوگا اگرچہ عربی کو جاننا اس کا دعویٰ تھا۔ مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ میں عربی جانتا ہوں ایک دعویٰ محض تھا مگر اس بات کو عربی میں کہنا اس کے دعوے کی دلیل ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ دعویٰ مع الحقیقۃ والدلیل ہے آگے اور مثال ہے کہ

یا نویسد الخ۔ یعنی یا کوئی کاتب کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد خواں ہوں۔

این نوشتہ الخ۔ یعنی یہ لکھا ہوا اگر چہ ایک دعویٰ ہے مگر یہی لکھا ہوا حقیقت کا بھی شاہد ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ یہ شخص بے شک کاتب اور پڑھا ہوا ہے اور مثال لیجئے۔

یا بگوید الخ۔ یعنی یا کوئی صوفی یہ کہے کہ تم نے کل شب کو خواب میں ایک سجادہ بدوش کو دیکھا تھا۔

من بدم الخ۔ یعنی وہ میں ہی تھا اور جو کچھ کہ میں نے خواب میں تجھ سے اس بات کی شرح میں کہا تھا۔

گوش کن الخ۔ یعنی سن اور حلقہ کی طرح کان میں ڈال لے اور اس بات کو اپنے ہوش کا پیشوا بنا لے۔ مطلب یہ کہ جو بات کہ میں نے کہی تھی (اس بات کو بھی مثلاً بیان کر دیا) اس کو خوب غور سے سن لے اور اسی کا پابند رہ اور اطاعت کر اور اسی پر چلنا

چون ترا الخ۔ یعنی تجھے وہ خواب یاد آئے تو یہ بات ایک نیا معجزہ ہو اور پرانی بات ہو۔ معجزہ سے مراد کرامت ہے مجاز اطلاق کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ جواب یاد آیا تو بات وہی پرانی تھی مگر اب نئی اس شخص کی کرامت معلوم ہوئی کہ اللہ اکبر اس کو ساری خبر ہے۔

گر چہ دعویٰ الخ۔ یعنی گر چہ یہ دعویٰ دکھائی دیتا ہے لیکن صاحب واقعہ کا دل کہہ رہا ہے کہ ہاں (بالکل ٹھیک ہے) مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ تو نے خواب دیکھا ہے اور اس خواب میں جو شخص آیا تھا وہ میں ہی تھا دعاوی بلا دلیل ہیں مگر چونکہ یہ شخص خواب دیکھ چکا ہے اور اس نے اسی صورت کا دلق پوش دیکھا تھا فوراً ذہن منتقل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ بالکل صحیح کہہ رہا ہے تو گویا کہ اس کا دعویٰ مع الدلیل تھا اسی طرح جو حقیقت شناس ہیں اور جو اس عالم کی باتیں دیکھے ہوئے ہیں وہ تو ان صوفی صاحب کی باتوں کو دعویٰ نہ سمجھیں گے ورنہ بظاہر تو دعاوی محض ہیں اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اگر پہلے سے کسی شے کی حقیقت معلوم ہو چاہے وہ مستور ہی ہو مگر جب کوئی اس کو بیان کرے خواہ بطور دعویٰ ہی کے ہو مگر اس حقیقت شناس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ بالکل واقعہ کے مطابق کہہ رہا ہے اس پر مولانا تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو حکمت الخ۔ یعنی پس جبکہ حکمت مومن کا ضالہ ہوتی ہے تو وہ جس سے سنے گا یقین کر لے گا۔ مطلب یہ کہ چونکہ حدیث میں ہے **کلمة الحكمة ضالة المومن** اس لئے جب مومن کے سامنے کلمۂ حکمت بیان کیا جاتا ہے وہ فوراً تسلیم کر لیتا ہے اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ فقط اپنے کو اس کے سامنے پاتا ہے تو کب اس میں شک ہو گا اور اپنے اندر کس طرح غلطی کرے گا مطلب یہ کہ جب مومن اپنے کو اس کلمۂ حکمت کے سامنے پاتا ہے تو پھر اس میں کس طرح شک کرے گا اس میں شک کرنا تو ایسا ہے جیسے کہ خود کوئی اپنے اندر شک کرے۔ کہ میں موجود ہوں یا نہیں تو جس طرح اس میں شک کرنے والا بیوقوف کہا جائے گا اسی طرح اس میں شک کرنے والا بھی احمق بنے گا جس شخص کو طلب ہو گی اس کے سامنے جب حق آئے گا اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حق ہے اور اس کے دل کو لگ جائے گا آگے اس کی مثالیں ہیں کہ

تشنۂ الخ۔ یعنی تم کسی پیاسے سے جلدی سے کہو کہ پیالے میں پانی ہے اس کو جلدی سے لے لے (اور پی لے)

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کیا کوئی پیاسا کہے گا کہ یہ دعویٰ ہے چل میرے پاس سے اے مدعی الگ ہو۔

یا گواہ الخ۔ یعنی یا یہ کہے گا کہ گواہ اور دلیل لاؤ کہ یہ پانی ہے اور اس چشمہ جاریہ میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم نے اس کو پانی بتایا تو کیا وہ تم سے کہے گا کہ تم غلط کہتے ہو یا تم سے دلیل مانگے گا کہ جناب اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ پانی ہے اور پھر جس چشمہ کا تم کہہ رہے ہو اسی کا ہے۔ ممکن ہے کہ موت ہو تو جناب اگر یہ حجتیں نکالے گا تو معلوم ہوا کہ اس کو پیاس ہی نہیں ہے پیاسا تو ایک مرتبہ موت کو بھی منہ سے لگا لے گا۔ پھر جب اس کا مزہ برا معلوم ہوگا تو چھوڑ دے گا مگر اول وہلہ میں تو پینے ہی لگے گا۔

یا بطفل الخ۔ یعنی یا شیر خوار بچہ کو ماں آواز دے کہ ارے پنوا یہاں آ میں تیری ماں ہوں

طفل الخ۔ یعنی کیا لڑکا کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو (کہ تم ماں ہو) تاکہ میں تمہارے دودھ سے قرار حاصل کرسکوں یعنی دودھ پی سکوں مگر اول دلیل بیان کرو کہ تم ماں بھی ہو مگر جو بچہ شیر خوار ہے ماں کی آواز سنتے ہی آغوش پھیلا دے گا اور اس کی گود میں چلا جائے گا یہ کیوں اس لئے کہ وہ اس کی آواز سے پہلے سے مانوس ہے تو جب یہ بات ہے لہٰذا آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

دردل الخ۔ یعنی ہر اس امت کے لئے جس کے لئے دل میں کہ حق تعالیٰ سے ایک ذوق ہے چہرہ اور آواز پیغمبر کی معجزہ ہے مطلب یہ کہ جس کو اس طرف کا ذوق ہے اور اس کی استعداد سالم ہے اس کو تو صرف چہرہ اور آواز پیمبر سن لینا ہی معجزہ ہے اس کو دیگر معجزات کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے جس طرح کہ حضرت عبداللہ ابن سلامؓ فرماتے ہیں کہ **اذارأیت وجهه عرف انه لیس بوجه کذاب** یعنی جب چہرۂ انور پر نظر پڑی فوراً معلوم ہوگیا کہ یہ چہرے جھوٹے کا نہیں ہے تو دیکھو چونکہ ان کی استعداد صحیح تھی انہوں نے صرف چہرہ مبارک ہی سے پہچان لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آواز سنی کہ آپ دعوۃ الی الاسلام کررہے ہیں فوراً تصدیق کرلی۔ یہ سب اس لئے کہ ان کی استعدادیں پہلے سے درست تھیں اب جو یہ چیزیں سامنے آ کھڑی ہوئیں معلوم ہوا کہ بس حق اور صحیح یہی ہے۔

چون پیمبر الخ۔ یعنی پیمبر باہر سے آواز دیتے ہیں تو امت کی جان دل سے سجدہ کرتی ہے سجدہ کرنے سے مراد اطاعت کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس لسان ظاہر سے دعوۃ الی اللہ فرماتے ہیں تو جو کہ سلیم الطبع ہیں وہ سب منقاد و مطیع ہوجاتے ہیں۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس جیسی آواز جہان میں گوش جان نے کسی اور کی سنی نہ تھی مطلب یہ کہ وہ جو پہچان لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اور کسی کی ایسی دلربا اور دلکش آواز سنی ہی نہ تھی لہٰذا اس کو سنتے ہی فوراً وہ استعداد فطری ظہور میں آئی اور معلوم ہوگیا کہ یہی آواز حق ہے۔

آن غریب الخ۔ یعنی وہ غریب اس آواز عجیب کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے قریب ہوجاتا

ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس کو مرتبہ استعداد میں اس آواز سے ایک ذوق تو تھا ہی اس لئے آواز سنتے ہی پس فوراً مطیع ہو گیا اور قرب حق حاصل ہو گیا۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ یہ غریب دل و جان سے سجدہ کرتا ہے تو زبان حق سے سنتا ہے انی قریب۔ مطلب یہ کہ جب طالب اطاعت کرتا ہے اور دل و جان سے احکام کو قبول کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ خود اس کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ بے چارا کیا قریب ہوتا وہی خود قریب آ جاتے ہیں چونکہ یہاں سجدہ کرنے کو بیان کیا ہے اور اس سے سجدہ ظاہری اور حقیقی کا شبہ ہوتا تھا اس لئے آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپس میں ایام حمل میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں نے ایک دوسرے کے سامنے سجدہ معنوی بمعنی انقیاد و اطاعت کے کیا تھا اسی طرح یہاں بھی سجدہ سے مراد انقیاد و اطاعت ہی ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

سجدہ کردن یحییٰؑ و مسیحؑ یک دیگر را در شکم مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادر یحییٰؑ چو حامل بود ازو	بود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب ان سے حاملہ تھیں	(حضرت) مریم کے روبرو بیٹھی تھیں
مادر یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت	پیشتر از وضع حمل خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے (حضرت) مریم سے آہستہ سے	اپنے وضع حملے سے پہلے کہا
کہ یقیں دیدم درون تو شہے ست	کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے	جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے
چوں برابر اوفتادم با تو من	کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی	اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا
ایں جنیں مرآں جنیں را سجدہ کرد	کز سجودش در تنم افتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اس بچہ کو سجدہ کیا	جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا
گفت مریمؑ من درون خویش ہم	سجدۂ دیدم از طفل شکم
(حضرت) مریم نے کہا' میں نے بھی اپنے پیٹ میں	اس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں حضرت یحییٰ سے حاملہ تھیں تو حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت مریم سے چپکے سے اپنی وضع حمل سے پیشتر کہا کہ مجھے کو یقیناً تمہارے پیٹ میں کوئی بڑا شخص معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رسول عارف ہوگا کیونکہ جب میں تمہارے برابر واقع ہوئی تو میرے حمل نے سجدہ کیا اور اس بچے نے اس بچے کو یوں سجدہ کیا کہ اس کے سجدہ سے میرے جسم میں درد ہو گیا۔ اس پر مریم علیہا السلام نے کہا کہ میں نے اپنے اندر بھی دیکھا کہ میرے بچے نے بھی تمہارے بچے کو پیٹ ہی میں سجدہ کیا۔

حضرت یحییٰ اور مسیح علیہما السلام کا شکم مادر میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

شرح شبّیری

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ جب کہ ان سے حاملہ تھیں تو ایک دن حضرت مریم کے سامنے بیٹھی تھیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی والدہ یحییٰ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے چپکے سے اپنے وضع حمل سے پہلے کہا کہ

کہ یقین الخ۔ یعنی کہ یقیناً میں نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے اندر ایک بادشاہ ہے جو کہ اولوالعزم ہے اور رسول آگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا کہ تمہارے گل میں کوئی اولوالعزم نبی ہیں اس لئے کہ

چون برابر الخ۔ یعنی جبکہ میں تمہارے برابر میں آئی تو بہن میرے حمل نے سجدہ کیا۔

این جنین الخ۔ یعنی اس جنین نے اس جنین کو سجدہ کیا کہ اس کے سجود کی وجہ سے میرے تن میں درد ہونے لگا اس لئے کہ آخر کچھ تو مڑے تڑے ہوں گے کہ ان کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔

گفت الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے اندر بھی اس پیٹ کے بچہ سے سجدہ دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے حمل نے بھی تمہارے حمل کو سجدہ کیا ہے اس قصہ پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور مادر یحییٰ علیہ السلام کو ایک مرتبہ کب حمل رہا ہے بلکہ ان کے حمل کا زمانہ اور ہے اور ان کا زمانہ اور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس قصہ کی صحت پر اڑتے نہیں مان لیا کہ یہ غلط ہی سہی مگر جو اس سے مقصود ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں تو اس کے غلط ہونے سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے ایک دوسرے کی اطاعت کی تم کو بدرجہ اولیٰ اطاعت ضروری ہے اب اگر یہ قصہ غلط بھی ہو تو کیا ہے یہ مدعا ثابت ہے یہ اعتراض تو اصل میں واقع ہوتا ہے مگر بعض بے وقوفوں نے ایک اور اعتراض کیا ہے چونکہ اعتراض مہمل تھا اس لئے مولانا کو غصہ آ گیا لہٰذا بہت ہی خفا ہو کر ان کا اعتراض نقل فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

شرح حبیبی

اشکال آوردن نادانان بریں قصہ

نادانوں کا اس قصہ پر اشکال لانا

ابلہاں گویند ایں افسانہ را	خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
بے وقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ پر	لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے
زانکہ مریمؑ وقت وضع حمل خویش	بود از بیگانہ دور وہم ز خویش
کیونکہ (حضرت) مریم اپنے وضع حمل کے وقت	اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی
مریم اندر حمل جفت کس نشد	از برون شہر او واپس نشد
(حضرت) مریم حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں	وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں
از برون شہر آں شیریں فسوں	تانشد فارغ نیامد خود دروں
وہ شیریں دم شہر کے باہر سے	جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں
چوں بزادش آنگہانش بر کنار	بر گرفت و برد تا پیش تبار
جب ان کو جن لیا، اس وقت بغل میں	لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں
مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا	گوید او را ایں سخن در ماجرا
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے ان کو کہاں دیکھا تا کہ	قصہ میں ان سے یہ بات کہیں

جواب اشکال و بیان مقصود از قصہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہل خاطر ست	غائب آفاق او را حاضر ست
اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحب دل ہے	غائب دنیا اس کے سامنے حاضر ہے
پیش مریمؑ حاضر آید در نظر	مادر یحییٰؑ کہ دور ست از بصر
(حضرت) مریم کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے	(حضرت) یحییٰ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں
دیدہا بستہ بہ بیند دوست را	چوں مشبک کردہ باشد پوست را
آنکھیں بند کئے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے	جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ورندیدش نز برون و نز دروں	از حکایت گیر معنیٰ اے زبوں
اگرانہوں نے انہیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر	اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے
نے چناں کافسانہا بشنیدہٴ	ہمچو شیں بر نقش او چسپیدہٴ
کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سنے ہیں	(اور) شین کی طرح ان کے نقش سے تو چپٹ گیا ہے
تا ہمی گفت آں کلیلہ بے زباں	چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
حتیٰ کہ بے زبان اس کلیلہ نے کہا	اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟
ور بدانستند لحن ہم دگر	فہم او چوں کرد بے نطق ایں بشر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے	بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟
درمیان شیر و گاوٴ آں دمنہ چوں	شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح	قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا
چوں وزیر شیر شد گاو نبیل	چوں ز عکس ماہ ترساں گشت پیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟	ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟
ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتریست	ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے	ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟
اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست	اندر و معنیٰ مثال دانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے	اس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے
دانہٴ معنیٰ بگیرد مرد عقل	ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے	پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو جائے

در بیان ماجرائے شمع و پروانہ وگل و بلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل وبلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار	گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
بلبل اور گل کا قصہ سن	اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو	بشنو و معنیٰ گزیں ز افسانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ تو	سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے
گرچہ گفتے نیست سر گفت ہست	ہیں ببالا پر مپر چوں چغد پست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے	خبردار! اونچا اڑ چغد کی طرح نیچے نہ اڑ
گفت در شطرنج کایں خانہ رخ ست	گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا گھر ہے	(دوسرے نے) کہا اس کو گھر کہاں سے مل گیا؟
خانہ را بخرید یا میراث یافت	فرخ آنکس کو سوئے معنیٰ شتافت
اس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا	مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا
گفت نحوی زید عمرواً قد ضرب	گفت چونش کرد بے جرمے ادب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا	(شاگرد نے) کہا اس کو بے خطا کیوں سزا دی؟
عمرو را جرمش چہ بد کاں زید خام	بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
عمرو کی کیا خطا تھی کہ اس نالائق زید نے	اس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا
گفت ایں پیمانہ معنیٰ بود	گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں	معنیٰ کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے
زید و عمرو از بہر اعراب ست و ساز	گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
زید اور عمر اعراب (بتانے) کے لئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں	اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے
گفت نے من آں ندانم عمرو را	زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو	زید نے بلاقصور اور بلا خطا کیوں مارا؟
گفت ز لاچار و لاغے برکشود	عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
(نحوی نے) سے سے مجبوراً مذاق شروع کر دی	عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرالی تھی
زید واقف گشت دزدش را بزد	چونکہ از حد برد او را حد سزد
زید کو پتہ چل گیا اس نے اپنے چور کو مارا	چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اس کے لئے سزا مناسب تھی

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلاں

باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں	کژ نماید راست در پیش کژاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا	ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے
گر بگوئی احولے را مہ یکے ست	گویدت نے دوست در وحدت شکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے	وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے
ور بروخندد کسے گوید دو است	راست دارد ایں سزائے بدخواست
اور اگر اس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں	سچ سمجھ لے گا' بد خصلت کی سزا یہی ہے
بر دروغاں جمع می آید دروغ	للخبیثات الخبیثون زد فروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے	خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لئے ہیں' واضح ہے
دل فراخاں رابود دست فراخ	چشم کوراں را عثار سنگلاخ
فراخ دلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے	اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں
ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر	راست پیش او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے	سچ اس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے
ہر کرا دندان صدقے رستہ شد	از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں	وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

بیوقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ کو کاٹ دیجئے یہ غلط ہے اس لئے کہ مریم علیہا السلام وضع حمل کے وقت اپنوں اور بیگانوں سب سے دور تھیں مریم علیہا السلام کو حمل کے زمانہ میں کسی سے اتصال ہی نہیں ہوا اور بیرون شہر سے تا وضع حمل وہ واپس ہی نہیں ہوئیں اور جب تک وہ شیریں افسون یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام شغل بطن مادر سے فارغ نہ ہو گئے اور پیدا نہ ہوئے اس وقت تک وہ باہر سے شہر میں نہیں آئیں ہاں جب وہ پیدا ہو گئے اس وقت ان کو گود میں لے کر اپنے عزیزوں میں آئیں پس ایسی حالت میں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو کہاں دیکھا کہ ان سے یہ واقعہ کہا ہو۔ بات یہ ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جو اہل دل ہو اور مغیبات عالم کا مشاہدہ کرتا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مادر یحییٰ گو بصر سے دور تھیں مگر چشم قلب کے سامنے ہو سکتی ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ

جب کوئی مجاہدات وریاضت سے اپنے جسم کو سوراخ دار بنالیتا ہے یعنی حاجبیت کی صفت دل سے دور کرتا ہے تو وہ اپنے دوست کو ظاہری آنکھیں بند کر کے بھی دیکھ سکتا ہے اچھا ہم نے مانا کہ نہ انہوں نے آپ کو چشم ظاہری سے دیکھا تھا نہ چشم باطنی سے لیکن تم کو حکایت سے مقصود حاصل کرنا چاہیے۔ واقعہ کی تصدیق وتکذیب سے کیا غرض۔ آخر تو ایسے اور فرضی قصے بھی تو سنتا ہی ہے اور ان کو یوں لپٹا ہوا ہے جس طرح شین لفظ نقش کو مثلاً یہ کہ دمنہ سے کلیلہ نے یوں کہا وغیرہ وغیرہ اچھا بتلا کہ کلیلہ دمنہ کی بات بدوں گفتگو کے کیونکر سمجھ سکتا ہے اور اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی گفتگو کو سمجھ سکتے تھے تو آدمی نے بدوں گویائی انسانی کے کیسے سمجھا کہ کتاب بنادی اور بیل اور شیر کے درمیان دمنہ قاصد کیسے بنا۔ اور کیسے دونوں کو شیشے میں اتارا اور شیر کا وزیر بیل کیونکر ہوگیا اور ہاتھی چاند کے عکس سے کیونکر ڈر گیا۔ یہ کلیلہ سب اول سے آخر تک افترا ہے ورنہ کجا گیدڑ کہاں بیل کجا شیر۔ ان کا آپس میں کیا جوڑ اور لکلک اور کوے کا کیا مقابلہ اور بات اصل وہی ہے جو ہم نے کہی ہے یعنی یہ کہ قصہ پیمانہ کی مثل غیر مقصود ہے اور حقیقت اس کے اندر مثل دانہ کے مقصود ہے پس عاقل دانہ معنی کو لے لیتا ہیں اور اگر چہ پیمانہ الفاظ بھی اس کے ساتھ منقول ہوتا ہے مگر اس پر نظر نہیں کرتا۔ اور اس کی تحقیق وتفتیش کے درپے نہیں ہوتا۔ خیر یہ قصہ تو ایک درجہ میں احتمال صدق رکھتا بھی ہے لیکن جو قصے ایسے ہیں جن میں صدق کا احتمال ہی نہیں تجھ کو ایسے قصے بھی سننا چاہئیں اور ان سے حقیقت اخذ کرنی چاہیے پس تو بلبل وگل کا قصہ سن اگر چہ وہاں گفتار نہیں اور شمع و پروانہ کا ماجرا سن اور اس سے حقیقت اخذ کرلے گو یہاں گفتار نہیں۔ مگر حقیقت گفتار تو ہے۔ پس تجھے بلند پروازی اختیار کرنی چاہیے اور طالب معنی ہونا چاہیے اور الو کی طرح پستی میں نہ اڑنا چاہیے۔ اور صورت میں نہ الجھنا چاہیے جیسے کسی نے شطرنج میں کہا تھا کہ یہ رخ کا گھر ہے تو دوسرے نے کہا کہ رخ کے پاس گھر کہاں سے آیا۔ کیا اس نے خریدا تھا یا اس کو میراث میں ملا۔ لاحول ولاقوۃ ارے بہت مبارک ہے وہ شخص جو حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور صورت کو نظر انداز کر دے۔ ایک حکایت اور یاد آگئی ایک نحوی نے کہا زید ضرب عمرا۔ سامع نے کہا کہ زید نے عمرو کو بلاوجہ کیوں مارا اور عمرو کا زید نے کیا قصور دیکھا تھا کہ بلاقصور اس کو غلام کی طرح مارا۔ اس نے کہا کہ یہ مثال ہے اور معنی سے اس کو وہی نسبت ہے جو پیمانہ کو دانہ سے پس تم پیمانہ کو چھوڑ دو اور دانہ کو لے لو یعنی معنی اور مقصود مثال سمجھ لو۔ اور غیر مقصود کو چھوڑ دو۔ یہ عمرو زید محض اعراب سمجھانے کے لئے ہیں۔ اگر یہ جھوٹ ہی ہو تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ تم اعراب سے کام رکھو کہا میں یہ نہیں جانتا۔ مجھے تو یہ بتلاؤ کہ زید نے عمرو کو کیوں بے قصور اور بلا خطا مارا۔ اس نے مجبور ہوکر ایک بیہودہ بات کر گڑھی اور کہا کہ عمرو نے ایک واؤ زائد چرالیا تھا۔ زید کو اطلاع ہوگئی اور اپنے چور کو مارا چونکہ اس نے تعدی کی تھی اس لئے اس کی تادیب مناسب ہے۔ تب اس نے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا ہے اس کو میں دل سے قبول کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کج طبع اور کج فہم لوگوں کو ٹیڑی ہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم کسی احول سے کہو کہ چاند ایک ہے تو کہے گا کہ یار ایک تو نہیں معلوم ہوتا اور اگر کوئی دل لگی میں اس سے کہے کہ

چاند دو ہیں تو اس کو صحیح سمجھے گا واقعی بدخصلت آدمی کی یہی سزا ہے کہ غلطی ہی میں پڑا رہے جھوٹوں ہی کے ساتھ جھوٹ جمع ہوتا ہے۔ چنانچہ الخبیثات للخبیثین و الخبیثون للخبیثات قرآن میں روشن ہے۔ پس جو جھوٹ سے مناسبت رکھتا ہے سچی بات کو صحیح نہ سمجھے گا کیونکہ ہر چیز اپنا مناسب ڈھونڈتی ہے۔ چنانچہ فراخ دل لوگوں کا ہاتھ بھی فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کے لئے سنگلاخ کی ٹھوکر ہوتی ہے اور جس کے اندر سچائی کے دانت نکلے ہیں یعنی جس کے اندر سچائی ظاہر ہوئی ہے وہ جھوٹ اور خباثت سے بچ گیا۔

نادانوں کا اس قصہ پر اشکال کرنا اور انکا جواب

شرح شبّیری

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ اس افسانہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کو کاٹ دو اس لئے کہ جھوٹ ہے اور غلط ہے۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ مریم علیہا السلام اپنے وضع حمل کے وقت تو اپنے پرائے سب سے الگ اور دور تھیں۔

مریم الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام حمل کے زمانہ میں کسی سے ملی ہی نہیں اور وہ تو شہر کے باہر سے واپس ہی نہیں ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو فوراً حمل رہا اور وہ فوراً ہی جنگل گئیں اور فوراً ان کو وضع حمل ہو گیا تو وہ تو حمل میں کسی کے پاس بیٹھی ہی نہیں بلکہ وہ سیدھی جنگل کو گئیں اور وہاں سے بچہ لئے ہوئے آئیں تو بھلا یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ان کے پاس ایام حمل میں تھیں کب جو آپس میں حملین نے سجدہ کیا اور اس اعتراض کا لچر ہونا ظاہر ہے ہاں اعتراض وہی پہلا ہے کہ جب مریم علیہا السلام حاملہ ہوئی ہیں تو یحییٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے چونکہ یہ لچر اعتراض ہے اس لئے مولانا معترضین کو ابلہ بنا رہے ہیں۔ ورنہ اگر یہ اعتراض سنتے تو شاید ہرگز خفا نہ ہوتے اور معترض کہتا ہے کہ

از برون الخ۔ یعنی بیرون شہر سے وہ شیریں دم جب تک کہ فارغ نہ ہو چکیں شہر کے اندر آئیں ہی نہیں۔

چون بزادش الخ۔ یعنی جب ان کو جن لیا تو اس وقت گود میں ان کو لے کر کنبہ کے پاس تشریف لائیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دیکھا ہی کب تا کہ وہ ماجرے کے طور پر اس بات کو بیان کرتیں یہاں تک اعتراض ختم ہوا آگے جواب فرماتے ہیں کہ

ای بداند الخ۔ یعنی اس کو تو وہ جانے کہ جو اہل دل ہو اور آفاق کا غائب اس کے لئے حاضر ہو۔ مطلب یہ کہ جن حضرات کے سامنے حقائق اشیاء منکشف ہیں وہ اس کو سمجھ سکتے ہیں ان کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ

پیش مریم الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی نظر کے سامنے آ گئی ہوں اور بصر ظاہری سے دور ہوں مطلب یہ کہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے آپس میں بذریعہ اشراق کے گفتگو کر لی ہو اور

آمنے سامنے آ گئی ہوں اور کشف ہو گیا ہو۔ یہ کیا　ہے کہ حسأ ہی سامنے ہوتیں۔ جب ہی سامنے کہا جاتا اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اس لئے کہ

دیدہا بستہ الخ۔ یعنی آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہی دوست کو دیکھ لیتا ہے جبکہ کوئی کھال کو چلنی بنا لے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کسی کی آنکھوں کے آگے چلنی لگی ہو تو اس کو ساری چیزیں نظر آتی ہیں باوجودیکہ ایک حائل ظاہراً موجود ہے اسی طرح جو حضرات کہ اہل اللہ ہوتے ہیں ان کی چشم قلب چونکہ روشن ہوتی ہے تو یہ حجب ظاہری مکانی ان کو ادراک سے مانع اور حائل نہیں ہوتے بلکہ اگر وہ ان چشمان ظاہر کو بند بھی کر لیں تب بھی ان کو ادراک ہوتا ہے تو اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے اور انہوں نے ان سے باتیں کی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ یہ جواب تو ب اس معترض کے اعتراض کا ہو گیا اور سچ یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب بالکل کافی یہی ہے۔ آگے اس قصہ کو غلط تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں اور وہی ایک ایسا جواب ہے کہ جو سارے اعتراضوں کو بند کر دیتا ہے فرماتے ہیں کہ

ورندیدش الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ان کو نہ باہر سے دیکھا اور نہ اندر سے تو تو حکایت سے نتیجہ لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ یہ قصہ غلط ہے اور کسی نے کسی کو نہ دیکھا اور نہ کسی سے بات کی مگر تم کو اس سے کیا۔ تم کو چاہیے کہ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو نکالو۔ اور اس سے معنی اخذ کر کے اس پر عمل کرو۔ یعنی اہل اللہ کا اتباع بوجہ کمال کرو تو اگر ہمارا یہ قصہ غلط ہی ہوا تو کیا ہے اصل مقصود تو یہ نتیجہ ہے اور یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے تو اس کے غلط ہو جانے سے ہمارا مدعا تو ثابت رہا۔ اس میں کیا خرابی آ گئی۔ ایک قصہ نہیں ہے تو نہ سہی اور فرماتے ہیں کہ۔

نے چنان الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور شین کی طرح ان کے نقش پر چپک گئے ہو مطلب یہ کہ جس طرح لفظ نقش کے ساتھ شین لگا ہوا ہے کہ جب تک یہ لفظ باقی ہے اس کے ساتھ شین لگا ہوا ہے اسی طرح تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور ان پر جم گئے ہو اور ان کو بالکل یقین کر لیا ہے تو اگر اس کو بھی مان لو گے تو کیا حرج ہے۔ اور قصے تو ایسے ایسے مشہور ہیں کہ جن پر بہت ہی اعتراض سخت وارد ہوتا ہے جیسے کہ کلیلہ اور دمنہ کا قصہ کہ بالکل خلاف عقل ہے کہ دو جانور اس طرح باتیں کریں اور اگر کریں بھی تو ان کو ہر انسان سمجھ کر ضبط کرے تو سن ایسے قصوں سے مقصود اصل وہ نتیجہ ہوتا ہے جس کو کہ افسانہ گو بعد میں نکالتا ہے لہذا ہمارے اس قصہ سے بھی نتیجہ نکال لو اور اس پر عامل رہو۔ آگے یہی بیان فرماتے ہیں کہ کلیلہ و دمنہ کا قصہ قابل اعتراض ہے مگر اصل مقصود اس سے نتیجہ ہے۔

تا ہمی گفت الخ۔ یعنی یہاں تک لوگ کہتے　ہیں کہ اس کلیلہ نے بے زبان دمنہ کی بات بے بیان کئے ہوئے کس طرح سن لی۔

وربدانستند الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ایک دوسرے کی آواز سمجھ بھی لی مگر اس افسانہ گو نے بے نطق کے ان کی بات کو کس طرح سمجھ لیا۔

درمیان الخ۔ یعنی پھر شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ رسول کس طرح بنا اور دونوں پر کس طرح افسون پڑھ دیا اس لئے کہ ان کی تو سب کی زبانیں اور آوازیں مختلف تھیں اگر آپس میں دمنہ اور کلیلہ نے بھی باتیں سن لیں مگر ان سب میں آپس میں گفتگو کس طرح ہوئی۔

چون وزیر الخ۔ یعنی شیر کا وزیر بیل کس طرح ہو گیا اور چاند کے عکس سے ہاتھی کس طرح ڈر گیا۔

این کلیلہ الخ۔ یعنی یہ کلیلہ اور دمنہ سب غلط ہے ورنہ کوے کے ساتھ لکلک کا کیا مقابلہ ہے مطلب یہ کہ کوئی معترض اس قصہ کلیلہ ودمنہ کو غلط کہے اور یہ کہے کہ بھلا آپس میں کوئی مناسبت بھی تو ہو کہاں گیدڑ اور کہاں شیر اور کہاں بیل اور ہاتھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ میاں اس سے مقصود وہ نتیجہ ہے تو اسی طرح ہمارا قصہ اگر غلط ہی ہو تو کیا ہے مقصود اس سے نتیجہ ہے اس کو نکال لو اور اس پر عامل ہو فرماتے ہیں کہ

اے برادر الخ۔ یعنی ارے بھائی قصہ تو پیمانہ کی طرح ہے اور اس کے اندر معنی دانہ کی طرح ہیں۔

دانہ ومعنی الخ۔ یعنی عاقل تو دانہ اور معنی کو لیتا ہے اور اگر پیمانہ منتقل بھی ہو جائے تو وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی پیمانہ میں دانہ بھرے رکھے ہیں اور وہ پیمانہ کہیں ایک طرف ہٹ گیا مگر دانے اسی طرح رکھے رہے تو جو عاقل ہے وہ اس پیمانہ کو ہرگز نہ پکڑے گا اور اس کے درپے نہ ہوگا بلکہ جب اس کو دانہ حاصل ہے تو اس کو کسی شے کی ضرورت نہیں تو اسی طرح قصہ میں جو بات قابل قبول ہے مرد عاقل تو اس کو لے گا تو اگر وہ قصہ غلط بھی ہو جائے مگر وہ امر ثابت رہے تو وہ قصہ کے درپے نہ ہوگا بلکہ وہ اس نتیجہ پر قائم رہے گا اس لئے کہ وہی اصل ہے۔

گل اور بلبل اور پروانہ وغیرہ کی حالت کے بیان میں

ماجرائے الخ۔ یعنی بلبل اور گل کے ماجرے کو سنو اگرچہ کوئی بات اس جگہ ظاہر نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو بلبل کو گل کا عاشق بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلبل گل کی بے وفائیوں کی شکایت کرتی ہے اور اپنی حالت کو رو رو کر سناتی ہے مگر کوئی کہہ دے کہ کس نے سنا ہو کہ وہ رو رہی ہو اور بیان کر رہی ہو بس معلوم ہوا کہ ایسی باتوں کے غلط ہونے سے اصل مقصود غلط نہیں ہوا کرتا۔ یعنی اس کے رونے کے نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آیا کہ اس کو محبت گل بھی نہیں ہے آگے اور اسی کی مثال دیتے ہیں

ماجرائے الخ۔ یعنی شمع کا پروانہ کے ساتھ ماجرا سنو اور افسانہ سے معنی کو حاصل کرو۔

گرچہ گفتی الخ۔ یعنی اگرچہ کوئی آواز نہیں ہے مگر بات کے اسرار سر ہیں ارے عروج کر چغد کی طرح پستی میں نزول مت کر مطلب یہ کہ دیکھو شمع و پروانہ کو آپس میں عاشق کہتے ہیں مگر بظاہر کوئی عشق کی علامت نہیں ہے تو اس سے تم نتیجہ حاصل کرو اور علوم ومعارف حاصل کرو پستی میں مت رہو اسی کی اور مثال ہے کہ

گفت رالخ۔ یعنی کسی شطرنجی نے شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا خانہ ہے تو دوسرے نے کہا کہ بھلا اس کو یہ گھر

کہاں سے حاصل ہوا۔

خانہ راالخ۔یعنی اس نے گھر کو خریدا ہے یا میراث میں پایا ہے تو خوش نصیب وہ ہے جو کہ معنی کی طرف دوڑا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی رخ کے خانہ کو کہنے لگے کہ بھلا جناب اس کو کہاں سے حاصل ہوا اس نے یہ گھر کیا میراث میں پایا تھا۔ یا کیا تو اس معترض کو بیوقوف ہی کہا جائے گا اور اس کے اس اعتراض سے اس رخ کے خانہ ہونے میں کوئی خرابی بھی واقع نہ ہو گی۔اسی طرح اگر یہ قصہ غلط ہی ہو گیا تو کیا ہوا اصل مقصود میں کیا کھنڈت واقع ہوا پھر اس کو اور کھول کرتے ہیں کہ

گفت الخ۔یعنی کسی نحوی نے کہا کہ قد ضرب زید عمراً تو دوسرا بولا کہ بھلا بے خطا اس کو کیوں مارا۔

عمرورا الخ۔یعنی عمرو کی کیا خطا تھی جو اس زید خام خیال نے اس کو غلام کی طرح بے گناہ مارا۔

گفت الخ۔یعنی اس نحوی نے کہا کہ الفاظ تو معنی کے پیمانے ہوتے ہیں تم اس کے گندم کو لے لو کہ پیمانہ تو رد ہے۔

عمرو زید الخ۔یعنی عمرو اور زید تو اعراب کے اور بنا کے واسطے ہیں تو اگر یہ غلط بھی ہے تم اس کے اعراب کے ساتھ موافقت کرو یعنی اس نحوی نے کہا کہ میاں یہ تو اس لئے ہے کہ اس سے فاعل اور مفعول کا اعراب معلوم ہو جائے تو اگر یہ غلط بھی ہو تو کیا ہے تم تو اس سے اعراب کو پہچان لو کہ وہی مقصود اصلی ہے۔

گفت الخ۔یعنی وہ شخص بولا کہ میں بغیر اس کے سمجھوں گا نہیں کہ عمرو کو زید نے بے گناہ اور بے خطا کس طرح مارا۔یعنی جب نحوی نے وہ جواب دیا کہ مقصود کو حاصل کر لو تو یہ صاحب بولے کہ نہ صاحب میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ بھلا عمرو کو زید نے بے خطا کیوں مارا اگر یہ سمجھ میں نہ آیا تو میں پڑھتا بھی نہیں۔جب استاد نے دیکھا تو اس نے ایک بات نکالی۔

گفت الخ۔یعنی نحوی نے آخر ایک مسخرگی کھولی اور کہا کہ عمرو نے ایک داؤ زیادہ چرالی تھی۔

زید واقف الخ۔یعنی زید واقف ہو گیا اور اس کے چور کو اس نے مارا اس لئے کہ جب حد سے کوئی گزر گیا تو اس کو حد لگانا ہی لائق ہے مطلب یہ کہ اصل میں عمرو سے ایک واؤ جو اس کے ساتھ لکھی جاتی ہے زیادہ چرالی تھی زید کو خبر ہوئی تو اس نے اس سے مانگی مگر اس نے کہیں چھپا دی لہٰذا زید نے اس کو پیٹا یہ جواب جیسا نور بھرا ہے سب کو معلوم۔ کیا ضرب زید عمراً سے یہی مقصود ہے۔مگر چونکہ کج فہم تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور بہت خوش ہوا کہ ہاں آخر یہ بات نکلی نہ۔تو مولانا آگے فرماتے ہیں کہ جو کج ہوتے ہیں وہ کج ہی بات کو قبول کرتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ

باطلوں کا باطل ہی بات کو قبول کرنا

گفت الخ۔یعنی اس معترض نے کہا کہ ہاں اب ٹھیک ہے میں نے دل و جان سے قبول کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) ٹیڑھے کو سیدھی بات ٹیڑھی نظر آیا کرتی ہے (اور ٹیڑھی درست) آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

گر بگوئی الخ۔اگر کسی بھینگے سے کہو کہ چاند ایک ہے تو وہ تم سے کہے گا کہ بھائی ایک ہونے میں تو شبہ ہے۔

وربدوخندوالخ۔ یعنی اور اگر کوئی اس سے مذاق کرے اور کہہ دے کہ ہاں دو ہی ہیں تو اب ٹھیک سمجھے گا اور بدخو کی یہی سزا ہے کہ اس کو دھوکا میں رکھا جائے جیسا کہ حضرت حافظؒ فرماتے ہیں ۔ یا مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی + بگذار تا بہ میرد در رنج خود پرستی + آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

بردروغان الخ۔ یعنی جھوٹوں پر تو جھوٹ ہی جمع ہوتا ہے (اور اس مضمون کو) الخبیثات للخبیثون نے فروغ دے دیا ہے

ہرکہ اوالخ۔ یعنی ارے صاحبزادے جو شخص کہ جھوٹ کی جنس سے ہوتا ہے اس کے سامنے سچ معتبر نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب ہوتا ہی نہیں اور جو شے کہ آپس میں مناسب ہوتی ہے وہی ملا کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پاس آتی ہیں ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہتی ہیں آگے متناسبین کے جمع ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

دل فراخان الخ۔ یعنی دل فراخ لوگوں کا ہاتھ تو فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کو سنگلاخ زمین کی ٹھوکریں۔ اسی طرح جھوٹوں کو جھوٹ سے اور سچے کو سچوں سے مناسبت ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ہرکراالخ۔ جس کے دانت کہ سچائی سے جمے ہیں وہ جھوٹ اور خباثت سے چھوٹ گیا اور جو کہ ایسا نہیں ہے اس کو کذب ہی سے رغبت ہوتی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ ظاہر میں ہوتے ہیں ان کو صرف الفاظ ہی سے رغبت ہوتی ہے وہ معانی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے جیسا کہ اوپر گزرا کہ حکایت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے جو مقصود تھا اس کو تو سمجھا نہیں صرف الفاظ کو دیکھ کر بول اٹھے کہ ارے یہ تو غلط ہے پس جو الفاظ میں رہتا ہے وہ ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے اور مقصود کبھی حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ ایک اور حکایت سے معلوم ہوتا ہے آگے اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

جستن آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں	کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا	کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے
ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد	نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھا لیا اور حاصل کر لیا	نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا
بادشاہے ایں شنید از صادقے	بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا	درخت اور اس کے میوے کا عاشق ہو گیا
قاصد دانا ز دیوان ادب	سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد	تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہا می گشت آں قاصد ازو	گرد ہندستاں برائے جستجو
اس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا	تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف
شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت	نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما	نہ کوئی جزیرہ بچا' نہ پہاڑ نہ جنگل
ہر کرا پرسید کردش ریشخند	کایں نجوید جز مگر مجنون بند
اس نے جس سے پوچھا اس نے اس کی مذاق اڑائی	کہ یہ (درخت) پاگل خانہ کے لائق مجنوں کے سوا کوئی تلاش نہ کریگا
بس کساں صفعش زدند اندر مزاح	بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اڑائے	بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!
جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف	کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہن کی تلاش	کب خالی جائے گی؟ کہاں بیکار ہو گی؟
وین مرا عاتش یکے صفع دگر	ویں ز صفع آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی	یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا
مس ستودندش تبسخر کاے بزرگ	در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ
مذاق میں اس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ!	فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان
در فلاں بیشہ درختے ہست سبز	بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز
فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے	جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اس کی ہر شاخ موٹی ہے
قاصد شہ بستہ در جستن کمر	می شنید از ہر کسے نوع دگر
بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمر بستہ تھا	(لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا
بس سیاحت کرد آنجا سالہا	می فرستادش شہنشہ مالہا
وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا	بادشاہ اس کو بہت مال بھیجتا رہا
چوں بسے دید اندراں غربت تعب	عاجز آمد آخر الامر از طلب
جب اس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں	انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آ گیا
ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد	زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا	اس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ امید او بگسستہ شد	جستِ او عاقبت نا جستہ شد
اس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا	انجام کار اس کا (قابل) جستجو (ناقابل) جستجو ہوگیا
کرد عزم بازگشتن سوئے شاہ	اشک می بارید و می برید راہ
اس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کرلیا	آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سرِ آں درخت را با آں طالب مقلد

اس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم	اندراں منزل کہ آئس شد ندیم
ایک شیخ عالم، قطب، شریف (رہتا) تھا	اس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا
گفت من نومید پیش او روم	ز آستان او براہ اندر شوم
بولا میں مایوس اس کے سامنے جاؤں	(شاید) اس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں
تا دعائے او بود ہمرہا من	چونکہ نومیدم من از دلخواہ من
تاکہ اسکی دعا میرا ساتھی بنے	چونکہ میں مقصود سے مایوس ہوگیا ہوں
رفت پیش شیخ با چشم پر آب	اشک می بارید مانند سحاب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا	ابر کی طرح آنسو برساتا تھا
گفت شیخا وقت رحمت رافت ست	ناامیدم وقت لطف ایں ساعت ست
کہا اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے	میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے
گفت واگو کز چہ نومیدیستت	چیست مطلوب تو رو با کیستت
(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟	تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟
گفت شاہنشاہ کردم اختیار	از برائے جستن یک شاخسار
اس نے کہا بادشاہ نے مجھے چنا	ایک درخت کی تلاش کے لئے
کہ درختے ہست نادر در جہات	میوۂ او مایۂ آب حیات
کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے	جس کا پھل آب حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جستم ندیدم زو نشاں	جز کہ طنز و تسخر ایں سرخوشاں
میں نے سالوں تلاش کیا' اس کا نشان نہ دیکھا	سوائے ان مستوں کے طنز اور مذاق کے
شیخ خندید و بگفتش اے سلیم	ایں درخت علم باشد در علیم
شیخ ہنسا اور اس سے کہا اے بھولے!	یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر
بس بلند و بس شگرف و بس بسیط	آب حیوانے ز دریائے محیط
جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے	محیط سمندر کا' آب حیات ہے
تو بصورت رفتہ اے بے خبر	زاں ز شاخ معنئ بے بار و بر
اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا	اسی لئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے
گہ درختش نام شد گہ آفتاب	گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب
کبھی اس کا نام درخت بنا کبھی سورج	کبھی اس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر
آں یکے کش صد ہزار آثار خاست	کمتریں آثار او عمر بقاست
وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے	اس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے
گرچہ فرد ست او اثر دارد ہزار	آں یکے را نام شاید بے شمار
اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے	اس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں
آں یکے شخصے ترا باشد پدر	در حق شخصے دگر باشد پسر
وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے	دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے
در حق دیگر بود قہر و عدو	در حق دیگر بود لطف و نکو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے	دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے
در حق دیگر بود او عم و خال	در حق دیگر بود ہیچ و خیال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے	دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے
صد ہزاراں نام و او یک آدمی	صاحب ہر وصفش از وصفے عمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں	اسکا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے
ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است	ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو	تیری طرح نامید اور پریشانی میں ہے

توچہ برچسپی بریں نام درخت	تابمانی تلخ کام و شور بخت
تواس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے	خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا
صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں	رومعانی را طلب اے پہلواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟	اے بہادر! جا معانی کو طلب کر
صورت ظاہر بود چوں قشر و پوست	معنیٰ اندروے چو مغز اے یار و دوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے	اے یار اور دوست! اس میں معنیٰ گودے کی طرح ہے
درگزر از نام و بنگر در صفات	تا صفاتت رونماید سوئے ذات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ	تاکہ صفات ذات تک تیری رہنمائی کریں
گم شوی در ذات وآسائی ز خود	چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد
(پھر) تو ذات میں گم ہوجائے گا اور خودی سے نجات پالیگا	تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی
اختلاف خلق از نام او فتاد	چوں بمعنیٰ رفت آرام او فتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا	وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی
اندریں معنیٰ مثال خوش شنو	تانمانی تو اسامی را گرو
معنیٰ کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے	تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

شرح حبیبی

کسی دانا نے قصہ کے طور پر کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ہے جو شخص اس کا میوہ کھالیتا ہے نہ تو وہ مرتا ہے اور نہ بوڑھا ہوتا ہے ایک بادشاہ نے ایک سچے شخص کی زبان یہ بات سنی تو اس درخت اور پھل پر عاشق ہوگیا۔ اپنے دیوان ادب سے ایک قاصد اس کی تلاش کے لئے روانہ کیا وہ قاصد اس کی جستجو میں برسوں گھومتا رہا۔ ہر ہر شہر میں اس کی تلاش میں گیا نہ کوئی جزیرہ بچا نہ کوئی پہاڑ نہ کوئی جنگل جس سے پوچھتا تھا وہی اس پر ہنستا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس درخت کو وہی تلاش کرسکتا ہے جو مجنوں اور لائق قید ہو بہت سے لوگ مذاق میں اس کے چپت لگائے تھے بہت سے لوگ استہزاء کہتے تھے کہ اے کامیاب یہ لوگ تو بے ہودہ ہیں جو تجھ پر ہنستے ہیں بھلا تجھ سے دانا اور روشن ضمیر کی جستجو کہیں خالی جاسکتی ہے اور لغو ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں پس تجھ سے شخص کی طلب ہی دلیل ہے اس کے وجود کی اور علامت ہے اس کے ملنے کی۔ یہ خاطر داری اس کے لئے ایک اور چپت ہوتی تھی جو اس محسوس

چپت سے سخت ہوتی تھی لان جراحات اسنان لہا التیام ولایلتام ماجرح اللسان۔ کبھی لوگ مسخرہ پن سے بیان کرتے تھے کہ جناب وہ عظیم الشان درخت فلاں جگہ ہے اور فلاں جنگل میں ایک سرسبز درخت ہے جو بہت اونچا اور بڑا ہیبت ناک ہے اور جس کے ڈالے بہت موٹے موٹے ہیں (وہ تمہارا مطلوب ہے) یہ سن کر قاصد اس کو تلاش کرنے پرآمادہ ہوتا تھا اور جب وہاں اس کو نہ پاتا تھا اوروں سے دریافت کرتا تھا تو وہ اور کچھ پتے بتاتا تھا۔ غرض ہر ایک اس کی علیحدہ علیحدہ نشانیاں بیان کرتا تھا۔ القصہ اس نے وہاں بہت برسوں تک سیاحی کی اور بادشاہ بہت کچھ مال اس کے پاس بھیجتا رہا مگر جبکہ اس سفر میں اس نے بہت کچھ تکلیفیں اٹھائیں گو بالآخر طلب سے عاجز ہو گیا کیونکہ مقصود کا کچھ بھی پتہ نہ لگا اور سوائے خبر کے اور کچھ بھی معلوم نہ ہوا اس کی امید کا رشتہ ٹوٹ گیا اور اس کا کیا دھرا سب برباد ہو گیا۔ تب اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا ارادہ کیا۔ وہ اپنی ناکامی پر روتا جاتا تھا اور راستہ قطع کرتا جاتا تھا جس منزل کا وہ ناامید شخص ندیم ہوا تھا یعنی جس منزل کو وہ طے کر رہا تھا اتفاقاً وہاں ایک شیخ اور عالم اور قطب کریم رہتے تھے اس نے کہا کہ میں ناامید ہو کر اب ان بزرگ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے آستانہ سے ہو کر پھر کہیں جاؤں گا تا کہ ان کی دعا بھی میرے شامل حال ہو کیونکہ مطلوب سے تو میں ناامید ہی ہو چکا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ روتا ہوا شیخ کے پاس گیا اس کے رونے کی یہ حالت تھی جیسے مینہ برس رہا ہو اور وہاں جا کر عرض کیا کہ حضور یہ رحم اور مہربانی کا وقت ہے چونکہ میں ناامید ہوں۔ اس لئے مہربانی کا یہی وقت ہے ارشاد ہوا کہ بیان کرو۔ تمہیں کس بات سے ناامیدی ہے تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی طرف تمہاری توجہ ہے اس نے کہا حضور بادشاہ نے مجھے ایک درخت کے تلاش کرنے کے لئے منتخب کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اطراف ہند میں ایک عجیب درخت ہے جس کا پھل مادۂ آب حیات ہے۔ میں نے برسوں ڈھونڈا مگر مجھے اس کا پتہ نہیں چلا اور کچھ بھی مجھے نہ ملا۔ بجز ان اوباشوں کے طنز اور تمسخر کے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا کہ ارے بھولے آدمی وہ درخت کوئی حقیقی درخت نہیں ہے بلکہ وہ درخت علم ہے۔ یہ درخت نہایت بلند اور بہت پھیلا ہوا اور بہت عجیب ہے۔ یہ دریائے محیط (حق سبحانہ) سے نکلا ہوا آب حیات ہے چونکہ تم صورت کی طرف چل دیئے اور اس سے تم نے درخت صوری سمجھا اس لئے تم شاخ معنی سے بے یار و بر رہے اور معنی سے تم منتفع نہ ہو سکے تم چونکہ صورت کی طرف چل دیئے راہ راست سے بھٹک گئے اس لئے تم کو مطلوب نہ ملا۔ کیونکہ معنی کو تو چھوڑ ہی دیا جس سے مطلوب کا سراغ لگتا پھر مطلوب کیونکر ملے۔ بات یہ ہے کہ علم ایک شے ہے اس کے مختلف جہات سے مختلف نام ہیں کبھی اس کو درخت کہتے ہیں کیونکہ لوگ اس کے ثمرات سے منتفع ہوتے ہیں کبھی اس کو آفتاب کہتے ہیں اس لئے کہ نور معنوی عطا کرتا ہے اور کبھی سمندر کیونکہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ کبھی سحاب کہ اس سے آدمی کو حیات حاصل ہوتی ہے غرض وہ ایک شے ہے جس سے لاکھوں آثار پیدا ہوتے ہیں اور بہت کم درجہ کا اثر اس کا یہ ہے کہ اس سے عمر ابد حاصل ہوتی ہے۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ۔ وہ گو ایک شے ہے مگر آثار اس کے ہزاروں ہیں۔ اس لئے اس ایک شے کے نام بھی ہزاروں ہیں اور اس کثرت اسماء اور کم علمی کے سبب اختلاف واقع ہوتا ہے اور طالب

کے لئے ناکامی اور محرومی رونما ہوتی ہے۔ اختلاف تو اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی ایک اسم کو ایک شے کے لئے ثابت کرتا ہے دوسرا اس سے اس کی نفی کرتا ہے اور محرومی اس لئے کہ جب وہ اس اختلاف کو دیکھے گا تو مبہوت ہو جائے گا نیز اگر تمام مسئولین اس اسم سے ناواقف ہیں تو کوئی بھی پتہ نہ بتا سکے گا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص ہے کہ وہ تمہارا باپ ہے اور دوسرے کا بیٹا۔ ایک کے لئے غضب اور دشمن ہے دوسرے کے لئے لطف۔ ایک شخص کا چچا ہے دوسرے کا ماموں اور ایک شخص کے لئے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے لئے محض وہم وخیال ہے غرض وہ ایک شخص ہے اس کے ہزاروں نام ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس کے تمام ناموں کو کوئی نہیں جانتا بلکہ ہر شخص صرف اس وصف کو جانتا ہے جس کا اس سے تعلق ہے باپ صرف یہ جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بیٹا صرف یہ جانتا ہے کہ میرا باپ ہے۔ علی ہذاالقیاس۔ پس اگر کوئی شخص اس کو ایک نام سے تلاش کرے تو وہ لامحالہ تفرقہ میں پڑے گا اور محروم ہوگا کیونکہ اگر وہ یہ دریافت کرے کہ فلاں کا بیٹا کہاں ہے تو دو صورتیں ہوں گی یا تو مسئولین میں سے کوئی اس کو اس پتہ سے جانتا ہے یا نہیں۔ بصورت ثانیہ محرومی ظاہر ہے اور بصورت اولیٰ اختلاف ہوگا۔ ایک کہے گا میرا بیٹا فلاں ہے دوسرا کہے گا وہ اس کا بیٹا نہیں میرا باپ ہے۔ تیسرا کہے گا اس کا باپ نہیں میرا چچا ہے علی ہذاالقیاس اس صورت میں سائل مبہوت رہ جائے گا اور محروم رہے گا۔ پس تو اسم درخت میں کیا الجھتا ہے اس کا انجام تیری تلخ کامی اور شور بختی ہے اور تو صورت ظاہر کو کیا تلاش کرتا ہے جا حقائق طلب کر۔ صورت اور ہیئت نہایت حقیر شے ہے اور چھلکے کی طرح غیر مقصود مغز اور مقصود تو معنی ہیں لہٰذا معنی کو طلب کرنا چاہیے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اسماء معنی کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں اور وہ مطلوب نہیں ہیں پس تو اسماء ہی میں مت الجھا رہ بلکہ اسماء سے صفات کی طرف ترقی کر کہ وہ اسماء کے مقابلہ میں معانی ہیں تاکہ صفات تجھے ذات کی طرف رہنمائی کریں جو صفات کے مقابلہ میں معنی ہے۔ جب تو مشاہدۂ ذات میں محو ہو جائے گا اس وقت خودی سے چھوٹ جائے گا اور تیری نظر میں نیک وبد سب ایک رنگ دکھائی دیں گے یعنی بعض حیثیات سے اور وہ حیثیت مظہریت الٰہیہ ہے۔ دیکھو یہ جو مخلوق میں اختلاف واقع ہے یہ سب نام ہی کے باعث ہے اور جب کوئی شخص حقیقت تک پہنچ جاتا ہے بس سکون ہو جاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک نہایت عمدہ مثال بیان کرتے ہیں تاکہ تو اس سے عبرت حاصل کر کے محض ناموں ہی کا پابند نہ ہو۔

ایک شخص کا اس درخت کو تلاش کرنا کہ جو کوئی اس کو کھالے وہ کبھی مرے نہیں

شرح شبّیری

گفت دانائے الخ۔ یعنی ایک شخص نے حکایت کے طور پر یہ کہا کہ ایک درخت ہندوستان میں ایسا ہے کہ ہر کسے الخ۔ یعنی جس کسی نے اس میں سے کھالیا وہ نہ تو بوڑھا ہوا اور نہ کبھی مرا۔

پادشاہے الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے اس کو سن لیا تو اس درخت اور اس میوہ پر عاشق ہو گیا۔
قاصد دانا الخ۔ یعنی مجلس ادب میں سے ایک قاصد دانا کو ہندوستان کی طرف تلاش کرنے کو روانہ کیا۔
سالہا میگشت الخ۔ یعنی اس بادشاہ کا قاصد برسوں تک جستجو کے لئے ہندوستان کے گرد پھرتا رہا۔
شہر شہر الخ۔ یعنی اس مطلوب کے لئے شہر شہر میں پھرا نہ کوئی جزیرہ باقی رہا نہ پہاڑ نہ جنگل (سب جگہ تلاش کیا)
ہر کرا پرسید الخ۔ یعنی جس سے یہ پوچھتا وہ اس کا مذاق اڑاتا کہ اس کو تو سوائے مجنوں لائق بند کے اور کوئی تلاش نہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ بھلا اس کا تلاش کرنا تو بالکل بیوقوفی ہے۔
بس کسان الخ۔ یعنی بہت سے لوگ تو مذاق میں اس کے چپت مارتے اور بہت سے لوگ (مذاق سے) کہتے کہ اجی حضرت
جستجوئے چونتو الخ۔ یعنی آپ جیسے دانا اور سینہ مصفا کی تلاش کب خالی جا سکتی ہے اور کب بے ہودہ ہو سکتی ہے جناب کو ضرور گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔ مولاناؒ فرماتے ہیں کہ
وین مراعاتش الخ۔ یعنی اور یہ ان کی مراعات کرنا ایک دوسرا چپت تھا اور یہ اس ظاہری چپت سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے کہ جراحات السنان لہا التیام + ولا یلتام ما جرح اللسان۔
می ستودند الخ۔ یعنی مسخرہ پن سے اس کی تعریف کرتے تھے کہ حضرت فلاں جگہ ایک بہت بڑا درخت تھا۔
درفلان الخ۔ یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت سر سبز ہے بہت ہی بلند ہے اور خوفناک ہے اور اس کی ہر شاخ بڑی موٹی ہے لہٰذا ضرور ہے کہ جناب جس کو تلاش کر رہے ہیں وہی ہوگا غرض کہ اس کو خوب مسخرہ بنا رکھا تھا اور اس کی یہ حالت تھی کہ
قاصد شہ الخ۔ یعنی قاصد شاہ تلاش کرنے میں کمر بستہ تھا اور ہر شخص سے ایک نئی بات سن رہا تھا۔
بس سیاحت الخ۔ یعنی اس جگہ اس نے سالہا سال تک سیاحت کی اور بادشاہ (سفر خرچ کے لئے) مال روانہ کرتا تھا۔
چون بسے دید الخ۔ یعنی جب اس سفر میں بہت تعب دیکھا تو آخر کار تلاش سے عاجز رہ گیا۔
ہیچ الخ۔ یعنی مقصود کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اور اس مقصود سے سوائے خبر کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس اتنی خبر تو تھی کہ ہے مگر یہ کہ کہاں ہے اس ہی کا پتہ نہ چلا۔
رشتۂ امید الخ۔ یعنی اس کی امید کا تاگا ٹوٹ گیا اور اس کا تلاش کیا ہوا آخر کار بے تلاش کیا ہوا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب بہت تلاش کیا اور نہ ملا تو نا امید ہو گیا اور باوجود اس قدر تلاش کے ایسا ہو گیا کہ گویا کہ تلاش ہی نہیں کیا۔
کرد عزم الخ۔ یعنی اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا قصد کر لیا اور روتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا یعنی اپنی ناکامی پر افسوس کر رہا تھا اور بادشاہ کے پاس واپس جا رہا تھا۔

ایک بزرگ کا اس شخص کو اس درخت کا پتہ بتلانا

بود شیخ الخ۔ یعنی ایک بزرگ عالم قطب کریم بھی اس منزل میں تھے جہاں کہ وہ ندیم شاہ ناامید ہو کر جا رہا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے سوچا کہ میں ناامید ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے آستانہ سے راستہ پر ہولوں گا۔ مطلب یہ کہ وہ ناامید ہو کر جا رہا تھا راستہ میں سنا کہ کوئی بزرگ ہیں تو دل میں سوچا کہ لاؤ ان کے پاس ہوتے چلیں شاید اگر کچھ پتہ چل گیا تو ان کے بتانے کے موافق راہ پر لگ لوں گا۔

تا دعائے الخ۔ یعنی تا کہ اس کی دعا میرے ہمراہ ہو جائے جبکہ میں اپنے مطلوب سے ناامید ہوں۔ مطلب یہ کہ ناامید دیکھ کر شاید رحم کر کے دعا کر دیں اور مقصود حاصل ہو جائے۔

رفت پیش شیخ الخ۔ یعنی روتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ حضرت یہ وقت رحم اور مہربانی کا ہے میں ناامید ہوں یہی لطف کی گھڑی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ بیان تو کرو کہ ناامیدی کس وجہ سے ہے اور تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی تلاش ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے ایک درخت کی تلاش کے واسطے منتخب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

درختے الخ۔ یعنی ایک درخت اطراف ہندوستان میں عجیب ہے کہ اس کا میوہ آب حیات ہے۔

سالہا جستم الخ۔ یعنی میں نے سالہا سال تک تلاش کیا مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا بجز ان شریر لوگوں کے تمسخر کرنے کے یعنی لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

شیخ خندید الخ۔ یعنی شیخ ہنسے اور اس سے کہا کہ ارے سیدھے میاں یہ علم کا درخت ہے۔ اے علیم مطلب یہ کہ ان شیخ نے کہا کہ ارے میاں وہ درخت جس کی تمہیں تلاش ہے اور جس سے کہ حیات ابدی حاصل ہوتی ہے وہ درخت علم ہے اور جس نے بتایا ہے اس کی یہی مراد ہے اس درخت کی یہ حالت ہے کہ

بس بلند و الخ۔ یعنی بہت بلند ہے اور بہت قوی ہے اور بہت پھیلا ہوا ہے وہ ایک آب حیوان ہے ایک دریائے محیط سے۔ دریائے محیط سے مراد علم غیب ہے مراد یہ کہ وہ علم بہت بلند اور قوی درخت ہے اور وہ ایک آب حیوان ہے جو کہ عالم غیب سے آتا ہے اور فرمایا

تو بصورت الخ۔ یعنی ارے بے خبر تو صرف صورت کو لئے ہوئے ہے اس لئے شاخ معنی سے بے بار بر ہے۔ یعنی تو جو صرف الفاظ کو دیکھ رہا ہے اور درخت حسی کی تلاش میں ہے اسی لئے اس درخت معنی سے بے بہرہ ہے

تو بصورت الخ۔ یعنی تو صورت پر گیا ہوا ہے اور گم ہو رہا ہے اسی لئے تجھے ملتا نہیں کہ تو نے معنی کو چھوڑ رکھا ہے اگر واصل اور معنی کو تلاش کرتا تو اب تک حاصل کر لیتا اور نام کا کیا ہے نام کی تو یہ حالت ہے کہ

گہ درختش الخ۔ یعنی کبھی اس کا درخت نام ہوا ہے اور کبھی آفتاب اس کا نام بحر ہے اور کبھی سحاب ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک ہی ہے کہ اس کے لاکھوں آثار پیدا ہوئے اور سب سے کم اثر اس کا عمر باقی ہے کہ علم سے حاصل ہوتی ہے۔

گرچہ فرد ست الخ۔ یعنی اگرچہ وہ اکیلا ہے مگر اس کے آثار ہزاروں ہیں اور ایک ہی شئے کے بے شمار نام ہوتے ہیں آگے اس بے شمار اثر اور نام ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک ہی شخص تمہارا تو باپ ہے اور دوسرے کے حق میں بیٹا ہے۔

درحق دیگر الخ۔ یعنی وہی شخص اور دوسرے کے حق میں قہر اور دشمن ہو اور پھر دوسرے کے حق میں سراسر لطف ہو اور نیک ہو۔

درحق دیگر الخ۔ یعنی اس دوسرے کے حق میں وہی چچا اور ماموں ہے اور اوروں کے حق میں وہم و خیال ہے یعنی وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں بالکل ایک لاشے محض خیال کرتے ہیں۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں نام ہیں اور وہ ایک آدمی ہے اور ہر وصف والا دوسرے وصف سے اندھا ہے مطلب یہ کہ جس کے لئے وہ دشمن ہے اس کے حق میں اس کی نیکی کی صفت بالکل معدوم ہے تو ہر وصف والے کو دوسرے کی خبر نہیں اسی طرح علم ایک شے ہے مگر اس کی تعبیرات مختلف ہیں مگر جو ایک میں لگ گیا وہ دوسری سے بے خبر ہے اسی طرح یہ شخص جو نام میں لگ گیا تھا تو اس کے معنی سے اندھا تھا آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ نام کو تلاش کرے اگرچہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ تیری طرح ناامید اور پراگندگی میں ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی تو اس درخت کے نام پر کیا چپکا ہوا ہے یہاں تک کہ ناکام اور شور بخت ہے (تجھے چاہیے کہ حقیقت اور معنی کی تلاش کرے)

صورت ظاہر الخ۔ یعنی اے جوان تو صورت کو کیا تلاش کر رہا ہے جا معانی کو ڈھونڈ اے پہلوان۔

صورت الخ۔ یعنی صورت ظاہری تو مثل قشر کے اور پوست کے ہوتی ہے اور اس کے اندر معنی مغز کی طرح ہوتے ہیں....دوست۔

درگذر الخ۔ یعنی نام سے درگزر اور صفات کو دیکھ تا کہ صفات تیری رہنمائی ذات تک کریں۔ یعنی صفات پر نظر کرنے سے ذات مل جائے گی ورنہ نام ہی میں لگے رہو گے اور جب ذات تک رسائی ہو جائے گی تو یہ حالت ہوگی کہ

گم شوی الخ۔ یعنی تم ذات میں گم ہو جاؤ گے اور اپنے سے آرام سے ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھ سب نیک و بد کو ایک رنگ دیکھے گی۔ مطلب یہ کہ معانی اور حقیقت کی طرف التفات کرو کہ اس سے ذات حق تک رسائی ہوگی اور درجہ فنا حاصل ہوگا پھر اپنی بھی خبر نہ رہے گی اور تمام افعال وغیرہ سب اسی طرف سے نظر آئیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تجلی افعالی سے تجلی صفاتی اور تجلی صفات سے تجلی ذاتی کو حاصل کرو کہ پھر اپنی بھی خبر نہ رہے۔

اختلاف الخ۔ یعنی مخلوق کا اختلاف نام ہی کی وجہ سے پڑا ہے اور جب معنی کی طرف گئے تو آرام ہو گیا اس

لئے کہ اصل اور حقیقت ایک ہی ہے اس کی تعبیرات مختلف ہیں۔

اندریں الخ۔ یعنی اس معنی میں ایک عمدہ مثال سنو تاکہ تم ناموں ہی میں گرے نہ رہو مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اختلاف اسماء ہی کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت ایک ہے اور جس نے حقیقت پر نظر کی اس نے سب کچھ پا لیا اس معنی میں ایک مثال سنو جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ آگے اس مثال کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہمد گر بعلت آنکہ زبان یکدیگر را نمی دانستند

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

چار کس را داد مردے یک درم	ہر یکے از شہرے افتادہ بہم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا	ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے
پارسی و ترک و رومی و عرب	جملہ باہم در نزاع و در غضب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی	سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے
پارسی گفتا کہ ایں راچوں کنم	ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم
ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں؟	ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں
آں یکے دیگر عرب بد گفت لا	من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
ایک دوسرا عرب تھا، اس نے کہا نہیں	اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور
آں یکے ترکی بد او گفت اے کوزم	من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
ایک ترکی تھا اس نے کہا، اے احمق!	میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں
آں یکے رومی بگفت ایں قیل را	ترک کن خواہیم استافیل را
اس ایک رومی نے کہا، اس بات کو	چھوڑ، ہم استافیل چاہتے ہیں
در تنازع آں نفر جنگی شدند	کہ زسر نا مہا غافل بدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی	کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

مشت برہم می زدند از ابلہی	پر بدند از جہل و از دانش تہی
حماقت سے مکے بازی کرنے لگے	وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی (تھے)
صاحب سرے عزیزے صد زباں	گر بدے آنجا بدادے صلح شاں
معنیٰ کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا	اگر وہاں ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا
پس بگفتے او کہ من زیں یک درم	آرزوئے جملہ تاں را می خرم
وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک درہم سے	تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں
چونکہ بسپارید دل را بے دغل	ایں درم تاں می کند چندیں عمل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے	تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دیگا
یک درم تاں می شود چار المراد	چار دشمن می شود یک ز اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا	اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے
گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق	گفت من آرد شمارا اتفاق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کرا رہی ہے	میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی
پس شما خاموش باشید انصتوا	تا زباں تاں می شوم در گفتگو
پس تم خاموش ہو جاؤ چپ رہو	تاکہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں
گر سخن تاں می نماید یک نمط	در اثر مایہ نزاع ست و سخط
اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے	نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے
گر سخن تاں در توافق موثق ست	در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے	نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے
گرمی عاریتی ندہد اثر	گرمی خاصیتی دارد ہنر
عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے	اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے
سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں	چوں خوری سردی فزاید بیگماں
اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کردے گا	تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائے گا
زانکہ گرمی او دہلیزی ست	طبع اصلش سردی ست و تیزی ست
اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے	اس کی اصلی طبیعت سردی اورتیزی ہے

در بود یخ بستہ دوشاب اے پسر	چوں خوری گرمی فزاید در جگر
اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو	جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائے گا
پس ریائے شیخ بہ ز اخلاص ما	کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ
تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے	کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے
وز حدیث شیخ جمعیت رسد	تفرقہ آرد دم اہل حسد
شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے	اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے
چوں سلیمانؑ کز پئے حضرت بتاخت	او زبان جملہ مرغاں را شناخت
جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے	تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی
در زمان عدلش آہو با پلنگ	انس بگرفت و بروں آمد ز جنگ
ان کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے	مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا
شد کبوتر ایمن از چنگال باز	گوسفند از گرگ ناورد احتراز
کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا	بکری نے بھیڑیئے سے بچاؤ نہ کیا
او میانجی شد میان دشمناں	اتحادے شد میان پر زناں
وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے	پرندوں میں اتحاد ہو گیا
تو چو مورے بہر دانہ میدوی	ہیں سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے	خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟
دانہ جو را دانہ اش دامے شود	واں سلیمانؑ جوی راہر دو بود
دانہ کی تلاش کرنیوالے کیلئے اس کا دانہ جال بن جاتا ہے	اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں
مرغ جانہا را دریں آخر زماں	نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے	ان کو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے
ہم سلیمانؑ ہست اندر درما	کودہد صلح و نماند جو رما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے	جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے
قول ان من امۃ را یاد گیر	تابہ الا وخلافیھا نذیر
ان من امۃ کا قول یاد کر لے	الا و خلافیھا نذیر تک

گفت خود خالی نبودست امتے	از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہ ہو گی	صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے
مرغ جانہارا چناں یکدل کند	کز صفاشاں بیغش و بیغل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دے گا	کہ صفائی سے ان کو بے کھوٹ اور بے کینہ کردے گا
مشفقاں گردند ہمچوں والدہ	مسلموں را گفت نفس واحدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے	(اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے
نفس واحد از رسول حق شدند	ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے	ورنہ ہر ایک مطلق دشمن تھا
اتحاد خالی از شرک و دوئی	باشد از توحید بے ماؤتوئی
وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو	"ما و تو" سے خالی وحدت سے ہوتا ہے

برخاستن مخالفت وعداوت ازمیان انصار ببرکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہو جانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس وخزرج نام داشت	یک زدیگر جان خوں آشام داشت
دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا	ایک دوسرے کے لئے خون پینے والی جان رکھتا تھا
کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰؐ	محو شد در نور اسلام و صفا
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ان کے پرانے کینے	اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے
اولاً اخواں شدند آں دشمناں	ہمچو اعداد عنب در بوستاں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے	جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے
وزدم المومنون اخوۃ بہ بند	در شکستند و تن واحد شدند
(پھر) المومنون اخوۃ سے (ترقی کر کے) بندش	توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے
صورت انگورہا اخواں بود	چوں فشردی شیرۂ واحد شود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے	جب تو نے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بن گیا

غورۂ و انگور ضد انند و لیک	چونکہ غورہ پختہ شد شد یار نیک
کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں	جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بن گیا
غورۂ کوسنگ بست و خام ماند	در ازل حق کافر اصلیش خواند
کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا	اللہ (تعالیٰ) نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا
نے اخی نے نفس واحد باشد او	در شقاوت نحس و ملحد باشد او
وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے	وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے
گر بگویم انچہ او دارد نہاں	فتنۂ افہام خیزد در جہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے	دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے
سر گبر کور نا مذکور بہ	دود دوزخ از ارم مہجور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے	دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے
غورہائے نیک کایشاں قابل اند	از دم اہل دل آخر یک دل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے	اہل دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں
سوئے انگوری ہمی رانند تیز	تا دوئی بر خیزد و کین و ستیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں	تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے
پس در انگوری ہمی درند پوست	تا یکے گردند وحدت وصف است
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں	تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اسی کی صفت ہے
دوست دشمن گردد ایرا ہم دواست	ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں	کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے
آفریں بر عشق کل اوستاد	صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل استاد ہے	جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا
ہمچو خاک مفترق در رہگذر	یک سبوشاں کرد دست کوزہ گر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی	کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا
کاتحاد جسمہائے ماء و طین	ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد	ناقص ہے جان اس کے مشابہ نہیں ہے

گر نظائر گویم اینجا در مثال	فہم را ترسم کہ آرد اختلال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں	میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

چار آدمیوں کو کسی شخص نے ایک درہم دیا۔ یہ چار شخص مختلف ملکوں کے رہنے والے تھے جو اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ایک فارسی تھا دوسرا ترکی تیسرا رومی چوتھا عرب۔ یہ چاروں آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایک کہتا تھا میں لوں گا دوسرا کہتا تھا میں لوں۔ کیونکہ آدمی چار تھے اور ہم ایک اور کسی وجہ سے بٹانا ممکن نہ ہوگا لہٰذا نزاع کی نوبت آئی تو فارسی نے یہ نزاع دیکھ کر کہا کہ اس نزاع سے رہائی یوں تو ہوگی نہیں آؤ اس کے انگور لے لیں ان کو آپس میں تقسیم کر لیں گے جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ عرب نے کہا توبہ توبہ یہ نہیں ہوسکتا تو دغا باز ہے اپنے ہی مطلب کی کہتا ہے میں تو عنب لونگا۔ ترکی نے کہا مجھے عنب درکار نہیں میں تو اوزم لونگا۔ رومی نے کہا کہ بس جناب ایسی بات نہ فرمایئے میں تو استافیل لونگا۔ غرض یوں ہی جھگڑا ہوتا رہا اور آپس میں گھونسے چلنے لگے وجہ یہ تھی کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے چونکہ عقل سے تو خالی تھے اور جہل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لہٰذا حماقت سے گھونسے بازی کر رہے تھے۔ اگر کوئی واقف راز بزرگ اور بہت سی زبانیں جاننے والے وہاں موجود ہوتے تو ان سب میں صلح کرا سکتے تھے۔ وہ یہ کہتے کہ تم لڑو مت میں ایک ہی درہم میں سب کے مطلوبات خرید دونگا اور جب اپنے دلوں کی صفائی کے ساتھ میری بات کے تابع کر دو گے تو یہ تمہارا ایک ہی درہم اتنے کام کر دے گا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی درہم چار درہم بن جائے گا اور تم چاروں دشمن متحد ہو کر ایک ہو جاؤ گے تمہاری گفتگو کا نتیجہ تو مخالفت اور افتراق ہے اور میری گفتگو کا نتیجہ میل اور اتفاق پس تم خاموش رہو اور چپ رہو گفتگو میں تمہاری زبان میں بن جاؤنگا۔ اگرچہ تمہاری گفتگو مقصد کے لحاظ سے ایک معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک کو دفع نزاع سابق مقصود ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے یہ مادہ ہے غصہ اور جھگڑے کا اس سے نزاع سابق مرتفع تو کیا ہوتا ایک اور نزاع پیدا ہو گیا۔ اگرچہ تمہاری بات مقصد کے لحاظ سے توافق میں پختہ ہے کیونکہ سب کا مقصد رفع نزاع سابق ہے لیکن اثر میں نزاع اور تفرقہ کا مادہ ہے کیونکہ توافق عارضی ہے نہ کہ اصلی اور جو چیز عارضی ہوتی ہے کہ معتد بہ اثر نہیں رکھتی۔ معتد بہ اثر اصلی ہی شے کا ہوتا ہے دیکھو عارضی گرمی معتد بہ اثر پیدا نہیں کرتی ہاں طبعی گرمی میں یہ اعلیٰ درجہ کا کمال ہے کہ اس کا اثر معتد بہ ہوتا ہے دیکھو سرکہ کو اگر گرم کر لیا جائے اور پھر کھایا جائے تو وہ سردی ہی بڑھائے گا کیونکہ گرمی تو عارضی ہے جو منہ کو تو جلا سکتی ہے مگر مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی لیکن طبیعت تو اس کی سرد ہی ہے لہٰذا سردی ہی بڑھے گی۔ اس کے برخلاف اگر شیرہ انگور کو برف میں لگا کر کھایا جائے تو اس سے گرمی پیدا ہوگی گو کھاتے وقت منہ میں ٹھنڈک معلوم ہو۔ یہی راز ہے اس قول کا ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ یعنی شیخ کی ریا مرید کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ شیخ کی ریاء بصیرت و واقفیت سے ناشی ہوتی ہے اور قواعد شرعیہ کے تحت میں داخل ہوتی ہے جیسے ترغیب دیگران یا تعلیم وارشاد وغیرہ پس وہاں صورت ریاء ہوتی ہے مگر حقیقت ریاء یعنی ارضاء

الخلق وجلب منفعت جاہ یا مال نہیں ہوتی اور مرید کے اخلاص میں صورت اخلاص ہوتی ہے نہ کہ حقیقت اخلاص کیونکہ وہاں ضرور کچھ نہ کچھ نفس کی شرارت شامل ہوتی ہے جو اس کو عدم بصیرت کے سبب محسوس نہیں ہوتی پس ریاء شیخ میں خلوص طبعی ہے اور ریا خارجی اور اخلاص مرید میں عدم اخلاص اصلی ہے اور خلوص عارضی اور خارجی شے قابل اعتبار نہیں بلکہ اصلی قابل اعتبار ہے پس ثابت ہوا کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید شیخ کی بات سے توافق واتحاد پیدا ہوتا ہے اور اہل حسد کی بات سے تفرقہ اور پھوٹ رونما ہوتی ہے جس طرح سلیمان علیہ السلام جنہوں نے حضرت حق جل مجدہ کی طرف رجوع کیا تھا تمام جانوروں کی زبانوں سے واقف ہو گئے تھے۔ یوں ہی حضرت شیخ بھی اپنے جانوروں اور مریدوں کی زبانوں سے واقف ہیں۔ یعنی اپنے وابستگان دولت کے جذبات اور خیالات سے واقف ہوتے ہیں اور جس طرح ان کے زمانہ میں ایسا اتحاد ہو گیا تھا کہ ہرن کو تیندوے سے انس ہو گیا تھا اور مخالفت باقی نہ رہی تھی اور کبوتر کو باز کے پنجہ کا کھٹکا نہ رہا تھا اور بھیڑ بکری بھیڑیے سے گریز نہ کرتی تھیں اور وہ ایلچی ہو گئے تھے دشمنوں کے درمیان میں اور پرندوں میں ان کے سبب اتفاق ہو گیا تھا۔ یوں ہی شیخ کامل کے زمانہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کے جانوروں اور تربیت یافتہ لوگوں کی بھی یہی حالت ہوتی ہے۔ پس تو چیونٹی کی طرح طلب معاش میں سرگرداں ہے ارے گمراہ کس بات کا انتظار ہے سلیمان وقت کو ڈھونڈھ اور اس سے مستفیض ہو۔ طالب معیشت تو طلب معیشت میں ہی گرفتار رہتا ہے۔ اور سلیمان کے طالب کو دونوں دولتیں ملتی ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حق سبحانہ کے کام میں لگا ہوتا ہے حق سبحانہ اس کے کاموں کے کفیل ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں مرغاں ارواح کو ایک دوسرے سے امان نہیں وہ اس کو کھائے جاتا ہے یہ اس کو کھائے جاتا ہے غرض تحاسد وتباغض کا بازار گرم ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس زمانہ میں سلیمان وقت اور شیخ کامل نہیں ہے اور ضرور ہے جو ان میں صلح کرا سکتا ہے اور ظلموں کو دفع کر سکتا ہے۔ ہمارے اس قول کی دلیل ان من امة الا خلافیھا نذیر ہے جس سے بعبارت النص معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر کوئی جماعت ایسی نہیں گزری اور بدلالۃ النص معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں کوئی نبی اصالۃ یا نیابۃً اور کوئی ایسا خلیفہ حق وصاحب ہمت نہ گزرا ہو یا آئندہ نہ موجود ہو۔ جو مرغان ارواح کو اس طرح یکدل کر سکے کہ کمال صفا کے سبب ان میں گڑبڑ اور خرخشہ کی آمیزش باقی نہ رہے اور سب لوگ ماں کی طرح ایک دوسرے پر مہربان ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوگا۔ بالخصوص مسلمانوں کو تو یہ بات بالکل وجوہ حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ ان کو نفس واحدہ فرمایا گیا جیسا کہ المومنون کنبیان واحد یشد بعضه بعضا۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے اور لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک ذات ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر وہ آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور منشاء اس اتحاد کا غلبۂ توحید اور فنافی اللہ ہے جو ان کو بہ برکت صحبت نبوی حاصل ہوا کیونکہ وہ اتحاد جو اشتراک اور تعدد سے خالی ہو غلبۂ توحید اور فنافی اللہ ہی

سے حاصل ہوسکتا ہے نہ کہ میں اور تو کے ہوتے ہوئے (یادرکھو کہ میں اور تو کنایہ ہے بقاء اغراض متضادہ سے یعنی جب تک اغراض متخالفہ باقی ہیں اور وہ اغراض متضادہ فنا نہیں ہوئیں اس وقت تک اتحاد کامل نہیں ہوسکتا۔ اتحاد کامل اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ سب کا مقصود ایک ہو جائے یعنی رضائے حق سبحانہ۔ پس جب فنا فی اللہ ان کو حاصل ہوگئی اور توحید کا غلبہ ہوگیا اور سب کا مقصود ایک رضائی حق ہوگیا تو ان میں اتحاد کامل ہوگیا۔ چنانچہ دو قبیلے اوس وخزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو نور اسلام اور صفائی قلب حاصل ہوئی جس سے ان پر توحید کا غلبہ ہوا اور فنا فی اللہ ان کو حاصل ہوئی اور اغراض سب کے متحد ہوگئیں اس سے ان کے سارے پرانے کینے جاتے رہے مگر یہ بات ان کو بتدریج حاصل ہوئی اولاً وہ بھائی بھائی ہوئے جیسے کہ باغ میں انگور ہوتے ہیں اور حکم المومنون اخوۃ کے سبب قید اخوت میں مقید رہے پھر اس قید کو توڑا اور نفس واحدہ بن گئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے اجسام انگور بھائی بھائی ہوتے ہیں لیکن جب ان کو نچوڑ لیا جاتا ہے تو شیرۂ واحد ہو جاتے ہیں اور تعدد وتمایز اٹھ جاتا ہے یہ تو مسلمانوں کی حالت تھی اب کافروں کی جو مثل انگور خام کے ہیں اور مسلمانوں کی جو مثل انگور کے ہیں پختہ ہیں نسبت سنو۔ گوانگور خام وانگور پختہ یعنی کافر ومسلمان آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر بعض انگور خام اور کافر تو ایسے ہیں جو پختہ ہو کر اور اسلام لا کر بھائی بن جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ٹھٹھر گئے اور کچے رہ گئے اور اس لئے **سواء علیهم ء انذرتهم ام لم تنذرهم لایؤمنون** کا مصداق ہیں۔ ان کو حق سبحانہ نے ازل میں کافر اصلی فرمایا ہے نہ یہ بھائی ہوتے ہیں نہ نفس واحد بلکہ شقی منحوس اور ملحد رہتے ہیں اگر میں ان کے حالات بیان کروں جو اس میں مخفی ہیں تو لوگوں کی افہام فتنہ میں پڑ جائیں اس لئے اندھے کافر کی حقیقت کا بیان غیر مذکور ہی اچھا ہے اور اس دوزخ کا دھواں ہمارے بہشت کی مانند دل سے دور ہی اچھا ہے اور جو انگور خام پختگی کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی جو کافر قابل ایمان ہیں وہ اہل دل کے فیض سے آخر کو یک دل ہو جاتے ہیں اولاً انگوریت کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اسلام سے قریب ہوتے ہیں پھر انگور ہو جاتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں اس وقت تغائر اسلام وکفر اٹھ جاتا ہے اور یہ مخالفت ومعاندت مخصوصہ فنا ہو جاتی ہے بعد ازاں انگوریت سے خارج ہوتے ہیں حتیٰ کہ بالکل متحد ہو جاتے ہیں اور کمال توافق اسی وقت ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک تغائر باقی ہے اور صرف دوستی ہی کے ذریعہ سے توافق ہے اس وقت تک تخالف کا کھٹکا باقی ہے اور اتحاد کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ دوست تو دشمن ہو جاتا ہے مگر کوئی شخص خود اپنا مخالف نہیں ہوتا۔ اب سنو کہ وہ کونسی چیز ہے کہ اتحاد پیدا کرتی ہے وہ عشق ہے جو اس کام میں استاد کامل ہے یہ سینکڑوں ذروں کو ایک کر دیتا ہے جس طرح کہ کوزہ گر کا ہاتھ راستہ کی پراگندہ خاک کو ایک گھڑا بنا دیتا ہے یہ تشبیہ تقریبی ہے ورنہ جانوں کے اتحاد سے اس اتحاد کی کچھ بھی مناسبت نہیں کیونکہ پانی ومٹی کا اتحاد تو اتحاد ناقص ہے اس کو اس اتحاد کامل سے کیا نسبت۔ پس میں نے تقریب فہم کے لئے ایک مثال دے دی ہے لیکن اگر میں اس کے حقیقی نظائر بیان

کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ اس لئے بیان نہیں کرتا۔ یہ گفتگو بہت طویل ہوگی اور اصل مقصود بہت دور رہ گیا اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

چار آدمیوں کا آپس میں انگور کے واسطے اس لئے جھگڑنا کہ ایک دوسرے کی آپس میں زبان نہ جانتے تھے

شرح شبّیری

چار کس راالخ۔ یعنی ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا اور وہ ہر ایک الگ الگ شہروں سے جمع ہوئے تھے۔

فارسی وترک الخ۔ یعنی وہ فارسی اور ترک اور رومی اور عرب تھے اور سارے کے سارے آپس میں جھگڑے میں اور غصہ میں۔

فارسی گفتا الخ۔ یعنی فارسی تو بولا کہ اس سے جو چھوٹیں تو آ ؤ اس درہم کو کسی انگور والے کو دیں یعنی انگور لیں۔

آن عرب گفتا الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز نہیں میں تو عنب لونگا نہ انگور اے دغا باز عنب بھی انگور کو کہتے ہیں۔

آن یکے لخ۔ یعنی وہ جو ترکی تھا بولا کہ ارے بیوقوف میں تو عنب نہیں لیتا میں تو اُزم لونگا۔ اُزم بھی انگور ہی کو کہتے ہیں۔

آنکہ رومی بود الخ۔ یعنی وہ جو رومی تھا اس نے کہا کہ اس قیل وقال کو چھوڑو میں تو استافیل لونگا۔ استافیل بھی انگور کو کہتے ہیں۔ غرضکہ سب نے اپنی اپنی زبان میں الفاظ الگ الگ کہے مگر معنی سب کے ایک تھے۔

در تنازع الخ۔ یعنی وہ جماعت جھگڑے میں لڑنے لگی اس لئے کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے۔

مشت برہم الخ۔ یعنی ایک دوسرے کے گھونسے بیوقوفی کی وجہ سے مار رہے تھے وہ جہل سے پر تھے اور عقل سے خالی تھے اس لئے بس الفاظ ہی میں رہے مولانا فرماتے ہیں کہ

صاحب سرے الخ۔ یعنی اگر کوئی صاحب سرعزیز سو زبان جاننے والا اسی جگہ ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا (اس طرح کہ)

پس بگفتی اوالخ۔ یعنی پس وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک ہی درہم سے تمہاری سب کی مطلوبہ شے کو خرید دیتا ہوں۔ پس ثابت ہو گیا کہ الفاظ کا چکر بہت برا ہے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے اور حقیقت اور معنی کو لینا چاہیے دیکھو ان لوگوں میں کس قدر اختلاف تھا اگر کوئی حقیقت شناس ہوتا تو ان کا یہ نزاع لفظی کیوں ہوتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ بسپارید الخ۔ یعنی جب کہ تم اپنا دل کسی بے دغل کے سپرد کر دو تو تمہارا یہ درہم اتنے کام کرے۔ درہم سے یہاں مراد قلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی صاحب دل کا اتباع کرو اور پیروی اختیار کرلو تو تمہارے

اس ایک دل سے تمہاری ساری مرادیں پوری ہو جائیں اس لئے کہ غلبۂ فنا ہوا اور اس میں مرضی حق تمہاری مرضی ہو جائے تو پھر تمہارے کام تمہاری مرضی کے موافق ہی ہوں۔

یکدرم الخ۔ یعنی تمہارا ایک درہم آخر کار چار ہو جائے اور چار دشمن اتحاد کی وجہ سے ایک ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے اس ایک کے اتباع کی اور حقیقت شناسی کی یہ برکت ہوگی کہ مطلوب ایک ہونے کی وجہ سے سب میں آپس میں اتحاد پیدا ہو جائے گا اور وہ حقیقت شناس یہ کہے کہ

گفت ہر یک الخ۔ یعنی تمہاری ہر ایک کی گفتگو تو لڑائی اور فراق پیدا کرتی ہے اور میری بات تمہارے میں اتفاق پیدا کر دے گی۔

پس شما الخ۔ یعنی پس تم خاموش رہو اور چپ رہو تا کہ بات کرنے میں میں تمہاری زبان ہو جاؤں

گر سخن الخ۔ یعنی اگر تمہاری بات متحد دکھائی بھی دیتی ہے تو اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع وخط ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اہل دنیا ظاہر میں اگر چہ متحد معلوم ہوں اور ان کے اندر اتفاق معلوم ہو مگر اصل میں اور انجام کے اعتبار سے ہمیشہ ان کے اندر اختلاف ہی ہوگا۔ اس لئے کہ سب کے مطلوب الگ مقاصد علیحدہ پھر اتفاق کیسے رہ سکتا ہے۔

در سخت تان الخ۔ یعنی اور اگر چہ تمہاری بات موافق ہونے میں پختہ ہے مگر اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و تفرق ہے۔ اس لئے کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ اہل دنیا میں صرف ظاہری اتفاق ہوتا ہے باقی حقیقی اتفاق کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ یہ اگر ہے تو دینداروں ہی میں ہے کہ سب کا مطلوب ایک ہی ہے لہٰذا سب میں آپس میں اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات اہل اللہ میں یا دین داروں میں جو اتفاق ہوتا ہے وہ تو دل سے ہوتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ گھٹی میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور اتفاق دنیاوی صرف ظاہری ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اول پائیدار اور دوسرا ناپائیدار ہوتا ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

گرمی الخ۔ یعنی عارضی گرمی کچھ اثر نہیں دیتی اور گرمی خاصیتی اثر رکھتی ہے۔ آگے اس مثال کی توضیح ہے کہ

سرکہ را الخ۔ یعنی سرکہ کو اگر تم نے آگ پر گرم کر لیا تو اس کو جب تم کھاؤ گے وہ بے شک سردی ہی بڑھائے گا۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس کی گرمی تو خارجی ہے اور اس کی طبیعت اصلیہ سردی اور تیزی ہی ہے لہٰذا وہ چیز کہ اصل ہے اس کا اثر ہوگا اور جو شئے کہ خارجی ہے اس کا خاک بھی اثر نہ ہوگا۔

در بود الخ۔ یعنی اے صاحبزادے شراب اگر چہ برف میں جمی ہوئی ہو جب تم کھاؤ تو وہ جگر میں گرمی ہی بڑھائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اعتبار اصل کا ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ریائے الخ۔ یعنی پس شیخ کی ریا ہمارے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ وہ تو بصیرت سے ہے اور یہ اندھیر پن سے۔ مطلب یہ کہ جب اعتبار اصل کا ہے تو اگر شیخ ظاہر کوئی کام ریا کا کرے مثلاً لوگوں کے سامنے بہت سی نفلیں پڑھے یا اور کوئی کام کرے جس سے بظاہر ریاء معلوم ہوتی ہو تو وہ ریا ہمارے ظاہری اخلاص سے بہتر ہے

اس لئے کہ ریا کہتے ہیں اطاعت خلق کے سامنے الارضاء الخلق کرنا تو یہ لارضاء الخلق نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوتی تو ہے لارضا الخالق ہی مگر بعض مرتبہ شیخ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس سے رغبت ہوگی اور دوسرے لوگ بھی عبادت میں مشغول ہوں گے تو دیکھو صورت ریا کی ہے مگر چونکہ اصل میں یہ نیت ہے لہذا مضر نہیں ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید اس لئے کہ وہ صرف ظاہری ریاء ہے اور یہ ظاہری اخلاص ہے ورنہ اصل میں وہ ریا نہیں ہے اور یہ اخلاص نہیں ہے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

از حدیث شیخ الخ۔ یعنی شیخ کی بات سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور اہل حسد کی آواز تفرقہ پیدا کرتی ہے۔ شیخ کی آواز سے جمعیت اور اتحاد پیدا ہونے کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون سلیمان الخ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح کہ وہ حضرت حق کی طرف دوڑے تو انہوں نے تمام جانوروں کی آوازیں پہچان لیں تو ان کے شناخت کے درجہ میں سب ایک ہو گئیں کہ وہ سب کو پہچان لیا کرتے تھے اور اس معیت کی یہ برکت ہوئی۔

درزمان الخ۔ یعنی ان کے زمانہ عدل میں بکری نے چیتے کے ساتھ موانست اختیار کی اور لڑائی سے باہر ہو گئے۔ یعنی سب ایک ہو گئے جیسے کہ کہتے ہیں کہ بھیڑ اور شیر ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔

شد کبوتر الخ۔ یعنی کبوتر باز کے چنگال سے بے خوف ہو گیا اور بکری بھیڑیے سے احتراز نہ کرتی تھی۔

اومیانجی الخ۔ یعنی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام دشمنوں کے درمیان قاصد ہو گئے اور لڑنے والوں میں اتحاد کرنے والے ہو گئے یعنی ان کی برکت سے یہ سب اتحاد پیدا ہو گیا۔

توچوموری الخ۔ یعنی تو جو چیونٹی کی طرح ہے کہ دانہ کے واسطے دوڑ رہا ہے اس ارے سلیمان کو تلاش کر کہ گمراہ کیوں ہو جاتا ہے۔

دانہ جورا الخ۔ یعنی دانہ جو کے لئے تو اس کا وہ دانہ ہی جال ہو جاتا ہے اور اس سلیمان جو کہ دونوں ملتے ہیں۔ دانہ بھی ملتا ہے اور دانا (عقلمند) بھی ملتا ہے اس لئے کہ اہل اللہ کو بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور دین تو ان کا ہی ہے لہذا مرشد کامل کی تلاش کرو کہ یہی مقصود اصل تک پہنچانے والا ہے۔

مرغ جانہارا الخ۔ یعنی اس آخری زمانہ میں جو مرغ ارواح ہیں ان کو ایک دوسرے ایک دم امن نہیں ہے۔ چونکہ ہر شخص کے اعتبار سے وہ جس زمانہ میں ہے اس کا وہ آخری زمانہ ہے اس لئے کہ وہ زمانہ تو اس پر دوبارہ نہ گزرے گا لہذا مولانا نے بھی اپنے زمانہ کو آخر زمان فرما دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک دوسرے سے امن نہیں ہے اور کٹے مرے جاتے ہیں لہذا چاہیے کہ بزرگان دین کی جستجو کریں تا کہ اتحاد پیدا ہو اور چونکہ ہر زمانہ والوں کو یہ خبط رہا ہے کہ اپنے زمانہ کے بزرگوں کی تو قدر نہیں کرتے اور پہلے بزرگوں کو یاد کرتے ہیں اس لئے یہاں یہ اشکال ہوتا تھا کہ بھلا اس زمانہ میں (یعنی مولانا کے زمانہ میں) بھلا بزرگ کہاں ہیں

کہ یہ خبط آجکل بھی ہے اور اسی لئے لوگ فیوض سے محروم ہیں نعوذ باللہ) لہٰذا مولانا اس کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہم سلیمان ہست الخ۔ یعنی ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان ہیں جو کہ صلح کرا سکتے ہیں کہ ہمارا جور باقی نہ رہے۔ مطلب یہ کہ کاملین اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی صحبت کی برکت سے یہ باہمی نفاق اور حسد وغیرہ سب دفع ہو جائیں گے مگر ان کی خدمت میں حاضری بھی تو شرط ہے چونکہ یہاں یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو آپ کا دعویٰ ہی ہے کہ آجکل بھی بزرگ ہیں اس کی دلیل کیا ہے لہٰذا آگے قرآن شریف سے استدلال فرماتے ہیں کہ

قول الخ۔ یعنی قول وان من امۃ کو الا خلا فیہا نذیر تک یاد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی امت نہیں ہے مگر اس میں ایک نذیر گزرا ہے نذیر عام ہے خواہ نبی ہو یا ولی ہو تو دیکھو قرآن شریف سے ہر زمانہ میں بزرگوں کا ہونا ثابت ہو گیا۔

گفت الخ۔ یعنی خود ارشاد ہے کہ کوئی امت خلیفہ حق اور کسی صاحب ہمت سے خالی نہیں ہے یعنی ضرور ہر جماعت میں ایک اہل اللہ میں سے ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو ایک قطب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں تو کیا ہر بستی اور جماعت میں ایک بزرگ اور برگزیدہ حق ہوتے ہیں ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ

مرغ جانہا را الخ۔ یعنی ان کی مرغ ارواح ایسا ایک دل کر دیتا ہے کہ صفا کی وجہ سے ان کو بے غش و غل کر دیتا ہے بالکل سراپا صفا بنا دیتے ہیں اور تمام اخلاق ذمیمہ کو نکال ڈالتے ہیں۔

مشفقان الخ۔ یعنی یہ حضرات والدہ کی طرح مشفق ہوتے ہیں اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نفس واحدہ فرمایا ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ہے المومنون کبنیان واحد تو جو معنی بنیان واحد کے ہیں وہی نفس واحد کے ہیں روایت بالمعنی کہا جائے گا۔

نفس واحد الخ۔ یعنی رسول حق صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نفس واحد ہو گئے ورنہ ہر ایک دشمن مطلق تھے۔

اتحاد الخ۔ یعنی وہ اتحاد جو کہ شرک و دوئی سے خالی ہو وہ تو حید ہی سے ہوتا ہے نہ کہ مادمنی سے۔ مطلب یہ کہ اتحاد اور اتفاق حقیقی تو دین ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جہاں دین نہیں بلکہ مادمنی ہے وہاں تو ہمیشہ اختلاف ہی رہتا ہے جیسا کہ مشاہد ہے اور دین آیا ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت لہٰذا اصل میں اتفاق اور اتحاد حضور ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے فللہ الحمد۔ آگے قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان سے مخالفت کا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اٹھ جانے کو بیان فرماتے ہیں

انصار میں سے حضور مقبول ﷺ کی برکت سے مخالفت کا اٹھ جانا

دو قبیلہ الخ۔ یعنی دو قبیلے جو کہ اوس اور خزرج نام رکھتے تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔

کینہ ہائے الخ۔ یعنی ان کے کینے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت محو ہو گئے اور نور اسلام اور اس کی صفا کی وجہ سے وہ سارے کینے جاتے رہے۔

اولاً الخ۔ یعنی اول تو وہ دشمن بھائی ہو گئے جیسے کہ انگور کے اعداد باغ میں مطلب یہ کہ اول تو نوع میں شریک ہو گئے اور سب کا مطلوب ایک ہو گیا اور ایک ہی باغ کے سب میوے ہو گئے اور جب اس حالت سے ترقی ہوئی تو یہ ہوا کہ

وردم الخ۔ یعنی آواز المومنون اخوۃ کی وجہ سے نصیحت سے سب ٹوٹ کرتن واحد ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اول تو اتفاق پیدا ہوا اس کے بعد جب اس اتفاق میں ترقی ہوئی تو اتفاق سے اتحاد پیدا ہو کر سب یک جان دو قالب ہو گئے آگے اس اول اتفاق پیدا ہونے اور پھر اتحاد پیدا ہونے کی مثال دیتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی انگوروں کی طرح اول تو بھائی تھے اور جب تم نے نچوڑ دیا تو سب شیرۂ واحد ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو انگور جو ہوتا ہے وہ اول تو سب الگ ہوتے ہیں مگر ہوتے یکساں ہیں اور جب ان کو نچوڑ لو تو پھر کوئی امتیاز مابین باقی نہیں رہتا اور یہ خبر نہیں رہتی کہ یہ فلاں کا شیرہ ہے اور یہ فلاں کا بلکہ سب جسم واحد ہوتے جاتے ہیں۔ اسی طرح اول تو ان حضرات میں اتفاق محض پیدا ہوا اور سب یکساں ہو گئے اور سب کا مقصود اور مطلوب ایک ہو گیا اس کے بعد بڑھتے بڑھتے ایسے گھلے ملے کہ سب ایک ہو گئے اور اب وہ امتیاز بھی باقی نہ رہا۔

غورۂ الخ۔ یعنی انگور خام اور انگور پختہ۔ آپس میں ضد ہیں مگر جبکہ خام پختہ ہو گیا تو اب یار نیک ہو گیا۔ غورہ سے مراد وہ عوام ہیں جن کی استعداد ابھی خراب نہ ہوئی ہو مطلب یہ کہ جو ابھی محجوب ہیں مگر استعداد خراب نہیں ہے وہ اس وقت تو الگ اور دشمن اور ضد معلوم ہوتے ہیں مگر انجام کار وہ بھی پختہ ہو کر مثل اس دوسرے شخص کے ہو جائیں گے۔

غورۂ الخ۔ یعنی وہ غورہ جو ٹھٹھر گیا اور خام رہ گیا۔ ازل میں حق تعالیٰ نے اس کو کافر اصلی کیا ہے یہاں غورہ سے مراد وہ ہیں جن کی استعداد کہ خراب ہو چکی ہے تو مطلب یہ ہو گیا کہ جس کی استعداد خراب ہو چکی ہے اور جس کی اصلاح کی امید نہیں رہی ہے وہ وہ ہے جس کو کہ حق تعالیٰ نے روز ازل میں کافر لکھ دیا ہے کہ وہ ان پختہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

نے اخی الخ۔ یعنی وہ نہ بھائی ہے اور نہ نفس واحد ہے وہ تو بدبختی میں منحوس اور ملحد ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس کو مسلمانوں سے نہ اتفاق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اتحاد ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ مباینت ہی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی جو کچھ کہ وہ پوشیدگی میں رکھتا ہے اگر اسکو میں کہہ دوں تو جہان میں فتنۂ افہام اٹھ کھڑا ہو یعنی لوگ کچھ سے کچھ سمجھ جائیں یا یہ کہا جائے کہ جب ان کے عیوب کھولے جائیں گے تو وہ دشمن ہو جائیں گے اور یا یہ کہا جائے کہ بالکل ناامید ہو جائیں گے غرضکہ جو بھی ہو چونکہ اس سے خوف غلط فہمی کا ہے لہٰذا اتنا ہی بیان کر کے ترک کر دیا گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم کو الخ۔ یعنی جس آنکھ نے کہ وہ چہرہ نہ دیکھا وہ اندھی ہو تو بہتر ہے اور دوزخ کا دھواں جنت سے الگ ہے۔ بہتر ہے مطلب یہ کہ محجوبین و کفار تو اگر الگ ہی رہیں تو اچھا ہے ان سے موافقت و موانست ٹھیک ہی نہیں اس لئے کہ ان سے موانست پیدا ہوتی ہی نہیں۔

غورہ ہائے الخ۔ یعنی غورہائے نیک جو کہ قابل ہیں اہل دل کی آواز کی وجہ سے ایک دل ہیں مطلب یہ کہ جن کی استعداد قابل ہے وہ جب اہل دل کی آواز سنتے ہیں تو ایک دل ہوجاتے ہیں اور اتحاد ہوجاتے ہیں۔

سوئے الخ۔ یعنی انگور والے کی طرف تیز چلاتے ہیں یہاں تک کہ دوئی اور کینہ اور لڑائی اٹھ جاتی ہے انگوری سے مراد حق تعالیٰ ہیں۔ مطلب یہ کہ بس ان کا مقصود اور مطلوب ایک ہی ہوتا ہے اور وہ سب اسی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور سب کینے اور لڑائیاں رفع ہوجاتی ہیں۔

پس در الخ۔ پھر انگوری میں کھال کو پھاڑ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ ایک ہوجاتے ہیں اور وحدت تو اسی کی صفت ہے۔ مطلب یہ کہ درجہ فناء الفنا کا حاصل ہوجاتا ہے اور سب ایک ہی ہوجاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو ایک ہی ذات ہے وہاں جو گیا پھر اس میں دوسری کا نام نہیں اور وہی عینیت مصطلحہ ہوجاتی ہے پھر جو کچھ ہوجاتا ہے اس کو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے۔

دوست الخ۔ یعنی دوست دشمن ہوجاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو دو ہی ہیں اور کسی ایک نے اپنے ساتھ لڑائی نہیں کی تو چونکہ یہ حضرات نفس واحدہ کی طرح ہوجاتے ہیں لہٰذا ان میں کبھی لڑائی وغیرہ نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی شخص اپنے نفس سے نہیں لڑتا۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

آفرین الخ۔ یعنی عشق پر جو کہ پورا استاد ہے ہزار آفرین ہوں۔ اس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد دے دیا۔ اس لئے کہ یہ جو اتحاد پیدا ہوتا ہے یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ حضرت حق کی محبت دل میں جگہ کرلیتی ہے اور سب کا مطلوب ایک ہی ہوجاتا ہے لہٰذا سب متحد ہوجاتے ہیں تو چونکہ اصل سبب یہ عشق ہے لہٰذا فرمایا کہ آفرین بر عشق الخ۔ آگے اس متحد کردینے کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

ہمچو خاک الخ۔ یعنی پراگندہ خاک کی طرح جو راستہ میں ہو کہ اس کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنادیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو مختلف ذرات اور مختلف مٹی کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنادیا کہ اب اس پر نام کا بھی ایک ہی کا اطلاق ہے اور اگر ایک جز یہاں ہے تو سارے یہیں ہیں اور اگر کہیں جائیں تو سارے جائیں تو اسی طرح سب مسلمانوں کو آپس میں ایک کردیا۔ کہ اگر ایک کو تکلیف ہے تو دوسرے کو بھی ہے اور اگر ایک آرام سے ہے تو دوسرا بھی آرام سے ہے۔ یہ ساری باتیں اسی ایک ذات کی وجہ سے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

اتحاد جسمہائے الخ۔ یعنی پانی اور مٹی کا اتحاد ناقص ہے اتحاد جان اس کے مشابہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو مثال کوزہ گر کی دی ہے تو یہ اتحاد ماؤ طین ہے مگر کہیں یہ اتحاد اس اتحاد جان سے ملتا ہے۔ یہ بین تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا

گر نظائر گویم الخ۔ یعنی اگر اس جگہ مثال میں نظائر کو بیان کریں تو خوف یہ ہے کہ فہم میں خلل نہ پڑ جائے۔ مطلب یہ کہ ان مثالوں سے کہیں کوئی غلط فہمی سے اتحاد ذاتی نہ سمجھ جائے کہ کفر ہے اس لئے بس کرتے ہیں غرضکہ یہ اتحاد حق تعالیٰ کی محبت سے ہوتا ہے اور اس کا طریقہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا اور ان کے جواب تائب ہیں یعنی اہل اللہ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے اور اس اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے لہٰذا اہل اللہ کا بھی ہر زمانہ میں ہونا

ضروری ہے لہٰذا مولانا آگے اس پہلے مضمون (یعنی وجود اولیاء اللہ ہر زمانہ میں ہے) کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما	از نشاط دور بینی در عمیٰ
سلیمان اب بھی ہے لیکن ہم	تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں
دور بینی کور دارد مرد را	ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے	جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے
میکند از مشرق و مغرب گذر	وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے	اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے
مولعیم اندر سخنہائے دقیق	در گرہہا باز کردن ما عشیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں	ان کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں
تا گرہ بندیم و بکشائیم ما	در شکال و در جواب آئیں فزا
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں	اشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والی بن جائیں
ہمچو مرغے کو کشاید بند و دام	گاہ بندد تا شود در فن تمام
اس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے	کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے
او بود محروم از صحرا و مرج	عمر او اندر گرہ کاری ست خرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے	اس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے
خود زبون او نگردد ہیچ دام	لیک پرش در شکست افتد مدام
کوئی جال اس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے	لیکن اس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں
با گرہ کم کوش تا بال و پرت	نگسلد یک یک ازیں کر و فرت
گرہ میں کم مصروف ہو تاکہ تیرے بال و پر	اس ادھیڑ بن سے ایک ایک کر کے نہ ٹوٹ جائیں
صد ہزاراں مرغ پرشاں شکست	واں کمیں گاہ عوارض را نہ بست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے	(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے
حال ایشاں از نبے خواں اے حریص	نقبوا فیہا ببین ھل من محیص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے	غور کر انہوں نے زمین میں نقب لگائے کہیں چھٹکارا ہے

از نزاع ترک و رومی و عرب	حل نشد اشکال انگور و عنب
ترکی اوررومی اور عربی کی لڑائی سے	انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا
تا سلیمان لسین معنوی	درنیاید بر نخیزد ایں دوئی
جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان	نہیں آتا یہ دوئی نہیں اٹھتی
جملہ مرغان منازع باز وار	بشنوید ایں طبل باز شہر یار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح	بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو
ز اختلاف خویش سوئے اتحاد	ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب	خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ
حیث ما کنتم فولوا وجھکم	نحوہٗ ھٰذا الذی لم ینھکم
تم جہاں بھی ہو اپنا رخ موڑ لو	اس کی جانب، یہ وہ ہے جس سے اس نے تمہیں نہیں روکا
کور مرغانیم و بس ناساختیم	کاں سلیماں را دمے نشناختیم
ہم اندھے پرند ہیں اور بہت انگھڑ	کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا
ہمچو چغداں دشمن بازاں شدیم	لاجرم وا ماندہ و ویراں شدیم
ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے	لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے
می کنیم از غایت جہل و عمیٰ	قصد آزار عزیزان خدا
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ
جملہ مرغاں کز سلیمانؑ روشن اند	پر و بال بے گنہ کے برکنند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (دل) ہیں	وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند	بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لے جاتے ہیں	وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں
ہد ہد ایشاں پئے تقدیس را	مے کشاید راہ صد بلقیس را
ان (میں) کا ہد ہد تقدیس کیلئے	سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے
زاغ ایشاں گر بصورت زاغ بود	باز ہمت آمد و مازاغ بود
ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا	ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

لکلک ایشاں کہ لکلک می زند	آتش توحید در شک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے	وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے
واں کبوتر شاں زبازاں نشکہد	باز سر پیش کبوتر شاں نہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے	باز ان کے کبوتر کے سامنے سر (تسلیم) خم کر دیتا ہے
بلبل ایشاں کہ حالت آرد او	در درون خویش گلشن دارد او
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے	وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے
طوطی ایشاں زقند آزاد بود	کز دروں قند ابد رویش نمود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا	کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہوگئی تھی
پائے طاؤسان ایشاں در نظر	بہتر از طاؤس پران دگر
ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں	دوسروں کے موروں جیسے پر والوں سے بہتر ہیں
کبک ایشاں خندہ برشاہیں زند	در تعلق راہ علیین زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے	تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے
منطق الطیر ان خاقانی صداست	منطق الطیر سلیمانی کجاست
خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے	وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟
تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہمے	چوں ندیدستی سلیماں را دمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟	جبکہ تو نے ایک لمحہ کے لئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے
پرآں مرغے کہ بانگش مطرب ست	از برون مشرق و وز مغرب ست
اس پرند کا پر جس کی آواز مست کرنے والی ہے	وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے
ہر یک آہنگش زکرسی تاثرے ست	وز ثرٰی تا عرش در کروفرے ست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے	اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے
مرغ کو بے ایں سلیماں می رود	عاشق ظلمت چو خفاشے بود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے	وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے
با سلیماں خو کن اے خفاش رد	تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال	تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رہ کہ بداں سو میروی	ہمچو گز قطب مساحت می شوی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا	تو گز کی طرح پیائش کا مدار بن جائے گا
وانکہ لنگ ولوک آں سومی جہی	از ہمہ لنگی و لو کی می رہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے	(اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائے گا

شرح حبیبی

ہم نے بیان کیا تھا کہ آج کل ارواح میں تحاسد وتباغض بہت ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ سلیمان وقت نہیں بلکہ سلیمان وقت اب بھی موجود ہیں جیسا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ دلالت یہ ہے کہ جو وجہ نذیر کے آنے کی اس وقت تھی اور جو داعی اس وقت تھا یعنی اتمام حجت واصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے پس ضرور ہوا کہ اس وقت بھی موجود ہوں اور ہیں بھی مگر ہم دنیاوی بال اندیشی کے نشہ میں اندھے ہو رہے ہیں لہٰذا وہ ہم کو دکھلائی نہیں دیتے اس لئے ہم ان سے مستفیض بھی نہیں ہو سکتے اور وہ تحاسد وتباغض بھی دور نہیں ہو سکتا۔ واقعی بات یہ ہے کہ دور بینی دنیاوی آدمی کو اندھا رکھتی ہے اور امور دینیہ کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گھر میں کوئی سو رہا ہے اور سونے کے سبب گھر کو نہیں دیکھ سکتا ہو۔ وہ سوتے ہوئے مشرق ومغرب میں گھوم آتا ہے مگر اس کو اپنے رفیق کی خبر نہیں ہوتی۔ یوں ہی اہل اللہ اس کے پاس ہیں مگر یہ دیکھ نہیں سکتا۔ ہم لوگ باریک باتوں پر مٹے ہوئے ہیں اور مشکل عقدوں کو حل کرنے پر فریفتہ ہیں کہ ایک گرہ لگاتے ہیں اور ایک کھولتے ہیں اور شبہات وجوابات کی زینت بڑھاتے ہیں اس لئے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک پرندہ کہ وہ کبھی جال کی گرہ کھولتا ہے اور کبھی لگاتا ہے تاکہ وہ اس فن میں کامل ہو جائے اور بوقت ضرورت جال سے نکل سکے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہ جاتا ہے اور گرہوں ہی کے باندھنے کھولنے میں اس کی عمر صرف ہو جاتی ہے۔ اور اس سے جال تو کمزور نہیں ہو جاتا جو اس کا مقصد ہے ہاں اس کاوش میں خود اس کے پر شکستہ ہو جاتے ہیں یہی ہماری حالت ہے کہ ہم مکروہات دنیا سے نجات پانے کے لئے ادھیڑ بن میں مصروف ہیں مگر اس سے ہم کو ان مکروہات پر غلبہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری وہ استعداد کمزور ہوتی جاتی ہے جس سے ہم عروج روحانی کر سکتے ہیں پس مشکلات دنیاوی کو حل کرنے کی کوشش میں مصروف نہ رہنا چاہیے تاکہ اس جدوجہد میں وہ استعداد فطری باطل نہ ہو جائے جو ہمارے عروج روحانی کا آلہ ہے ہم سے پہلے لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا ان عقدوں کے حل کرنے میں لاکھوں آدمیوں نے اپنی امکانی جدوجہد کی لیکن کمین گاہ حوادث کو بند نہ کر سکے ان کی حالت تم کو قرآن کریم سے معلوم ہو گی۔ ارشاد ہوتا ہے فنقبوا فی البلاد کہ انہوں نے جدوجہد میں ملکوں کو چھان مارا۔ مگر آگے ارشاد ہوتا ہے ہل من محیص یعنی

کیا ایسا کرنے سے وہ حوادث سے بچ گئے ہرگز نہیں پس ثابت ہوا کہ دنیا میں اس قدر انہماک بالکل لایعنی ہے ہاں بقدر اجازت شرعیہ کچھ مضائقہ نہیں اور دیکھو تر کی عربی رومی فارسی کے نزاع سے انگور وعنب اوزم استافیل کا اشکال حل نہ ہوا ہر چند کوشش کی اور سر پٹک کر بیٹھ رہے۔ اور جب تک کوئی سلیمان زبان دان اور معنی شناس نہ آ جائے اس وقت تک یہ نزاع ختم بھی نہیں ہوسکتا۔ ان واقعات پر نظر کر کے میں اعلان کرتا ہوں کہ اے گرفتار منازعت جانور و باز کی طرح تم اس شاہ سلیمان وقت کے طبل باز باجہ کی آواز سنو۔ وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے اختلاف کو چھوڑ و اتحاد کی طرف دوڑو اور ہر جانب سے اس کی طرف چلو تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف رخ کرو ایسا کرنا کچھ گناہ تو نہیں کہ تم یوں اعراض کرتے ہو۔ جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو تم کو وہی فوائد حاصل ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اخوۃ واتحاد وغلبۂ توحید وغیرہ لیکن ہم عجیب اندھے جانور اور عجیب کندہ ناتراش ہیں کہ کوہ سلیمان کو ہم نے اب تک نہ پہچانا بلکہ الوؤں کی طرح ان شہبازوں اہل اللہ کے دشمن رہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم تباہ اور برباد ہیں۔ ہم اپنی انتہائی جہالت اور اندھے پن سے مقبولان الٰہی کی ایذا رسانی کے در پے ہیں ہماری تو یہ حالت ہے اور جو لوگ اہل اللہ سے مستفید ہیں وہ بے گناہ کو ہرگز ایذا نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ تو کمزوروں کی اعانت کرتے ہیں نہ تو ان میں مخالفت کا نام ہے اور نہ کینہ کا اور وہ اس حالت میں خوش اور مگن ہیں ان میں کہ وہ لوگ جو ہدہد سلیمان سے مشابہت رکھتے ہیں وہ تسبیح وتقدیس کے لئے بلقیس کے مانند سینکڑوں گمراہوں کے لئے راستہ کھولتے ہیں اور جو ان میں کوے کی طرح کالے کلوٹے ہیں وہ گو صورت میں کوے ہوں لیکن ہمت کے لحاظ سے باز ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے ان کی نظر نہیں بھٹکتی اور ان میں جو لکلک کے مشابہ ہیں وہ الملک لک لاشریک لک میں مصروف ہیں اور توحید کی آگ سے شبہات و وساوس کو جلا رہے ہیں اور جو ان میں کبوتر کے مشابہ اور کمزور ہیں وہ دنیاوی بازوؤں اور بڑے لوگوں سے مرغوب نہیں ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکش ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور ان میں جو بلبل سے مشابہ ہیں اور وجد کرتے ہیں وہ اپنے اندر معارف کا ایک چمن رکھتے ہیں اور ان میں جو طوطی کی طرح خوش گفتار ہیں ان کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو ہمیشہ معدن قند حقیقی سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان میں جو بہت ہی بدشکل ہیں جن کو پائے طاؤس کہنا چاہیے وہ اور حسینوں سے بڑھ کر ہیں جن کو بظاہر پر طاؤس کہنا مناسب ہے اور ان میں جو چکور سے مشابہ ہیں وہ شاہین اور اولوالعزم دنیا داروں پر ہنستے ہیں اور بلند پرواز ہیں راہ علیین پر چلتے ہیں شاہین جانور یعنی عملائے ظاہر وطلباء کی گفتگو یا خاقانی کا قصیدہ مسمیٰ بہ منطق الطیر تو صورت محض ہے اس کو منطق الطیر سلیمانی سے کیا نسبت۔ مگر تو ان کی گفتگو کی صدر نہیں جان سکتا اس لئے کہ تو نے کبھی سلیمان ہی کو نہیں دیکھا۔ پس تو ان جانوروں کی آوازوں سے کیا واقف ہوسکتا ہے وہ جانور جس کی وجد میں لاتی ہے یعنی عارف اسی کی پرواز مشرق ومغرب سے باہر ہے اس کی ہر پرواز کبھی عرش سے فرش تک ہے اور کبھی فرش سے عرش تک یعنی کبھی عروج ہے اور کبھی نزول۔ یہ تو مرغان سلیمانی اور وابستگان شیخ کامل کی حالت تھی اب دوسرے جانوروں کی حالت سنو۔ جو

شیخ سے تعلق نہیں رکھتے جو شیخ سے رہنمائی حاصل نہیں کرتا اور خود چلتا ہے خواہ راہ خدا میں خواہ طلب دنیا میں وہ عاشق ظلمت ہے جس طرح خفاش عاشق ظلمت ہوتا ہے وہ محبت جہل اور تاریکی عالم ناسوت میں پھنسا ہوا ہے مبتلائے جہل وشہوات ولذات ہے پس اے مردود خفاش تو اس سلیمان سے تعلق پیدا کر اور اے محجوب تو اس شیخ کامل کا دامن پکڑ۔ تاکہ تو ہمیشہ ظلمت میں گرفتار نہ رہے بلکہ ایک دن تجھ کو نور معرفت حق سبحانہ حاصل ہو اگر تو ایک گز اس راستہ پر چلے گا تو گز کی طرح قطب مساحت ہو جائے گا یعنی جس طرح مسا ... کا مدار گز پر ہوتا ہے اس لئے وہ مساحت کے لئے ایک گرانمایہ شے ہوتا ہے۔ یونہی تو بھی ایک گرانمایہ شے ہوگا۔ یا یوں کہو کہ اگر تو اس غیر متناہی راستہ پر اس کے لحاظ سے ایک گز بھی چل لے گا تو تو کامل ہو جائے گا اور گز کی طرح جادہ پیمائی راہ سلوک کا قطب ہو جائے گا۔ یعنی دوسرے لوگ تیرے سہارے پر راہنمائی کریں گے اور جبکہ تو لنگڑوں لولوں کی طرح بھی اس راستہ پر چلے گا تو یہ سارا تیرا لنگڑا لولا پن جاتا رہے گا۔ یہاں تک اس کو اس راستہ پر چلنے کی ترغیب دلائی۔ آگے اس کی ہمت بندھاتے ہیں اور اس کی جھجک کو کھوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ہم سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان اب بھی ہیں لیکن ہم دور بینی کی نشاط کی وجہ سے اندھے ہو رہے ہیں۔ یعنی دنیا کی جو دور بنیان کرتے ہیں اس وجہ سے اس دوسری طرف سے بالکل کورے ہو رہے ہیں ورنہ اہل اللہ ہر زمانہ میں ہیں اور ہمارے اس زمانہ میں بھی ہیں (اور خود ہمارے زمانہ میں بھی بحمد اللہ بہت بزرگ ہیں اور ہمارے لئے تو قطب الاقطاب حضرت استادی قبلہ وکعبہ مولانا اشرف علی صاحب ہیں حق تعالیٰ ان کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ان کے سامنے باایمان ہم کو حق تعالیٰ اپنے پاس بلالے۔ آمین یارب العالمین۔

دور بینی الخ۔ یعنی دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے جیسے کہ کوئی گھر میں سو رہا ہے اور گھر سے اندھا ہوا اسی طرح ہم لوگ بزرگان دین کے پاس رہتے ہیں اور ان کے کمالات سے بےخبر ہیں اور اندھے ہیں اس اندھے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

میکند الخ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک گزر جاتا ہے اور اپنے رفیق اور ہم نشیں سے بےخبر ہوتا ہے اسی طرح ہم ساری دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں مگر اہل اللہ کی خاک بھی خبر نہیں اور اے اللہ اس اندھے پن کو دور فرما اور اہل اللہ کی شناخت نصیب فرما اور ان سے مستفیض فرما۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ

مولعیم الخ۔ یعنی ہم باریک باتوں کے بہت حریص ہیں اور گرہوں کے کھولنے کے عاشق ہیں۔ مطلب یہ کہ بس اس کا شوق ہے کہ نکتے پیدا ہوں۔ اشکالات کو حل کریں اس میں لگ کر اصل مقصود سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ

ما گرہ الخ۔ یعنی تا کہ ایک گرہ لگا دیں اور اس کو کھولیں اشکال اور جواب میں قواعد بڑھانے والے۔ مطلب یہ کہ بس اس میں رہتے ہیں کہ ایک اشکال کیا اس کو حل کیا دوسرا اشکال کیا اس کو حل کیا اسی طرح کرتے رہتے ہیں مقصود اور مطلوب سے بے خبر ہیں آگے ہماری مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو مرغے الخ۔ یعنی اس جانور کی طرح جو کہ گرہ اور جال کھولے کبھی باندھے تا کہ فن کا کامل ہو جائے۔ مطلب یہ کہ ہم اس جانور کی طرح ہیں جیسے کہ کسی نے جانور کو گرہ لگانا سکھایا اور اس کو کھولنا بھی سکھایا۔ تو اب وہ جانور اسی میں لگا ہوا ہے کہ کبھی گرہ لگاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے اور سکھانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کبھی جال میں پھنس جائے تو اس کو کھول سکے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

او شود الخ۔ یعنی وہ چراگاہ اور جنگل سے محروم رہتا ہے اس کی عمر گرہ لگانے میں ہی خرچ ہو جاتی ہے۔

خود زبوں الخ۔ یعنی کوئی جال اس سے عاجز تو ہوتا نہیں لیکن اس کے پر ضعیف ہو جاتے ہیں اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ایک مدت تک اس کام میں لگا رہتا ہے اور اڑتا نہیں ہے تو اسکے پر کمزور ہو جاتے ہیں اور پھر اگر کہیں جال میں پھنستا ہے تو نکلنا موت ہو جاتا ہے تو اسی طرح وہ جو اس گرہ کے کھولنے میں لگا رہا تو کیا وہ تو اس لئے تھا کہ جال کو کھول سکے مگر آخر کار اس قابل بھی نہ رہا کہ جال سے نکل ہی سکے۔

با گرہ الخ۔ یعنی گرہ لگانے میں کوشش کم کر دتا کہ کہیں تمہارے بال و پر ایک ایک کر کے ٹوٹ نہ جائیں اس کروفر سے مطلب یہ کہ اس دنیا کے اشکالات اور ان کے حل میں مت لگے رہو ورنہ وہ بازو اور پر کہ عالم غیب تک پہنچانے والے تھے بیکار ہو جائیں گے اور تم عروج نہ کر سکو گے پستی ہی میں پڑے پڑے اس جال میں تڑپا کرو گے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں جانور ایسے جن کے پر ٹوٹ گئے اور وہ کمین گاہ عوارض کو بند نہ کر سکے۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو دنیا کے جال میں پھنس گئے اور پھر مدت العمر اس سے نہ نکل سکے۔

حال ایشان الخ۔ یعنی اے حریص ان لوگوں کا حال قرآن شریف سے پڑھو کہ انہوں نے (زمیں میں) کھوج لگائے تو کیا کوئی چھٹکارا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وکم اہلکنا من قبلہم من قرن ہم اشد منہم بطشا فنقبوا فی البلاد ہل من محیص یعنی ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے اور انہوں نے سفر کرے مگر ان کو کیا کوئی چھٹکارا قضا سے ہے تو دیکھو وہ لوگ بہت دنیا میں منہمک رہے مگر سب بے سود ہوا تو اسی طرح اگر ہم بھی دنیا میں لگے رہے اور اسی میں انہماک رہا تو ہماری یہ عقل وغیرہ کچھ کام نہ آئے گی بلکہ پھر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ آگے مولانا ان چار آدمیوں کے قصہ کو فرماتے ہیں

از نزاع الخ۔ یعنی ترک اور رومی اور عرب وغیرہ کے جھگڑے سے انگو روعنب وغیرہ کا اشکال حل نہ ہوا بلکہ نزاع قائم رہا اور فیصلہ نہ ہو سکا۔

تا سلیمان الخ۔ یعنی جب تک کہ کوئی سلیمان زبان دان معنوی نہ آئے گا یہ دوئی نہ اٹھے گی۔ مطلب یہ کہ

جب تک کوئی کامل معنوی سب کو ایک نہ کر دے گا اس وقت تک یہ دوئی اور نزاعات رفع نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر کوئی سب زبانوں کا عالم ہو تو وہ ان سب کے نزاعات کو رفع کر سکتا ہے۔

جملہ مرغان الخ۔ یعنی اے سارے جھگڑنے والے جانورو باز کی طرح اس شہریار کے طبل بازگشت کو سن لو۔

زاختلاف الخ۔ یعنی اپنے اختلافات سے اتحاد کی طرف ارے ہر جانب سے خوش خوش روانہ ہو جاؤ۔

حیث الخ۔ یعنی جہاں کہیں ہو اس کی طرف منہ پھیر لو اور اس بات سے کون منع کرتا ہے مطلب یہ کہ بس اس یک مقصود و مطلوب اصل کو لے لو کہ اسی سے کام چلے گا اور سارے اختلافات رفع ہو جائیں گے بس اسی کے ہو رہو۔

کور مرغانیم الخ۔ یعنی ہم اندھے ہو رہے ہیں اور بہت ہی ناموافق ہو رہے ہیں کہ اس سلیمان کو ایک دم کے لئے نہیں پہچانتے۔ مطلب یہ کہ ان کاملین اور مقبولان حق کو جو ہم پہچانتے نہیں یہ ساری ہماری کوری کی وجہ سے ہے کہ ہم اس طرف سے اندھے ہو کر دنیا میں کھپ گئے ہیں۔

ہمچو چغدان الخ۔ یعنی چغدوں کی طرح بازوں کے ہم دشمن ہو گئے تو انجام کار پس ماندہ اور ویران ہوئے یعنی جب بزرگوں کو تکلیف پہنچائی تو آخر کار تباہ و برباد ہوئے۔

میکنیم الخ۔ یعنی ہم غایت جہل وعمٰی کی وجہ سے مقبولان خدا کی آزار دہی کا قصد کرتے ہیں۔

جمع مرغان الخ۔ یعنی جو جماعت جانوروں کی کہ سلیمان سے روشن ہے وہ بے گناہوں کے پر و بال کب اکھاڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کہ اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض ہو چکے ہیں وہ بے گناہ لوگوں کو کب ستاتے ہیں اور اہل اللہ بھی بے گناہ ہی ہیں لہٰذا وہ لوگ ان حضرات کو بھی نہیں ستاتے۔

بلکہ سوی الخ۔ یعنی بلکہ عاجزوں کی طرف چینہ لے جاتے ہیں اور وہ جانور کے خلاف وکینہ ہی کے خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ ستاتے تو کیا بلکہ اوروں کی خدمت کرتے ہیں اور نہ کسی سے لڑائی ہے اور نہ جھگڑا بلکہ خوش وخرم ہیں۔

ہدہد ایشان الخ۔ یعنی ان کا ہدہد تقدیس کے واسطے سینکڑوں بلقیس کے لئے راہ کھولتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان میں جو ضعیف بھی ہیں وہ بھی بہتوں کو ہدایت کرتے ہیں۔

زاغ ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کوا اگرچہ صورت میں کوا ہے مگر ہمت کے اعتبار سے باز ہے اور مازاغ کی شان ہے جو کہ قرآن شریف میں ہے مازاغ البصر وما طغی اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان کا چھوٹا بھی کامل ہی ہے۔

لکلک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبوتر دوسرے بازوں سے ہارتا نہیں اور باز ان کے کبوتر کے آگے سر رکھتا ہے مطلب یہ کہ ان میں سے جو چھوٹے ہیں وہ دنیاداروں سے خواہ وہ کسی قدر بڑے ہوں نہیں گھبراتے اور آپس میں بڑے بڑے لوگ چھوٹوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں۔

بلبل ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے اپنے اندر ایک گلشن رکھتا ہے۔

طوطی ایشان الخ۔ یعنی ان کی طوطی قند سے آزاد ہے اس لئے کہ ان کے قند میں سے اس نے منہ نکالا ہے۔

پائے طاؤسان الخ۔ یعنی ان کے موروں کے پاؤں دیکھنے میں دوسرے موروں کے پروں سے بہتر ہیں۔
کبک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبک شاہین (دنیا) پر ہنستا ہے اور تعلق حق میں راہ عالم بالا کی اختیار کرتا ہے۔
منطق الطیر ان الخ۔ یعنی خاقانی کی منطق۔ الطیر تو ایک آواز ہی ہے منطق الطیر سلیمان علیہ السلام والی کہاں ہے خاقانی شاعر نے ایک کتاب لکھی ہے اسکا نام منطق الطیر تھا اور اس میں کچھ جانوروں کی بولیاں جمع کی تھیں تو فرماتے ہیں کہ وہ تو صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں مگر جو منطق الطیر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی وہ حقیقی تھی وہ کہاں ہے ان سب اشعار بالا کا حاصل یہ ہے کہ اہل اللہ کو جانوروں سے تشبیہ دی کہ جس طرح جانور عروج کرتے ہیں اور اڑتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی عروج کرتے ہیں مگر ان کی حالت دنیاداروں سے کب ملتی ہے ان کا ایک ادنیٰ ان کے بڑے بڑوں سے کب دیتا ہے بلکہ یہی حضرات بادشاہ ہیں ان کے آگے کس کی حقیقت ہے سب کی گردنیں نیچی ہوتی ہیں۔
تو چہ دائی الخ۔ یعنی تم جانوروں کی آواز کو کیا جانو جبکہ تم نے ایک دم کو بھی سلیمان کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب اہل اللہ کی صحبت ایک گھڑی بھی نہیں پھر تم کو ان حضرات کی حالت کی کیا خبر ہو۔
پر آن الخ۔ یعنی اس مرغ کا پر جس کی آواز کہ طرب آور ہے مشرق ومغرب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ کا عروج اور ان کی طیر سب اس مشرق ومغرب سے خارج ہے بلکہ ان کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس دنیا سے ان کو تعلق ہی نہیں ہے یعنی ان کا دل اس میں پھنسا ہوا نہیں ہے۔
ہر یک آہنگش الخ۔ یعنی ان کی ہر آواز سے کرسی سے ثری تک اور ثری سے کرسی تک کروفر ہے۔ مطلب یہ کہ زمین سے آسمان تک ان ہی کی سلطنت ہے۔
مرغ الخ۔ یعنی جو مرغ کہ بے اس سلیمان کے جاتا ہے وہ عاشق ظلمت مثل خفاش کے ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو ان کاملین سے الگ ہیں وہ اندھیرے میں بے نور ہیں۔
با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ موافقت پیدا کر اے خفاش مردود تاکہ تو ہمیشہ ظلمت ہی میں نہ رہے۔ خفاش سے مراد عوام ہیں یعنی اے عوام مجوبین کاملین کی خدمت کر و تاکہ نور حاصل ہو اور اس ظلمت سے نجات حاصل ہو۔
یک گزے الخ۔ یعنی ایک گز راستہ جو کہ اس طرف چلو گز کی طرح تم قطب مساحت بن جاؤ گے یعنی تم اگر تھوڑی توجہ بھی کر و اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔
وانکہ الخ۔ یعنی جو کہ تو لنگڑا لنجا اس طرف چل رہا ہے تو سارے لنگڑے لولے پن سے چھوٹ جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اگر بے دست و پا ہو کر بھی ادھر کوشش کر و تب بھی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ تمہارے اندر استعداد قبول تو موجود ہے ہی ذرا سی توجہ کرو گے وہ ظاہر ہوگی اور کام بن جائے گا۔ آگے اس پر ایک قصہ لاتے ہیں کہ

قصهٔ بط بچگاں کہ مرغ خانگی پروردشاں

بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخم بطی گرچہ مرغ خانہ ات	کرد زیر پر چو دایہ تربیت
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے	پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے
مادر تو بط آں دریا بدست	دایہ ات خاکی بدو خشکی پرست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی	تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی
میل دریا کہ دل تو اندرست	آں طبیعت جانت راازمادرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے	تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے
میل خشکی مرترازیں دایہ است	دایہ را بگذار کو بد رایہ است
خشکی کی طرف میلان اس دایہ کی وجہ سے ہے	دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے
دایہ را بگذار در خشک و براں	اندر آدر بحر معنیٰ چوں بطاں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر	بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آ جا
گر ترا دایہ بترساند ز آب	تو مترس وسوئے دریاراں شتاب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے	تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے
تو بطے بر خشک و بتر زندهٔ	نے چو مرغ خانہ خانہ کندهٔ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے	نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے
توز کرمنا بنی آدم شہی	ہم بخشکی ہم بدریا پانہی
تو کرمنا بنی آدم کی وجہ سے شاہ ہے	خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے
کہ حملنا ھم علی البحری بجاں	از حملنا ھم علی البر پیش راں
تو روح کی وجہ سے حملنا ہم علی البحر (کا مصداق) ہے	حملنا ہم علی البر سے آگے چل
مر ملائک راسوئے برراہ نیست	جنس حیواں ہم زبحر آگاہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے	حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے
تو بہ تن حیواں بجانے از ملک	تاروی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے	تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

تا بظاہر مثلکم باشد بشر	بادل یوحیٰ الی دیدہ ور
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے	(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے
قالب خاکی فتادہ بر زمیں	روح اوگرداں براں چرخ بریں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے	اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے
ماہمہ مرغابیانیم اے غلام	بحر میداند زبان ما تمام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں	سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے
پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر	در سلیماں تا ابد داریم سیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں	ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے
با سلیماں پائے در دریا بنہ	تاچو داؤدؑ آب سازد صد زرہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ	تاکہ پانی (حضرت) داؤد کی طرح سینکڑوں زرہیں بنا دے
آں سلیماں پیش جملہ حاضرست	لیک غیرت چشم بند و ساحرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے	لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے
تاز جہل و خوابناکی و فضول	او بہ پیش ما و ما ازوے ملول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے	ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد	چوں نداند کوکشاید ابر سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے	جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھول دیگی
چشم او ماندست در جوئے رواں	بے خبر از ذوق آب آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے	وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے
مرکب ہمت سوئے اسباب راند	از مسبب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب دوڑا دی	لامحالہ سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہوگیا
آنکہ بیند او مسبب را عیاں	کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنیوالے کی جانب سے ایک صبح کو پا جاتا ہے	نجات اور فلاح اور کامیابی
آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند	دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنے والے کی مٹھی میں سو سال میں (آیا)	اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

شرح حبیبی

تو بط کا انڈا ہے۔ مرغی نے اپنے پروں کے نیچے دایہ کی طرح تیری تربیت کی ہے۔ تیری ماں اس دریا کی بط تھی اور دایہ تیری خاکی اور خشکی پرست ہے۔ (بط سے مراد روح ہے جو عالم امر سے اور دریائے معرفت کی شناور ہے اور دایہ سے مراد جسم ہے جو عالم خلق سے اور محجوب ہے) تیرے اندر جو اس دریا کی رغبت ہے یہ خصلت تیری جان کو ماں سے حاصل ہوئی ہے اور عالم ناسوت کی طرف جو تجھ کو رغبت ہے یہ بات تجھے دایہ سے حاصل ہوئی ہے جب تجھے یہ معلوم ہو گیا اور تجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہو گئی تو اب تجھ کو دایہ کی اطاعت چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ بدرائے ہے تو اس دایہ کو خشکی ہی پر چھوڑ دے اور بطوں کی طرح سمندر میں گھس جا۔ ہرگز مت جھجک اگر تجھے دایہ ڈرائے کہ ارے پانی میں جا ہلاک ہو جائے گا تو ڈر مت اور دریا میں گھس جا۔ تو تو بط ہے تو خشکی پر بھی زندہ رہتا ہے اور تری میں بھی اور مرغی کی طرح صرف گھر ہی کو نہیں کریدتا تو تو تمغہ کرمنا بنی آدم سے مشرف ہے خشکی پر بھی چل سکتا ہے اور دریا میں بھی کیونکہ ان کی نسبت حملنا ہم علی البر والبحر مذکور ہے پس اب تک تو حملنا ہم علے البر کا مصداق تھا اب اس سے بڑھ کر دریا میں گھس کہ تو جان کے لحاظ سے حملنا ہم علی البحر کا مصداق ہے۔ تیری کرامت علی المخلوقات کی وجہ ہی یہ ہے کہ تو بری بھی ہے اور بحری بھی۔ فرشتے ہیں سو ان کو تو بر یعنی عالم ناسوت سے تعلق نہیں باین معنیٰ کہ وہ اس سے مستفید نہیں ہوئے رہی جنس حیوان اس کو بحر معارف سے معتد بہ تعلق نہیں تو ذو جہتیں ہے اور ملکیت اور حیوانیت دونوں کا جامع کیونکہ جسم کے لحاظ سے تو حیوان ہے اور روح کے لحاظ سے فرشتہ لہٰذا تو زمین پر بھی چلتا ہے اور آسمان پر بھی۔ آدمی پر گو صورۃً دیگر اجسام کے مماثل ہے مگر دل مصداق یوحی الی اور معدن حقائق و معارف کے لحاظ سے عارف اور صاحب بصیرت ہے اس کا جسم خاکی تو زمین پر رہتا ہے لیکن اس کی روح بلحاظ معرفت آسمان کی سیر کر سکتی ہے جب یہ حالت ہے تو تیرے لئے بحر حقیقی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں پس تجھ کو ضرور اس بحر میں گھسنا چاہیے اور اس سے منتفع ہونا چاہیے اب ہم تجھ کو اس میں گھسنے کا طریقہ بتاتے ہیں یاد رکھ کہ بحر دو ہیں ایک بحر حقیقی جس کا اوپر ذکر ہوا اور جو جملہ بنی آدم کے لحاظ سے بحر ہے اور ایک بحر اضافی جو بنی آدم ہی میں سے ہے۔ پس ہم سب ناقصین اس بحر اضافی کے لحاظ سے مرغابی ہیں اور وہ ہمارے لحاظ سے بحر۔ وہ ہماری زبان جانتا ہے یعنی ہمارے جذبات خیالات استعدادات سے واقف ہے اور ہم کو پورا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور حیات روحانی بخش سکتا ہے اب سمجھو کہ وہ بحر کون ہے وہ بحر وہی ہے جس کو ہم سلیمان کہتے آئے ہیں۔ یعنی شیخ کامل اور ہم ناقصین اس کی مرغابیاں ہیں ہم کو ہمیشہ اس سے منتفع ہونے اس کے اسرار پر مطلع ہونے اس سے حیات روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے پس تم کو اس بحر اضافی یعنی سلیمان اور شیخ کامل کے ساتھ اس دریائے حقیقی میں قدم رکھنا چاہیے تاکہ وہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی کو تمہارے لئے ذرہ بنا دے

اور تم کو اس کے خطرات سے محفوظ رکھے۔ وہ سلیمان معدوم نہیں بلکہ سب کے سامنے موجود ہے لیکن غفلت نے نظر بندی اور جادو کر رکھا ہے جو وہ دکھلائی نہیں دیتا اور نوبت بایں جا رسید کہ وہ ہمارے سامنے ہے مگر ہم اپنی جہالت اور خفتگی اور بے ہودگی سے اس سے گھبراتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی حماقت سے اس کو نافع نہیں سمجھتے۔ جیسے بعض پیاسا چونکہ یہ نہیں جانتا کہ رعد ابر کو کھولے گا اور وہ برسے گا تو رعد کی آواز سے اس کے سر میں درد ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی حماقت سے اس کو موصل الی المطلوب نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کی نظر تو آب جو تک محدود ہے وہ سمجھتا ہے کہ پانی صرف نہر سے ملتا ہے اور آب آسمان کے ذائقہ سے واقف ہی نہیں لہٰذا وہ رعد سے پانی کا متوقع نہیں ہے۔ چونکہ اس کی ساری دوڑ اسباب تک ہے اس لئے وہ مسبب سے محروم ہے اور مسبب پر نظر نہیں رکھتا مگر جو مسبب کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اسباب ظاہرہ سے ہرگز دل نہیں لگاتا لیکن چونکہ وہ اختیار اسباب ظاہرہ کا مامور ہے اس لئے ان کو چھوڑتا بھی نہیں لہٰذا مسبب کی جانب سے اس کو ایک ہی دن میں وہ نجات اور رستگاری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے جس کا دسواں حصہ مقید تدابیر کو سو سال میں بھی نہیں ملتا اس کے متعلق ایک حکایت سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ اصل مسبب ہے اور وہی مطمح نظر بنانے کے قابل ہے نہ کہ اسباب۔

قصہ بط کے بچوں کا کہ خانگی مرغی ان کو پالتی تھی

شرح شبّیری

تخم بطے الخ۔ یعنی تم تو تخم بط ہو اگرچہ تم کو مرغ خانگی نے پر کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادر تو الخ۔ یعنی تمہاری ماں اس دریا کی بط تھی اور تمہاری دایہ خاکی ہے اور خشکی پرست ہے۔

میل دریا الخ۔ یعنی دریا کا میلان جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طبیعت جان کو ماں کی طرف سے ہے میلان سے مراد رغبت و استعداد اور دریا عالم غیب مادر سے مراد عقل انسانی اور دایہ سے مراد عقل حیوانی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اندر جو عالم غیب کی رغبت ہے یہ اس روح انسانی کا اثر ہے جس کی استعداد صحیح ہے اگرچہ تم اس دنیا میں آ گئے ہو مگر ابھی وہ تقاضا باقی ہے اگر توجہ کرو تو ابھی شناوری کرنے لگو گے۔

میل خشکی الخ۔ یعنی تم کو خشکی کی رغبت اس روح حیوانی کی وجہ سے ہے تم اس کو ترک کرو کہ یہ تو بد عقل ہے تم اس روح انسانی کے مقتضاء پر عمل کرو۔

دایہ الخ۔ یعنی دایہ کو چھوڑ دو خشکی پر اور دریا میں بطوں کی طرح چل دو۔ مطلب یہ کہ اس نفس کو ساحل پر اس دنیا ہی میں چھوڑ و تم روحانی عروج اس عالم میں پیدا کرو۔

گر ترا الخ۔ یعنی اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے تو تو ڈر مت دریا میں جلدی سے گھس جا۔ یعنی اگر نفس و شیطان

اس راہ میں آنے سے ڈرائیں کہ وہاں ہلاک ہو جاؤ گے تو گھبراؤ مت بلکہ قدم بہت جلد رکھو کہ پھر شناوری کرنے لگو گے۔ ہاں اگر ساحل پر رہو گے تو ڈوب جاؤ گے۔

تو بطے الخ۔ یعنی تم تو بط ہو خشکی اور تری سب پر زندہ بھی رہو گے۔ مرغی خانگی کی طرح گھر نہیں کھودا ہے مطلب یہ کہ تم ان اسباب ظاہری کے مقید نہیں ہو بلکہ جہاں رہو گے خوش رہو گے۔

تو ز کرمنا الخ۔ یعنی تم کرمنا بنی آدم کی وجہ سے بادشاہ ہو خشکی میں بھی اور دریا میں بھی پاؤں رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو اس قابل ہو کہ ہر جگہ تمہارا ہی تسلط ہو اس لئے کہ ارشاد ہے

کہ حملنا ہم الخ۔ یعنی کہ تم تو حملنا ہم علی البحر کی جان سے (مصداق ہو) اور حملنا ہم علے البر کی وجہ سے آگے کو ہو۔ مطلب یہ کہ دونوں جگہ رہو اور ہر حال میں خوش رہو۔

مر ملائک الخ۔ یعنی ملائک کو بر کی طرف راستہ نہیں ہے اور جنس حیوانی کو بحر سے آگاہی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تم وسط میں ہو عالم بالا والے جو کہ نور ہیں وہ اس عالم سے تعلق نہیں رکھتے اور عقل روح حیوانی اس عالم بالا سے تعلق نہیں رکھتی مگر بحمد اللہ انسان میں دونوں خصلتیں موجود ہیں۔

تو بہ تن الخ۔ یعنی تو تن کے اعتبار سے تو حیوان ہے اور روح کے اعتبار سے ملک تا کہ زمین پر بھی اور آسمان پر بھی دونوں طرف جا سکو۔

تا بظاہر الخ۔ یعنی تا کہ ظاہر میں تو انسان (کامل) تمہاری ہی طرح ہو اور دل یوحیٰ الی سے مبصر ہو۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان انا الا بشر مثلکم یوحی الی تو قضیہ اول کے اعتبار سے تو مثلکم کے مصداق ہیں اور دوسرے قضیہ یوحیٰ الی کے اعتبار سے وہ مبصر اور کامل ہیں۔

قالب الخ۔ یعنی قالب خاکی تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس کی روح چرخ برین پر پھر رہی ہے۔

ما ہمہ الخ۔ یعنی ارے چھوکرے ہم سب مرغابیاں ہیں وہ بحر ہماری سب کی زبان کو جانتا ہے۔

پس سلیمان الخ۔ یعنی کہ بس سلیمان تو بحر کی طرح ہیں اور ہم پرند ہیں اور سلیمان ہی ہیں ہمیشہ سیر کرتے ہیں۔ یعنی ان ہی حضرات کی حالت کو دیکھتے ہیں۔

با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ دریا میں پاؤں رکھ دو تا کہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی سوز رہ بنائے۔ مطلب یہ کہ شیخ کامل کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو جاؤ تا کہ اس کی توجہ تم کو ہزاروں آفتوں سے بچالے۔

آن سلیمان الخ۔ یعنی وہ مرد کامل سب کے سامنے حاضر ہے لیکن غفلت آنکھ کو بند کرنے والی اور ساحر ہے۔

تا ز جہل الخ۔ یعنی یہاں تک کہ جہل اور خواب ناکی اور محضولیت کی وجہ سے وہ ہمارے سامنے اور ہم اس سے غافل ہیں اس لئے کہ اہل اللہ آخر انسان ہمارے اندر ہی ہوتے ہیں مگر اندھے ہیں اس لئے دیکھتے نہیں ہیں۔ مثال ہے

تشنہ را الخ۔ یعنی پیاسے کو رعد کی آواز سے دردسر پیدا ہو گا جبکہ وہ یہ نہ جانے کہ وہ ابر سعد کو کھولے گا تو اس

طرح ہم کو اولیاء اللہ کی ترشی ذرا سی سخت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے کمالات کی خبر نہیں ہے ورنہ ان کی سختی کو سر آنکھوں سے قبول کریں۔

چشم اوالخ۔ یعنی اس کی آنکھ اس ندی رواں میں لگی ہوئی ہے اور آب آسمان کے ذوق سے بے خبر ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں جب تک کہ ان کے کمالات سے بے خبر ہیں۔

مرکب ہمت الخ۔ یعنی مرکب ہمت کو اسباب میں چلایا تو آخر کار مسبب سے محجوب رہے اور اس کی تجلی اور نور سے فائض نہ ہو سکا۔

آنکہ بیندالخ۔ یعنی جو شخص کہ مسبب کو ظاہر طور پر دیکھ لے وہ اسباب جہاں پر کب دل رکھے گا۔

ازمسبب بایدالخ۔ انچہ درصد سال الخ۔ یعنی (جس کی نظر مسبب پر ہے وہ) مسبب سے ایک ذرا سی دیر میں نجات اور فلاح اور نجاح میں سے وہ پالیتا ہے جو کہ اسباب پرست کی کوشش سو برس میں اس خزانہ کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جس نے خود مسبب کو پالیا اس کے سامنے اس بات کی حقیقت ہی کیا ہے آگے درویش کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کی نظر حق تعالیٰ مسبب الاسباب پر تھی تو ان کو صحرا خشک میں پانی ملتا تھا اور بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یہ ساری برکتیں مسبب پر نظر ہونے کی اور توکل کی تھی۔ اب حکایت سنو۔

حیران شدن حاجیاں در کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد درمیان بادیہ	در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا	عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق
حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد	دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اس کے پاس پہنچے	ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی
جائے زاہد خشک بود او تر مزاج	از سموم بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا	صحرا کی لو اس کا علاج تھی
حاجیاں حیراں شدند از وحدتش	واں سلامت درمیان آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے	اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے
در نماز استادہ بد بر روئے ریگ	ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا	ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی ابلنے لگے

گفتنی سرمست در سبزہ وگل ست	یا سوارہ بر براق و دلدل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے	یا براق اور دلدل پر سوار ہے
یا کہ پایش بر حریر و حلہا ست	یا سموم او را بہ از باد صبا ست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں	یا اس کے لئے لو پروا ہوا سے زیادہ مفید ہے
ایستادہ تازہ روی اندر نماز	با خضوع و با خشوع و بر نیاز
تازہ رو نماز میں کھڑا ہوا	خشوع و خضوع کے ساتھ عاجزی سے بھرا ہوا
با حبیب خویشتن می گفت راز	ماندہ بود استادہ در فکر دراز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا	لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا
پس بماندند آں جماعت با نیاز	تا شود درویش فارغ از نماز
تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا	تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے
چوں ز استغراق باز آمد فقیر	زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر
جب درویش استغراق سے نکلا	اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے
دید کابش می چکید از دست و رو	جامہ اش تر بود ز آثار وضو
دیکھا کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے	اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے
پس پرسیدش کہ آب او کجاست	دست را برداشت کز سوئے سماست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا	اس نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے
گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد	بے ز چاہ و بے ز حبل من مسد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے	بغیر کنویں اور بغیر مونج کی رسی کے
مشکل ما حل کن اے سلطان دیں	تا بہ بخشد حال تو ما را یقیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے	تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے
وانما سرے ز اسرارے بما	تا ببریم از میاں زنار ہا
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے	تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں
چشم را بکشود سوئے آسماں	کہ اجابت کن دعای حاجیاں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی	کہ حاجیوں کی دعا قبول فرما لے

رزق جوئی را ز بالا خو گرم	چوں زبالا بر کشو دستی درم
میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں	چونکہ تو نے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے
اے نمودہ تو مکاں از لا مکاں	فی السماء رزقکم کردہ عیاں
اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لا مکان دکھا دیا ہے	"فی السماء رزقکم" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا ہے
درمیان ایں مناجات ابر خوش	زود پیدا شد چو پیل آبکش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر	پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا
ہمچو آب از مشک باریدن گرفت	در گوو در غارہا مسکن گرفت
اس نے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا	جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا
ابر می بارید چوں مشک اشکہا	حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا	سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں
یک عجائب در بیاباں وانمود	ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا	بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا
یک جماعت زاں عجائب کارہا	می بریدند از میاں زنارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے	کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی
قوم دیگر را یقیں در ازدیاد	زیں عجب واللہ اعلم بالرشاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی	اس تعجب (خیز واقعہ) کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے
قوم دیگر ناپذیرا ترش و خام	ناقصان سرمدی تم الکلام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے	(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

شرح حبیبی

ایک زاہد ایک جنگل میں رہتا تھا اور عبادت میں یوں غرق تھا جیسے قریۂ عبادان کے رہنے والے۔ عبادان میں اتفاقاً مختلف ملکوں سے کچھ حاجی وہاں پہنچے اور ان کی نظر اس زاہد پر پڑی جو کثرت مجاہدات سے سوکھ گیا تھا وہ خشکی میں رہتا تھا مگر مزاج میں اس کے رطوبت تھی اس لئے اس جنگل کی لوئیں اس کے لئے دوا کا کام دیتی تھیں۔ معنی حقیقی مقصود نہیں معلوم ہوتے بلکہ مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تر مزاج

شخص کو گرم اشیاء مفید ہوتے ہیں یوں ہی وہ لوئیں بوجہ مجاہدہ میں معین ہونے کے اس کے لئے بجائے مضر ہونے کے نافع تھیں حاجی لوگ اس کی تنہائی اوران آفتوں میں صحیح وسالم رہنے کو دیکھ کر حیران رہ گئے ان کی حالت یہ تھی کہ ریت کے اوپر نماز پڑھ رہے تھے اور ریت بھی ایسا کہ اگر اس پر ہانڈی کو رکھ دیا جائے تو اس کی گرمی سے جوش مارنے لگے اور اس اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے کہ گویا کہ وہ سبزہ وگل پر کھڑے مست ہیں یا براق ودلدل پر سوار ہیں یا کہ وہ حریر اور اعلیٰ کپڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں یا وہ لُو ان کے لئے باد صفا ہے۔غرض وہ اس اطمینان سے اور ہشاش بشاش خشوع وخضوع وعجز و نیاز کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے اپنے محبوب سے باتیں کر رہے تھے اور استغراق کی حالت میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے پس یہ لوگ اس وقت تک باادب خاموش رہے جب تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس جماعت کے ایک سمجھدار آدمی نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں اور منہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور اثر وضو سے ان کا کپڑا ابھی تر تھا اس وقت ان سے دریافت کیا کہ آپ کو پانی کہاں سے ملا یہاں تو کوسوں پانی نہیں۔انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ آسمان سے۔اس پر اس نے سوال کیا کہ جب آپ پانی مانگتے ہیں تو کیا ہمیشہ آپ کو مل جاتا ہے یا کبھی ملتا ہے کبھی نہیں۔آپ ہماری اس مشکل کو حل فرمایئے تاکہ اس سے ہم کو درجۂ یقین حاصل ہو اور اپنے اسرار میں سے کوئی راز دکھلایئے تاکہ ہم اپنی کمروں سے زنار کھول ڈالیں۔یعنی اب تک تو ہم کو ایمان کا ایک ضعیف مرتبہ حاصل ہے جس کے سبب ہم کفر کے قریب ہیں اور گویا کہ کافر اور زنار بستہ ہیں آپ کی کرامت سے ہمارا ایمان بڑھے گا اور گویا کہ ہم اب مسلمان ہونگے۔انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہا کہ اے اللہ ان حاجیوں کی دعا قبول فرمایئے اور کوئی کرامت ان کو دکھلایئے۔میں تو ہمیشہ سے اوپر ہی سے رزق جوئی کا عادی ہوں کیونکہ آپ نے میرے رزق کا دروازہ اوپر ہی سے کھولا ہے آپ نے سفلیات کو علویات سے ظاہر فرمایا اور فی السماء رزقکم کو مشاہدہ کرا دیا۔وہ یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ ہاتھی کی طرح بڑے بڑے پانی سے لدے ہوئے بادل نمودار ہوئے اور یوں موسلا دھار برسنا شروع کیا جیسے مشک کا دہانہ کھول دیا ہو۔اور گڑھوں اور غاروں میں پانی ٹھہر گیا ابر تو مشکوں کی طرح پانی گرا رہا تھا اور حاجی لوگ اپنی مشکیں کھولے ہوئے پانی بھر رہے تھے۔غرض کہ اس بیابان میں یہ عجیب بات ظاہر ہوئی کہ ابر نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا اس سے حاجیوں کی جماعت میں مختلف اثر ظاہر ہوئے کچھ لوگوں کو تو یقین حاصل ہوا اور گویا کہ وہ اب مسلمان ہوتے اور کچھ لوگوں کو پیشتر سے یقین تھا اس مشاہدہ سے ان کے یقین میں ترقی ہوئی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور کچے کے کچے رہے یہ لوگ ناقصین ازلی تھے فقط۔

حاجیوں کا اس شیخ زاہد کی کرامت میں حیران ہونا جو کہ جنگل میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

شرح شبّیری

زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد جنگل میں تھا اور عبادت میں عبادیہ کی طرح غرق تھا۔

حاجیان الخ۔ یعنی حاجی لوگ اس جگہ مختلف شہروں سے پہنچے تو ان کی نظر اس سوکھے ہوئے زاہد پر پڑی جو بہت ہی دبلے پتلے تھے ان کو سب نے دیکھا۔

جائے زاہد الخ۔ یعنی زاہد کے قیام کی جگہ تو خشک تھی اور وہ تر مزاج خوش تھا اور جنگل کی لو اس کو نافع تھی۔

حاجیان الخ۔ حاجی لوگ اس کی تنہائی سے اور اس کی سلامتی سے اس آفت میں حیران ہو گئے۔

در نماز استادہ الخ۔ یعنی وہ ریت کے اوپر نماز میں کھڑا ہوا تھا اور ریت بھی ایسا کہ اس کی تپش سے ہانڈی کا پانی کھولنے لگے۔

گفتئے سرمست الخ۔ یعنی گویا کہ سرمست سبزہ وگل میں سے ہے یا براق اور دلدل پر سوار ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح خوش تھا جیسے بہت ہی آرام سے ہو حالانکہ گرمی وغیرہ کی یہ حالت کہ الامان والحفیظ اور یا یہ تم کہو کہ یا کہ پایش الخ۔ یعنی یا کہ اسکا پاؤں ریشم کے حلون پر ہے یا لوا سکے لئے بادصبا ہے۔ غرضکہ اسکی یہ حالت تھی کہ

ایستادہ الخ۔ یعنی وہ تازہ رو نماز میں خشوع اور خضوع اور نیازمندی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

یا حبیب الخ۔ یعنی اپنے محبوب سے راز کی باتیں کر رہے تھے اور فکر دراز میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

پس بماند الخ۔ یعنی وہ جماعت نیاز و عاجزی کے ساتھ کھڑی رہی تا کہ وہ درویش نماز سے فارغ ہو جائیں۔

چون دیدہ کابس الخ۔ یعنی جب وہ فقیر استغراق سے واپس ہوئے تو اس جماعت میں سے ایک زندہ دل روشن ضمیر نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اور منہ سے پانی ٹپک رہا ہے اور ان کے کپڑے آثار وضو سے تر تھے۔

پس بپر سیدش الخ۔ یعنی پس اُس روشن ضمیر سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس پانی کہاں سے آیا انہوں نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے آیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ کیا جب تم چاہو پہنچتا ہے یا کہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی رد ہو جاتی ہے۔

مشکل ما الخ۔ یعنی اے بادشاہ دین ہماری مشکل حل فرمایئے تا کہ آپ کا حال ہم کو یقین بخشے اور معلوم ہو جائے کہ جناب کا مرتبہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل صاحب بھی کوئی بزرگ ہیں جب تو اس طرح سوال کر رہے ہیں۔

وانما سرے الخ۔ یعنی اپنے اسرار میں سے ایک بھید ہم کو بھی دکھا دیجئے تا کہ ہم زناروں کو توڑ دیں یعنی اہل یقیں سے ہو جائیں شک جاتا رہے اب ان بزرگ کا ادب دیکھئے کہ خود کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ

چشم را الخ۔ یعنی ان بزرگ نے آنکھ آسمان کی طرف کھولی کہ اے حاجیوں کی دعا کے قبول کرنے والے۔

رزق جوئی الخ۔ یعنی میں رزق جوئی کا عالم بالا ہی سے خوگر ہوں آپ نے میرا دروازہ عالم بالا ہی سے کھولا ہے۔

اے نمودہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ تو نے مکانی کو لامکاں دکھا دیا اور **فی السماء رزقکم** کو ظاہر کر دیا کہ انسان مکانی ہے اس کو اس عالم لامکان کی سیر کرادی پھر اس کو رزق بھی عالم بالا سے دیا جس سے کہ آیت کی پوری تصدیق ہوگئی۔

درمیان الخ۔ یعنی اس مناجات کے اندر ہی ایک بادل گہرا جلدی سے پیدا ہوا جیسے کہ ہاتھی آبکش ہو کہ اس پر پانی بہت سا لدے گا اسی طرح اس بادل میں پانی بہت تھا۔

ہچو آب الخ۔ یعنی پانی اس طرح برسنا شروع ہوا جیسے کہ مشک سے بہتا ہو اور گڑھوں اور غاروں میں مسکن پکڑا یعنی سب تالاب وغیرہ بھر گئے۔

ابر می بارید الخ۔ یعنی ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا اور حاجیوں نے اپنی مشکیں کھول دیں بس خوب پانی بھر لو۔

یع عجائب الخ۔ یعنی بیابان میں ایک عجیب بات ظاہر ہوئی اور ابر نے مشک کی طرح منہ کھول دیا تھا۔

یک جماعت الخ۔ یعنی ایک جماعت تو اس عجیب بات سے اپنی زنار توڑ رہی تھی یعنی ان کو درجہ یقین کا حاصل ہو رہا تھا اور وہ تو مستفیض ہو رہے تھے۔

قوم دیگر را الخ۔ یعنی ایک قوم کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی اس عجیب بات سے واللہ اعلم بالرشاد یعنی وہ بھی خیر متاثر ہو رہے تھے۔

قوم دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسری قوم ناقصوں اور ترش اور خام وہ نقصاں سرمدی تھے کلام تمام ہوا۔ یعنی ایک وہ تھے کہ جن کو اثر ہی نہ تھا جیسے کے تیسے بت کی طرح دیکھ رہے تھے بس وہ ناقصان ازلی تھے کہ ان کی اصلاح کی امید ہی نہیں تھی تو دیکھو ان بزرگ کو چونکہ مسبب پر نظر تھی لہٰذا اس بات کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ بلا اسباب ان کو سب چیز حق تعالیٰ عنایت فرماتے تھے الحمدللہ کہ ربع رابع مثنوی شریف کے دفتر ثانی کی شرح کا تمام ہوا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت والا دام ظلہم کے فیوض کو عام فرمائے اور اس سے ہم غریبوں کو بھی حصہ دے اور اس مثنوی سے حق تعالیٰ لوگوں کو فائدہ دے کہ اس سے اس ناکارہ کو امید نجات کی ہے کہ شاید کسی مقبول حق کی دعا لگ جائے لہٰذا اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم   زانکہ من بندۂ گنہگارم

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

اب انشاء اللہ تعالیٰ آگے مثنوی شریف دفتر ثالث کی شرح شروع ہوگی۔ فقط

احقر شبیر علی عفی عنہ

۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۴ یوم خمیس بلدہ تھانہ بھون